شواہد النبوۃ

حضرت العلام نور الدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ

لاہور

شواہد النبوۃ

جامی

૭૮૬

આએ કીતાબ હાજી મહંમદઅલીભાઇ અલીભાઇ સુંદરજી "સોમાસોક" તનનરીવ માડાગાસ્કરવાળા તરફથી તેમના મરહુમ સગા-વહાલાઓની રૂહોના સવાબ અર્થે વકફ કરવામાં આવેલ છે.

લાભ લેનાર ભાઇ-બહેનો મરહુમોની અરવાહોના સવાબ અર્થે એક સુરએ ફાતેહા પઢી બક્ષી આપે એવી નમ્ર અરજ છે.

شواہد النبوۃ

لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ

حضرت العلامہ نور الدین عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ السامی

ترجمہ

بشیر حسین ناظم۔ ایم اے

مقدمہ

علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ایم۔ اے

ناشر

مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

نام کتاب ——— شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ
مصنف ——— حضرت العلام نورالدین عبدالرحمٰن جامی
مترجم ——— بشیر حسین ناظم ایم۔اے
مقدمہ ——— پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے
کاتب ——— محمد شریف گل
ضخامت ——— ۲۳×۱۸/۸، ۴۳۲ صفحات
طباعت ——— آفسٹ، سفید کاغذ
طابع ——— زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
بارچہارم .... ما فروری ۱۹۹۵ء
قیمت .... ۱۰۵ روپے

—ناشر—
مکتبہ نبویہ
گنج بخش روڈ۔ لاہور

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

شواہد النبوت فارسی زبان کے ملک الشعراء اور صاحبِ طرز ادیب مولانا عبدالرحمٰن جامی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جس میں انہوں نے بڑے عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں سرورِ کائنات فخرِ موجودات سرکارِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور خلفائے راشدین کی پاک و پاکیزہ سیرتوں کے بارے دلی جذباتِ محبت وعقیدت کا اظہار کیا ہے۔ کتاب ہذا زبان و بیان کی چاشنی اور ٹھوس حقائق کی بناء پر ادبِ عالیہ کا حسین ترین نثری مرقع ہے۔ اس کا متن فارسی اور عربی زبانوں سے مزین ہے۔ فارسی زبان کا انداز بڑا دلفریب اور عام فہم ہے جبکہ عربی زبان میں منفرد اسلوب ہوتے ہوئے بھی قدم قدم پر مغلق اور پیچیدہ عبارتیں رکاوٹیں پیدا کرتی نظر آتی ہیں۔

بشیر حسین ناظم مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے اس بلند پایہ کتاب کا اردو زبان میں پہلی مرتبہ بڑی کاوش اور عرق ریزی سے نہایت دلکش پیرائے میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ اس میں دو چار ہی نہیں ان گنت ایسے مقام آتے ہیں جہاں مترجم کے حوصلے پست ہو کر ہمت جواب دے جاتی ہے لیکن اگر مترجم کو ان زبانوں میں دسترس کے ساتھ ساتھ اپنی ذات پر بھی اعتماد ہو تو وہ آسانی سے کٹھن راہوں سے گزر کر ساحلِ مراد تک جا پہنچتا ہے۔

جناب بشیر حسین ناظم کی اوّلین کامیاب کوشش کے پس منظر میں بھی ان کی ذہانت و فطانت کے علاوہ وسیع تقابلی مطالعہ بھی کارفرما ہے۔ اگرچہ انہیں انگریزی، اُردو اور پنجابی زبانوں پر بھی خاصا عبور حاصل ہے لیکن بالخصوص عربی اور فارسی زبانوں کی اپنے دور کے جید علماء و فضلاءٌ سے سبقاً سبقاً پڑھنے کی وجہ سے انہوں نے بڑی مہارت اور چابک دستی سے کسی کہنہ مشق مترجم کی طرح اس کتاب کا ترجمہ بڑے سلیس، رواں اور حسین انداز میں کرتے ہوئے اصل زبانوں کی روح کو بھی فنا ہونے سے بچا لیا ہے۔

یہ کہنا تو شاید غلو کے زُمرے میں آجائے کہ ترجمہ شدہ کتاب اصل کے مطابق یا اس سے بڑھ کر ہے، کیونکہ ایک زبان کا مزاج دوسری زبان کے مزاج سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے اس لحاظ سے ایک زبان کا اسلوب، جملوں کی بناوٹ اور الفاظ کی نشست و برخاست کو دوسری زبان میں من و عن منتقل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر کوئی شخص مُلّا جامیؒ کی اصل کتاب سے واقف نہ ہو اور جناب ناظم کی زیرِ نظر کتاب کو پڑھ لے تو وہ اس کتاب کو ترجمہ شدہ نہیں بلکہ طبع زاد سمجھنے پر مجبور ہوگا۔ موجودہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مترجم نے مہارتِ تامہ سے کام لیتے ہوئے روا روی میں فارسی اور اردو زبان میں کافی حد تک مماثلت ہونے کی وجہ سے فارسی عبارات کے ان الفاظ کو جو اردو زبان کا "اٹوٹ انگ" بن چکے ہیں حتی الامکان جوں کا توں ہی رہنے دیا ہے البتہ عربی حصّوں کا ترجمہ کرتے ہُوئے کافی جاں سوزی اور جانفشانی سے کام لے کر بڑے سلیقے اور قرینے سے کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کے باوجود اس ترجمے کو حرفِ آخر نہیں کہا جا سکتا۔ یُوں بھی "ترجمے میں یہ کبھی نہیں دیکھا جاتا کہ کیا کچھ رہ گیا ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیا کچھ آگیا ہے"۔

جنابِ ناظم اردو و پنجابی کے نامور شاعر اور ادیب کی حیثیت سے علمی و ادبی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں البتہ مترجم کی حیثیت سے یہ ان کی پہلی کامیاب کوشش ہے۔ توقع ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ وہ اس میدان میں بھی اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قارئین کو فارسی اور عربی زبانوں کے دیگر شہ پاروں سے بھی وقتاً فوقتاً روشناس کراتے رہیں گے "کہ تا ہنوز اُردو زبان میں ترجمہ نہیں ہو سکا کیونکہ یہ دینی ہی نہیں ایک لحاظ سے قومی فریضہ بھی ہے"

کیونکہ اعلیٰ وارفع کتب کے جاندار اور بہترین ترجمے علم وادب، زبان اور تہذیب وتمدن کی بھی خدمت انجام دیتے رہتے ہیں۔

میں ناظم صاحب کو اس اعلیٰ پایہ کی قابلِ قدر کوشش پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

۱۸ ستمبر ۱۹۷۴ء
عطا منزل۔ گلی چوہدری کرم الٰہی میر گوجرانوالہ

ارشد میر
(ایڈووکیٹ ہائیکورٹ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحمۃ اللہ علیہ

جامی

حالات و نگارشات کے آئینے میں

کشتۂ اندازِ ملا جامیم نظم و نثرِ او علاجِ خامیم

شعر لب ریز معانی گفتہ است در ثنائے خواجہ گوہر سفتہ است

"نسخۂ کونین را دیباچہ اوست

جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست" (اقبالؒ)

اہل محبت نے بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کرنے کے لیے کئی انداز اختیار کیے۔ کسی نے نعت کے گلدستے پیش کیے، کسی نے منقبت کے موتی لٹائے، کوئی تعریف و توصیف کے پھول نچھاور کرتا گیا، کوئی درود و سلام کی بارشیں برساتا رہا۔ نعت و منقبت کے ہزاروں انداز اور ہر اسلوب پر لاکھوں زبانیں، کروڑوں قلمیں ان اوصافِ جمیلہ کو بیان کرنے میں وقف رہیں۔ مگر ؎

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر

ما ہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

نعت کی بے انداز صورتوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے واقعات بیان کرنا بھی اہل محبت کی روحانی غذا رہی ہے وہ ان واقعات کو وظیفۂ جان بنا کر سناتے گئے وہ ذکرِ حبیب کے رنگ میں اپنے اندازِ بیان کو زندگیٔ جاوید بخشتے گئے ؎

ما اِن مَدحتُ محمدًا بمقالتی لاکن مدحت مقالتی بمُحمّدٍ

حیاتِ طیبہ کے واقعات محض سوانحی خاکہ نہیں ہوتے اور نہ آپ کی زندگی کے شب و روز کی تصویر کشی ہوتی ہے حقیقت میں حیاتِ طیبہ قرآن پاک کی عملی تفسیر اور خدا کے کلام کی وہ تصویر ہے جسے خالقِ کائنات نے اپنے محبوب کی شکل میں کھینچا ہے۔ یہ واقعات انسانی ہدایت کا سرچشمہ ہیں اور روحانی زندگی کی جان ہیں۔ ان ایمان افروز واقعات کو جب کسی عاشقِ رسولؐ کی زبان بیان کرتی ہے تو اس کا اثر

قلب وجگر کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور دل ایمان کی ضیاؤں سے معمور ہو جاتا ہے۔ شواہد النبوت ایسے ہی واقعات کا ایک حسین مرقع ہے جسے ایک عاشقِ رسول نے زیر نظر کتاب شواہد النبوت کو اپنے آقا و مولا کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیۂ عقیدت بنا کر پیش کیا ہے وُہ دنیائے اسلام کا نامور فرزند اور نویں صدی ہجری کے فارسی ادب کا امام تھا۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بوقت عشاء، ۲۳ شعبان المعظم ۸۱۷ھ محلہ خرجرد قصبہ جام علاقہ خراسان (ایران) میں ہوئی۔ لقب عماد الدین المعروف بہ نور الدین اسم گرامی عبد الرحمٰن المتخلص بہ جامی تھا۔

مولدم جام و رشحۂ قلمم — جرعہ جام شیخ الاسلامی ست
لاجرم در جریدۂ اشعار — بدو معنی تخلصم جامی است[1]

والد مکرم مولانا احمد بن محمد الدشتی والدہ حضرت امام محمد شیبانی کی نواسی تھیں۔ حیات فانی نے ۸۱ سال (لفظ کاس) تک وفا کی اور یوں زندگی کا دور جام ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ کو رُک گیا۔ موت کے دروازے پر پہنچے تو یہ اشعار زبان پر تھے:

دریغا کہ بے ما بسے روزگار — بروید گل و بشگفد نو بہار
بسے تیر و دیماہ واردی بہشت — بیاید کہ ما خاک باشیم و خشت

مزار پُر انوار خیابان ہرات میں (شہر ہرات سے تین میل کے فاصلہ پر ہے) واقع ہے۔

جامی کہ بود نازل جنت مقیم گشت — فی روضۃ مخلدۃ ارضہا السماء
کلک قضا نوشت رواں بر در بہشت — تاریخہ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا
۸۹۸ھ

★

حضرتِ جامیؒ تحصیل علوم کے لیے اپنے والد مکرم کے ساتھ ہرات کے مدرسہ نظامیہ میں داخلہ کے لیے گھر سے نکلے۔ اس عظیم الشان دار العلوم میں آپؒ نے وقت کے مایۂ ناز اساتذہ کے سامنے

---

[1] تکملہ نفحات الانس مرتبہ مولانا رضی الدین عبد الغفورؒ۔ شاگرد رشید حضرت جامیؒ۔ حضرت جامی کے دیوان کا یہ شعر آپ کے سن ولادت کی تصدیق کرتا ہے:

بسال ہشت صد و ہفدہ ز ہجرت نبویؐ — کہ زد زمکہ بہ یثرب سرادقات جلال
ز اَوجِ قلّہ پرواز گاہِ عز و قدم — بدیں حضیض ہوان ستکردہ ام پر و بال

زانوئے ادب تہہ کیا۔ مولانا جنید اصولی، مولانا خواجہ علی سمرقندیؒ، مولانا شہاب الدین محمد جاجرمی سے علوم متداولہ حاصل کیے۔ ہرات سے سمرقند میں قاضی زادہ روم کے درس میں آئے اور اپنی ذہانت اور طبع رسا سے استاد کو بڑا متاثر کیا۔ علوم وفنون سے دامنِ مراد بھرا۔ ان دنوں ہرات اور سمرقند دنیائے اسلام میں اسلامی علوم کے زبردست مرکز تھے۔ جامی نے ان دونوں مراکز سے نہ صرف علوم وفنون حاصل کیے بلکہ وقت کے ممتاز علماء سے اپنی ذہانت اور محنت پر قابلِ قدر تحسین حاصل کی۔ قاضی روم فرمایا کرتے تھے کہ "جب سے شہر سمرقند آباد ہوا ہے مولانا عبدالرحمٰن جامی جیسا ذہین اور طباع فاضل زمانے کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔" آپ نے اسلامی علوم کے تمام شعبوں پر عبور حاصل کر کے فارسی ادب اور شاعری میں کمال حاصل کیا۔ تحصیلِ علم کے بعد آپ کی قابلیت کی شہرت نے چار دانگ عالم سے خراجِ تحسین وصول کیا اور حافظِ شیرازؒ کے بعد دنیائے ایران نے آپ جیسا قادر الکلام فارسی شاعر پیدا نہیں کیا۔

★

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ (۸۱۷ – ۸۹۸ھ) نویں صدی ہجری تاریخ افکار و سیاسیات اسلامی میں کوئی پرشکوہ یا باعظمت دور نہیں مانا جاتا۔ اُن دنوں سرزمینِ ایران دو حصوں میں تقسیم تھی۔ مشرقی ایران تیموری سلاطین کے زیرِ نگین تھا اور ان سلاطین کا پایۂ تخت ہرات اور سمرقند رہا۔ اس خاندان کے حکمران شاہ رخ (۸۰۷ – ۸۵۰ھ)، میرزا ابوالقاسم بابر (۸۵۶ – ۸۶۱ھ)، میرزا ابوسعید گورگانی (۸۶۱ – ۸۷۳ھ) اور سلطان حسین بایقرا (۸۷۵ – ۹۱۱ھ) یکے بعد دیگرے ملکی انتظامات پر چھائے رہے۔ حضرتِ جامیؒ ان تمام حکمرانوں کی نگاہ میں محترم و محتشم رہے۔ یہ حکمران آپ کے علم وفضل اور عالی کردار کی ہمیشہ قدر کرتے تھے۔

ایران کا مغربی اور جنوبی حصہ ترکمان بادشاہوں کے زیر اثر رہا۔ ان کا پایۂ تخت تبریز تھا جہاں شاہ قراقونیلو (۸۴۱ – ۸۷۲ھ)، حسن بیگ (۸۷۱ – ۸۸۲ھ) اور یعقوب بیگ (۸۸۳ – ۸۹۶ھ) حکمرانی کرتے رہے۔ یہ حکمران کچھ عرصہ تو امن و استحکام سے حکومت کرتے مگر ایک بادشاہ کی موت پر

لہ رشحات از فخر الدین علی بن حسین الواعظ الکاشفی۔ مطبوعہ نولکشور۔ ص ۱۲۴، ۱۲۵

حصولِ تخت پر مدتوں جنگ و قتال رہتا۔ حتیٰ کہ تلوار وارثِ تخت کا فیصلہ کر دیتی۔ حضرت جامیؒ کی زندگی کے آخری ۴۴ سال سلطان حسین بائیقراء کے دورِ حکومت میں بڑے سکون سے گزرے۔ اس علم دوست بادشاہ نے جامیؒ کی بڑی قدر کی۔ اور حضرت جامیؒ نے اپنے کمالات کا مظاہرہ جس قابلیت سے کیا اسے دنیائے علم نے تسلیم کیا۔

★

سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ نویں صدی ہجری ایرانی تہذیب و معاشرت میں مذہبی اور اعتقادی تبدیلیاں لاتی رہی۔ یہ خطہ مختلف نظریاتی کشمکش سے گزرا۔ اہل سنت و جماعت (اشاعرہ) مشرقی ایران پر حاوی رہے۔ اشاعرہ کے جلیل القدر راہنما، علماء اور متکلمین قاضی عضدایجی، سعد الدین تفتازانی، سید جرجانی جیسے نامور علماء اعتقادی اور نظریاتی تہذیب میں مصروف رہے۔ دوسری طرف شیعوں کا امامیہ فرقہ جسے خواجہ طوسی، علامہ حلبی اور شہید اول جیسے مجتہدین نے مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دیا تھا۔ آذربائیجان کے علاقے میں سرگرم عمل تھا۔ ان نظریات کے اثرات نے خراسان اور دوسرے علاقوں کو بھی متاثر کیا ہوا تھا۔ سلاطین قراقونیلو ابتدا سے کار میں شیعی اعتقادیات سے بری طرح متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تبریز، عراق میں شیعہ معاشرت نے فروغ پایا۔ مغربی ایران کا شہر مشہد، سبزوار اور غورستان تو شیعوں کے مضبوط مراکز شمار ہوتے تھے۔ شیعہ سنی نظریات کے پیروکاروں اور رہنماؤں نے ایران کی مذہبی زندگی کو شیعہ سنی طبقات میں تقسیم کر دیا تھا حتیٰ کہ شاہ اسمٰعیل اوّل کے سیاسی غلبے کے ساتھ شیعہ حکومت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں اور پورا ایران شیعی عقاید کا گہوارہ بن گیا۔

★

حضرت جامیؒ کا زمانہ ان اعتقادی نشیب و فراز سے گزرتا رہا۔ آپ کی نگارشات ایک طرف صحابہ کرامؓ کے فضائل و کمالات کو بڑی جامعیت سے پیش کرتی ہیں دوسری طرف وہ اہلبیت اور ائمہ اثنا عشر کے مناقب و محامد کو بیان کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ اعتقادی طور پر حضرت جامیؒ ایک صحیح العقیدہ سُنی صوفی کی طرح جلوہ گر ہوتے ہیں مگر وہ زیارت کربلا و مشہد میں ہمہ تن عقیدت و محبت بن کر دنیائے علم کے سامنے آتے ہیں۔ شیعہ تذکرہ نگاروں نے آج تک

حضرت جامیؒ کے کمالات کا اعتراف صرف اس تعصب میں ڈوب کر نہ کیا کہ وہ صحابہ کرامؓ کے مدحت سرا ہیں لیکن دوسری طرف راست فکر شیعوں نے آپ کی محبت اہل بیت کی روشنی میں آپ کو شیعہ کہنے سے بھی دریغ نہ کیا اور آپ کے کلام کو دل کھول کر خراج عقیدت پیش کیا اور صحابہؓ کی مدح کو تقیہ پر محمول کرتے رہے۔

★

نویں صدی ہجری نے جہاں ایرانی مسلمانوں میں شیعہ سنی نظریات کو بڑی شدت سے نمایاں کیا ہے وہاں صوفیا ء اسلام کے روحانی نظریات اور عقاید کو بھی عوام کے دلوں پر اتارنے میں بڑا حصہ لیا۔ اس صدی کے عقاید تصوف دنیائے اسلام کو متاثر کرتے رہے اور صوفیاء و مشایخ کی تعلیمات نے وقت کے جلیل القدر بادشاہوں کو بھی متاثر کیا۔ ظفرنامہ تیموری اور اس دور کی دوسری تاریخی کتابیں صوفیا۔ کے کمالات اور کرامات کے تذکرہ سے بھری پڑی دکھائی دیتی ہیں۔ تیموری فاتحین تو مشایخ کی تعلیمات سے اتنے متاثر تھے کہ کسی مہم پر نکلتے تو ان بزرگوں سے دعا یا استمداد ضروری خیال کرتے۔ اگر کسی شہر کو فتح کرتے بلکہ تہ تیغ بھی کرتے تو بقیۃ السیف میں سے اہل اللہ کی تلاش ہوتی اور مزارات اور خانقاہوں پر حاضر ہو کر سر تسلیم خم کرتے۔ تیمور ہزاروں مشایخ اور مزارات کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوا۔ "بابا سنگو"، شیخ زین العابدین ابوبکر (م ۷۹۱ھ) تو تیمور کی فتوحات کے پیچھے بڑی زبردست روحانی قوتیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ تیمور کے دوسرے گورکانی جانشین بھی بزرگان دین کی خانقاہوں کے سامنے سر عقیدت خم کرتے اور جہاں جہاں جاتے ان کی روحانی تعلیمات کو عام کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ اس خاندان کی اس عقیدت کیشی کا ایک اثر یہ بھی نمودار ہوا کہ صوفیا نما بھی تصوف کا چولا پہن کر اس پاکیزہ مشن کی بدنامی کا باعث بنتے گئے۔ نویں صدی ہجری میں اگرچہ صوفیاء اسلام ہدایت خلق میں مصروف کار تھے تو دوسری طرف پیشہ ور متصوفین الحاد و بے دینی کے ترجمان بن کر سامنے آتے رہے۔ حروفیہ فرقہ تصوف تو شیعہ عقاید کے وہ لوگ تھے جو مہدی ہونے کے دعویدار بنے زیدیہ۔ اثنا عشریہ، جعفریہ جیسے کئی قسم کے فرقے صوفیاء کی صفوں میں آگھسے اور تصوف کے نام پر اپنے عقاید پھیلانے میں مصروف رہے۔ تصوف کا نوربخشیہ ایک ایسا فرقہ تھا جس نے عقاید اہل سنت و جماعت کی روشنی میں مسائل روحانیت

کوحل کیا اور وُہ سختی سے دین پر پابند رہے۔ آگے چل کر اسی سلسلہ کے ایک فردِ کامل خواجہ بہاءُ الدین نقشبند (م ۷۹۱ھ) نے سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کے خلفاء بخارا اور سمرقند سے نکل کر ہرات، خراسان اور برصغیر ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں پہنچ کر عوام کی روحانی تربیت کرنے لگے۔ تیمور خاندان کے سلاطین کی وُہ شاخ جو میرزا شاہ رخ اور میرزا ابوسعید سلطان حسین سے آگے بڑھی صوفیاء نقشبند کی عقیدت مند تھی۔ ان بزرگانِ دین کی خانقاہوں پر ان شہزادوں کی جبینِ نیاز جھکتی اور ہمہ تن عقیدت بن کر آتے۔ ہمارے مخدوم مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ اسی سلسلۂ تصوف کے روحانی فیضان سے دنیائے تصوف میں آفتاب بن کر چمکے۔

★

حضرت جامیؒ کی روحانی تربیت میں جن اہل اللہ نے حصہ لیا وُہ اپنے دور کے ممتاز صوفیاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا سعدالدین کاشغریؒ (م ۸۶۰ھ) وُہ پہلے بزرگ ہیں جن کی نگاہ نے حضرت جامیؒ جیسے جوہر کو منتخب فرما کر روحانیت کی دنیا میں روشناس کیا۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار (م ۸۹۵ھ) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوئے۔ خواجہ عبیداللہ احرار نے حضرت جامیؒ کو بے حد متاثر کیا۔ وُہ حضرت خواجہ احرار کی نگاہ میں اُترتے گئے اور روحانیت کی بلندیاں طے کرتے گئے۔ ان دنوں خواجہ موصوف سلاطینِ تیموریہ کی روحانی تربیت کر رہے تھے۔ حضرت جامیؒ آپ کی خانقاہ میں ہی قیام پذیر ہُوئے اور شاہانِ تیموریہ کے مخدوم و محترم بن گئے۔ وُہ ممالکِ اسلامیہ میں جہاں بھی گئے عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھے گئے اس منزلِ سلوک کو طے کرتے ہُوئے حضرت جامیؒ کا اعتراف ملاحظہ ہو:

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند — نوبت آخر بہ بخارا زدند
از خطراں سکہ نشد بہرہ مند — جز دلِ بے نقش شہِ نقشبند
تاج بہا بر سرِ دین او نہاد — قفل ہوا از درِ دین او کشاد
زد بجہاں نوبت شہنشاہی — کوکبۂ فقرِ عبیداللّٰہی
آنکہ ز حریت فقر آگاہ ہست — خواجہ احرار عبیداللہ است

یہ سلسلۂ تصوف نقشبندیہ حضرتِ جامی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت کا مصدر و مرکز تھا۔ آپ کی

تصانیف اسی سلسلۂ روحانیت کی ترجمانی کرتی ہیں۔ آپ کے اشعار میں اسی سلسلہ کی عظمت وحشمت نمایاں ہوتی ہے۔ اگرچہ سارے ایران کو یہ سلسلۂ تصوّف متاثر نہ کر سکا مگر ترکستان، ہندوستان اور افغانستان میں نقشبندیہ تعلیمات نے اپنے دُور رس اثرات مرتب کیے۔ برصغیر پاک و ہند میں اکبری الحاد کو اسی سلسلہ کے ایک فرد کامل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیست و نابود کر دیا۔ جامی سلسلۂ نقشبندیہ کے پیروکار ہونے کے باوجود شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفۂ وحدت الوجود کے ترجمان ہیں اور نقشبندیہ کے دُوسرے مشایخ کے برعکس اس فلسفہ پر پامردی سے کاربند رہے۔ آپ کی ساری شاعری میں وحدت الوجود کا رنگ نمایاں ہے۔

★

حضرت جامیؒ کی زندگی کا اکثر حصّہ شہر ہرات میں گزرا۔ یہ شہر اس زمانہ میں عروس البلاد جہان اور کائناتِ ارضی کا بغداد العلم کہلاتا تھا۔ مشرق و مغرب کی حکومتیں اس شہر کے علم و فضل کو خراج ادا کرتیں۔ جامی کی شخصیت اس وقت کے علماء اور صوفیاء دونوں کے لیے ایک انجمن کی حیثیت رکھتی تھی۔ علماء آپ کی تصنیف و تالیف سے استفادہ کرتے اور صوفیاء آپ کے متصوفانہ رشحات و لوائح سے دامنِ دل بھرتے۔ عنفوانِ شباب میں شب بیداری کی نعمت سے مدتوں مالا مال رہے۔ ایک رات حضرت سعد الملت والدین سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو ظاہری علوم کو ترک کر کے بادیۂ روحانیت میں قدم رکھا اور حضرت کی مجلس کے لیے وقف ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں منازلِ سلوک طے کر گئے۔ ایک رفیق بزرگ نے کتنے تعجب سے کہا: "طریق خواجگان قدس سرہ حضرت ایشاں را عجب زود ربود۔" حضرت جامیؒ جب ہرات کی جامع مسجد کے صحن میں علماء و شعراء کے جھگڑے میں پڑھایا کرتے تو حضرت پیر و مرشد دروازے سے گزرتے تو فرمایا کرتے "کاش یہ نوجوان ہمارے حلقے میں آ جائے۔" جب حضرت جامیؒ بیعت ہوئے تو آپ نے فرمایا: "شاہبازے بچنگ ما افتادہ است۔"

رشحات عین الحیات کے مؤلف نے حضرت سعد الدین کے علاوہ جن بزرگان دین کو حضرت جامیؒ کا روحانی مربی لکھا ہے۔ ان میں سے حضرت خواجہ محمد پارسا، خواجہ فخر الدین لورستانیؒ، خواجہ برہان الدین ابو نصر پارسا، خواجہ شمس الدین محمد کو---ؒ، مولانا جلال الدین

پورانیؒ، مولانا شمس الدین محمد اسدؒ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی تو صفحۂ تاریخ پر درخشاں نظر آتے ہیں۔

★

بزرگانِ دین کے لیے جہاں گردی اور سیاحت اکتسابِ فیض کا ذریعہ بھی جاتی ہے۔ حضرت جامیؒ کے سفر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ آپ زمانۂ طفولیت میں جام سے ہرات آئے تو خواجہ علی سمرقندی نے اپنے درس سے دل و دماغ کو روشن کر دیا۔ جواں سالی میں ہرات سے سمرقند گئے تو حضرت علاء الدین علی توشیجی نے نگاہِ فیض سے نوازا۔ پھر حضرت مولانا سعد الدین کاشغری کا دامن ہاتھ آیا۔ مرو سے ہرات گئے تو حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ سفرِ حجاز کو نکلے تو ۸۷۷ھ میں ہمدان، کردستان، بغداد، کربلا، نجفِ اشرف، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، دمشق، حلب اور تبریز سے گزرتے گئے اور دامنِ مراد میں روحانیت بھرتے گئے۔

دیارِ النبیؐ میں حاضری حضرت جامیؒ کی روحانی زندگی کے خصوصی واقعات میں سے ہے اس سفر میں آپ کی وجدانیت اور والہیت کا کوئی ٹھکانا نہ ہوتا۔ آپ پہلی بار ۸۷۷ھ میں سفرِ حج کو روانہ ہوئے تو راستہ میں ہر شہر کے حاکم نے آنکھیں فرشِ راہ کیں۔ استقبال اور الوداع کی تقاریب دیدنی اور شنیدنی تھیں۔ بغداد پہنچے تو شیعوں کو مجلسِ مناظرہ میں شکستِ فاش دی۔ روضۂ امام حسینؓ پر جبیں سا ہوئے وجد میں تڑپ گئے ؎

کردم ز دیدہ پائے سوئے مشہدِ حسین
ہست این سفر بہ مذہبِ عشاق فرضِ عین

واپسی پر بغدادیوں نے بڑی عزت افزائی کی تو بڑا زوردار قصیدہ لکھا جس کا مطلع تھا: ؎

بکشا ساقیا لبِ شط سر سبو
وز خاطرم کدورتِ بغدادیاں بشو

بغداد سے مدینۃ النبیؐ کے لیے روانہ ہوئے تو آنکھیں فرشِ راہ کر دیں: ؎

محمل نعت بہ بند لے ساربان کز شوق یار   میکشد ہر دم بروئم قطرہ ہائے خون قطار

نجف اشرف حاضر ہوئے تو وجدان ملاحظہ فرمائیں: ؎

اصبحت زائراً لک یا شحنۂ النجف — بہرِ نثار مرقدِ تو نقدِ جاں بکف
می بوسم آستانۂ قصرِ جلال تو — در دیدہ اشک عذرز تقصیر یا سلف
ناجنس را چہ حد کہ زند لاف حبِ تو — اورا بود بجانب موہوم خود شغف

مدینہ پاک کی حاضری کے دوران جامیؒ کا نعتیہ ہدیہ تو آپ کی زندگی کا حاصل ہے، آپ کے عشق کا سرمایہ ہے اور اہلِ ذوق اسے ہمیشہ سرمایۂ آخرت سمجھ کر پڑھتے رہے ہیں۔ جس سوز، گہرائی اور بلند خیالی سے بارگاہِ نبوت میں ہدیۂ نعت پیش کیا گیا ہے وہ فارسی ادب کا ایک درخشاں باب بن گیا ہے۔ اور جامیؒ کے مقامِ نعت کو آج تک کوئی دُوسرا قادر الکلام شاعر چھو نہیں سکا۔

★

جامیؒ ایک عاشقِ رسولؐ کی حیثیت سے اولیاءِ نقشبند میں معروف ہوئے۔ آپ نے جس والہیت سے بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ نعت پیش کیا ہے اس کا سارے فارسی ادب میں جواب نہیں ملتا۔ وہ وادیٔ بطحا میں پہنچ کر مدینہ، خاکِ مدینہ، خارِ مدینہ حتّٰی کہ سگِ مدینہ کو بھی اپنے دل کے قریب پاتے ہیں۔ وُہ سرزمینِ نبیؐ کو جانے والے قافلوں کو سلام کرتے ہیں۔ قافلہ حجاز کے اُونٹوں کے ساربان ان کے پیغام رساں ہیں۔ نسیمِ بہاری کو فریاد پہنچانے کا ذریعہ بناتے ہیں ؎

نسیما جانبِ بطحا گزر کن — ز احوالم محمدؐ را خبر کن

بانگِ رحل از قافلہ برخاست خیز اے ساربان! — رخت بنہ بر راحلہ آہنگِ رحلت کن رواں

یارب مدینہ است ایں حرم کز خاکش آید بوئے جاں — یا ساحتِ باغِ ارم یا عرصۂ روضِ الجنان

بکعبہ رفتم و زانجا ہوائے کوئے تو دیدم — جمالِ کعبہ تماشا بیاد روئے تو کردم

عاشقِ رسولؐ میں ڈوب کر نعتِ رسولؐ لکھتے تھے اور وہ اس فن میں منفرد ہی نہ تھے، امام تھے

دیدارِ روضۂ اطہر کے لیے جس جذب و جنون کا حصّہ انہیں ملا تھا وہ دوسرے شاعروں کے ہاں کم پایا جاتا ہے۔ وُہ کُوئے رسولؐ میں سر کے بل جاتے ہیں۔ دیدہ و دل فرشِ راہ کرتے ہیں پلکوں سے جاروب کشی کرتے ہیں اور پھر فریاد، التجا، الحاح اور گریہ و فغاں کی جو رقت اُن کے ہاں پائی جاتی ہے۔ اس سے رحمتِ دو عالم کی گھٹائیں جھوم جھوم جاتی ہیں۔ وُہ سرکارِ دو عالمؐ کی محبت کے دامن میں لپٹ کر اپنی بات کہتے ہیں ؎

اویم طائفی نعلینِ پاکن
شرِاکِ از رشتۂ جانہائے ماکن

★

جامیؒ جس جذب و مستی میں بارگاہِ رسولؐ میں حاضر ہوتے ہیں اس میں جنید و بایزید کا ادب بھی ہے اور بلال حبشیؓ کی رقت و والہیت بھی۔ یہ واقعہ اہلِ دل کی مجالس میں اکثر سُنا گیا کہ حضرت جامیؒ جب بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہونے گئے تو والیِ مدینہ کو خواب میں حکم دیا گیا کہ میرے عاشق کو شہر کے باہر روک لیا جائے ورنہ جس جذب و کیف میں وُہ آرہا ہے مجھے اس کی دلدہی کیلئے گنبدِ خضرا سے باہر آنا پڑے گا۔ جامیؒ کو کئی بار روکا گیا۔ جوشِ جذب کے فرو ہونے پر اجازتِ زیارت ملی۔ ایک بار ایک سالارِ کارواں سے "سازش" کی کہ مجھے صندوق میں بند کر کے گنبدِ خضرا تک پہنچایا جائے۔ بایں ہمہ والیِ مدینہ کو زیارت ہوئی جو بہ نفسِ نفیس اس کاروانِ عشق و محبت کے استقبال کیلئے شہر کے دروازے پر کھڑا تھا جس میں حضرت جامیؒ چھپ کر داخل ہو رہے تھے۔ اُونٹ سے سامان اُتارا گیا۔ سامانِ عشق و محبت تھا جو جامیؒ کی شخصیت بن کر صندوق میں بند تھا۔ نہایت ادب سے پیغامِ محبوب پہنچایا گیا اور روک دیا گیا۔ کچھ دنوں بعد حاضری ہوئی تو جامیؒ لپٹ لپٹ کر فریاد کرتے رہے:

زمہجوری برآمد جانِ عالم
ترحّم یا نبی اللہ ترحّم!

★

مولانا عبدالغفور لاریؒ نے ۴۶ تصانیف کی فہرست دے کر جامیؒ کے اعداد کے ہم عدد بتایا ہے۔ یہ شہرۂ آفاق تصانیف مقبولِ بارگاہِ رسولؐ اور عوام ہوئیں۔ اشعۃ اللمعات۔ شرح

فصوص الحکم، یوسف زلیخا، لوامع، لوائح، ترجمہ اربعین حدیث، شرح ملا جامی، تحفۃ الاحرار، نفحات الانس، سلسلۃ الذہب، سبحۃ الابرار، بہارستان، سخنان خواجہ پارسا۔ اور شواہد النبوت خصوصیت کے ساتھ مشہور زمانہ ہوئیں۔

زیرِ نظر کتاب شواہد النبوت فاضل مصنف کا ہدیۂ عقیدت ہے جو بارگاہِ نبوۃ میں پیش کیا گیا اس کتاب میں حضرت جامیؒ نے بڑے محبت بھرے انداز میں روایات، حکایات اور شواہد کو بیان کیا ہے جن سے سرکارِ دوعالمؐ کی سیرت طیبہ کے خدّوخال سامنے آتے ہیں۔ وہ بڑے پیار کے ساتھ اُن واقعات کو قلمبند کرتے جاتے ہیں جو محبوبِ خدا کی بارگاہ میں پھول بن کر پیش کرنے کے قابل ہیں۔ وہ دورِ جدید کے سوانح نگاروں کی طرز سے ہٹ کر ان شواہد پر اکتفا کرتے ہیں جن سے عظمتِ رسولؐ جھلکے اور قاری کے دل میں محبتِ رسولؐ کا جذبہ بیدار رہے۔ اس کتاب کے سینکڑوں مخطوطے اہلِ ذوق کی قلموں نے صفحۂ قرطاس پر محفوظ کیے اور ہزاروں جلدیں زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو کر قارئین تک پہنچیں۔ مصنف نے اسے مقدمہ، ہفت رکن اور خاتمہ میں ترتیب دیا ہے اور صفحہ صفحہ پر اہلِ محبت کے لیے بڑا مواد بکھیر دیا ہے۔

★

شواہد النبوت کا جامیؒ کی ان تصانیف میں شمار ہوتا ہے جو توشۂ آخرت بنتی ہیں۔ وہ اپنے موضوع کے اعتبار سے اس ہستی کی حیاتِ طیبہ کا عکسِ جمیل ہے جس کا ذکر قدوسیانِ عرش کے لیے بھی سرچشمۂ نور ہے۔ ادبی اعتبار سے شواہد النبوت فارسی نثر کا ایک مرقع ہے جو اپنی سادگی، تسلسل بیان اور فصاحت و بلاغت میں ایک یادگار کی حیثیت رکھتا ہے۔ نفحات الانس کی تصنیف کے وقت جس طرح مصنف علام کے احباب نے بزرگانِ دین کا تذکرہ لکھنے پر آمادہ کیا تھا۔ شواہد النبوت کے لیے بھی آپ کے دوست امیر علی شیر نوائی اور دیگر احباب نے بڑے خلوص سے درخواست کی کہ سرکارِ دوعالمؐ کی سیرت پاک، صحابہ اور تابعین کے حالات اور تبع تابعین سے لے کر صدرِ اوّل تک کے صوفیہ کے واقعات پر مشتمل ایک کتاب تصنیف کی جائے۔ آپ نے اس ساری کیفیت کو کتاب کے دیباچہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ کتاب شواہد النبوت لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ کے نام سے ۸۸۵ھ میں مکمل ہوئی اور مادہ تاریخ "تمت" سے برآمد ہوتا ہے۔

در آں وقت اتمام آں دست داد
کہ تمتتی بود تاریخ سال

★

شواہد النبوت کا فارسی ایڈیشن آج سے ساٹھ سال پہلے مطبع نولکشور نامی لکھنؤ (بھارت) نے طبع کرایا۔ اس کے بعد اہلِ ذوق کی نگاہوں نے برصغیر کے چار سُو کو چھان مارا، مگر کتاب کم یابی کی وادی سے نکل کر نایابی کے غاروں میں گم ہوگئی۔ مکتبہ نبویہ لاہور کے ناظمین نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ اس کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر اسے اردو لباس میں جلوہ گر ہونا چاہیے، پھر اس اردو لباس کی نزاکت کا خیال رکھا جانا بھی ضروری تھا جو ہر گوشۂ دماغ میں سمٹ بھی جائے اور ہر دامنِ ذہن پر موزوں بھی نظر آئے۔ چنانچہ اس اہم کام کے لیے ہمارے فاضل دوست مخدومی جناب بشیر حسین صاحب ناظم ایم اے (فارسی، پنجابی) نے قلم اٹھایا اور اپنی گوناگوں علمی مصروفیات کے باوجود شبِ تار کو صریرِ خامہ سے روشن کرتے گئے اور سرکارِ دو عالم کی حیاتِ طیبہ کے وہ شواہد جو ایک عاشقِ رسول نے فارسی میں جمع کیے تھے ایک نعت خوانِ رسول کے قلم سے اردو میں ڈھلتے گئے۔ الحمدُ للہ!
ترجمہ، پیرا بندی، عنوانات، کتابت، تصحیح اور طباعت کی تمام وادیوں میں سے گزرتا ہوا یہ کاروانِ شوق اہلِ ذوق کے ہاتھوں میں آپہنچا۔ ع

ز چشم آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

احقر العباد (پیرزادہ) اقبال احمد فاروقی
ایم۔اے

یکم ستمبر ۱۹۷۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام قسم کی حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت و برہان ثابت ہوں اور انہی میں سے اُس نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طریقۂ اعتدال اور جادۂ مستقیم پر لوگوں کی ہدایت کے لئے مخصوص فرمایا اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں سیدھے راستوں اور طریقوں پر نبوتِ صادقہ و عادلہ کے شواہد کی اساس قائم کی اور اپنی جلالت و رسالت پر دلائلِ قاطعہ و کاملہ قائم کئے۔ پھر آپ نے رسالت کو ایک ایسا وسیلہ بنایا جو ہر سعادت و نیک بختی کی دلیل ہے اور متابعت کا ایسا ذریعہ کامل ہے جو ہر عبادت کی بنیاد و اساس ہے۔ آپ پر، جملہ انبیاء پر، آپ کی آل پر، تمام نیکوکار لوگوں پر اُس وقت تک درود و سلام ہوں جب تک کوئی سائل سوال کرے اور ذاکر ذکر کرے اور غافل لوگ ذکر سے غفلت برتیں، اور آپ پر کثرت سے سلام ہو۔

کلمۂ شہادت

یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ ارکانِ اسلام میں سے رُکنِ اوّل کلمۂ شہادت کا اقرار ہے اور ایمان کی حقیقت کی تصدیق اسی مضمون سے ہوتی ہے اور یہ تصدیق دو چیزوں پر مشتمل ہے: اوّل حق سبحانہٗ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کا گرویدہ ہونا۔ دوم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اقرار اور اس کا گرویدہ ہونا۔ پہلی چیز یعنی وحدانیت حق سبحانہٗ تعالیٰ اسی حال میں صحیح سمجھی جائے گی کہ وہ شمعِ رسالت سے مستنیر ہو کیونکہ اگر فلسفیوں کی طرح صرف عقل داخل ہوتی

اکتفا کر لیا جائے اور مشکوٰۃِ نبوت کی روشنی وحدانیت کی راہنمائی نہ کرے تو یہ نجات کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تمام دولت و ثروت کا راز اور تمام سعادت کا سرمایہ نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اقرار و تصدیق وحدانیتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ ہے جو مُتضمّن ایمان ہے اور اس تصدیق و ایمان کی اصل آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نسبت و انسیت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان فطری اور طبعی طور پر مختلف ہوتے ہیں۔ بعض ایسے تھے کہ جو صرف آپ کے مشاہدۂ جمال ظاہری سے (کوئی معجزہ دیکھے بغیر) سعادتِ ایمان سے مشرف ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمایا تو میں آپ کی زیارت کے لئے مدینہ گیا۔ جب میں نے آپ کے جمال جہاں آراء کو دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کا چہرۂ اقدس کسی دروغگو کا چہرہ نہیں ہے۔ ایک روز امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن سلام سے حضور علیہ السلام کا حال پوچھا۔ انھوں نے کہا: "اَنَا اَعْلَمُ بِہٖ مِنْ اِبْنِیْ یعنی حضور علیہ السلام کی نبوت کی سچائی کا علم مجھے اپنے بیٹے کے احوال سے زیادہ ہے۔" جناب فاروق اعظمؓ نے فرمایا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" حضرت عبداللہ ابن سلام نے فرمایا: یہ تو ممکن ہے کہ میرا بیٹا ماں کی خیانت کا ثمرہ ہو لیکن جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شانِ اقدس اور صدق و راستی میں قطعی کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر حضرت فاروقِ اعظمؓ نے حضرت عبداللہ ابنِ سلام کی پیشانی کو چوم لیا۔ سبحان اللہ!

حضرت ابو رفیعہ تیمیؓ سے مروی ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی میرے منہ سے نکلا: "یہ اللہ جل جلالہٗ کے رسول ہیں" صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

حضرت جامع بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی جس کا نام طارق تھا، نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں اس حال میں دیکھا کہ میں اُن کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا کوئی چیز بیچنے نکلے ہے؟ میں نے عرض کی کہ ہاں جناب یہ اُونٹنی برائے فروخت ہے۔ آپؐ نے قیمت دریافت فرمائی۔

میں نے کہا، وستق خرما۔ آپ نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور چل دیئے۔ ہم آپ کے جانے کے بعد ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم نے اونٹنی ایک ایسے شخص کے پاس فروخت کر دی ہے جس سے ہم مطلق آشنا نہیں۔ ہمارے ساتھ ایک عورت بھی تھی، کہنے لگی کہ اونٹنی کی ضامن میں ہوں۔ میری نظر نے ایک ایسا بدرِ کامل دیکھا ہے جو ہرگز خیانت نہیں کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو ایک شخص کچھ کھجوریں لایا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ کھجوریں کھالو اور اگر اونٹنی کی قیمت لے جاؤ۔

بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "یَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ" کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال اپنے محبوب سے دی ہے چنانچہ فرمایا۔ قریب ہے کہ حضور کی زیارت ہی آپ کی نبوت پر دلالت کرے، اگر حضور تلاوتِ قرآن نہ کرتے ہوں۔ یعنی خاموش بیٹھے ہوں۔ اسی طرح حضرت ابنِ رواحہؓ نے کہا ہے لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَةٌ "لَكَانَ مَنْظَرُهٗ يُنَبِّئُكَ بِالْخَيْرِ" اگرچہ اس میں روشن نشانیاں نہ بھی ہوں تو پھر بھی آپ تم میں بہتر ہی نظر آئیں گے اور اس جماعت کے حق میں آپ کے معجزات اور آیات کے مشاہدہ کا فائدہ محبت کی تاکید اور زیادتِ کشف ویقین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اپنے ایمان کو ان کے ایمانوں سے زیادہ کرو۔"

بعض دوسرے لوگ ایسے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبتِ کلی رکھتے تھے لیکن اُن کی طبعی عادات اور رسوم ورسوخ کے سبب اس نسبت کی حکمتیں پوشیدہ ہی رہیں۔ لہٰذا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، آیات، احوال اور اقوال کے مشاہدہ سے ہی دولتِ ایمان سے مشرف ہو گئے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ اس پہلی جماعت کے حق میں آپ کے معجزات ونشانات کا مشاہدہ اُن کے تصدیق وایمان میں فائدہ بخش ہے۔ اور ایمان وتصدیق کی تحقیق کے یقین میں زیادتی کا سبب ہے۔ یہ بات مخفی نہیں رہی کہ دلائلِ رسالت اور شواہدِ نبوت کا مشاہدہ کرنے والے تمام سعادت مندوں کی دو جماعتیں تھیں

لہ وستق ایک پیمانہ ہے جو ساٹھ اصواع کے قریب ہوتا ہے، ایک صاع دو سو چھتیس تولہ کے برابر ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک وستق چار من تیس سیر کے برابر ہوتا ہے۔ لہ قریب ہے کہ اس کا تیل بغیر آگ کے روشن ہو جائے۔

اور دونوں جماعتیں ایسے لوگوں پر مشتمل تھیں جو عادل و داد گر تھے اور جن کے قول و فعل پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ ایک جماعت ایسی ہے کہ ان پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت و مجانست اس قدر محکم و قوی ہے کہ اگر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق عالیہ اور شرح اقوال و احوال کے متعلق صدیوں کے بعد بھی سنیں گے، اگرچہ ان کا تعلق معجزات سے نہ ہو تو پھر بھی نبوت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کریں گے۔ اور آپ کے لائے ہوئے احکامات پر ایمان لائیں گے اور معجزات کے ثبوت سے اُن کے ایمان و تصدیق میں قوت پیدا ہو گی۔

ایک جماعت ایسی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و تصدیق کے متعلق ہمیشہ سننے کے باوجود بھی دولت تصدیق و ایمان سے بہرہ مند نہیں ہوتی اور تصدیق و ایمان سے بہرہ مندی کے بعد حضور علیہ السلام کے تمام معجزات کا مشاہدہ اُن کے یقین کی زیادتی کا موجب بنتا ہے۔ اُن میں سے بعض ایسے تھے جن سے صفتِ مناسبت مِٹ چکی تھی اور نورِ جنسیت ختم ہو چکا تھا۔ ہر چند اُن کے سامنے معجزات و آیات پیش کئے گئے لیکن وہ عداوت و عناد اور تکبّر و غرور کے رستہ پر ہی گامزن رہے۔ ایسے لوگوں کی مثال قبیلۂ قریش کے بڑے بڑے لوگوں کی ہے جو ازرہِ تحکّم آپ سے معجزات طلب کرتے تھے اور مشاہدہ کے بعد یہ کہہ دیتے تھے کہ یہ جادو اور شعبدہ بازی ہے اور اس مشاہدہ سے محض اُن کی بدبختی و شومئ قسمت ہی میں اضافہ ہوا اور انہی لوگوں سے ملحدوں اور زندیقوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی کہ صدیوں سے معجزات کا انکار کرتی چلی آئی ہے اور تکبّر و غرور کی راہ پر چلتی آئی ہے۔ یہ جماعت کلیۃً معجزات بلکہ نبوّت کی منکر ہے اور حشر و نشر، روزِ قیامت، جنت دوزخ اور حضور علیہ السّلام کے لائے ہوئے تمام احکامات پر ایمان نہیں رکھتی۔ ایک دوسری جماعت ہے، جس سے منقول ہے کہ وہ حضورؐ کے آیات و معجزات کا ظاہری طور پر اقرار کرتی ہے لیکن تمام معجزات کی تاویل کرتی ہے اور اُن معنوں پر عمل پیرا ہوتی ہے جو اس کو معجزہ کی حد سے باہر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ معجزات بلکہ خوارقِ عادات کے کلیۃً منکر ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ باوجود کلّی انکار لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنے

اور حصولِ منفعت کے لئے کرامات و خوارقِ عادات کا دعویٰ کرتے ہیں اور طرح طرح کے مکر و فریب سے احمق اور کمینے لوگوں کو اپنا معتقد بناتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

چونکہ نشانات و معجزات کا مشاہدہ یا اُن کا تذکرہ اہل حق و انصاف اور معتمد و معتبر حضرات سے سُننا سعادت کی ایک ایسی نسبت ہے جو جزو اصل ایمان ہے اور بعض دُوسرے حضرات سے نسبت یقین و ایقان کی زیادتی کا باعث ہے اس لئے ضروری ہے کہ علمائے دین اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ اجمعین کے اقوال و افعال سے مستنیر ہونے والوں نے (آپ کی امت پر شفقت اور ترغیب متابعت سنت) شواہد نبوت اور دلائل رسالت کے تذکرہ میں کتابیں لکھی ہیں اور ان میں آپ کے تمام احوال و آثار قلمبند کئے ہیں اور جب اس فقیر نے اُن میں سے بعض کتب کا مطالعہ کیا تو بہت مسرور ہوا اور ایسی کتب کے مطالعہ کا فائدہ کہ محبت کی غذا اور حسنِ اتباع کی دعوت ہے از خود حاصل ہوگیا۔ لہٰذا فقیر نے چاہا کہ اس فائدہ سے تمام مسلمان منتفع ہوں خاص کر وہ عزیز جنھیں فقیر سے صدق و خلوص اور محبت و مودت کی نسبت ہے انتفاع کریں۔ اس کتاب سے پہلے ان عزیزوں نے کتاب نفحات الانس کی تدوین کی استدعا کی تھی جن میں مشایخ صوفیہ کے احوال و سیر بیان کئے گئے تھے۔ لہٰذا جو بھی کتابوں میں بکھرا پڑا تھا اسے سہل طبیعت کے لئے ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے اور عام فائدہ کے لئے اس میں فارسی عبارتوں سے اضافہ ہوا اور طلبہ کے لئے مختلف طریقوں سے کئی طرح کی سندیں (اسانید) جمع کر دی گئی ہیں اور یہ کتاب ایسے کمال کی پیروی کی گواہ ہے جو متبعین کو بذریعہ متابعت حاصل ہوتا ہے اور ایسی کرامت و فضیلت جو امت سے ظاہر ہوتی ہیں جو ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی قبیل سے ہوتی ہیں کی بھی شہادت دیتی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و آل کے بعض احوال و آثار کا ذکر اور تابعین و تبع تابعین سے طبقۂ صوفیہ تک کے احوال بھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جمع کئے گئے تھے اور

اور انھیں اسی کے ساتھ منضم کر دیا گیا ہے۔

چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت متواتر احادیث کے ذریعہ سے بشکلِ معجزہ اس زاویے تک پہنچ چکا ہے کہ کسی سعادت مند کو اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں چنانچہ یہ تالیف سالکانِ راہِ طریقت جوانِ مردانِ اہلِ حقیقت کی تقویت یقین کے لئے بڑی حد تک اس صورت میں فائدہ بخش ثابت ہو سکتی تھی۔ اگر اس کا نام "شواہد نبوت لتقویۃ یقین اہل فتوت" رکھا جاتا، اس مجموعہ کی ترتیب ایک مقدمہ، سات ارکان اور خاتمہ پر رکھی گئی ہے

مقدمہ : در بیان نبی ورسول اور اس سے جو چیز بھی متعلق ہے۔

رکن اوّل : شواہد و دلائل جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل ظہور میں آئے۔

رکن ثانی : حالات و واقعات جو ولادت سے بعثت تک ظاہر ہوئے۔

رکن ثالث : حالات و واقعات جو بعثت سے ہجرت تک ظاہر ہوئے۔

رکن رابع : حالات و واقعات جو ہجرت سے وصال تک ظاہر ہوئے۔

رکن خامس : حالات و واقعات جن کی خصوصیت اوقات کے سبب سے معلوم نہ ہو سکی۔

رکن سادس : شواہد و دلائل جو صحابہ کرامؓ وائمہ اہل بیتؓ سے ظہور میں آئے۔

رکن سابع : تابعین، تبع تابعین اور صوفیہ کرام۔

خاتمہ : دشمنانِ اسلام کو سزائیں۔

مقدمہ

نبی اور رسول کے معانی اور اُن کے متعلقات

نبی ایک ایسی ذات سے عبارت ہے جس پر بطریق وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت نازل ہوتی ہے اور اس شریعت سے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی عبادت کے کوائف بیان ہوتے ہیں اور جب وہ اس بات پر مامور ہو کہ اس شریعت کو لوگوں تک پہنچائے تو اُسے رسول کہتے ہیں۔ فتوحات مکیہ کے چودھویں باب میں ہے کہ "نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی شریعت عطا ہوتی ہے جس کا اتباع خود اس پر لازم ہوتا ہے۔ اگر وہ شریعت لے کر دوسرے لوگوں کی طرف مبعوث ہو تو اسے رسول کہتے ہیں اور اولوالعزم رسول وہ ہوتے ہیں جو تبلیغ رسالت کے بعد اُن لوگوں سے جہاد و قتال پر مامور ہوتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور ان سے بخلافِ نبوت و رسالت، جہاد و قتال کرتے ہیں کیونکہ نبوت و رسالت میں جہاد و قتال کی شرط نہیں ہوتی۔ ایک وقت تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے اوائل زمانہ میں حضور کو "وَمَا عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ"[1] کے الفاظ سے خطاب کیا گیا، پھر یہ وقت آیا کہ "قُلْ جَآءَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ"[2] کے الفاظ سے خطاب ہوا لیکن جب آپ جہاد و قتال پر مامور ہوئے تو رب العزت نے فرمایا: "اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً وَّاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ"[3]

---

[1] اور آپ کا فرض تبلیغ کے سوا اور کچھ نہیں۔

[2] فرما دیجیے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے آگیا جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔

[3] تمام مشرکین کو قتل کر دو۔ اور تم جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ قتل کر دو۔

معجزہ ایک ایسا فعل ہوتا ہے جو دعویٔ نبوّت سے معارض وابستہ ہوتا ہے اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ دعویٔ نبوت سے معارض وابستہ ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ معجزہ اولیاء اللہ کی کرامت اور مردود و مقہور لوگوں کے استدراج کی حد سے باہر ہوتا ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی طرف سے دعویٔ نبوت نہیں ہوتا اور اگرچہ اصحابِ استدراج سے دعویٔ نبوّت تصوّر کیا جا سکتا ہے لیکن اگر اس دعویٰ کے دوران ان میں سے کسی خرقِ عادت کا صدور ہو بھی جائے تو اس سے سنتِ اللہ کا اجرا نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض خرقِ عادت کا صدور ہو جائے تو وہ معارض ہوگا کیونکہ ایسا ہونا اُن کے دعویٰ کے خلاف دلیل ہے۔ انبیاء اور رسل علیہم السلام ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ بعض انبیاء و رسل بفرمان حق تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض[1] بعض سے افضل۔ لیکن فاضل و مفضول کا عقیدہ مشروع نہیں ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ لا تخیروا بین الانبیاء[2]۔ لیکن بائیں ہمہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء پر فضیلت از روئے حدیث ثابت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا انا سید ولد آدم ولا فخر[3] اور حضور سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں اور تمام لوگوں بلکہ جن و انس کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور آپ کے دین کے ظہور سے تمام ادیان و ملل منسوخ ہو گئے ہیں اور جب سے قرآن آپ پر نازل ہوا ہے تمام سابقہ آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ ہو گئے ہیں۔ آپ کی نبوت و رسالت کے کمال نے نبوت و رسالت کے دروازہ پر انقطاعِ نبوت کی مہر لگا دی اور حضور علیہ السلام کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اب آپ کی دعوت کے سوا تمام دعوتیں رد کی گئی ہیں جو بھی آپ کے طریقۂ متابعت سے روگردانی کرے اور آپ کی شریعت کے احکام کو اپنے آپ پر لازم و واجب نہ جانے وہ شیطان ہے اور دشمنِ رحمان ہے اور اس کا شمار زندیقوں اور ملحدوں (اللہ تعالیٰ انہیں

---

[1] یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔

[2] انبیاء کے درمیان درجۂ انتخاب و برگزیدگی قائم نہ کرو۔

[3] میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ بڑائی کی بات نہیں۔

ذلیل وخوار کرے) میں ہوگا۔ اگر ان ملحدوں اور زندیقوں سے کسی خرقِ عادت کا ظہور ہو جائے تو یہ محض مکر و فریب ہے نہ کہ کرامت۔

جب فرعون دریائے نیل کے کنارے کنارے چلتا تھا تو دریائے نیل اس کے ساتھ ساتھ چل پڑتا اور جب فرعون کھڑا ہو جاتا دریائے نیل بھی رُک جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس میں کرامت کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ اس کے پیروکاروں کو یہ بات قدرتِ کلی اور چشمۂ اعجاز نظر آتی تھی لیکن یہ خدائی تدبیر تھی تاکہ وُہ اپنے کفر و انکار میں راسخ تر ہو جاتا اور ایمان قبول کرنے سے دُور ہو جاتا۔

جب عیسٰی علیٰ نبینا علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے اور مروّجہ احکام کے تقاضا کے تحت وُہ شراب اور خنزیر کو حرام سمجھیں گے اور صلیب کو توڑ پھوڑ دیں گے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ عالمِ شہادت میں پیغمبر آخر الزماں تھے لیکن عالمِ غیب میں ان سب سے اوّل تھے جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: کُنْتُ نَبِیًّا وَ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ۔ اور اس حدیث کی تشریح یوں ہے کہ خالق ذو الجلال والافضال ازل ازال میں اپنی شانِ الوہیت یکتا میں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز موجود نہ تھی۔ اس کے بعد اُس نے اس حال میں تجلّی فرمائی کہ درمیان میں کسی وجود کی صورت موجود نہ تھی۔ اگر کوئی صورت ظہور میں آئی تو کُلّی طور پر تمام اسرار کی جامع اور تمام مماثل سے بے مثل تھی اور وہ صورت معلوم ہے جس کو تعینِ اوّل یا حقیقتِ محمدیّہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام موجودات کی حقیقتیں اسی ایک حقیقت کے اجزاء و تفاصیل ہیں اور وہ تجلیاں جو صورتوں میں واقع ہُوئیں وُہ عالمِ غیب میں منتشر اور منبعث ہُوئیں۔ مرتبہ ارواح میں اس حقیقتِ اوّل کی صورتِ وجودی کو جوہرِ مجرّد کہیں گے کہ شارع علیہ السّلام نے کبھی تو اس جوہرِ مجرّد پر عقل کا اطلاق فرمایا ہے، کبھی اسے قلم پر محمول فرمایا اور کبھی اسے رُوح سے تعبیر فرمایا۔ اسی اعتبار سے سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوّل ما خلق اللہ العقل[1]

---

[1] پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وُہ عقل ہے۔

اوّل ما خلق اللہ القلمؒ ، اوّل ما خلق اللہ رُوحی اَو نُوری ؒ۔

اور یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ الفاظ وعبارات مختلف مفاہیم پر مبنی ہوتے ہیں چونکہ مرتبہ اوّلیت صرف ایک ہی چیز کو حاصل ہوسکتا ہے۔ اس لیے ان تمام حقائق کا انشاء یہی حقیقتِ اوّل ہے جو ایک دُوسرے کے اعتبار سے درجۂ انتہاء کو پہنچتی ہیں۔ لہٰذا یہ تمام حقائق جسدِ عنصری میں ظاہر ہُوئے نہ نبوّت سے متصف ہُوئے۔ بخلاف ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب آپ وجود روحانی میں جلوہ گر ہُوئے تو آپ کو نبوت بالفعل کا علم اور بشارت دی گئی۔ اور تمام شریعتوں میں آپ کا حکم بذریعہ انبیاء و رُسل جو آپ کے نائب تھے جاری وساری ہُوا جیسا کہ عالمِ شہادت (ظاہری) میں امیرالمومنین حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرتؐ کی نیابت میں یمن تشریف لے گئے اور احکامِ مقررہ کی تبلیغ کی۔ اس سے اُن کی نبوّت کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جو چیزیں شارع علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے معیّن کی ہیں اس کا انہوں نے ابلاغ کیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام شریعتیں حضور علیہ السّلام کی شریعتیں ہیں جو آپؐ کے نائبوں کے ذریعہ خلقِ خدا تک پہنچی ہیں۔ جب حضور علیہ السّلام جسدِ عنصری میں ظاہر ہُوئے تو آپؐ نے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور حقیقت بھی اس کا اقتضاء کرتی ہے کیونکہ سابقہ امتوں کا قابلیت واستعداد میں اختلاف شریعتوں کے اختلاف کا مقتضی ہے اور اس پر اجماعِ امت ہے کہ انبیاء علیہم السّلام تمام انسانوں سے افضل ہیں اور کوئی ولی وصدیق ان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا خواہ کتنا ہی بلند پایہ اور قوی مایہ ہو۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جہاں صدیقین کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے انبیاءؑ کے احوال کی ابتداء ہوتی ہے۔ ابن عطاءؒ نے فرمایا ہے کہ مرسلینؑ کے مراتب ادنیٰ، انبیاء کے مراتبِ اعلیٰ کے ہم پایہ ہوتے ہیں اور انبیاء کے مراتبِ ادنیٰ، صدیقین کے مراتب اعلیٰ کے سے ہوتے ہیں اور صدیقین کے مراتبِ ادنیٰ شہداء کے مراتب اعلیٰ ہوتے ہیں اور شہداء کے مراتبِ ادنیٰ صالحین کے مراتبِ اعلیٰ ہوتے ہیں۔

---

[1] پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ قلم ہے۔ [2] پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وُہ میری روح یا میرا نور ہے۔

اور بعض اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ اس کی
ساس اس پر ہے کہ نبی ہونے کے لیے دو اسباب ہوتے ہیں: ایک سبب ولایت جو
بوت کا باطن ہے اور دوسرا سبب نبوتِ ظاہر۔ اور نبی کو ولایت کے سبب سے حق مجدہٗ
سے فیض و عطا پہنچتے ہیں اور نبی از رہِ نبوت جو ظاہری ولایت خلق کو فیض پہنچاتا ہے اور
س میں شک نہیں کہ جس چیز کا رُخ حق سبحانہٗ کی طرف ہو وہ چیز اس سے افضل و اشرف
وتی ہے جس کا رُخ مخلوق کی طرف ہو۔ اور مخلوق کی طرف رُخ کا مطلب یہ ہے کہ نبیؐ کی ولایت
لی جہت ولی کی نبوت کی جہت سے افضل ہے۔ نہ کہ تابع نبی کی ولایت متبوع نبی کی نبوت
سے افضل ہے اور اس جگہ یہ امر لازم نہیں آتا کیونکہ قاصر اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ
لی نبی سے اس وجہ سے بہتر ہوتا ہے کہ نبی کو جہتِ ولایت، ولی کی ولایت سے بروجہ کمال
اصل ہوتی ہے اور مرتبہ نبوت اس پر زیادہ ہوتا ہے۔

بعض اکابر عارفین قدس اسرارہم کا قول ہے: "جب تو کسی اہل اللہ سے سُنے یا اُسکی
رف سے کوئی بات منقول ہو کہ ولایت نبوت سے افضل ہے تو اس کا سوائے اس کے
ور کوئی مطلب نہ ہوگا کہ نبی کی ولایت نبوت سے اعلیٰ ہے یا وہ یہ کہے کہ بے شک ولی،
ی و رسول پر فوقیت رکھتا ہے تو وہ ایک ایسی ذاتِ واحد کی طرف دلالت کرے گا جو
ول ہو اور اس حیثیت سے وہ ولیِ اتم ہو ورنہ نبی کا تابع ولی اس سے اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔
ر کوئی ولایت و نبوت کا مجموعی نام نبوت رکھے تو بلاشک اس معنیٰ میں نبوت ولایت سے
ضل و اعلیٰ ہوگی اور نزاع راجع باصطلاح ہوگا۔

اور یہی بات حضرت خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہٗ کے کلام میں بھی موجود ہے جسکی
یروی میں حضرت سعد الدین حمویہؒ بغدادی نے کہا ہے "انبیاء علیہم السلام کی نہایت اولیاءؒ
لی بدایت ہوتی ہے"۔ اس سے اُن کی مراد یہ ہے کہ شریعت میں انبیاء کی نہایت اولیاءؒ
لی بدایت ہوتی ہے کیونکہ شریعتیں آخر کار انبیاء کے ذریعہ سے ہی پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہیں جیسا
ہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے الفاظ سے آخر کار ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو
طاب کیا گیا اور ولی جب تک شریعتِ مطہرہ کا بہ نہایت کمال دامن نہ پکڑے وہ اقلیم

ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ شرائع میں جو نبیؐ کی نہایت کار ہوتی ہے وہ ولی کی بدایت کار ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اُن احکام کی پیروی کرتا ہے جو مکہ میں نازل ہوئے اور اُن احکام کی طرف ملتفت نہیں ہوتا جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئے تو وُہ ہرگز درجہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا بلکہ اگر اُن احکام کا انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔ پس ولی کی ولایت کی ابتدا وُہ ہے جو شریعت میں نبی کی اتباع کرے۔ ولی اس دعوت کو قبول کرتا ہے اور اس کی متابعت کرتا ہے۔

رکنِ اوّل

ولادت باسعادت سے پہلے کے ۳۰ شواہد

اللہ کے ہاں رسولُ اللہ کا نام

حضرت عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ہاں میرا نام اس وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم علیہ السلام ابھی بے رُوح جسمِ خاکی میں تھے۔ میں تمہیں ابتداءِ حال کی خبر دیتا ہُوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ[1] کا مصداق ہُوں۔ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے میرے متعلق بشارت وخوشخبری یوں دی: "يَا بَنِيٓ إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ"۔ اور پھر میری والدۂ محترمہ کا وُہ خواب جس میں انہوں نے دیکھا کہ اُن سے ایک نور نِکلا جس سے انہیں ملکِ شام کے تمام محلات نظر آ گئے، میری آمد کی خبر دیتا ہے۔

تورات کی گواہی

تورات کے سفرِ خامس حصّہ دُوُم میں مرقوم ہے کہ احبارِ یہود میں سے ستر آدمی اس عبارت پر جس کا عربی ترجمہ یہ ہے "إِنِّي لَهُمْ مُقِيمٌ نَبِيًّا مِنْ بَنِي إِخْوَتِهِمْ مِثْلَكَ وَأَجْرِي قَوْلِي فِيهِ وَيَقُولُ لَهُمْ مَا آمُرُهُ بِهٖ وَالرَّجُلُ الَّذِي لَا يَقْبَلُ قَوْلَ النَّبِيِّ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِاسْمِي وَإِنِّي أَنْتَقِمُ مِنْهُ" اتفاق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسٰی علیہ السّلام سے خطاب کیا کہ بے شک مَیں بنی اسرائیل کے لیے اُن کے بھائیوں میں سے ہی ایک پیغمبر کھڑا کرنے والا ہُوں جو تیری

---

[1] اے ہمارے پروردگار اُن میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں پڑھے۔

مثل ہوگا اور پھر اپنا کلام اس کی زبان پر جاری کروں گا اور وہ ان سے وہی کچھ کہے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا اور جو بھی اس پیغمبر کی باتوں کو جو وہ میرے نام پر کرے گا قبول نہ کرے گا تو اس میں شک نہیں کہ میں اس سے انتقام لوں گا۔ اس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ وجوبِ ایمان کو پیغمبر سے مخصوص کیا جائے تاکہ وہ اُن دو صفات سے موصوف ہو جائے جو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہیں۔ پہلی یہ کہ پیغمبر، بنی اسرائیل سے جو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں، نہ ہوگا کیونکہ اِخوَتِهِم کی ضمیر بنی اسرائیل پر عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے بنی اعمام پر محمول کرنا چاہیے اور بنی اعمام سے ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا جو حضرت اسماعیل کے فرزندوں سے ہیں کسی سے بھی نبوت کے نشانات اور علامات ظاہر نہیں ہوئے۔ اور دوسری بات کہ پیغمبر ایسا ہو جو موسیٰ علیہ السلام کی طرح صاحبِ عزم، صاحبِ شان و شوکت اور صاحبِ شریعت ہو، سے بھی ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ کے سوا کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا جو صاحبِ شریعت و شوکت ہو۔ اگر عیسائی کہے کہ وہ پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ہے تو اس کا جواب یوں دوں گا کہ اس سے لفظ بنی اخوتھم مانع ہوتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام صاحبِ شوکت و صاحبِ شریعت ہیں جیسا کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حکایت ہے کہ میں شرعِ موسیٰ میں تبدیل کرنے کیلئے نہیں آیا بلکہ میں تو اس کی تکمیل کے لیے آیا ہوں۔

فاران

تورات کے حصہ اختتام میں یہ آیت مرقوم ہے جس کا عربی ترجمہ یہ ہے:

جَاءَ اللّٰهُ مِنْ سِيْنَا وَ اَشْرَفَ عَلٰى سَاعِيْرَ وَ اسْتَعْلَنَ مِنْ جِبَالِ فَارَانَ" یہ امر مخفی نہ رہے کہ مجیء اللہ، اور اس کے اشراف و استعلان سے مراد ایک ایسے مظہر کا ظہور ہے جو اسی نام نامی کے مظاہر سے ہو سکتا اور وہ طورِ سینا موسیٰ علیہ السلام تھا۔ اور ساعیر شام کے پہاڑوں میں وہ مقام ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام اقامت گزیں رہتے تھے۔ اور فاران سے مراد کوہِ مکہ ہے جہاں سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نور طلوع ہوا۔

کوہِ فاران کا خطیب

حضرت حبقوق علیہ السلام کے اس بیان کی تورات نے تصدیق کی ہے کہ پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے

قوتِ بیان کے ساتھ آیا تو نام احمد کی تسبیح سے آسمان معمور ہو گئے اور اس کی امت کا سمندر پر تصرف ایسا ہی ہوگا جیسا خشکی پر۔ وہ ایک ایسی نئی کتاب لے کر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہوگا۔

تورات میں ذکرِ مصطفیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کے کلام میں ہے کہ میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہو گئی۔ ان میں سے ایک خچر سوار تھا اور دوسرا شتر سوار۔ خچر سوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے اور شتر سوار ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اسی طرح انہوں نے فرمایا: "اے قوم میں نے ایک صورتِ انور اونٹ پر سوار دیکھی ہے جو اپنی ضوفشانی میں چاند سے مشابہ تھی"۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کے نام وصایا میں ہے کہ "جلد ہی ایک نبی تمہارے بھائی بندوں سے آئے گا تم سب اس کی تصدیق کرنا اور اس کی باتوں کو سننا"۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی تورات میں بدیں الفاظ موجود تھا: "احمد الضحوك القتال۔ يركب البعير و يلبس الشملة و تحتوى بالكسرات۔ سفيه على عاتقه"۔ ضحوک کا معنی یہ ہے کہ ہمیشہ متبسم نظر آئیں گے اور کریم النفس ہوں گے اور جو بھی ان کے سامنے آئے گا اس سے ان کی طبیعت منقبض نہ ہوگی اور کبھی ایسا ہوگا کہ تبسم فرماتے ہوئے اُن کے آخری دانت ظاہر ہو جائیں گے اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مزاح میں بھی کرتا ہوں لیکن صرف سچی بات ہی بیان کرتا ہوں۔ ایک دن حضور علیہ السلام نے ایک بڑھیا سے فرمایا کہ "بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی"۔ یہ سن کر وہ بڑھیا رونے لگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "بوڑھی عورتیں اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گی جب تک باکرہ لڑکیاں نہ ہو جائیں"۔ گویا اس سے حق تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" اور قتال کا یہ معنیٰ ہے کہ آپ دشمنانِ خدا سے جہاد پر حریص تھے اور "سفیہ علیٰ عاتقہ" کے یہ معنیٰ ہیں کہ آپ اپنی شجاعت و تہوّر کے باعث ہمیشہ تلوار بدوش ہوں گے اور اپنے نفس سے جہاد کریں گے۔ حضرت

امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ جس وقت گھمسان کی لڑائی ہوتی تو ہم حضور علیہ السلام کے پاس پناہ گیر ہوتے اس حال میں کہ حضور علیہ السلام دشمنوں سے بالکل قریب ہوتے۔

زبور کی شہادت

زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے: اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ مُقِیْمُ السُّنَّۃِ بعد الفترت[1]۔ یعنی اے اللہ فترت کے بعد کسی سنّت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما۔ داؤد علیہ السلام کے بعد کوئی پیغمبر جس نے بعد از فترت شریعت و سنّتِ توریت کو قائم کیا ہو بجز ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نہیں ہوا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام سنّتِ توریت کے موافق تھے اور اسے مکمل کرنے والے تھے نہ کہ بعد از فترت اس کے قائم کرنے والے۔

انجیل میں شہادت

انجیل میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے: "میں تمہارے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں اور فارقلیط[2] آئے گا جو میرے متعلق سچی شہادت دے گا جیسا کہ میں نے اس کے متعلق سچی شہادت دی ہے اور فارقلیط وہ ہوگا جو ہر شے کے متعلق تفصیل سے بیان کرے گا۔ فارقلیط سے مراد ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور لفظ فارقلیط کا معنیٰ "احمد نزدیک ہے" اور یوحنا کی انجیل کے مطابق اس کا معنیٰ "انسانوں کا قریب ترین دوست" ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے یہ بات بنہایت صحت ہم تک پہنچی ہے کہ انھوں نے دین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خوشخبری دی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ مژدہ و خوشخبری دی کہ وہ ان کے بعد ہوں گے۔ پھر جب حواریوں کو یہ مژدہ ملا تو وہ ایمان لے آئے۔

قدیم کتابوں میں ذکرِ حبیب ﷺ

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک قدیم کتابوں میں بدیں الفاظ

---

[1] اصل نسخہ میں "بعد الفطرۃ" ہے جو غلط ہے۔ فترت وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں کسی شریعت کا نفاذ نہ ہو۔

[2] فارغلیط اور فارقلیط "PARACLETE" کا معرب ہیں۔ عبرانی میں فارقلیط کا معنیٰ "نہایت تعریف" کیا گیا ہے۔ جامیؒ نے فارقلیط کا معنیٰ "احمد نزدیک" لیا ہے۔

موجود ہے : "وہ بندے ہیں لیکن متوکل و مختار ہیں، تند خُو اور سخت طبیعت نہیں رکھتے بازاروں میں چلنے پھرنے والے نہیں ہیں اور بُرائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ وہ کسی راستے پر گامزن نہیں ہوتے حتیٰ کہ رسومات ناہموار کو ختم کرتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت عطاء بن یسارؓ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے پوچھا کہ توریت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف کیسے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جیسے قرآن میں ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی: یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (وحرزٌ للاُمّیّین) اے نبی صلی اللہ علیک وسلم ہم نے آپ کو حالات و واقعاتِ عالم کا بچشمِ خود دیکھنے والا، مژدہ رساں، عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا اور اُمتوں کا ملجا و ماویٰ بنا کر بھیجا۔ کوئی بندہ اور رسول نہیں جس کا نام میں نے آپ کے سوا متوکل رکھا ہو۔ آپ ہی وہ ذات ہیں جو تند خو اور سخت طبیعت نہیں، جو بازاروں میں خواہ مخواہ نہیں چلتی پھرتی، جو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتی بلکہ عفو و پردہ پوشی سے کام لیتی ہے۔ میں نے آپ کو ہرگز نہیں روکے رکھا یہاں تک کہ میں نے آپ کو ملتِ ابراہیم پر کھڑا کیا تاکہ لوگ لا الٰہ الاّ اللہ کہیں۔ آپ کی برکت سے میں نے بہروں کے کان کھول دیئے، اندھوں کو آنکھیں عطا کر دیں اور دلوں سے پردے اٹھا دیئے۔ صلی اللہ علیک وسلم۔

حضورؐ کی تصویر یہودی علمائے کے پاس

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو مجھے قریش کا آپ کو ایذا دینا اچھا نہ لگا۔ مجھے گمان ہوا کہ میں ملکِ شام کی طرف چلا گیا ہوں جب میں ایک صومعہ میں پہنچا تو وہاں کے راہبوں نے اپنے سردار کو میرے آنے کی خبر دی۔ اس نے انہیں حکم دیا کہ تین دن تک میری خاطر تواضع کریں۔ جب تین دن گزر گئے تو انہوں نے سردار سے کہا وہ تو نہیں جاتا۔ سردار نے مجھے طلب کیا اور

کہا: "کیا تو اہلِ حرم سے ہے؟" میں نے کہا: "ہاں!" کہنے لگا: جس شخص نے دعویٰ نبوت کر رکھا ہے اسے جانتے ہو؟ میں نے کہا: "ہاں"۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے صومعہ کے اندر لے آیا۔ اس صومعہ میں بہت سی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ کہنے لگا: کیا ان تصویروں میں تجھے پیغمبر مبعوث کی تصویر نظر آتی ہے۔ میں نے نظر دوڑائی تو مجھے وہ تصویر نظر نہ آئی۔ اس کے بعد وُہ مجھے ایک بڑے صومعہ میں لے گیا جس میں اس سے بھی زیادہ تصویریں تھیں۔ کہنے لگا: اچھی طرح سے دیکھو کہ ان میں تو ان کی تصویر نہیں۔ جب میں نے بنظرِ غور دیکھا تو ان میں حضور علیہ السلام کی تصویر دیکھی اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی کی تصویر بھی دیکھی جنھوں نے آپ کے کندھے کو پکڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تُو نے حضرت ابوبکر رضی کی تصویر دیکھی ہے؟ میں نے کہا: "ہاں!" پھر میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اُسے نہ بتاؤں گا کہ وہ کون شخص ہے؟ تاکہ معلوم کروں کہ وُہ کیا کہتا ہے۔ اس نے حضورؐ کے چہرہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اُن کی تصویر وُہ ہے۔ میں نے کہا ہاں، میں بحقِ خدا گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں۔ اس نے بھی کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تمہارا ساتھی ہے اور ان کے بعد ان کا خلیفہ ہے۔ پھر اس نے حضرت ابوبکر رضی کی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ میں نے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو اس تصویر کی مثل ہو۔ تو وہ بولا: کیا تو ڈرتا ہے کہ وُہ لوگ اسے مار نہ ڈالیں۔ میں نے کہا: میرا تو گمان ہے کہ اب تک مکّہ والے آپ کے قتل سے فارغ بھی ہو بیٹھے ہوں گے۔ وُہ خدا کی قسم کھا کر بولا: مکّہ والے اُسے نہیں بلکہ وہ (آنحضرت) ان لوگوں کو ماریں گے جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اور ربّ العزّت آپ کو ہر حالت میں اُن پر غلبہ عطا فرمائے گا۔

شاہ ہرقل کے پاس انبیاء کی تصاویر

حضرت ہشام بن العاص رضی کہتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی نے اپنی خلافت میں مجھے ایک شخص کے ہمراہ ہرقل بادشاہِ روم کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ہم اسے اسلام پیش کریں۔ جب ہم غوطہ میں پہنچے تو جبلہ غسانی جو ہرقل کے امراء میں سے تھا وہاں موجود تھا۔ ہم نے اسے دیکھنا چاہا۔ ہرقل نے ہمارے پاس ایک پیغام رساں بھیجا اور کہا جو گفتگو چاہو اس سے کرو۔ ہم نے کہا بخدا ہم گفتگو نہیں کرتے مگر وہ ہیں جبلہ کے رُوبرو آئے

وہ بولا۔ جو کہنا چاہتے ہو کہو۔ حضرت ہشام کہتے ہیں کہ میں نے اس سے باتیں کیں اور اُسے اسلام پیش کیا۔ میں نے دیکھا وُہ سیاہ لباس زیبِ تن کیے ہوئے تھا۔ میں نے پوچھا: سیاہ لباس کیوں پہنے ہُوئے ہو؟ اس نے کہا: اس لیے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے جب تک تمہیں مُلک شام سے نکال نہ دوں اُسے جسم سے نہ اتاروں گا۔ میں نے کہا: بخدا جس سرزمین پر ہم بیٹھے ہیں اس پر تو ہم قبضہ کرلیں گے بلکہ تمہارے ملک کا بہت سا حصہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ فتح کرلیں گے، کیونکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے اس کی فتح کی خوشخبری دے دی ہے۔
اس نے کہا: تم وہ قوم نہیں ہو جو اس ملک پر قبضہ کرے بلکہ وہ ایسی قوم ہے صبح کو روزے رکھتے ہیں اور شام کو افطار کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُس نے ہمارے روزوں کے متعلق پوچھا۔ ہم نے اسے تبایا تو اس کا رنگ سیاہ ہوگیا۔ پھر کہا: اٹھو۔ ہم اٹھے تو ہمارے ساتھ ایک سفیر روانہ کیا جو ہمیں ہرقل کے پاس لے جائے۔ جب ہم اس کے شہر کے نزدیک پہنچے تو اس پیغامبر نے ہم سے کہا کہ تمہاری سواریوں ایسی سواریاں لوگ اس شہر میں نہیں لاتے۔ اگر چاہو تو تمہیں دوسری سواریوں پر سوار کردیں۔ ہم نے کہا: نہیں، خدا کی قسم انہی سواریوں پر شہر میں داخل ہوں گے۔ ان کی یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو ہمیں اُنہی سواریوں پر تلواریں حمائل کیے ہُوئے شہر میں لے آئے۔ جب وہاں پہنچے تو ہم نے اپنی سواریاں دریچے کے نیچے ٹھہرا دیں۔ بادشاہ ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ہم نے لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر کا ورد کیا تو خدا جانتا ہے دریچہ ہوا سے ہلنے والے کھجور کے درخت کی طرح ہلنے لگا۔ بادشاہ نے ایک گماشتے کے ہاتھوں پیغام بھیجا کہ تمہیں ہمارے سامنے اپنے دین کا اظہار نہ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اندر آنے کی اجازت دی۔ ہم اندر گئے تو وُہ سُرخ کپڑوں میں ملبوس فرش پر بیٹھا تھا وہاں کا ہر ذ چیز سُرخ رنگ کا تھا اور اُس کے پاس امراء و اعیانِ سلطنت کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب ہم اُس کے نزدیک پہنچے تو وُہ ہنس دیئے اور کہنے لگے کہ تمہارا کیا جاتا اگر تم ہمیں رواج کے مطابق دعا و سلام کہتے۔ ہم نے کہا: جو سلام و دعا ہم ایک دوسرے پر بھیجتے تم پر بھیجنا جائز نہیں سمجھتے۔ جس قسم کی دُعا تم ایک دوسرے کو دیتے ہو ہم اسے بھی روا نہیں سمجھتے۔ بادشاہ کہنے لگا: تمہاری دُعا و سلام کس طرح کی ہوتی ہے؟ ہم نے کہا: السلامُ علیکم۔ کہنے لگا:

اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام و دعا کہتے ہو؟ ہم نے کہا: اسی طرح۔ کہنے لگا، وہ تمہیں جواب کس طرح دیتا ہے؟ ہم نے کہا: اسی کلمہ سے۔ پھر کہا: تمہارا سب سے بڑا کلام کون سا ہے؟ ہم نے لا اِلٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہا تو دریچہ جنبش میں آگیا۔ جب اس نے اپنا سر اٹھایا تو وہ بھی ہلنے لگا۔ اس نے پوچھا، جب تم اس کلمہ کو اپنے گھروں میں پڑھتے ہو تو کیا تمہارے گھروں کے دریچے بھی اسی طرح جنبش کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: بخدا ہم نے تو اس جگہ کے سوا ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے کہا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ تم جس جگہ اس کلمہ کو پڑھتے وہی جنبش میں آجاتی اور میرے ملک کا کچھ حصہ میرے ہاتھ سے نکل جاتا۔ ہم نے کہا: کیوں؟ کہنے لگا، اگر ایسا ہوتا تو یہ نبوت کا تقاضا نہ ہوتا بلکہ محض کسی شخص کا حیلہ و مکر و فریب ہوتا۔ اس کے بعد اس نے مختلف سوالات کیے اور ہم جواب دیتے رہے۔ بعد میں اس نے ہم سے نماز و روزہ کے متعلق بھی پوچھا تو ہم نے جواب دیا۔ پھر کہا، اٹھو! تمہارے لیے ایک اچھا سا مکان تعمیر کر دیا گیا ہے جہاں جملہ اسباب مہمانی مہیا ہیں۔ چونکہ ہم وہاں تین دن تک قیام پذیر رہے اس لئے وہ ہمیں ہر رات طلب کرتا اور جن چیزوں کے متعلق ہم سے پوچھ چکا تھا دوبارہ پوچھتا اور ہم بھی اعادۂ جواب کرتے جاتے۔ پھر اس نے کوئی چیز طلب کی تو ایک چار گوشہ صندوق لایا گیا جو زر و جواہر سے بھرا ہوا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے بہت سے خانے تھے۔ ہر خانے کا ایک دروازہ تھا اور ہر دروازے پر ایک ایک تالا تھا۔ اس نے ایک تالا کھولا اور ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا باہر نکالا۔ اس کو کھولا تو اس پر ایک شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ سرخ، آنکھیں کشادہ اور گردن دراز تھی اور ایسی دراز کہ ایسی گردن پہلے نہیں دیکھی تھی۔ لیکن بے ریش تھا اور اس کے گیسو ایسے عمدہ تھے گویا دستِ قدرت نے خود بنایا ہے۔ کہنے لگا، اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا، نہیں۔ کہنے لگا: یہ آدم صلوات اللہ علیہ ہیں۔ اس کے بعد دوسرا دروازہ کھولا اور سیاہ پارچہ کا ٹکڑا نکالا تو اس پر ایک سفید رنگ، سرخ چشم اور ایک بڑے سر والے آدمی کی تصویر تھی۔ یہ شخص اپنے محامد و محاسن میں یکتا نظر آتا تھا۔ کہنے لگا، اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا، نہیں۔ اس نے کہا: یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اور دوسرا قطعۂ حریر سیاہ نکالا تو اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ نہایت سفید، نہایت عمدہ جسم، پیشانی روشن،

کشیدہ رخسار، سفید داڑھی گویا وُہ زندہ تھا اور ہنس رہا تھا۔ کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے
کہا: نہیں۔ کہا: یہ ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ ہیں پھر ایک دروازہ کھولا اور ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا
ٹکڑا نکالا تو اس پر ایک سفید رنگ کی تصویر تھی۔ جب ہم نے دیکھا تو یہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلّم کی تصویر تھی۔ ہم پر گریہ طاری ہوگیا اور ہم تعظیماً اُٹھ کھڑے ہُوئے اور پھر بیٹھ گئے تو اُس نے
کہا: تمھیں تمھارے پروردگار کی قسم سچ بتاؤ یہ تمھارے پیغمبر ہیں۔ ہم نے کہا: ہاں یہ ہمارے پیغمبر
ہیں جنھیں ہم اب بھی دیکھتے ہیں۔ وُہ کچھ دیر ہماری طرف بھی دیکھتا رہا۔ پھر کہا: اس صندوق کا آخری
خانہ بھی ہے لیکن میں نے تمہیں دکھانے میں عجلت کی ہے کہ تم کیا کہتے ہو۔ بعد ازاں ایک اور دروازہ
کھولا جس میں پہلے کی طرح پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کی تصویر تھی۔ آخر میں ایک ایسے جوان شخص کی
تصویر تھی جس کے محاسن نیک تھے۔ جسم پر بہت سے سیاہ بال تھے، خوب صورت چہرہ تھا۔ بادشاہ
نے کہا: اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ کہا: یہ عیسیٰ ابنِ مریم صلوات الرحمٰن علیہما ہیں۔ پھر
ہم نے پوچھا کہ یہ تصویریں کہاں سے آئی ہیں جو انبیاء علیہم السّلام کے حلیوں کے موافق ہیں؟ اور
ہمارے رسول علیہ السّلام کی تصویر بالکل اُن کے حلیہ کے موافق تھی۔ اس نے کہا: آدم علیہ السلام
نے خدا سے درخواست کی تھی کہ اُن کی اولاد سے جتنے نبی ہوں گے اُن کی شکلیں انھیں دکھائے، تو
خدا نے اُن کی تصویریں اُن کے پاس بھیج دیں اور خزانہ آدم علیہ السّلام میں مغربِ شمس کے نزدیک
تھیں۔ ذوالقرنین علیہ السّلام ان تصویروں کو مغربِ شمس سے لے آئے اور حضرت دانیال کو
دے دیں۔ دانیال علیہ السلام نے ان کی سیاہ کپڑے پر تصویریں بنا لیں اور یہ تصویر بعینہٖ دانیال کی
تصویر ہے۔ پھر کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے ملک سے نکل جاؤں اور تمہارا ادنیٰ غلام بن کر
رہوں، جب مروں تو نیک سلوک کیا جائے اور مجھے واپس لوٹا دیا جائے۔ واپسی پر جب ہم
امیر المومنین صدیقِ اکبرؓ کے پاس حاضر ہُوئے تو ہم نے تمام گفتگو کا اعادہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ
سن کر رو پڑے اور فرمایا: خداوند تعالیٰ نے اس کے لیے کسی چیز کا ارادہ فرمایا ہے تو جو وُہ
چاہتا ہے کردے گا۔ پھر فرمایا: ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تھی کہ توریت
انجیل میں یہود و نصاریٰ آپ کی مدح و نعت پاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ اُسے
اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا ہُوا پاتے ہیں"۔

اسکندریہ کی چٹانیں اسکندریہ میں ایک پتھر ملا جس پر یہ تحریر تھی کہ میں وہ شدّاد بن عاد ہوں جس نے بڑے بڑے ستون بنوائے اور اُن کے نیچے ایک خزانہ رکھا جسے اُمتِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں نکالے گا۔

آلِ غالب کے لیے دُعا جب ادس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمر بن عامر بسترِ مرگ پر تھا تو اس کی قوم کے افراد اس کے پاس آئے اور کہا کہ عالمِ شباب میں تم نے عروسی نہیں کی اور مالک کے بغیر تیرا کوئی بچہ نہیں۔ لیکن تیرے بھائی خزرج کے پانچ بیٹے ہیں۔ کہنے لگا: کون مالک پر بار بھاری کرے۔ وہ خدا جو پتھر سے آگ پیدا کر سکتا ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ مالک کی نسل کو روز افزوں ترقی دے۔ اس کے بعد مالک کی طرف رُخ کر کے اسے بہت سی منظوم وصیتیں کیں جن کے آخری دو بیت یہ ہیں:

إِذَا بُعِثَ الْمَبْعُوْثُ مِنْ اٰلِ غَالِبٍ   بِمَكَّةَ فِيْمَا بَيْنَ زَمْزَمَ وَالْحَجَرْ

هُنَالِكَ فَابْغُوْا نُصْرَتَهٗ بِلَادِكُمْ   بَنِيْ عَامِرٍ اِنَّ السَّعَادَةَ فِي النَّصْرْ

جب مکہ مکرمہ میں جس میں چاہِ زمزم اور حجرِ اسود ہیں آلِ غالب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوں تو اس وقت اس کی مدد و نصرت کے لیے کمربستہ ہو جانا کیونکہ تمام سعادت اس کی مدد و نصرت میں ہے۔

تورات میں حالاتِ مصطفیٰ کعب الاحبار کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے توریت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک حصہ توریت کو ایک صندوق میں بند کر کے اُسے تالا لگا رکھا تھا۔ جب میرے والد نے وفات پائی تو میں نے توریت کے اس ایک جزو کو صندوق سے باہر نکالا تو اس میں لکھا تھا آخری زمانہ میں ایک نبی آئے گا جس کی زلفیں ہوں گی، اپنے ہاتھ پاؤں دھوئے گا (وضو کیا کرے گا) کمر میں پٹکا باندھے گا۔ اس کی جائے پیدائش مکہ معظمہ ہوگی اور ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہوگی۔ اس کی امت اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والی ہوگی اور ہر حال میں تحمید و تسبیح پروردگار کرے گی ہر درجہ بلندی پر پہنچ کر اللہ کی بڑائی بیان کرے گی اور جب اس کی اُمت کے افراد قیامت کے

دن قبروں سے اٹھیں گے تو وضو کی برکت سے اُن کے ہاتھ پاؤں پُرنور اور روشن ہوں گے۔

انبیائے بنی اسرائیل کی زبان پر ذکرِ رسول

وہب بن منبہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت یسعیاؑ جو انبیائے بنی اسرائیل میں سے تھے وحی کی کہ اپنی قوم میں تبلیغ کر تاکہ میں اپنی رُوح سے تیری زبان میں فصاحت و روانی پیدا کردوں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور تحمید و تہلیل بیان کی اور فرمایا: اے آسمان بگوشِ ہوش سُن لے اور اے کوہ و زمین خاموش ہو جاؤ اور میرے ہم آواز بن جاؤ کیونکہ خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ بنی اسرائیل جنہیں اس نے اپنی نعمتوں سے پالا اور جہاں میں برگزیدگی بخشی اور اپنے انعام واکرام کے لیے مخصوص فرمایا۔ اس کے بعد ربّ العزّت کے حکم سے حضرت یسعیاؑ کی زبان پر عتاب آمیز کلمات جاری ہو گئے۔ اختتامیہ جملے یہ تھے " میں اس روز سے جس دن سے میں نے زمین و آسمان پیدا کیے یہ مقدر کر چکا ہوں کہ نبوت بنی اسرائیل کے سوا کسی اور کو دے دوں اور اُن سے ملک و حکومت بھی واپس لے لی گئی اور بھیڑ بکریاں چرانے والی جماعت کو اُس کا محل ٹھہراؤں گا اور ایک ایسی جماعت کو عزت و توقیر بخشوں گا جو چشمِ عالم میں خوار ہو گی اور ایک ایسی جماعت کو طاقت بخشوں گا جو ضعیف و نزار ہو گی اور ایک ایسے طائفہ کو دولت و ثروت سے نوازوں گا جو فقیر و نامراد ہو گا اور اُن میں سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کر دوں گا جو بہروں کو کان عطا کرے گا، اندھوں کو آنکھیں عطا کرے گا اور دلوں کے پردے اتار دے گا۔ اس کا مقامِ پیدائش مکہ معظمہ ہو گا اور اس کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہو گی اور اس کا ملک شام ہو گا۔ وہ بندہ متوکل و برگزیدہ ہو گا۔ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دے گا بلکہ عفو و درگزر سے کام لے گا۔ مومنوں پر رحیم و کریم ہو گا۔ جانوروں پر بوجھ کی زیادتی دیکھ کر افسوس و گریہ کرے گا اور بیوہ عورتوں اور یتیموں کو آغوشِ شفقت میں لے گا۔ پہلو میں جلتا ہوا چراغ (دل)، تو بجھ سکتا ہے مگر اس کے دامن کی ہوا سے جلا ہوا چراغ نہیں بجھے گا اور اگر بانس کی خشک لکڑی کو آپ زیرِ قدم رکھیں گے تو اس میں سے آواز نہیں آئے گی۔ اس کی اہل بیت سے سابقین، صدیقین، شہداء اور صالحین ہوں گے اور اس کے بعد اس کی امت حق و صداقت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے گی۔ امرِ معروف اور نہی منکر کا حکم دے گی۔ نماز و زکوٰۃ ادا کرے گی اور ایفاءِ عہد کرے گی اور جس

چیز کا میں نے آغاز کیا ہے اُسی پر ختم کروں گا اور یہ سب کچھ اُن کے لیے میرے فضل و عنایت سے ہے اور میں جسے چاہوں جو چاہوں عطا کر دوں۔ میں ہی فضل عظیم والا ہوں۔

قدیم کتابوں میں محاسنِ اسلام

مُطرف بن مالک کہتے ہیں: جب حضرت فاروقِ اعظم کی خلافت میں تستر فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں ایک صندوق بھی ملا اس میں ایک کتاب تھی۔ ہمارے ہمراہ ایک عیسائی جس کا نام نعیم تھا، کہنے لگا: یہ کتاب میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ ہم نے کہا: یہ صحیفۂ آسمانی تھوڑا ہی ہے۔ وہ بولا کیوں نہیں؛ میں نے کتاب بیچنے سے ذرا کراہت محسوس کی، دو صندوق سمیت دو اُسے دے دی۔ کچھ عرصہ بعد جب میں بیت المقدس گیا تو وہاں ایک سوار دیکھا جس کی شکل نعیم سے ملتی جلتی تھی میں نے اُسے بلایا اور پوچھا تو نعیم ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا ابھی نصرانی ہی ہو۔ کہنے لگا میں تو حلیف ہو چکا ہوں۔ میں اس کے ساتھ کعب الاحبار کی موافقت میں بیت المقدس واپس چلا گیا۔ جب یہودیوں کے سرداروں نے نعیم اور کعب کے آنے کی خبر سنی تو وہ ان کے پاس آئے۔ کعب نے وہ کتاب انہیں دی تاکہ وہ اُسے پڑھیں۔ ایک قاری پڑھتا تھا۔ جب آخری سطروں پر پہنچا تو وہ غصہ میں آگئے۔ کتاب کو زمین پر پھینک دیا۔ اس پر نعیم کو بھی غصہ آگیا اور کتاب اٹھا کر کہنے لگے: یہ کتاب قدیم ہے۔ جب تک تم اُسے نہ پڑھو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے آخری سطریں پڑھیں تو یہ مضمون تھا: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ جو اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو اس کی کوئی چیز قبول نہیں ہوگی اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ اسی روز احبارِ یہود میں سے بیالیس[۴۲] آدمی مسلمان ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ نے انہیں بہت سے تحائف اور عطیات دیئے۔

حضرت عیسیٰؑ کے وصی کی شہادت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگِ قادسیہ کے دوران میں حضرت سعد بن ابی وقاص کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لکھا کہ آپ نضلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان میں بھیج دیں۔ حضرت سعدؓ نے انہیں بھیج دیا۔ جب حضرت نضلہ بن معاویہ انصاری

نے حلوان کے مضافات پر حملہ کیا تو بہت سے قیدی اور مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ ظہر کی نماز ادا کرنے کے لیے آپ نے ایک پہاڑ کے دامن میں اقامت کی۔ جب نماز کے لیے اذان کے دوران میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی، اے نضلہ! تو نے بڑے کی بڑائی بیان کی۔ جب انہوں نے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہا تو آواز آئی۔ اے نضلہ! تو نے زبان سے کلمۂ اخلاص نکالا ہے جب اشهد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو آواز آئی: هو الذی بشرنی بعیسیٰ ابن مریم وعلیٰ راس امته الی یوم القیامه۔ جب حی علی الصلوٰۃ کہا تو آواز آئی: طوبیٰ لمن مشیٰ الیها واطب الیها۔ جب حی علی الفلاح کہا تو آواز آئی: قد افلح من اجاب۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو آواز آئی: اے نضلہ! تو نے کلمۂ اخلاص ادا کیا ہے۔

جب وہ اذان سے فارغ ہوئے تو کہنے لگا: اللہ تم پر رحم وکرم فرمائے، تو کون ہے۔ جب تو نے اپنی آواز ہمیں سنوادی ہے تو اپنی شکل بھی دکھا دے کیونکہ ہم بھی بندگانِ خدا اور اُس کے رسولؐ کی امت ہیں اور حضرت عمر ابن الخطابؓ کی جماعت ہیں۔ اس کے بعد پہاڑ میں اچانک شگاف آیا اور اس میں سے ایک بہت بڑا سر نکلا جس پر سفید بال اور پرانے پشمینہ کا کپڑا تھا۔ وہ بولا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کے بعد پوچھا: تو کون ہے؟ کہنے لگا: میں رزیب بن برثملی بندہ نیکوکار حضرت عیسیٰ بن مریم صلوٰۃ اللہ علیہما کا وصی ہوں۔ انہوں نے مجھے اس پہاڑ پر بٹھا رکھا ہے اور اس وقت تک میری زندگی کے لیے دعا کی ہے جب وہ آسمان سے نیچے اتریں۔ خنزیر کو قتل کریں اور صلیب کو توڑ کر عیسائیوں کے بہتان اور افترا سے بریت کا اظہار کریں۔ پھر اس نے کہا: جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات نہیں ہوئی میرا سلام حضرت عمرؓ کو پہنچا دیئے اور ان سے کہئے کہ اے عمرؓ! وقارب فقد دنا الامر۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں کیں اور غائب ہوگیا۔ حضرت نضلہؓ نے یہ واقعہ حضرت سعدؓ کو لکھا اور حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو جوابی خط لکھا کہ مہاجرینؓ و انصارؓ کی جماعت کے ساتھ اس پہاڑ پر جائیے۔ اگر اُسے وہاں پاؤ تو اس سے میرا سلام کہیں کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصیتوں میں سے کوئی ایک اس پہاڑ میں اقامت گزین ہے۔ حضرت سعدؓ چار ہزار مہاجر و انصار کی معیت میں چالیس روز تک اس پہاڑ پر رہے۔ ہر نماز کے وقت اذان کہتے مگر کوئی جواب نہ آتا۔

بخت نصر کی خواب کی تعبیر

کعب الاحبار کہتے ہیں کہ بخت نصر نے بنی اسرائیل کے قتل و غارت کے بعد ایک نہایت ڈراؤنا خواب دیکھا لیکن اُسے بھول گیا۔ کاہنوں اور ساحروں کو بُلا کر خواب اور تعبیرِ خواب دریافت کی۔ انہوں نے کہا: تم اپنی خواب بتاؤ تاکہ اس کی تعبیر کریں۔ وُہ غصہ میں آ کر کہنے لگا: میں نے تمہاری مدتِ مدید تک اس لیے تربیت کی ہے کہ تم خواب اور اس کی تعبیر سے عاجز رہو۔ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم میرے خواب کی تعبیر بیان کر سکو ورنہ تمہیں قتل کر دوں گا۔ کاہنوں اور ساحروں کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی۔ ان دنوں حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کی قید میں تھے۔ انہوں نے ایک کہنے والے کو کہا: کیا تو مجھے بادشاہ کے سامنے لے جا سکتا ہے میں اس کی خواب اور تعبیر جانتا ہوں۔ کہنے والے نے بخت نصر کو بتلایا۔ اس نے حضرت دانیال کو اپنے ہاں بلایا۔ لیکن حضرت دانیالؑ نے اسے اس کی قوم کی عادت کے مطابق سجدہ نہ کیا۔ بخت نصر نے اپنے دربار سے تمام آدمیوں کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ پھر حضرت دانیالؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: تو نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: میرا خدا ہے جس نے مجھے اس شرط پر علمِ تعبیرِ رؤیا عطا کیا ہے کہ میں غیرِ خدا کو سجدہ نہ کروں۔ مجھے ڈر تھا کہ سجدہ کرنے کی صورت میں میرا علم سلب نہ کر لیا جائے اور میں تمہارے خواب کی تعبیر سے عہدہ برآ نہ ہو سکوں اور تُو مجھے قتل کر دے۔ مَیں نے یہی بہتر خیال کیا کہ میرا ترکِ سجدہ تیرے اُن رنج والم کو جن میں تُو مبتلا ہے سہل ہوگا۔ لہذا میں نے اپنی اور تیری خاطر سجدہ ترک کر دیا ہے۔ بخت نصر نے کہا: میرا اب تجھ سے زیادہ کوئی معتمد نہیں جس نے خدا کے لیے ایفاءِ عہد کیا ہے اور میرے نزدیک سب سے اچھے انسان وہی ہیں جو خدا کے لیے ایفاءِ عہد کرتے ہیں۔ پھر کہا: میرے خواب کی تعبیر جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! تُو نے ایک بہت بڑا بُت دیکھا ہے جس کی آنکھ سونے کی، کمر چاندی کی، چوتڑ تانبے کے، پنڈلیاں لوہے کی اور دونوں سرین کے درمیان پیٹھ کی ہڈی مٹی کی بنی ہوئی تھی۔ جب تُو نے انہیں غور سے دیکھا تو اُن کی ساخت کی خوبی نے تجھے حیران کر دیا۔ اچانک آسمان سے ایک پتھر گرا جو اس کے سر کے درمیانی حصے پر لگا جس سے شدید ضرب لگی۔ یہاں تک کہ وُہ پِس کر آٹا ہو گیا۔ سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور مٹی اس طرح

باہم پیوست ہو گئے کہ ایک اندازے کے مطابق انہیں تمام جن و انسان مل کر علیحدہ علیحدہ نہیں کر سکتے تھے اور اگر ہوا چلتی تو وہ بکھر کر رہ جاتے۔ پھر تُو نے دیکھا کہ وُہ پتھر جو آسمان سے گرا تھا اس نے اُوپر اٹھنا شروع کر دیا اور برخاست کے ساتھ ساتھ بڑا ہوتا گیا یہاں تک کہ اس نے تمام زمین کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ پھر ایسا ہُوا کہ تجھے زمین و آسمان اور اس پتھر کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ بخت نصر بولا بالکل درست ہے اب اس کی تعبیر بھی بتائیے۔ حضرت دانیال نے فرمایا کہ "بُت مختلف اقوام کا تھا۔ سونا وہ قوم ہے جسے تُو جانتا ہے اور چاندی وہ قوم ہے جس کا تیرا بیٹا تیرے بعد بادشاہ بنے گا لیکن "تانبے کا اطلاق اہلِ روم پر ہوتا ہے اور لوہے سے مراد ملکِ فارس ہے، اور مٹی سے مراد وہ دو عورتیں ہیں جو روم اور فارس کی ملکہ بنیں گی۔ اور وُہ پتھر جس نے سب کو پاش پاش کر دیا وُہ دین ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا اور رب العزت عرب سے ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو منسوخ کر دے گا اور تمام زمین پر قبضہ کرلے گا۔

تورات میں نعتِ رسول ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
جب بنی اسرائیل بخت نصر کے قہر و غضب سے ڈر کر منتشر ہو گئے تو اُن میں سے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد کی ایک ایسی جماعت تھی جس نے ہمارے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و منقبت اپنی کتابوں میں پڑھی تھی۔ انہیں پتہ چل گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عرب کے اس گاؤں میں ہوگا جہاں کھجوروں کے درخت کثرت سے ہوں گے۔ انہوں نے خطۂ شام کو خیرباد کہا۔ شام اور یمن کے درمیان جتنے قصبے واقع تھے انہیں دیکھتے جاتے تھے لیکن سوائے یثرب کے کھجوروں کے درخت کسی میں بھی نظر نہ آئے لہٰذا وُہ وہیں اقامت گزیں ہو گئے۔ اس اُمید پر کہ زیارت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوں اور ان کی اتباع کریں۔ لیکن انہیں اس یقین و ایمان کے ساتھ حضورؐ کی بعثت سے پہلے ہی موت آ گئی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کر دی کہ حضور علیہ السلام پر ایمان لائیں اور آپؐ کی متابعت کریں لیکن بدقسمتی سے اُن کے بعض فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پانے اور انہیں پہچاننے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے۔

حضورؐ کی نعت ولادت سے پانچ سَو ساٹھ سال پہلے

کعب بن لوی بن غالب نے جس کی موت و مبعثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پانسو ساٹھ سال کا واقعہ ہے۔ اہلِ تورات و انجیل سے ذکرِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن رکھا تھا۔ اس لیے اپنے خطبوں میں وُہ آپ کے صفات و محاسن بیان کرتا رہتا تھا۔ اس کے کلام میں سے یہ بیت بہت مشہور ہے: ؎

عَلیٰ غَفلَۃٍ یَأتِی النَّبِیّ مُحَمَّدٌ

فخبر اخبارًا صَدوقًا خبیرًا

جب لوگ غفلت و جمود میں ہوں گے تو نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائیں گے جن کے صادق و خبیر ہونے کی خبر سابقہ کتابوں نے دی ہے۔

راہب کی پیش گوئی

ابن عدی بن ربیعہ سے جس کا نام محمّد تھا لوگوں نے پوچھا کہ تیرے والد نے تیرا نام محمد کیسے رکھا؟ اُس نے کہا: میں نے بھی اپنے والد سے یہ پوچھا تھا۔ اس نے کہا کہ چار آدمی مل کر ملک شام کے سفر پر روانہ ہوئے جن میں سے مَیں ایک تھا۔ ہم ایک صومعہ کے نزدیک ٹھہرے، اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ راہب نے باہر دیکھا تو کہنے لگا: تمہاری زبان اس شہر کی نہیں۔ ہم نے کہا: ہاں۔ ہم تو قومِ عرب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہنے لگا بہت جلد تمہارے درمیان ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوگا تم بہت جلد اس کی طرف رجوع کرنا اور اس سے اپنا بہرۂ سعادت حاصل کرنا تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ وہ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہے۔ ہم نے پوچھا: اس کا نام کیا ہوگا؟ کہا: محمّدؐ۔ جب ہم واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں لڑکے عطا کیے اور ہم سب نے ان کا نام محمّد رکھا۔

کاہنوںؒ کی زبان میں ذکرِ مصطفیٰؐ

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ سطیح غسانی ایک ایسا کاہن ہوا ہے جس کا اپنی تمام اولاد میں مثیل پیدا نہیں ہوا۔ اس کے بدن میں سوائے سر کی کھوپڑی اور ہاتھ

ؒ کا ... ں اور مسہ ... کے ہاں روحانیات میں ملکہ رکھنے والے کو کہتے ہیں۔

کی ہتھیلی کے کوئی ہڈی اور پٹھے نہ تھے اور اس کی زبان کے سوا کوئی عضوِ بدن متحرک نہ تھا۔ اس کے لیے کھجور کے پتوں اور شاخوں کا ایک تخت بنا ہُوا تھا جس میں پائنتی سے لے کر باہیں تک چھوٹے چھوٹے ایسے سوراخ تھے جیسے کپڑے میں ہوتے ہیں۔ اُسے اس تخت پر بٹھا کر جہاں چاہتے لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً مکہ معظمہ لائے تو قریش میں سے چار آدمی تحائف لے کر اُسے دیکھنے کے لیے آئے۔ انہوں نے تحائف کو اور اپنے حسب نسب کو اس سے پوشیدہ رکھا اور کسی دوسرے قبیلے سے اپنی نسبت ظاہر کر دی۔ اس نے کہا تم اس قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ تمہارا تعلق قریش سے ہے۔ انہوں نے اپنے تحائف اس کے سامنے پیش کیے اور اس سے مستقبل کی باتیں پُوچھنے لگے۔ اُس نے بہت سی باتیں بتائیں۔ آخرکار کہا کہ عبد المناف کی پشت سے ایک ایسا جوان پیدا ہوگا جو از خود پڑھا لکھا ہوگا۔ بتوں کو سرنگوں کر کے خدائے واحد کی عبادت و بندگی کرے گا۔ اُس کے خلفاء ہوں گے۔ پھر ان خلفاء کی نشانیاں تفصیل سے بتائیں اور اس طرح جو جو بادشاہوں کے بعد ہونے والا ہے خبر دی جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے۔

سطیح کی پیش گوئی

یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے خواب دیکھا جس سے بہت سہم گیا۔ اس نے روحانی عاملوں اور منجموں کو طلب کیا اور اُن سے اپنا خواب اور اس کی تعبیر پوچھی۔ وہ کہنے لگے: اے بادشاہ! اپنا خواب بیان کر تاکہ ہم اس کی تعبیر بیان کریں۔ بادشاہ نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا خواب بھی تم ہی بیان کرو تاکہ میرے دل کو کچھ اطمینان ہو۔ انہوں نے کہا: یہ کام ہم نہیں کر سکتے۔ ایسا کام تو سطیح غسانی اور شق کر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے سطیح سمیت تمام نجومیوں کو بلا بھیجا۔ سب سے پہلے سطیح آیا اور بادشاہ کا خواب بیان کیا۔ کہنے لگا: تُو نے یہ دیکھا ہے کہ کوئی چیز راکھ کی طرح جلی ہُوئی اندھیرے سے باہر نکلی ہے اور اُسے سب نے کھایا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تیری سلطنت پر حبشہ والے غالب ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا: کب ہوں گے؟ سطیح کہنے لگا ساٹھ یا ستر سال کے بعد۔ بادشاہ نے کہا: کیا اُن کی یہ سلطنت ہمیشہ رہے گی؟ اس نے کہا: نہیں سیف ذی یزن انہیں بھگا دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا: کیا ابنِ ذی یزن کے خاندان میں سلطنت

ہمیشہ رہے گی۔ اس نے کہا: نہیں، اسے ایک ایسا پیغمبر ختم کر دے گا جو مبعوث ہونیوالا ہے اس نے کہا: کس قوم سے ہوگا۔ اس نے بتایا کہ وہ غالب بن لوی کی اولاد سے ہوگا اور اس کی قوم میں بادشاہی رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ اس نے کہا: کیا دنیا کی بھی اخیر ہوگی؟ کہنے لگا: ہاں، ایک دن ایسا آئے گا جس میں اوّلین و آخرین زمانے کے نیک اور بدکار لوگ جمع ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کی مناسب جزا اور سزا پائیں گے۔ جب سطیح غسانی بادشاہ سے رخصت ہو کر باہر آیا تو شق بادشاہ کے پاس چلا گیا جس نے وہی باتیں بتائیں جو سطیح نے بتائی تھیں۔ جب بادشاہ اُن سے سوال و جواب کے بعد فارغ ہُوا تو اہلِ خانہ کو عراق میں بھیج دیا اور فارس کے بادشاہوں سے یہ سفارش کی کہ اُس کے خاندان کے افراد کو حیرہ میں قیام کی اجازت دی جائے۔ نعمان بن منذر اِس شاہِ یمن کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت عبدالمطلب کا خواب

عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حَجر میں خواب دیکھا جس سے مَیں بہت ڈر گیا۔ مَیں قریش کے ایک رُوحانی عامل کے پاس آیا۔ جونہی اس نے میری بدلی ہُوئی حالت دیکھی تو کہنے لگا: ہمارے سردار کو آج کیا ہُوا ہے کہ اُس کا چہرہ متغیر نظر آتا ہے، شاید کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ میں نے کہا: کل مَیں حجر میں تھا تو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسا درخت میرے ماتھے پر ہے جس کا سر آسمان سے لگتا تھا اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیلی ہُوئی تھیں۔ کوئی روشنی اس سے زیادہ روشن نہ تھی۔ اُس کی روشنی آفتاب کے نُور سے ستّر گنا زیادہ تھی۔ تمام عرب و عجم اس کی طرف سجدہ ریز تھے۔ ہر لمحہ اُس کی جسامت اور روشنی اور بلندی بڑھتی جا رہی تھی کبھی وُہ چھپ جاتا تھا اور کبھی چمکنے لگ جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ قریش کی ایک اور جماعت نے اُس کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ پھر میں نے قریش کی ایک اور جماعت کو دیکھا جو اسے کاٹ دینا چاہتی تھی لیکن وُہ جونہی اس کے نزدیک آتے انہیں کارکنان قضاء قدر پیچھے ہٹا دیتے۔ ایک ایسا نوجوان جس سے خوب صورت میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اُنہیں گُدّیوں سے پکڑ کر پیچھے کھینچ رہا تھا گویا اُن کی جڑیں اُکھاڑ رہا تھا۔ میں نے اپنا حصہ لینے کے لیے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور کہا کہ یہ کس کے لیے ہے۔ اس نوجوان نے جواب دیا اُن کے لیے ہے جنھوں نے اسے

تجھ سے پہلے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ پھر عبدالمطلب کہتے ہیں جب میں نے اپنا یہ خواب نجومیوں اور روحانی عاملوں کو سُنایا تو اُن کے چہرے متغیر ہو گئے۔ کہنے لگے، اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو تیرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کے زیرِ نگیں مشرق و مغرب ہوں گے اور تمام انسان اس کے مطیع و فرماں بردار ہوں گے۔ پھر انہوں نے ابو طالب کی طرف اشارہ کر کے کہا شاید یہ تیرا لڑکا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا تو ابو طالب اس بات کو دُہرا دہرا کر بیان کرتے اور کہتے تھے: بخدا وُہ درخت ابو القاسم امین ہے۔ اُن سے کہا گیا کہ ایمان کیوں نہیں لاتے تو کہنے لگے: لوگوں کی گالیوں سے ڈرتا ہوں اور عار محسوس کرتا ہوں۔

حضرت عبدالمطلب سے یہودی علماء کی گفتگو

ایک دفعہ عبدالمطلب یمن کی طرف گئے ہُوئے تھے۔ یہودیوں کے ایک عالم نے اُن سے پُوچھا: تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا قریش سے۔ پھر پوچھا کس قبیلے سے ہو۔ انہوں نے جواب دیا قبیلہ بنی ہاشم سے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں آپ کے جسم کے دو اعضاء کو دیکھ لوں۔ انہوں نے کہا ہاں تو دیکھ لے مگر شرط یہ ہے کہ وہ ستر نہ ہو۔ یہودی نے کہا میں صرف تمہاری ناک اور دونوں ہاتھ دیکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اجازت دے دی جب اس نے آپ کی ناک اور دونوں ہتھیلیاں دیکھیں تو کہنے لگا تمہارے ایک ہاتھ میں بادشاہی ہے اور دوسرے میں نبوت و پیغمبری۔ مگر یہ چیزیں اس وقت تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتیں جب تک تم بنی زہرہ میں عروسی نہ کرو۔ پھر پوچھا اے عبدالمطلب! تو نے شادی کی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ یہودی نے کہا جاؤ اور بنی زہرہ میں شادی کرو۔ عبدالمطلب یمن سے واپس آئے تو ہالہ بنتِ اہیب جو بنی زہرہ سے تھیں رشتۂ ازدواج قائم کیا۔

یہودیوں کے ہاں ذکرِ میلادِ رسول

خارجہ بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ

ہماری قوم کے چند بزرگوں نے بیان کیا کہ ہم مکہ مکرمہ میں بغرض عمرہ جا رہے تھے کہ ایک یہودی تجارت کے بہانے ہمارے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو اس یہودی نے عبدالمطلب کو دیکھ کر کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں جن میں تبدل و تغیر کا شائبہ تک نہیں یہ چیز لکھی ہے کہ اس شخص کی نسل سے ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوگا جو خود اور اس کی قوم ہمیں قوم عاد کی طرح قتل کرے گی۔

حضرت آدم سے حضرت عبداللہ تک

چونکہ آدم علیہ السلام انسانِ اوّل تھے اور تمام افراد جو آپ کی اولاد تھے آپ کی صُلب میں ذرّات کی صورت میں مجموعی طور پر مندرج تھے اُن ذرّات میں سے جو حصہ جناب محمد علیہ الصلوٰۃ کے جسم عنصری کا تھا وہ ایک نورِ عظیم کی شکل میں حضرت آدم کی پیشانی میں چمکتا تھا پھر وہ صلب آدم سے حضرت حوّا علیہا السلام کے رحم میں منتقل ہوا۔ وہاں سے پھر شیث علیہ السلام کی صُلب میں، اور اسی طرح پاک و مقدس لوگوں کے اصلاب سے نیک و پارسا بیبیوں کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔ پھر ان پاک ارحام سے نیک و پارسا اصلاب میں آتا رہا اور وہ نور پیشانی در پیشانی منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تک نوبت پہنچی۔ جب وہ جزوِ نسلی اُن کی صلب میں ودیعت ہوگیا اور اس نور نے ان کی پیشانی سے چمکنا شروع کیا تو آپ اتنے حسین و جمیل نظر آنے لگے کہ قریش کی تمام عورتیں آپ پر فریفتہ و شیفتہ ہوگئیں اور شادی کی درخواست کرنے لگیں۔ لیکن وہ دولت حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدالمناف کو نصیب ہوئی، جس کا ذکر آگے اِن شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

کہتے ہیں کہ شام میں یہودیوں کے پاس سفید صُوف کا بُنا حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا خُون آلود جُبّہ تھا جس کے متعلق انہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ اس میں سے قطرہ قطرہ خُون گرتا رہے گا اور جب سفید ہو جائے گا تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب جو جناب محمد رسول اللہ کے والد ہوں گے، کی ولادت ہوگی۔ جب وہ علامت ظاہر ہوئی تو ان کو تحقیق کی رُو سے حضرت عبداللہ کی ولادت کا علم ہوگیا۔ ابھی یہ چند علامات ہی ظاہر ہوئی تھیں کہ قریش کی ایک جماعت تجارت کی غرض سے شام میں گئی

احبارِ یہود اُن سے حضرت عبداللہ کے متعلق پُوچھتے تھے اور یہ لوگ حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کی تعریف کرتے تھے اور اس نور کا ذکر کرتے تھے جو ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ احبارِ یہود کہتے وہ نور عبداللہ کا نہیں ہے بلکہ وُہ تو محمد بن عبداللہ کا نور ہے جو ان کی صلب سے پیدا ہوں گے اور بتوں کو توڑیں گے۔ جب قریشِ مکّہ اُن کی زبان سے ایسی باتیں سُنتے تو علامات اَمارات جن کا وُہ مشاہدہ کر چکے تھے کے سبب کہتے ربِ کعبہ کی قسم ہے احبارِ یہود سچ کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ پر معاندینِ رسول کا حملہ

جب یہود کو بہ تحقیق یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت عبداللہ پیدا ہو چکے ہیں تو احبارِ یہود اور ان کے خاندان کے ستّر آدمیوں نے باہم عہد کیا کہ مکّہ جاکر جب تک حضرت عبداللہ کو قتل نہ کردیں واپس نہ آئیں گے۔ چنانچہ رات کو وُہ سفر میں رہتے اور صبح کو چُھپ رہتے۔ مضافاتِ مکّہ میں پہنچ کر موقع کے منتظر رہنے لگے۔ ہر وقت فرصت نگاہ رکھتے۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے حضرت عبداللہ کو صحرائے مکّہ میں شکار کھیلتے دیکھ لیا فوراً انہیں ہلاک کرنے کے ارادے سے دوڑے۔ وہبؓ بن عبد مناف کو خبر ہوئی تو عزیزوں کی ایک جمعیت لے کر حرکت میں آ گئے۔ کہنے لگے اس بات کو ہم کیسے روا رکھ سکتے ہیں کہ اشرافِ قریش میں سے کوئی آدمی احبارِ یہود کی ذمت پر ہلاک ہو، چنانچہ اپنے مطیع و منقاد لوگوں کی ایک جماعت لے کر حضرت عبداللہ کو چھڑانے کے لیے دوڑے۔ دیکھا کہ آسمان سے ایک جماعت اُتری ہے جو اہلِ زمین سے مشابہ نہیں تھی اور یہود کی اس جماعت کے دفع و قتل میں سعیِ بلیغ کر رہی تھی۔ وہب نے دیکھا تو فوراً گھر آکر اپنی بیوی برّہ کو حضرت عبداللہ سے اپنی لڑکی آمنہؓ کے نکاح کی پیش کش کے لیے بھیجا۔

جب برّہ عبدالمطلب کے پاس گئیں تو غرض و غایت بیان کی۔ عبدالمطلب نے اُسے قبول کر لیا اور کہا کہ جس لڑکی کے نکاح کے لیے تم آئی ہو عبداللہ کے سوا اس کا نکاح کسی سے مناسب نہیں۔ چنانچہ اسی جلدی میں حضرت آمنہؓ جو زنانِ قریش میں عفت و جمال کے لحاظ سے

لہ وہب جناب ہاشم کے بھائی اور حضرت عبداللہ کی بیوی حضرت آمنہؓ کے والد تھے۔

سردار تھیں کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہوگیا۔

نورِ مصطفیٰ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں

جب حضرت آمنہؓ کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہوا تو مدت تک وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی میں درخشاں رہا اور اس نور کے اوصاف شام کے اطراف واکناف میں شہرت تامہ پا گئے تو شاہِ شام کی لڑکی مسماۃ فاطمہ جو اپنے حسن و جمال اور حشمت وجلال میں یکتا تھی اس نور سے اقتباس کرنے کے لیے مکہ آئی اور اپنے حشم وخدم اور لونڈیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بیت اللہ کے قرب وجوار میں ٹھہر گئی اور چند روز کے بعد حضرت عبداللہ سے ملاقات کی۔ اُن کی پیشانی میں نورِ مصطفیٰ دیکھا تو اس کے عشق سے مجبور ہو کر اپنے چہرہ سے پردہ اُٹھا کر حضرت عبداللہ سے نکاح کے لیے استدعا کی حضرت عبداللہ نے جب اس کا حسن وجمال کامل اور شوق غالب دیکھا تو اس کی استدعا کو قبول کر لیا لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یہ کام میرے والد محترم حضرت عبدالمطلب کے مشورہ کے بغیر نہیں ہو سکتا فاطمہ نے بھی اس بات کو پسند کیا۔ جب حضرت عبداللہ رات کو گھر واپس آئے تو حضرت آمنہؓ سے خواہش مجامعت پیدا ہوئی نتیجۃً وہ جزو نسلِ محمدی آپ کی صلب سے حضرت آمنہؓ کے رحم میں منتقل ہوگیا اور وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی سے غائب ہوگیا۔ صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ نے فاطمہ شامیہ کا قصہ حضرت عبدالمطلب سے بیان کیا آپ نے رضامندی ظاہر کردی۔ حضرت عبداللہ فاطمہ کے پاس آئے تاکہ اپنے والد کی رضامندی سے اسے اطلاع دیں۔ فاطمہ کو وہ نور ان کی پیشانی میں نظر نہ آیا تو اُن کے دل سے درد ساں آہ نکلی پھر کہا اے عبداللہ وہ نور جو تیری پیشانی میں مجھے محسوس ہوتا تھا اس کا اقتباس کسی اور نے کر لیا ہے اور وہ گوہر جو تیرے وجود کے صدف میں میں نے دیکھا تھا کوئی اور اڑا لے گیا ہے۔ چلتے بنئے کر اب تجھ سے مجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا میری خواہش کا ستارہ ڈوب گیا ہے اور میری آرزو کی چنگاری بجھ گئی ہے۔ یہ کہہ کر وہ بے نیل مراد ومرام اپنے وطن مالوف اور مسکن مانوس کو واپس چلی گئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ جس وقت عبدالمطلب

حضرت عبداللہ کو نکاح کے لیے لیے جا رہے تھے تو وہ ایک رُوحانی عاملہ جس کا نام فاطمہ خشعمیہ تھا، کے پاس سے گزرے۔ اس نے حضرت عبداللہ میں نورِ نبوت کا مشاہدہ کیا اور کہنے لگی اے عبداللہ اگر تم مجھ سے اِسی وقت مجامعت کرو میں تمہیں ایک سو اُونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا اگر بطریق حرام چاہتی ہے تو مجھے منظور نہیں۔ اور اگر بطریق حلال چاہتی ہے تو میرے واپس آنے تک انتظار کر۔ کیونکہ مجھے اس میں کچھ اندیشہ ہے۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہو گیا تو تین دن کے قیام کے بعد دونوں باپ بیٹا اُسی جگہ سے گزرے، اچانک انہیں فاطمہ خشعمیہ کا خیال آیا اور اسے ملنے کی خواہش پیدا ہُوئی۔ اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگی اے جوان! تُو نے یہاں سے جانے کے بعد کیا کیا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا، میرے والد نے حضرت آمنہؓ بنت وہب کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور مَیں اُن کے ساتھ تین روز تک رہا ہُوں۔ وُہ بولی: خدا کی قسم! میں بدکار عورت نہیں ہُوں۔ بات یہ تھی کہ میں نے تیری پیشانی میں ایک نُور دیکھا تھا اور مجھ میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وُہ نُور مجھ میں منتقل ہو جائے لیکن خدا نے جس کی طرف چاہا منتقل کر دیا۔

ولادتِ رسُولِ خدا پر ابلیس کا واویلا

جب نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ حضرت عبداللہ سیدہ آمنہؓ کے رحم میں منتقل ہُوا تو رُوئے زمین کے تمام بُتوں نے اپنے سر نیوڑا لیے اور تمام شیاطین اپنے کام سے دست کش ہو گئے۔ ملائکہ نے تختِ ابلیس کو سرنگوں کر کے سمندر میں پھینک دیا اور چالیس روز تک اُسے سزا دیتے رہے۔ آخر کار وہاں سے بھاگ کر وُہ جبل بوقبیس پر آ کر اس طرح شور شیں اور فریاد و غوغا کرنے لگا کہ اس کی تمام ذریت جمع ہو گئی۔ کہنے لگا تم پر سخت افسوس ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ متولد ہو گئے۔ یاد رکھو اس کے بعد لات و عزّیٰ اور تمام بُتوں کی عبادت باطل ہو جائے گی اور دنیا نورِ توحید سے معمور ہو جائے گی اور اسی طرح عرب کے تمام قبائل اور قریش کے تمام کاہن اپنی صنعت کاری (بُت تراشی) سے نادم و شرمندہ ہو گئے اور کہانت کا علم اُن سے سلب کر لیا گیا۔ اسی رات زمین و آسمان سے یہ صدا آنے لگی کہ اس نبی آخر الزماں کی آمد کا

وقت قریب آگیا ہے جس نے نو ماہ سے یُمن و برکت سے بطنِ آمنہؓ کو منوّر کیا ہے اور انہیں کسی قسم کا رنج والم نہیں پہنچا۔ ولادتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر، واقعہ فیل سے پچپیس دن بعد ہُوئی۔ ابرہہ بن اشرم بیت اللہ شریف (اللہ تعالیٰ اس کی تکریم و تشریف کو زیادہ کرے) کی تخریب کے لیے آیا تھا۔ یہ نوشیروانِ عادل کا زمانہ تھا جو حضورؐ کی ولادت کے بعد ۴۲ سال تک زندہ رہا۔

واقعہ اصحابِ فیل

یہ واقعہ یُوں ہُوا کہ ابرہہ نجاشی کے قتل سے یمن میں مقیم ہو گیا تھا اور یمن کی حکومت کے امُور کے بندوبست میں یہیں ٹھہرا رہا اور صنعاء میں ایک معبد کی بنیاد ڈالی جس کا نام قلیس رکھا۔ اس نے نجاشی کو لکھا کہ میں نے بادشاہ کے نام پر ایک معبد کی بنیاد ڈالی ہے جس کی عہدِ اوّل میں مثال نہیں ملتی۔ میری یہ خواہش ہے کہ کعبۂ عرب کو یہاں پلٹا دو اور کسی کو کہیں جانے کی اجازت نہ دو۔ جونہی یہ بات اہلِ عرب میں شہرت یاب ہُوئی تو عرب کے قبائل سے ایک شخص عصبیت کی بناء پر معبدِ قلیس میں آیا اور وہاں بول و براز کے لیے بیٹھ گیا اور بعض کہتے ہیں کہ عربوں نے اسے آگ لگا دی۔ معبدِ قلیس کی عمارت جو لکڑی کی بنی ہوئی تھی لیکن اسے سونے سے جڑاؤ کر دیا گیا تھا، کو آگ لگ گئی اور تمام کی تمام جل گئی۔ ابرہہ نے غضب ناک ہو کر قسم کھائی کہ وُہ خانہ کعبہ کو تباہ کر دے گا۔ چنانچہ حبشہ سے لشکر لے کر باہر آیا۔ اس کے ساتھ مختلف روایتوں کے مطابق ایک یا دس ہزار ہاتھی تھے۔ جب نزدیک پہنچے تو عبدالمطلب نے (تہامہ، وادیِ مکّہ کا تیسرا حصّہ مال پیش کیا تاکہ وُہ واپس چلے جائیں۔ انہوں نے یہ مال قبول نہ کیا، سوار ہو کر چلے، ہاتھی آگے آگے تھا۔ انھوں نے ہرچند ہاتھی کو حرم شریف کی طرف سلاخیں مار کر ہانکا لیکن وُہ نہ چلا، اور جب دوسری طرف چلاتے وہ رواں دواں جاتا سو عاجز آ گئے تو انھوں نے چند آدمی بھیجے جو حضرت عبدالمطلب کے اونٹ پکڑ لائے عبدالمطلب، اونٹ لینے کے لیے ابرہہ کے پاس گئے۔ جب ابرہہ نے انہیں دیکھا تو اس پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اس نے پُوچھا، یہ کون ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ تہامی سردار ہے اس نے عبدالمطلب کا استقبال کیا اور تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کیا

چاہتے ہیں؟ عبدالمطلب کہنے لگے کہ کچھ سواروں نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں ان سے کہئے وہ واپس کر دیں۔ اس نے کہا: "اے سردارِ قریش! میں تو اس گھر کو جس سے تمہاری عزت و شرف وابستہ ہے تباہ کرنے آیا ہوں۔ تجھے اس گھر کی کوئی فکر نہیں اور اونٹوں کا تقاضا کر رہے ہو؟ عبدالمطلب نے کہا: اونٹ میرے ہیں اور گھر میرے خدا کا ہے۔ وہ سب طاقت ور ہے اور اپنے گھر کی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ عبدالمطلب اونٹوں کو لے کر واپس لوٹے تو اسی وقت خانہ کعبہ کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر دعاء و مناجات میں مشغول ہو گئے اچانک ان کی نظر آسمان پر اٹھی۔ انہوں نے ایسے پرندے دیکھے جو کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے۔ ہر پرندے کی چونچ میں چنے سے چھوٹا اور مونگ کی دال کے دانے سے بڑا پتھر تھا۔ ان پرندوں کے پنجوں میں بھی دو دو پتھر تھے جن پر ہر کافر کا نام لکھا ہوا تھا۔ جب وہ پتھر کافروں کے سروں پر گرتے تو انہیں چیرتے ہوئے نکل جاتے اور وہ ہلاک ہو جاتے۔ اگر کوئی کافر گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کے گھوڑے کو چیرتا ہوا نکل جاتا اور راکب و مرکب دونوں کو تباہ کر دیتا۔ اس منظر کو دیکھ کر کافر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن وہ پرندے ان کا تعاقب کرتے رہے اور انہیں ہلاک کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ابرہہ نہایت بری حالت میں ہلاک ہوا۔ اس کا وزیر نجاشی کے دارالخلافہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور اسے تمام قصہ سنایا۔ نجاشی نے اس سے پوچھنا شروع کیا کہ وہ پرندے کیسے تھے جنہوں نے اتنے جنگجو آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ وزیر نے اوپر دیکھا تو ایک پرندہ اس کے سر کے گرد تھا، اشارہ کر کے کہنے لگا: اے بادشاہ! وہ پرندے اس طرح کے تھے۔ اسی وقت پرندے نے اس کے سر پر پتھر دے مارا اور وہ دیکھتے دیکھتے نجاشی کے سامنے ہلاک ہو گیا۔ یہ سب حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس کے قریب ہونے کی اور آپ کی نبوت کی علامات تھیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ان سنگریزوں میں سے بہت سے حضرت ام ہانی کے گھر میں تھے جن سے ہم بچپن میں کھیلا کرتے تھے۔ جب اس واقعہ کے بعد پچپن روز گزر گئے تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے حضرت عیسیٰ تک چھ سو بیس سال کی مدت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے

لے کر حضرت داؤد علیہ السلام تک بارہ سو سال کی مدت ہے اور حضرت داؤدؑ سے حضرت موسٰی علیہ السلام تک پانسو سال کی مدت ہے اور حضرت موسٰیؑ سے لے کر حضرت ابراہیمؑ تک سات سو ستر سال کی مدت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک چودہ سو سال کی مدت ہے اور طوفان سے لے کر حضرت آدمؑ علیہ السلام تک بارہ سو چالیس سال۔ اس طرح تمام مدت پانچ ہزار سات سو پچاس سال ہوتی ہے۔

رکن دوم

۲۷ شواہد جو خواجۂ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد ظہور میں آئے

ولادت پاک کی رات حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں حضور کی ولادت کے وقت گھر میں اکیلی تھی۔ عبدالمطلب طوافِ کعبہ میں معروف تھے اور حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چار مہینے پہلے مدینہ میں فوت ہو چکے تھے اور وہیں مدفون ہُوئے۔ جونہی میں نے اوپر دھیان کیا تو دیکھا کہ کوئی بہت بڑی شے چھت کی راہ سے گھر میں آرہی ہے اس سے مجھ پر ایک ہیبت سی چھا گئی تو مجھے ایسا معلوم ہُوا جیسے کہ ایک سفید پرندے نے اپنے پَر مجھ پر ملے ہیں اور وہ خوف و ہراس زائل ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے کوئی سفید رنگ کی پینے کی چیز دی جو میں سمجھتی ہُوں کہ دُودھ تھا۔ میں چونکہ پیاسی تھی اس لیے میں نے اس شربت سے چند گھونٹ پی لیے، پھر میں نے دراز قامت اور خوب صورت عورتیں دیکھیں جو عبدالمناف کی بیٹیوں سے ملتی جلتی تھیں۔ وہ میرے ارد گرد جمع ہو گئیں اور میرا حال احوال پُوچھنے لگیں۔ پھر میں نے ایک ریشمی کپڑا زمین سے آسمان تک آویزاں دیکھا۔ میں نے کسی کو کہتے ہُوئے سنا کہ اسے پکڑ لو۔ جونہی میری آنکھوں سے حجاب اُٹھا تو میں نے زمین کے مشرق و مغرب دیکھ لیے۔ پھر میں نے تین جھنڈے دیکھے، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا بامِ کعبہ پر بلند تھا۔ بعد ازاں بہت سی عورتیں میرے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ جب محمد علیہ الصلاۃ والسلام پیدا ہوئے تو آپ سربسجود ہو گئے اور اپنی ایک اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائی۔ اس کے بعد بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا جس کے باعث حضور علیہ السلام آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے سُنا کہ مُنادی کہہ رہا تھا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو تمام عالم کی سیر کرائی گئی ہے

تاکہ تمام مخلوق آپ کی صفات، آپ کی صورت اور اسم گرامی سے آشنا ہو جائے۔ یہ بادل صرف ایک لمحہ کے لیے منور رہا۔ میں نے محمد کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو دیکھا کہ آپ ایسے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے جو دودھ سے زیادہ سفید اور حریر و پرنیاں سے زیادہ نرم تھا۔ پھر ایک بادل پہلے سے بڑا آیا۔ اس میں میں نے انسانوں، گھوڑوں کی آوازیں سنیں۔ میں سن رہی تھی کہ منادی کہہ رہا تھا محمد علیہ الصلاۃ کی تمام جن و انس اور چرندوں پرندوں کو زیارت کرائی گئی پھر آپ کو آدم علیہ السلام کی صفوت و بزرگی، نوح علیہ السلام کی رقت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی آزمائش حضرت اسماعیل کی زبان، یوسف علیہ السلام کا جمال، یعقوب علیہ السلام کا بشرہ، داؤد علیہ السلام کی صورت، ایوب علیہ السلام کا صبر، یحییٰ علیہ السلام کا زہد اور عیسیٰ علیہ السلام کی سخاوت عطا ہوئیں۔ یہ بادل بھی صرف ایک لمحہ کے لیے ہی روشن ہوا۔

ستاروں سے جھولی بھر گئی

حضرت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت کے وقت حضرت سیدہ آمنہ رض کے ہاں حاضر تھی۔ اس رات مجھے ہر چیز آفتاب کی مانند روشن نظر آتی تھی۔ ستاروں کو میں نے دیکھا تو یوں معلوم ہوتے تھے جیسے میری طرف چلے آ رہے ہیں۔

روشنیاں نورِ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے ماند پڑ گئیں

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کہتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رض کی ممدہ و معاونہ میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا نور چراغ کی روشنی کو مات کر رہا تھا۔ میں نے اس رات دس علامات کا مشاہدہ کیا۔ اول یہ کہ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو سب سے پہلے سجدہ ریز ہوئے۔ دوم: جب سجدے سے سر اٹھایا تو فصیح و بلیغ زبان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کہا۔ سوم: میں نے گھر کو آپ کے چہرہ انور کے نور سے روشن و منور دیکھا۔ چہارم: میں نے چاہا کہ میں آپ کو نہلاؤں لیکن ہاتف نے آواز دی اے صفیہ! اپنے آپ کو زحمت نہ دے کیونکہ ہم نے اپنے محبوب کو پاک صاف پیدا کیا ہے۔ پنجم: پھر جب میں نے

یہ معلوم کرنا چاہا کہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ تو میں نے دیکھا کہ حضور مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے ہیں۔ ششم: جب میں نے چاہا کہ آپ کو کسی کپڑے میں لپیٹوں تو آپ کی پشت پر میں نے مہرِ نبوت دیکھی اور آپ کے کندھے کے درمیان دیکھا تو وہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔

کعبے میں بُت سرنگوں ہو گئے

حضرت عبدالمطلب کا بیان ہے کہ حضور علیہ السّلام کی ولادت کے وقت طوافِ کعبہ میں مصروف تھا۔ جب آدھی رات گزری تو میں نے خانہ کعبہ کو بمقام ابراہیم کی طرف سجدہ اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے دیکھا اور کہتے سنا کہ اب مجھے مشرکوں کی نجاستوں اور زمانہ جہالت کی ناپاکیوں سے پاک و صاف کر دیا گیا ہے۔ پھر اس میں تمام بُت جھک گئے میں نے ہُبل کی طرف دیکھا جو سب سے بڑا بُت تھا تو وہ بھی اوندھے مُنہ ایک پتھر پر پڑا ہوا تھا اور منادی نے یہ صدا دی کہ حضرت آمنہ رض کے بطن سے **مُحَمَّد** پیدا ہو چکے ہیں۔ اس وقت میں صفا پہاڑ پر چلا گیا۔ صفا پہاڑ کو میں نے پُرغوغا دیکھا۔ مجھے ایسا نظر آتا تھا گویا تمام پرندے اور بادل مکہ پر سایہ کرنے آئے ہیں۔ پھر میں حضرت آمنہ رض کے گھر کی طرف آیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے کہا دروازہ کھولو۔ حضرت آمنہ رض نے کہا ابا جان! محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا: لاؤ ذرا دیکھوں تو۔ کہنے لگیں: اجازت نہیں۔ پھر میں نے کہا: اے آمنہ رض! اس بچے کو تین دن تک کسی کو مت دکھانا۔ یہ کہہ کر میں نے تلوار سونتی اور گھر سے باہر چلا گیا۔ میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو تلوار سونتے ہوئے تھا اور چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھا، کہنے لگا: اے عبدالمطلب! واپس جا تاکہ ملائکہ، مقربین اور تمام علیین کے رہنے والے تیرے بچے کی زیارت سے فارغ ہوں۔ اس سے میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میں اسی حالت میں باہر آ گیا تاکہ قریش کو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی خبر دوں لیکن میری زبان ایک ہفتہ تک بند ہو گئی اور میں کسی سے بات نہ کر سکا۔

حضور حلیمہ کی گود میں

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا: کیا طیور و سحاب حضور علیہ السّلام کی رضاعت میں ایک دوسرے سے جھگڑا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں! انسانوں کے سوا تمام خلقِ خدا عزّ و جل اس میں جھگڑتی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پیدا ہوئے تو آواز آئی، اے گروہِ مخلوق! محمد بن عبداللہ پیدا ہو گئے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہے وہ پستان جس سے آپ دُودھ پئیں۔ اس پر تمام مخلوق میں نزاع پیدا ہو گیا۔ آخر آواز آئی کہ جھگڑے سے باز آجاؤ کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کی رضاعت بھی کسی انسان کے مقدر کر دی ہے۔ جب تین دن گزرے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق ثوبیہ جو ابولہب کی لونڈی تھی حضرت حلیمہؓ کے آنے تک آپ کو دُودھ پلانے پر متعین رہی۔ اس کے چار ماہ بعد حضرت حلیمہؓ آئیں۔

قصر کسریٰ کے چودہ مینار زمیں بوس ہو گئے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی شب کسریٰ بادشاہ ایران کا محل جنبش کھا گیا۔ اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتشکدۂ فارس جو ہزار سال سے فروزاں تھا اور اس مدت میں کبھی نہ بجھا، ٹھنڈا ہو گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ ایک مُوبد نے جو مجوسیوں سے زیادہ عالم تھا خواب دیکھا کہ کچھ بے مہار و سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کو مار رہے ہیں تا آنکہ دجلہ تک چلے گئے اور پھر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ کسریٰ محل کی جنبش اور چودہ کنگروں کے گرنے سے سہم گیا۔ اگرچہ آپے میں رہا لیکن اطمینان خاطر جاتا رہا۔ صبح ہوئی تو بے قرار ہو گیا۔ تخت پر بیٹھتے ہی وہ تمام ماجرا اپنے وزیروں اور داناؤں کو کہہ سُنایا۔ ابھی قصہ تمام نہیں ہوا تھا کہ آتش کدہ فارس کے بجھنے کی خبر مل گئی جس سے بادشاہ کی فرومائگی اور بڑھ گئی۔ اسی وقت مُوبدِ مُوبدان نے اپنی خواب کا تذکرہ بادشاہ سے کیا۔ بادشاہ پوچھنے لگا: اے مُوبدِ مُوبدان! یہ کیا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا: یہ ایک ایسا حادثہ ہے جو نواحی عرب میں واقع ہوا ہے۔ کسریٰ نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ دانا و عاقل آدمی سے اس کے متعلق پوچھے۔ اس نے عبدالمسیح غسانی کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا جس نے اس سے رُونما ہونے والے

واقعہ سے متعلق پُوچھا۔ اس نے کہا اس کا علم تو میرے چچا سطیح غسانی کو ہے۔ بادشاہ نے کہا: جاؤ اسے پوچھو۔ عبدالمسیح گیا تو دیکھا وہ بسترِ مرگ پر تھا۔ اسے سلام کیا اس نے جواب نہ دیا۔ اس نے شعر کہنے شروع کر دیئے۔ جب سطیح نے اس کا شعر سُنا تو آنکھ کھولی اور کہا، کیا تجھے بادشاہِ ایران نے بھیجا ہے۔ دیکھو جنبش ایوان کسریٰ محل کے کنگروں کا گرنا، موبد موبدان کا خواب دیکھنا، آتش کدۂ فارس کا ٹھنڈا ہونا، دریائے ساوہ کا خشک ہونا، یہ سب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے نشانات ہیں اور اس بات کی علامات ہیں کہ وہ اس سرزمین پر قبضہ کر لیں گے۔ اب صرف چودہ ایرانی بادشاہ حکومت کریں گے پھر ان کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ جب عبدالمسیح نے کسریٰ کو یہ بات بتائی تو کہنے لگا، جتنا عرصہ چودہ بادشاہ حکومت کریں گے بے حاصل و لاحاصل ہوگا۔ چنانچہ دس بادشاہ صرف چار سال تک حکومت کر سکے۔ پہلا نوشیرواں اور چار دُوسرے۔ حضرت سیدنا امیرالمومنین عثمان بن عفانؓ کی خلافت تک۔

ایک اور روایت میں یُوں آیا ہے کہ بادشاہِ ایران نے دجلہ کے کنارے ایک محل کی بنیاد رکھی تو اس پر اس قدر مال و دولت صرف کی کہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ ایک دن اس کے محل کے درمیان ایک شگاف پڑ گیا، وہ بناء جو اس نے رکھی تھی پانی بہا کر لے گیا، اس وقت اس کے پاس تین سو ساٹھ جادوگر، نجومی اور روحانی عامل تھے۔ اُن میں عرب کا ایک شخص ثائب نامی تھا۔ اسے کہانت میں بڑی دسترس تھی اور جو وُہ کہتا اس میں بہت کم غلطی ہوتی۔ بادشاہ نے ان کا ایک گروہ جمع کیا اور کہا میرا محل ٹوٹ گیا ہے اور اس کی اساس و بنیاد خراب ہو گئی ہے۔ اس بارے میں کچھ غور کر کے کہ یہ کیوں ہُوا ہے۔ یہ سُن کر وہ سب اس کے سامنے سے اُٹھ آئے تاکہ اس مسئلہ پر غور و فکر کریں۔ اُن پر اُن کے سحر و جادو اور کہانت کی تمام راہیں بند ہو گئیں۔ ثائب اسی تاریک رات میں بالائی پشتہ پر گیا اور آسمان کے کناروں پر نظر ماری اور دیکھا کہ حجاز کی جانب سے بجلی چمکی اور مشرق تک پہنچ گئی۔ جب صبح ہُوئی تو اس نے دیکھا کہ اس کے قدموں کے نیچے سبزہ ہی سبزہ تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا، مَیں نے جو بھی دیکھا ہے سچ ہے لیکن حجاز سے ایک ایسے بادشاہ کا ظہور ہوگا جو تمام مشرق کو محیط کرے گا اور دنیا میں فراخی و کشادگی پیدا کرے گا۔ جب تمام کاہن و شعبدہ باز اور نجومی ایک جگہ اکٹھے ہُوئے تو یہ اتفاق رائے سے کہنے لگے کہ کوئی پیغمبر علیہ السلام

پیدا ہوا ہے یا ہوگا جس کے قبضہ میں ملکِ کسریٰ چلا جائے گا لیکن یہ تمام ماجرا اس کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ہم سب کو قتل کرڈالے گا۔ وہ اس کے پاس آئے اور کہا کہ محل میں شکست و ریخت اور بناءِ دجلہ میں اس وجہ سے خرابی واقع ہوگئی تھی کہ بنیاد رکھنے کے وقت پسند و ناپسند میں غلطی ہوئی تھی۔ ہم وقت پسند کرتے ہیں تاکہ اب بنیاد میں خرابی پیدا نہ ہو۔ انہوں نے وقت پسند کیا اور دوسری دفعہ بنا رکھی گئی۔ جب محل مکمل ہوا تو اس نے تمام اعیانِ سلطنت کے ساتھ اس میں ایک جشن رچایا، دجلہ میں زور سے طغیانی آئی محل کی تمام بنیاد خراب ہوگئی۔ بادشاہ کو پانی سے نیم مردہ باہر نکالا گیا۔ بادشاہ نے نجومیوں اور کاہنوں پر نہایت سختی کی اور بعض کو قتل کردیا باقیوں نے کہا چونکہ ہم سے پہلے کاہنوں اور نجومیوں سے خطا ہوگئی تھی اس لیے ہم سے بھی خطا واقع ہوگئی ہے۔ بادشاہ نے ایک دفعہ اور محل کی بنیاد رکھی۔ جب وہ مکمل ہوا تو خائف و ترساں اس پر پاؤں رکھا لیکن وہ بنیادیں ہل گئیں۔ اور پھر اسے نیم مردہ حالت میں پانی سے باہر نکالا گیا۔ بادشاہ نے ان تمام کے قتل کا حکم دیا تو کہنے لگے: سچی بات یہ ہے کہ ایک پیغمبر مبعوث ہوچکا ہے یا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو دجلہ کے کنارے محل کی بنیاد رکھنے سے باز آگیا۔

ولادت کی خبر سُن کر یہودی بوکھلا اُٹھے جس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوئی مکہ میں ایک یہودی ساکن تھا وہ قریش کی مجلس میں آکر پوچھنے لگا: کیا پیر کو تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ وہ کہنے لگا: اگر تم میں سے ہوگزرا تو پروا نہیں پیر کو اس اُمت کا پیغمبر پیدا ہوا ہے۔ اگر تم میں سے نہیں ہوا تو فلسطین میں ہوگا جس کے کندھوں کے درمیان چند بال ہوں گے۔ متواتر دو رات تک دودھ نہیں پئے گا کیونکہ کوئی بدرُوح اس کے منہ میں اُنگلی ڈال کر اُسے دودھ پینے سے باز رکھتی ہے۔ قریش اس مجلس سے ادھر ادھر ہوتے ہی حیرانی کی حالت میں اپنے اپنے گھروں کو گئے۔ انہیں پتہ چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کو خدائے تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا ہے اور اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے۔ قریش نے یہ قصہ یہودی کو سنایا تو وہ حضرت آمنہؓ کے گھر آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان وہ علامات

دیکھیں تو بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہا: خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو کر قریش کی طرف آ گئی ہے۔ پھر کیا تمہیں اس کی ولادت سے خوشی ہو رہی ہے۔ وہ بخدا تم پر ایسا غلبہ اور سختی کرے گا کہ مشرق و مغرب کے لوگ جان لیں گے۔

حلیمہ سعدیہؓ کی قسمت جاگ اُٹھی

حلیمہ سعدیہؓ جو آپ کی مُرضعہ تھی، فرماتی ہیں کہ میں چند عورتوں کے ساتھ قریش کے بچے لانے کیلیے مکہ روانہ ہوئی تو میرا شوہر بھی میرے ساتھ تھا۔ ہمارے پاس ایک گدھی اور ایک اُونٹنی تھی جو دُودھ نہیں دیتی تھی۔ اس سال سخت قحط کی وجہ سے لوگ بے حال تھے۔ میرے پستانوں میں اتنا دُودھ بھی نہ تھا جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بھائی حضرت حمزہ سیر ہو سکتے۔ ان کے رونے سے میری راتوں کی نیند جاتی رہتی۔ جب میں مکہ میں پہنچی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیئے گئے۔ میں نے نادانی کے باعث یُوں کہہ دیا کہ دایہ کے احسان کا بدلہ چکانے کیلیے باپ کا موجود ہونا ضروری ہے اور آپ کے والد محترم وصال کر چکے ہیں۔ اسی دوران میں تمام دوسری دائیوں نے بچے حاصل کر لیے اور کوئی اور بچہ بڑے گھرانے کا باقی نہ رہا۔ مجھے بغیر کسی بچہ کے واپس جانے سے شرم محسوس ہوئی۔ میں نے آپ کو قبول کر لیا۔ حضرت آمنہؓ نے مجھ سے کہا کہ مجھے یہ ہاتف نے صدا دی ہے کہ اپنے بچے کے لیے دایہ کا انتخاب بنی سعد سے کرنا جو آل ذویب سے ہو۔ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں میں نے کہا میں بنی سعد سے ہُوں اور میرے باپ کا نام ذویب ہے اور میرا شوہر ابو ذویب ہے۔ حضرت آمنہؓ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے اندر لے گئیں۔ میں نے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک صُوف کے کپڑے میں لپیٹا ہوا دیکھا۔ آپ سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور آپ کے چہرۂ انور سے نیک بختی و سعادت کے آثار روشن تھے۔ آپ سبز کپڑے پر سو رہے تھے میں نے اپنے پستان آپ کے مُنہ پر رکھے تو آپ نے آنکھیں کھولیں۔ میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی آنکھوں سے ایک نور عرشِ عظیم کی طرف گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر آپکا چہرۂ انور چُوم لیا اور حضرت آمنہؓ سے آپ کو اوجھل کر دیا، پھر میں نے آپ کو اٹھا لیا اور آپ کو دایاں پستان دیا جو آپ نے چُوسنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد میں نے بایاں پستان آپ کے دہان مبارک میں ڈالا تو آپ نے اُسے نہ پیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت حق تعالیٰ نے

حضورؐ کو بذریعہ الہام عدل و انصاف کرنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ ایک پستان میں آپ کے ایک ساتھی کا حصہ ہے اسی باعث آپ نے بائیں پستان کو چھوڑ دیا۔ حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں : میں دایاں پستان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیتی تھی اور بایاں اپنے بیٹے حمزہؓ کو۔ اور حمزہؓ آپ سے پہلے کبھی دُودھ نہ پیتے تھے۔

حلیمہؓ کا گھر برکات کا گہوارہ بن گیا حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حمزہؓ دونوں کو دُودھ پلاتی تھی لیکن پھر بھی میرے پستان دُودھ سے بھرے رہتے تھے اور میری بے شیر اُونٹنی شیردار ہوگئی۔ ہمارے گھر کا ہر برتن دُودھ سے بھر گیا۔ میرا شوہر کہنے لگا : اے حلیمہ ! ہمارے گھر میں برکت ہی برکت آگئی ہے اور شاید حق تعالیٰ نے ہم پر اپنی عنایات کا اظہار کیا ہے اور یہ تمام برکت اس سعادت مند بچے کے باعث ہے۔

جبرئیل گہوارہ جنبانی کی خدمت پر حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں جب میں محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے گھر لے گئی تو میں نے مکہ میں تین راتیں قیام کیا۔ تیسری رات میں نے دیکھا کہ ایک شخص سبز لباس میں ملبوس ہے اور اس کی پیشانی سے نور چمک رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھ کر آپ کو بوسہ دے رہا ہے۔ میں نے اس واقعہ سے اپنے شوہر کو آگاہ کر دیا۔ وہ بولے : اے حلیمہ اس راز کو میں نہیں جانتا مگر اتنا معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ سعادت مند ہو کر کوئی بھی اپنے وطن واپس نہیں جائے گا۔

حضورؐ کی اوّلین سواری حضرت حلیمہ سعدیہؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آگے بٹھایا۔ میں نے دیکھا وہ گدھی تین دفعہ کعبہ کی طرف سجدہ ریز ہوئی۔ پھر سر اُوپر اٹھایا اور تمام سواریوں سے آگے نکل گئی اور اس طرح دوڑی جا رہی تھی کہ تمام سواریاں پیچھے رہ گئیں۔ میری ساتھیوں نے کہا : اے حلیمہ اپنی سواری کی لگام کھینچ کر رکھو۔ کیا یہ وہی سواری ہے جو ہزار حیلوں کے باوجود اپنی جگہ سے نہیں ہلتی تھی؟ میں نے کہا مجھے یقین ہے یہ سب کچھ اس بچے کی برکت کی وجہ

سے سُنے۔

بنو سعد کی چراگاہیں سر سبز ہو گئیں حضرت حلیمہؓ یہ بھی کہتی ہیں کہ بنی سعد کی کسی بھی منزل گاہ میں ہم نہ اُترے کیونکہ وہاں سبزہ نظر نہ آتا تھا اور نہ ہی کچھ شگفتگی و تر و تازگی ہی تھی۔ لیکن میرے جانوروں کو حق تعالیٰ نے یہ برکت دی کہ تمام بکریوں کے تھن دُودھ سے بھر گئے۔ یہاں تک کہ بنی سعد کے تمام لوگ اپنے چرواہوں پر ناراضی کا اظہار کرنے لگے کہ ابو ذویب کی بکریاں کیوں موٹی تازی ہو رہی ہیں اور ہماری بکریاں کمزور و لاغر ہوتی جا رہی ہیں حالانکہ تم بھی وہیں چراتے ہو جہاں ابو ذویب چراتے ہیں۔

ولادت کا سالِ اوّلین اسی طرح حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں جب آپ کے نزدیک ہو کر کوئی بات کرنے لگتے تو سب سے عجب چیز یہ تھی کہ ایک آواز اُٹھتی اور آپ اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہتے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ کے ہُوئے لڑکوں کی طرف سُرین کے بل چلتے۔ اور جب پانچ ماہ کے ہُوئے تو اُٹھ کر چلنے لگے۔ جب چھ ماہ کے ہُوئے تو تیز تیز چلنے لگے اور جب سات ماہ کے ہُوئے تو جدھر چاہتے خوشی سے چلے جاتے۔ اور جب آٹھ ماہ کے ہُوئے تو گفتگو کا مفہوم ہی سمجھ میں آتا تھا لیکن نو ماہ کی عمر شریف میں فصیح گفتگو کرنے لگے۔ اور جب دس ماہ کے ہُوئے تو لڑکوں کے ساتھ تیر اندازی کیا کرتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

رضاعت کے ایام حضرت حلیمہؓ کا بیان ہے کہ میں رضاعت کے دوران میں آپؐ کی عادتِ شریفہ سے بہت آرام میں تھی۔ آپؐ نے ہرگز کسی چیز پر پیشاب نہ کیا جسے مجھے دھونا پڑا ہو بلکہ ہر روز و شب وقتِ مقرر پر ایک بار پیشاب کیا کرتے تھے دُوسرے دن جب تک وہ وقت نہ ہوتا آپؐ پیشاب نہ کرتے۔

شیخ ہُذَیل چیخ پڑا حضرت حلیمہؓ کا ہی بیان ہے کہ جب ہم مکہ سے باہر آئے تو ہم ایک حوض پر ٹھہر گئے۔ اسی جگہ شیخ ہُذَیل بھی موجود تھا۔ میری ساتھیوں نے کہا کہ عجیب و غریب باتیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ نے تجھے

کہی ہیں اس سے پوچھ۔ میں نے پوچھا: اے شیخ! اس بچے کی والدہ محترمہ نے کہا تھا کہ اس کی ولادت کے وقت مجھ سے ایک نور نکلا جس سے تمام چیزیں منور ہو گئیں۔ جب حضور زمین پر تشریف لائے تو آپ نے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اپنا سر انور اوپر اٹھایا اور پھر اپنا چہرۂ انور آسمان کی طرف کیا۔ شیخ ہذیل نے شور مچا دیا کہ اے آلِ ہذیل! اس بچے کو ہلاک کر دو کہ یہ تمام روئے زمین کا مالک بن جائے گا اور آسمان سے کسی حکم کا منتظر ہے۔

حبشہ کے عیسائیوں کی خواہش

حضرت حلیمہؓ مزید فرماتی ہیں: جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دو سال کے ہوئے اور آپ کی واپسی کا وقت آیا۔ میں آپ کو آپ کی والدہ محترمہ کے پاس لے گئی تاکہ ان کے سپرد کر دوں لیکن میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ خیر و برکت ہم سے جدا ہو۔ ہم نے کہا ہم نے کسی بچے کو اس بچہ سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا اور مکہ کی گرمی اور وبا سے ہمیں خطرہ ہے اس لیے آپ حضور کو دوبارہ ہمارے حوالے کر دیں۔ جنابہ آمنہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر ہمارے سپرد کر دیا اور ایک سال تک حضور پھر ہمارے پاس رہے۔ ایک دن ہم حبشہ کے عیسائیوں کے پاس سے گزرے انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر آپ کی طرف تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے اور اپنے کاموں کو چھوڑ کر آپ کے متعلق پوچھ گچھ کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کے دونوں کندھوں کے متعلق کچھ تامل کیا اور آپ کی آنکھوں کی سرخی کو دیکھا۔ پھر مجھ سے پوچھا: کیا تیرے اس بچے کو آنکھ میں درد ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا جتنا مال لینا چاہتی ہو لے لو۔ تمہارے ہزارہا احسان ہم لینے کو تیار رہیں۔ یہ بچہ ہمیں دے دو تاکہ ہم اسے حبشہ میں لے جائیں کیونکہ اس کی شان بہت بلند ہو گی ہم نے اپنی کتابوں میں اس طرح لکھا پایا ہے کہ ایک ایسا پیغمبر باقی ہے جس کا مقام پیدائش مکہ میں ہو گا اور میرا خیال ہے وہ تشریف لے آیا ہے یا تشریف لانے کے نزدیک ہے۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں مجھے ان سے بہت خوف آیا اور وہاں سے آدھی رات کے وقت چل پڑی۔

بادل سر پر سایہ کرتے ہیں

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں: جب محمد علیہ السلام تین سال کے ہوئے تو آپ نے اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ مکہ کی چراگاہ میں جانے کی خواہش کی۔ چنانچہ آپ ہر روز عصا ہاتھ میں لے کر

اپنے بھائیوں کے ساتھ نہایت شاداں و فرحاں چراگاہ میں جاتے اور بہ نہایت خوشی واپس آتے۔ ایک دن بہت گرم ہوا چل رہی تھی ۔ مجھے افسوس ہوا کہ آپ اس تشویشناک موسم میں باہر جائیں گے تو آپ کی رضاعی بہن حضرت شیما ؓ بولیں : امی جان ! غم نہ کیجئے جب میں آپ کے ساتھ جا رہی تھی تو میں نے برکان کے درمیان ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو آپ کے سر پر سایہ کیے ہوئے تھا ۔ آپ جس طرف جاتے وہ آپ کے ساتھ ساتھ اسی طرف ہولیتا ۔

شق الصدر کا واقعہ

حضرت حلیمہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ ؐ بکریوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے تو آپ ؐ کے بھائی حمزہ ؓ دوپہر کے وقت چراگاہ سے روتے ہوئے گھر آئے اور کہنے لگے : اے امی ! میرے قریشی بھائی کی فکر کرو ۔ مجھے تو اس کا ملنا اب دشوار نظر آ رہا ہے ۔ میں نے کہا : قصہ کیا ہے ؟ وہ بولے : جب ہم کھیل رہے تھے تو ایک شخص آپ کو اچک کر پہاڑ پر لے گیا اور آپ کے شکم مبارک کو چاک کر دیا ۔ حضرت حلیمہ ؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے سنا میں ابو ذویب کے ہمراہ وہاں پہنچی ہم نے آپ کو پہاڑ پر آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے دیکھا ۔ میں نے اس کے قریب ہو کر اسے بوسہ دیا اور کہا : اے میری جان کیسے ہو اور کون تیرے در پے آزار ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "جب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو تین آدمی آئے ایک کے ہاتھ میں لوٹا تھا ، دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کی طشتری تھی جو سفید برف سے پُر تھی ۔ وہ مجھے میرے بھائیوں کے درمیان سے اٹھا کر پہاڑ پر لے گئے ۔ ایک نے نہایت شفقت سے مجھے سلایا اور میرا سینہ ناف تک چاک کیا ۔ میں نے دیکھا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی ۔ اس نے میرا دل اندر سے نکالا پھر اسے چیر کر اس سے سیاہ خون نکالا اور اسے باہر پھینک دیا اور پھر کہا کہ یہ آپ کے اندر خراب مادہ تھا جو ہم نے نکال دیا اور اب آپ شیطان کے وسوسے سے بالکل محفوظ و مصئون ہو گئے ہیں پھر میرے دل کو واپس رکھ دیا اور اس پر نور کی مہر لگا دی مجھے اس مہر کی سردی کا احساس اب تک ریشوں اور پٹھوں میں ہوتا ہے ۔ تیسرا آدمی اُٹھا اور پہلے دونوں سے کہنے لگا آپ چلے جائیں کیونکہ تم نے اپنا کام کر لیا ہے ۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور میرے سینہ کے شگاف پر ہاتھ رکھا جس سے زخم مندمل ہو گیا ۔ پھر اُن میں سے دو آدمی آپس میں کہنے لگے کہ آپ کو اور آپ کی اُمت کے دس

افراد کو مرتبہ اعلیٰ دو۔ میں نے کہا مَیں تو اور بھی لُوں گا۔ پھر اس نے کہا اچھا! آپ کی اُمت کے سو افراد کو اعلیٰ مرتبہ سے نوازو۔ پھر میں نے کہا میں تو اور لُوں گا۔ اس نے کہا چلو آپ کی اُمت کے ایک ہزار افراد کو نعمت سے نوازو۔ میں نے پھر کہا میں اور لوں گا۔ وہ بولا چھوڑیئے، آپ تو پھر بھی اور اور فرماتے جائیں گے اگر آپ کی تمام اُمت کو نوازا جائے۔ پھر ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بٹھا دیا۔ بعد ازاں تینوں نے میرے سر اور پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا: اے حبیبِ خدا آپ خائف و ترساں نہ ہوں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بارگاہِ رب العزت سے آپ کو کیا کیا سعادتیں اور کرامتیں عطا ہونے والی ہیں۔ آپ کی بصیرتِ چشم ہر لحظہ فزوں سے فزوں تر ہو جائیگی۔ پھر وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور آسمان کی پنہائیوں میں غائب ہو گئے۔

کاہن چلا اُٹھا

حضرت حلیمہؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب میں نے ان احوال کا مشاہدہ کیا اور اس کا ذکر کسی آدمی سے کیا تو کہنے لگے کسی کاہن کے پاس لے جانا چاہیے کہ ان پر کسی جن کا سایہ ہے۔ میں آپ کو کاہن کے پاس لے گئی اور تمام صورت حال سے اسے آگاہ کر دیا۔ وہ کاہن اسی وقت اپنی جگہ سے اُٹھا اور حضور کو اپنے سینہ سے لگا کر کہنے لگا اے آلِ عرب! آؤ جو بلا تم پر نازل ہونے والی ہے اس کا وقت قریب آ گیا ہے اُسے دُور کرو اس بچے کو مار ڈالو۔ اگر اسے چھوڑ دو گے اور جوان ہو گیا تو لازماً تمہارے دین کو تہ و بالا کر دے گا اور ایسے دین کی تبلیغ کرے گا جو نہ دیکھنے اور نہ سننے میں آیا ہو گا۔ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں جب میں نے اس کے یہ کلمات سُنے تو میں نے حضور علیہ السّلام کو اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کاہن سے کہا: شاید تم دیوانے ہو گئے ہو۔ تمہیں کسی کاہن کے پاس لے جانا چاہیے تاکہ تجھے تعویذ دے۔ اگر میں جانتی کہ تُو اس قسم کی بکواس کرے گا تو ہرگز تیرے پاس نہ آتی۔ میں تو اپنے لال کو بغرضِ قتل کسی کے حوالے نہیں کرتی۔ خدا کرے تیرے گھر کوئی لڑکا پیدا ہو جو تجھے قتل کر دے۔ پھر میں آپ کو لے کر واپس گھر آ گئی۔

اسمِ محمدؐ سے ہُبل سرنگوں ہو گیا

پھر حضرت حلیمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے ان حالات کا مشاہدہ کیا تو میں نے آپ کو مکہ واپس لے جانے کا عزم کر لیا تاکہ میں امانت سے عہدہ برآ ہو سکوں۔ جب میں عازمِ مکہ ہوئی تو منادی کو

یہ کہتے ہوئے سُنا: "اے سرزمینِ بطحا تجھے مبارک ہو کہ آج نورِ یقین حسن و جمالِ دین، کمال بلندی و اقبال اور عزت و جلال تیری طرف لوٹ رہا ہے اور اب ابدالآباد تک تمام آلام و مصائب اور کفر و ظلمت مٹ جائیں گے۔

میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور آپ کو مکہ لے گئی راستے میں مَیں نے ایک جماعت دیکھی جس کے پاس حضور علیہ السلام کو بٹھا دیا اور کسی کام کے لیے ایک طرف چلی گئی۔ اچانک ایک خوفناک آواز سنائی دی اور میں جلدی سے حضور علیہ السلام کی طرف لوٹی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نظر نہ آئے۔ میں نے پُوچھا لوگو! یہاں میرا بچہ تھا کہاں گیا؟ انہوں نے پوچھا کون سا بچہ۔ میں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ، جسے میں اس کے دادا کے سپرد کرنے کے لیے لائی تھی۔ کسی نے آپ کا پتہ نہ دیا۔ میں ان کو چھوڑ کر نالہ و فریاد کرتی اور ہائے ہائے محمدؐ کہتی ہوئی اِدھر اُدھر پھر رہی تھی کہ مجھ سے ایک ضعیف و ناتواں آدمی نے کہا کہ اے سعدیہ! میں تجھے ایک ایسی ہستی بتاؤں جو تجھے تیرے بچے کا پتہ بتائے اور واپس بھی کرا دے؟ میں نے کہا تیرے قربان جاؤں وہ کون سی ہستی ہے؟ وُہ کہنے لگا وہ ہستی ہُبل ہے۔ میں نے اس بُڑھے کے لیے بدُعا کی اور کہا شاید تجھے پتہ نہیں کہ حضورؐ کی ولادت کی شب تمام بُتوں اور خاص کر ہُبل پر کیا گزری؟ وہ کہنے لگا اے سعدیہ تُو پاگل ہوگئی ہے۔ میں ابھی ہُبل کے پاس جاتا ہُوں اور اُس سے درخواست کرتا ہوں کہ تیرا بچہ تجھے دلا دے۔ وہ گیا اور سات بار ہبل کے گرد گھوما اور اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا: اے میرے آقا! قریش تیرے لطف و کرم سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہے ہیں اس کمزور و ناتواں سعدیہ کا بچہ محمد گم ہو گیا ہے۔ جب وہ محمد (ص) کا لفظ زبان پر لایا، ہُبل اور تمام بُت زمین پر سرنگوں ہو گئے اور کہنے لگے اے بُوڑھے! ہماری ہلاکت محمدؐ (ص) کے ہاتھ پر مقدر ہو چکی ہے۔ وہ بوڑھا لرزہ براندام واپس آگیا اور کہا کہ اے سعدیہ! تیرے بیٹے کا پروردگار اسے ضائع نہیں ہونے دے گا، حیران نہ ہو اور اسے خاموشی سے تلاش کر۔ حلیمہؓ بیان کرتی ہیں مَیں بہت ڈر گئی۔ عبدالمطلب کے پاس جانے سے پہلے حضورؐ کے گم ہونے کی خبر انہیں مل چکی تھی۔ میں نے انہیں تمام قصہ سُنایا۔ ان کو یہ گمان ہُوا کہ شاید قریش نے کچھ فریب کاری کی ہے۔ آپ نے تلوار سونت لی اور بآوازِ بلند "اے آلِ غالب" کہا۔ تمام لوگ

ان کے سامنے جمع ہو گئے اور پھر اُن سے مل کر آپؐ کو ڈھونڈنے لگ گئے۔ لیکن کسی جگہ آپؐ کا نشان نہ ملا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان تمام کو رخصت کر دیا۔ اکیلے حرم مکہ میں آئے۔ سات بار طواف کر کے بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی کہ بار الٰہا! محمد کو لوٹا دے۔ اسی وقت زمین و آسمان سے ہاتف نے ندا دی کہ اب محمد کا پروردگار اسے ضائع نہیں ہونے دے گا۔ عبدالمطلب نے پوچھا: اے ہاتف! محمدؐ کہاں ہیں؟ آواز آئی، وادیٔ تہامہ میں فلاں درخت کے پاس ہیں۔ عبدالمطلب جلدی سے ادھر ہو لئے۔ راستہ میں ورقہ بن نوفل مل گئے اور دونوں اس جگہ پہنچ گئے انھوں نے آپ کو ایک درخت کے نیچے ٹہنی سے کھیلتا ہوا پایا۔ عبدالمطلب بولے: میرے بیٹے میں تیرا دادا ہوں۔ انہوں نے آپؐ کو گھوڑے پر بٹھایا اور مکہ لے آئے۔ اور اس کے بعد حلیمہؓ کو بہت سے انعام واکرام کے ساتھ اپنے قبیلے میں لے آئے۔ امیرالمومنین حضرت عباسؓ نے حضورؐ کی بعض مدحتوں اور منقبتوں میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

من قبلها طبت فی ظلال وفی
مستودع حیث یخصف الورق

چاند گھوارے میں کھلونا بن گیا

حضرت امیرالمومنین عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: مجھے آپؐ کے دین کی دعوت اس وقت مل گئی تھی جب آپؐ گھوارے میں تھے اور چاند سے باتیں کیا کرتے تھے۔ جب آپؐ گھوارے میں چاند کو جس طرف بھی انگلی کا اشارہ کرتے وہ اسی طرف جھک جاتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے منع کرتا۔ اور جس وقت چاند تحت العرش سجدہ کرتا تو اس کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔"

(اعلیٰ حضرت مولانا شاہ حافظ قاری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلوی اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں:

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مصطفیٰ
کیا اشاروں پر وہ چلتا تھا کھلونا نور کا)

حضورؐ حضرت آمنہؓ کے ساتھ مدینہ پاک میں جب حضرت آمنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ لے گئیں تو آپ کی خدمت گزاری کے لیے حضرت اُمِّ ایمن تھیں جو آپ کے ساتھ ایک ماہ تک رہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ شریف تشریف لے گئے تو وہ باتیں جو اقامت کے دوران میں ہُوئی تھیں یاد کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن ایک یہودی مجھے غور سے دیکھنے لگا اور پھر کہنے لگا: اے لڑکے! تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پھر اس نے میری پیٹھ پر نظر ماری تو میں نے اسے کہتے ہُوئے سُنا: "یہ اس اُمت کے پیغمبر ہیں۔" پھر میرے احوال پُوچھنے لگا اور لوگوں کو بھی بتانے لگا۔ میری امّی اس واقعہ سے ڈر گئیں اور ہم مدینہ سے نکل آئے۔ حضرت اُمِّ ایمن فرماتی ہیں جب ہم مدینہ منورہ میں مقیم تھے تو ایک دن دوپہر کے وقت دو یہودی آئے اور کہا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باہر لائیے میں آپ کو باہر لائی تو وہ آپ کو تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے آپ کی پشت مبارک کو غور سے دیکھا۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگا: "یہ اس اُمت کے پیغمبر علیہ السلام ہیں اور یہ شہر آپ کا دار الہجرت ہوگا اور بہت جلد ہوگا اور اس شہر میں قتل و غارت بہت ہوں گے۔

حضرت آمنہؓ عالمِ نزع میں اور جب واپسی کے وقت موضع ابواء جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقعہ ہے، پہنچے تو حضرت آمنہ بیمار ہوگئیں۔ حضور علیہ السلام آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ کی والدہ بے ہوش ہوگئیں۔ جب ہوش آیا تو اپنا چہرہ حضور علیہ السلام کی طرف کر کے فرمانے لگیں ؎

بارك الله فيك من غلام
ان صح ما ابصرت فى المنام
فانت مبعوث الى الانام
من عند ذى الجلال والاكرام

اس کے بعد فرمایا:

كل حى ميت وكل جديد بال۔ ہر زندہ مرنے والا ہے اور نئی چیز پرانی ہونے والی ہے۔ اگر

مَیں فوت ہوجاؤں تو میرا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ میں نے ایک پاکیزہ فطرت ہستی کو جنم دیا ہے اور ایک نیک بخت یادگار چھوڑی ہے۔ جب آپ فوت ہو گئیں تو جنّوں کے نوحہ کرنے کی آوازیں آتی تھیں۔ وُہ ان الفاظ میں نوحہ کرتے تھے ؎

یبکی الفتاة البرة المدینه
زوجة عبد الله و القرینه
اُمّ نبی الله و السکینه
وصاحب المنبر بالمدینه

شاہِ حبش کی زبان پر ذکرِ رسولؐ

جب سیف بن ذی یزن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد حبشہ غالب آیا اور وہاں اس کی سلطنت قائم ہوگئی تو عبد المطلب وہب بن عبد المناف اور قریش کے تمام سرکردہ افراد اُسے مبارک باد دینے کے لیے یمن میں صنعا گئے اور اجازت لے کر اندر گئے تو عبد المطلب اس کے نزدیک بیٹھ گئے اور بات چیت کے لیے اجازت چاہی۔ عبد المطلب نے نہایت فصیح و بلیغ انداز میں دعا و ثنا اور مبارک باد دی۔ بادشاہ کو یہ انداز بہت اچھا لگا تو پوچھا: آپ کون ہیں؟ عبد المطلب کہنے لگے، میں ہاشم کا بیٹا ہوں۔ بادشاہ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور تمام شرفائے قریش کی تعظیم و عزت کی اور انہیں دار الضیافت میں لے گیا اور ان کی شایانِ شان دو کمرے مختص کر دیئے وہاں ایک ماہ تک رہے انہوں نے اس کو دیکھا نہ واپس جانے کی رخصت چاہی۔ ایک ماہ کے بعد اسے ان کا حال پوچھنے کی سُوجھی۔ ایک آدمی کو عبد المطلب کے پاس بھیجا تاکہ اسے بُلا لائے۔ وُہ گئے تو اس نے انہیں خلوت میں اپنے سامنے بٹھایا اور کہا: اے عبد المطلب! میں تجھے اپنے علم کے مطابق کچھ بتاتا ہوں۔ اگر تیری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اس سے ہرگز نہ کہتا لیکن چونکہ تم اس چیز کے معدن ہو اس لیے میں تمہیں صرف مطلع کرتا ہوں تمہیں چاہیے کہ اسے پوشیدہ ہی رکھو جب اس کے ظاہر کرنے کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر شخص پر ظاہر کر دے گا پھر کہا ہم نے کتابِ مکنون اور علمِ مخزون میں ایک بہت بڑی خبر پائی ہے جس میں تمہاری اور تمام مخلوق کی خیریت و عافیت ہے اور وہ خبر یہ ہے کہ ایک لڑکا تہامہ یعنی مکہ مکرمہ میں

یا تو پیدا ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور اس کے والدین انتقال کر جائیں گے اور چچا اور دادا اس کی کفالت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے رسول بنا کر بھیجے گا اور ہمیں اس کا مددگار اور معاون بنائے گا۔ وہ اپنے دوستوں کو عزیز رکھے گا۔ دشمنوں کو نزدیک نہ آنے دے گا۔ اس کے بعد وہ اپنے دوستوں کی ہر طرح معاونت کرے گا اور جسے بھی چاہے گا اچھی چیزوں کا مالک بنا دے گا۔ اس کے سبب سے آتشِ کفر بجھ جائے گی۔ ہر شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ اختیار کرے گا۔ شیاطین مرجوم و مقہور ہو جائیں گے اور بتوں کی پرستش بند ہو جائیگی اور وہ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ آپ کا فرمان قولِ فیصل ہوگا یعنی حق و باطل میں تفاوت پیدا کرے گا۔ آپ کا حکم سراپا عدل ہوگا اور امر بالمعروف میں کامل ہوگا اور خود اس پر عمل پیرا ہوگا اور نہی عن المنکر کرے گا اور خود اس سے گریز کرے گا۔ جب عبد المطلب نے یہ باتیں سُنیں تو دعا و ثنا کے بعد کہا: اے بادشاہ! اس راز کو ذرا کھل کر بیان کرو۔ ابن ذی یزن نے اس عظیم ہستی کی قسم کھائی اور کہا: اے عبد المطلب! آپ اس کے بلاشبہ دادا ہیں۔ جب عبد المطلب نے سُنا تو فوراً سجدہ ریز ہوئے۔ ابن ذی یزن نے کہا: اے جان برادر! آپ کا دل مطمئن ہو اور آپ کا کام ترقی پذیر ہو۔ کیا تجھے کچھ پتہ چلا ہے کہ وہ کون ہے۔ انہوں نے کہا میں سمجھ گیا۔ وہ میرا ایک لائق و فائق بیٹا تھا جس سے میں نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے نکاح کیا۔ اُن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام میں نے محمد رکھا۔ اس کے ماں باپ وفات پا گئے ہیں اور میں اور اس کا چچا اس کی تربیت کرتے ہیں۔ ابن ذی یزن بولا: جو بھی میں نے تمہیں کہا ہے اس لیے کہا ہے کہ تم اس کے حالات یہودیوں سے پوشیدہ رکھو کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں لیکن حق تعالیٰ اُن کو آپ پر غالب نہ ہونے دے گا اور دیکھیے یہ باتیں اپنے ہمراہیوں کو بھی نہ بتائیے کیونکہ ان کے مکر و فریب سے بھی میں ڈرتا ہوں مبادا حضور علیہ السلام کی وجہ سے تمہیں اُن پر سیادت و سرداری حاصل ہو جائے تو وہ یا اُن کے نیچے حضور کو ہلاک کر دیں۔ پھر کہا اگر مجھے پتہ چل جائے کہ اُن کی ولادت سے پہلے مجھے موت نہ آئے گی تو میں ہر طرح سوار یا پیادہ یثرب جاتا اور اُسے اپنا دار الملک بناتا اور آپ کی معاونت و نصرت پر کمر بستہ ہو جاتا کیونکہ میں نے سابقہ علوم کی کتب ناطقہ میں پڑھا ہے کہ آپ کا دار الملک مدینہ منورہ ہوگا اور اسی جگہ آپ کا سلسلۂ کار مستحکم ہوگا اور اسی شہر سے آپ کے

اعوان و انصار اُٹھیں گے اور آپ کا مدفن بھی وہیں ہوگا ورنہ اُسے پرمصائب کے طوفان سے ڈرتا اور آپ کے حال سے دوسروں کو آگاہ کرتا اور عرب کو آپ کا مطیع و منقاد بناتا۔ لیکن ایک حقیقت تم پر واضح کر دوں تم سے کوئی تقصیر نہ ہوگی یعنی تم اپنے فرائض سے اچھی طرح عہدہ برآ ہو گے۔

بعد ازیں قریش کے ہر فرد کو دس دس غلام، دس دس کنیزیں، دو دو چادریں، سو سو اُونٹ اور پانچ پانچ رطل سونا، دس دس رطل چاندی اور عنبر سے بھرے ہوئے برتن دیئے۔ اور عبد المطلب کو ان تمام کے برابر چیزیں دیں اور کہا آئندہ سال بھی آئیے گا لیکن وُہ خود اسی سال مرگیا۔ اس کے بعد عبد المطلب قریش سے کہا کرتے مجھ سے نہ بڑھا کرو کیونکہ بادشاہ کی عطا اس نسبتِ بزرگی و شرف سے کم تر ہے جو مجھے میرے فرزندوں سے ہے۔ جب ابو طالب سے اُن فرزندوں کے بارے میں پُوچھا جاتا تو آپ اُن کے نام ظاہر نہ کرتے۔

پائے حضورؐ مقامِ ابراہیم پر

ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ بنی مدلج کے چند آدمیوں نے آپ کو دیکھ لیا انہوں نے آپ کو اپنی طرف بلایا۔ پھر آپ کے قدموں کے نشانات کو دیکھتے دیکھتے حضرت عبد المطلب کے ہاں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ حضرت عبد المطلب آپ کو گود میں لیے بیٹھے ہیں۔ پوچھنے لگے: یہ بچہ کس کا ہے۔ انہوں نے کہا میرا ہے۔ انہوں نے کہا اس کی اچھی طرح حفاظت کرو کیوں کہ سوائے اس کے کسی آدمی کے پاؤں کا نشان مقامِ ابراہیم کے نشانِ پا کے مشابہ نہیں۔

نجران کے پادری کی گواہی

ایک دن عبد المطلب حجرے میں بیٹھے ہُوئے تھے اور نجران کا پادری بھی جو اُن کا دوست تھا اُن کے سامنے بیٹھا ہُوا تھا اور کہہ رہا تھا کہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے آخری پیغمبر علیہ السلام کی صفاتِ جمیلہ ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ اس کی ولادت کا زمانہ یہی ہے۔ ابھی یہ بات کرنے بھی نہ پایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آ گئے۔ پادری نے آپ کو دیکھا اور خاص کر آپ کی چشمِ رحمت، پشت مبارک اور قدم پاؤں کو احتیاط سے دیکھا۔ پھر کہا میں نے جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے وُہ یہی ہیں۔ یہ کس کے فرزند ہیں؟ جناب عبد المطلب بولے وُہ میرے بیٹے کا بیٹا ہے۔ ابھی وہ شکمِ مادر میں ہی تھے کہ ان کے والد کی وفات واقعہ ہو گئی۔ حضرت

عبدالمطلب نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اپنے بھائی کے بیٹے کی حفاظت کرنا۔

حضرت عبدالمطلب کا خراجِ تحسین

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب عبدالمطلب کے لیے کعبہ کے زیر سایہ ایک فرش بنایا گیا اور اُن کے احترام و تعظیم کے لیے وہاں ایک آدمی متعین رہتا تھا۔ حضور علیہ السلام بچپن کے عالم میں اس پر آ کر بیٹھنے لگتے تو آپ کے چچے آپ کو اجازت نہ دیتے۔ جناب عبدالمطلب فرماتے تھے: "میرے بچے کو بلاؤ خدا کی قسم وُہ بڑی شان والا ہے" یعنی میرے بچے کو جہاں چاہے بیٹھنے کی اجازت ہے کیونکہ اس کے درپیش ایک بہت بڑا کام ہے۔ اور مجھے یُوں لگتا ہے کسی دن وہ تمہارا سردار ہوگا اور وُہ نور جو اس کی جبین پاک میں ہے۔ بیدو سردار کے سوا کسی کی پیشانی میں نہیں ہوسکتا۔ پھر جناب عبدالمطلب نے حضرت ابوطالب کی طرف دیکھا جو حضرت عبداللہ کے بھائی تھے۔ اور کہا اے ابوطالب! اس بچے کو ایک کارِ عظیم درپیش ہے اس کی نگہبانی کیجئے تاکہ اسے کوئی مکروہ چیز نہ چھولے۔ جناب عبدالمطلب حضور کو اپنے شانوں پر بٹھا کر طواف کعبہ کرتے اور جب اُن کو پتہ چلتا کہ یہ بتوں کو بُرا جانتے ہیں تو آپ کو بتوں کے سامنے رکھ دیتے۔ جب جناب عبدالمطلب بیاسی سال کے ہُوئے یا بروایت دیگر ایک سو دس سال کے ہوئے تو وفات پا گئے اور حضرت ابوطالب نے جناب عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق آپ کی تربیت کی اور یہی اشہر ترین روایت ہے۔

حضرت ابوطالب کا گھرانہ برکات کا گہوارہ بن گیا

جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضور علیہ السلام کی کفالت جناب ابو طالب کے سپرد ہُوئی۔ اس وقت آپؐ کی عمر شریف آٹھ سال تھی۔ جناب ابوطالب آپ سے بڑی محبت کرتے۔ جب جناب ابوطالب کے اہل و عیال "تنہا" کھانا کھاتے تو سیر نہ ہوتے اور جس وقت حضور علیہ السلام کے ساتھ کھاتے تو سب سیر ہو جاتے لہذا جناب ابوطالب جب بھی اہل و عیال کے ساتھ کھانا کھانے لگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ بٹھا لیتے۔ پھر کھانا کھاتے تو تمام سیر ہو جاتے اور کھانا بچ بھی رہتا۔ اگر دُودھ پینے لگتے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے اور اس کے بعد جناب ابوطالب اور ان کے

اہل وعیال دُودھ پیتے۔ دُودھ کی مقدار اتنی ہوتی کہ اسے پینے والوں میں سے کوئی ایک اکیلا پی سکتا تھا۔ دُودھ بچ رہتا تو جناب ابو طالب کہتے: اے بیٹا! یہ سب تیری ہی برکت ہے۔

سُرمگیں آنکھیں اور عنبریں گیسُو

جب حضور علیہ السلام صبح کو نیند سے بیدار ہوتے اور جناب ابو طالب کے بچوں کی مجلس کو اپنے جمالِ جہاں آرا سے آراستہ کرتے تو اس وقت ان سب کے بال بکھرے ہوئے ہوتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے عنبرین بغیر کنگھی کیے آراستہ ہوتے اور بغیر سرمہ ڈالے چشمِ عالم بین سُرمگیں ہوتیں۔

بحیرہ راہب سے گفتگو

جب رسول اکرمؐ ۱۲ سال کی عمر کے ہُوئے تو حضرت ابو طالب نے شام کی طرف سفر کا ارادہ کیا۔ رسولِ اکرمؐ پر ان کی مفارقت دشوار گزری۔ حضورؐ نے فرمایا: عمِ من! مجھے یہاں کس کے اعتماد پر چھوڑ رہے ہو؟ میرے والدین اور شفقت کرنے والے چل بسے ہیں۔ آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے؟ یہ سن کر جناب ابو طالب کو رقت آگئی تو انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کی قسم کھالی۔ جناب ابُو طالب کے بھائی بہن آکر کہنے لگے کہ حضور تو ابھی بچے ہیں یہ سفر کے متحمل کیسے ہو سکتے ہیں۔ جناب ابو طالب کو اُن کی باتوں سے تردد پیدا ہُوا تو دل میں آیا کہ آپ کو ساتھ نہ لے جائیں۔ ایک دن انہوں نے رسولِ اکرمؐ کو تنہائی میں روتے دیکھا۔ آپ سے رونے کا سبب پُوچھا تو رسولِ اکرمؐ خاموش ہو گئے۔ ابو طالب کہنے لگے، شاید آپ جُدائی کے خیال سے رو رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، ہاں۔ جناب ابو طالب نے پھر قسم کھائی کہ آئندہ آپ سے جُدا نہ ہوں گا۔ وہ آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور ہمیشہ آپ کے نقیبِ حال رہے۔ آپ شام کے ایک قصبہ جسے بصریٰ کہتے ہیں میں پہنچے۔ وہاں بحیرہ نامی ایک راہب تھا جو علم و فضل میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا اس کے پاس سے عموماً قافلے گزرا کرتے لیکن وُہ کسی کی طرف التفات نہ کرتا مگر اس سال جب اہل قافلہ بصریٰ قصبہ کے نزدیک پہنچے تو بحیرہ نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک ایسی ہستی ہے جس پر سفید بادل سایہ فگن ہے اور جدھر جدھر وُہ جاتی ہے وہ بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے اور جب وُہ ہستی کسی درخت کے نیچے ٹھہرتی ہے تو وُہ بادل بھی اس پر ٹھہر جاتا ہے۔

اور اس درخت کی شاخیں بھی اس کی طرف جُھک جاتی ہیں تاکہ آپ کے سر پر سایہ کر دیں۔ جب
بحیرہ نے یہ منظر دیکھا تو اس نے اہلِ قافلہ کو کھانے کی دعوت دی۔ اس دعوت میں قافلہ کے
ہر خورد و کلاں نے شرکت کی مگر حضور تشریف نہ لائے۔ بحیرہ کے اصرار پر حارث بن عبد المطلب نے
کہا کہ یہ تو احسان و مروّت سے عاری بات ہے کہ ہم تو دعوت کھائیں اور حضورؐ وہاں بیٹھے رہیں
جب بحیرہ نے حضور کا نام سنا تو حضور کے احضار کے لیے تعجیل سے کام لیا۔ حارث عمِ رسولؐ
کو بُلانے کے لیے بھیجا اور خود دیکھتا رہا۔ جب آپ درخت کے سایہ سے باہر آئے تو سفید
بادل بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ نزدیک پہنچے تو بحیرہ آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے اٹھ بیٹھا
اور آپ کو تیز تیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اس نے ان تمام علامات و نشانات کا مشاہدہ کیا
جو وہ کتب سابقہ میں پڑھ چکا تھا۔ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور ادھر ادھر چلے گئے تو بحیرہ
آپ کے نزدیک آکر کہنے لگا: اے لڑکے تجھے لات و عزّیٰ کی قسم جو پُوچھوں سچ بتائیے گا۔ قسم
کھانے کے سلسلے میں اس نے قریش کی تقلید کی تھی لیکن نبی اکرمؐ نے فرمایا: دیکھو مجھے لات و
عزّیٰ کی قسم نہ دو کیونکہ میرے نزدیک لات و عزّیٰ سے بڑھ کر کوئی چیز قابلِ قہر و غضب نہیں۔
پھر بحیرہ نے کہا: اچھا تجھے خدا کی قسم جو کچھ پُوچھوں گا سچ بتاؤ گے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو
چاہتے ہو پُوچھو۔ بحیرہ نے اپنے خواب بیداری اور تمام احوال و واقعات کے متعلق پُوچھا۔
رسولِ اکرمؐ نے شافی و کافی جواب دیا۔ بحیرہ نے جو کچھ بھی آپ کی صفات اور علامات سابقہ
کتابوں میں پڑھی تھیں ان کی تصدیق ہوگئی۔ پھر اس نے چاہا کہ مہر نبوت کا مشاہدہ کرے لیکن
رسول اکرمؐ اپنے شانہ مبارک سے کپڑا نہیں اُٹھاتے تھے۔ جناب ابوطالب کے کہنے پر
کپڑا اٹھایا تو مہر نبوّت کی وہی صفات جو اس نے آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں، مشاہدہ کیں
اور اسے بوسہ دیا۔ پھر زار و قطار روتے ہوئے جناب ابوطالب سے پوچھا: اس بچے کی
آپ سے کیا نسبت ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیرہ کہنے لگا یہ تیرا بیٹا نہیں۔
یہ امر ضروری ہے کہ اس کے والدین زندہ نہ ہوں۔ ابوطالب کہنے لگے: یہ میرا بھتیجا ہے۔ بحیرہ
بولا: یہ درست ہے۔ پھر بحیرہ نے کہا: ان کی آنکھوں کی سُرخی کبھی دُور ہوتی ہے یا نہیں؟
ابوطالب نے جواب دیا: نہیں۔ بحیرہ نے کہا: یہ بھی سچ ہے۔ بعد از ان جناب ابوطالب سے

کہا کہ یہ اس امت کا پیغمبر ہوگا اسے جلد از جلد واپس لے جاؤ اور یہودیوں سے اس کی کڑی حفاظت کرنا کیونکہ جو مجھے پتہ ہے انہیں پتہ ل جائے تو ان کو مار ڈالنے کا قصد کریں گے۔ ہم سے اس لڑکے کے متعلق اچھی طرح عہد و پیمان لیا گیا ہے۔ جناب ابوطالب نے پوچھا، تم سے یہ عہد و پیمان کس نے لیا تھا؟ بحیرہ ہنس کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے۔ یہ عہد و پیمان انجیل میں موجود ہے
اس طرح ابوطالب اس سفر سے مکہ میں واپس آئے۔ اگر وہ آپ کو سفر میں اپنے ساتھ نہ لے جاتے اور آپ کی جدائی کا صدمہ محسوس نہ کرتے تو خود بھی اس سفر سے محروم ہی رہتے۔

نسطورا راہب کی تمنائے ایمان

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پچیس سال کی عمر شریف میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض سے نکاح ہوا تو آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رض کے غلام میسرہ کے ساتھ شام میں بسلسلہ تجارت گئے۔ قصبہ بصریٰ میں پہنچے تو ایک درخت کے نیچے جو نسطورا راہب کے نزدیک تھا، ٹھہرے۔ نسطورا میسرہ رض کو پہچانتا تھا اُن سے پوچھنے لگا: یہ کون ہیں جو اس درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ حضرت میسرہ رض نے کہا: یہ شرفائے قریش اور سادات بنی ہاشم میں سے ہیں۔ نسطورا کہنے لگا: سچی بات تو یہ ہے کہ اس درخت کے نیچے سوائے پیغمبر کے اور کوئی نہیں ٹھہرا ہو
پھر پوچھا: کیا اُن کی آنکھ میں سُرخی ہے جو کسی درد کی وجہ سے نہیں اور ہمیشہ رہتی ہے۔ میسرہ رض نے کہا: ہاں ہے۔ نسطورا نے قسم کھائی کہ وہ پیغمبر آخرالزماں ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں۔ کاش کہ میں ان کی بعثت کے وقت زندہ ہو کر ملّتِ اسلام میں داخل ہو کر ان کی متابعت کرتا۔

حضور سفرِ شام میں

شام کے اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید و فروخت کے دوران ایک شخص کا اختلاف پیدا ہوگیا۔
اس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ سچے ہیں تو لات و عزّیٰ کی قسم کھائیے۔
حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں لات و عزّیٰ کی قسم ہرگز نہیں کھاؤں گا کیونکہ اُن سے بڑھ کر کوئی چیز میری دشمن نہیں۔ پھر اس نے پوچھا: کیا آپ اہل حرم سے تعلق رکھتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاں میں جواب دیا۔ اس آدمی نے حضرت میسرہ رض سے تنہائی میں بات کی اور کہا: بخدا یہ تمہارے ساتھ رسولِ خدا ہیں۔ پھر راہب کے کہنے پر اس شخص نے آپ کی

عزت و احترام میں کوئی کمی نہ آنے دی اور آپ کے مراقبۂ احوال میں زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا۔

جبرائیلؑ ساربانِ رسولؐ کی حیثیت سے

اس سفر سے واپسی پر جب مرالظہران میں پہنچے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کارواں میں تھے جنہوں نے میسرہؓ سے کہا کہ قافلہ کے آنے کی خوشی کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کو حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیج دو۔ میسرہؓ نے یہ بات منظور کر لی۔ جب آپ کو روانہ کیا تو ابوجہل کہنے لگا: اے میسرہ! یہ تو ابھی بچے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ راہ بھول جائیں۔ کسی دوسرے شخص کو بھیجو۔ حضرت میسرہؓ نے کہا: کیا ہوا عمر میں چھوٹے ہیں عقل میں تو بڑے ہیں۔ چنانچہ آپ روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑا سفر ہی طے کیا تھا کہ آپ کو اونٹ پر نیند آگئی اور اونٹ اپنی راہ سے بھٹک گیا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اونٹ کی مہار پکڑ کر اُسے سیدھے راستہ پر ڈال دے اور تین دن کی مسافت ایک دن میں طے ہو جائے۔ حضرت جبریلؑ نے ایسا ہی کیا۔ اس واقعہ سے حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ارشاد وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى کی طرف اشارہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت میسرہؓ کا خط حضرت خدیجہؓ کو پہنچایا اور اسی دن واپس چلے گئے۔ جب قافلہ کے نزدیک پہنچے تو ابوجہل دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: اے میسرہ! میری بات تو نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم راہ بھول کر اب واپس آگئے ہیں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت میسرہؓ غمگین ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ میں پہنچ کر حضرت خدیجہؓ کا خط دیا۔ میسرہؓ نے ابوجہل سے کہا: معلوم ہوتا ہے راہ تو بھول گیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی غلطی نہیں ہو سکتی۔ اس پر ابوجہل نادم و شرمندہ ہو گیا۔ کہنے لگا: میں اس خط کو معتبر نہیں سمجھتا کیونکہ دنوں کی مسافت ایک روز میں طے کرنا محال ہے۔ میں اپنے غلام کو بھیجتا ہوں لیکن غلام کی فرستادگی اس کی شرمندگی و ندامت میں زیادتی کا موجب بنی۔

قصی بن ساعدہ ایادی کا قصہ

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: جب ایاد کا وفد میرے پاس آیا تو میں نے اُن سے پُوچھا تم میں سے کوئی قصی بن ساعدہ ایادی کو جانتا ہے؟ انہوں نے کہا: اے حبیبِ خدا صلی اللہ

علیک وسلم ہم سب اُسے جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے: وُہ تو انتقال کر گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کبھی کوئی دن تھا جب وہ عکاظ کے بازار میں سُرخ رنگ کے اُونٹ پر بیٹھا ہُوا خطبہ دیتا تھا اور نہایت عمدہ پند و نصائح دیتا تھا جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے ایمان کی دلالت کرتے تھے۔ وُہ چند اشعار بھی پڑھا کرتا تھا جو اس وقت زبان پر نہیں آرہے۔ یہ سُن کر ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا: اے رسولِ خدا صلی اللہ علیک وسلم میں نے وُہ اشعار سُنے ہوئے ہیں۔ اگر میں معصیت کا شکار نہ ہوں تو پڑھ کر سناؤں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الشعر کلام فحسنه حسن وقبحه قبیح۔

"شعر ایسا کلام ہے جس کی اچھائی اچھائی اور برائی برائی ہوتی ہے۔"

پھر اس نے کہا میں نے اس سے یہ اشعار سُنے ہیں ؎

فی الذاهبین الاولین من القرون لنا بصائر

لما رایت موارداً للموت لیس لها مصادر

ورایت قومی نحوها یسعی الاکابر والاصاغر

لا یرجع الماضی الیّ ولا من الباقین غابر

ایقنت انی لا محالة حیث صار القوم صائر

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو قُصّی بن ساعدہ کے ایمان کی علامات و امارات کو اور زیادہ کرے۔ ان میں سے ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا: اے محبوبِ خدا! ایک دن میں اپنے گاؤں کے پہاڑ پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک وادی میں بہت سے پرندے اور درندے جمع ہیں۔ اور قُصّی بن ساعدہ ہاتھ میں عصا پکڑے ہوئے کھڑا ہے اور یہ کہتا ہے کہ رب العرش کی قسم میں کسی طاقت ور کو کسی کمزور سے پہلے پانی نہیں پینے دوں گا اے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس خدائے واحد کی قسم ہے جس نے آپ کو مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہر طاقت ور درندہ اور پرندہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور کمزور اور ناتواں جانور اور پرندے پانی پینے لگے۔ جب وحوش و طیور وہاں سے

چلے گئے تو میں اس کے پاس گیا تو وہ دو قبروں کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا کیسی نماز پڑھ رہے ہو؟ جس سے عرب لوگ ناآشنا ہیں۔ کہنے لگا: یہ وہ نماز ہے جو میں رب العرش کے لیے پڑھتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا: کیا آسمانوں کے لیے لات و عزّیٰ کے سوا بھی کوئی خدا ہے؟ وہ لرزہ براندام ہو گیا۔ اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور کہا یہاں سے چلے جاؤ۔ آسمانوں کا ایک عظیم الشان خالق ہے جس نے انہیں پیدا کیا ان میں ستارے سجائے چاند سے زینت بخشی اور سورج سے روشن کیا۔ بعد ازاں میں نے اس سے پوچھا کہ آسمان کی اس جگہ پرستش کیوں کرتے ہو کہنے لگا ان قبروں والے دونوں میرے دوست تھے۔ مجھے اس جگہ کا انتظار ہے جس جگہ وہ آ گئے ہیں۔ اور موت کے بعد میں بھی یہیں آنے والا ہوں۔ پھر کہا کہ جلد ہی تمہیں اس طرف سے تمہارا حق ملنے والا ہے اور اس نے مکہ معظمہ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا: وہ کس قسم کا حق ہوگا تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

رجل من ولد لوی بن غالب یدعوکم
الی کلمة الاخلاص و عیش الابد (ونعیم لاینفذ فاجیبو)

پھر کہا اگر میں اس کے ظہور تک جیتا رہتا تو پہلا آدمی میں ہوتا جو اس پر ایمان لاتا اور اس کی بیعت کرنے میں پہل کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تُو نے کہا ہے بہت اچھا ہے۔ قُسّ بن ساعدہ نابینا تھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں نابینا اٹھائے گا۔ ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: میرا اونٹ گم ہو گیا تو میں اس کی تلاش میں کوہ و بیابان میں مارا مارا پھرنے لگا۔ رات کے وقت میں ایک خطرناک وادی میں ٹھہرا۔ صبح کے وقت ہاتف نے یہ صدا دی ؎

یا ایها الراقد فی اللیل الاحم — قد بعث الله نبیا فی الحرم
من هاشم آل الوفاء و الکرم — یجلو دجنات الدیاجی و البهم

میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن مجھے کوئی دکھائی نہ دیا۔ میں نے پکار کر کہا: ؎

یا ایها الهاتف فی داج الظلم — اهلا و سهلا بك من طیف الم
بین هداك الله فی لحن الکلم — ماذا الذی تدعوا الیهم یغتنم

ناگاہ آواز آئی کہ کوئی کہہ رہا ہے:

"ظہر النور وبعث اللّٰہ محمد ابا الطور صاحب النجیب الاحمر والوجہ الاغر والحاجب القمر والطرف الاحور"

اس کے بعد پھر کہا:

"الحمد للّٰہ الذی لم یخلق الخلق عبث
ولم یخلنا سدی من بعد عیسٰی واکترث
ارسل فینا احمد خیر نبی قد بعث
صلی اللّٰہ علیہ ماحج لہ رکب وحث"

صبح ہوئی تو میں اپنے اونٹ کو فراموش کر کے وہاں سے چل پڑا۔ اچانک ایک مقام پر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ قسی بن ساعدہ ایک درخت کے نیچے ہاتھ میں عصا پکڑے ہوئے بیٹھا ہے اور وہ عصا پتھر پر مار مار کر رجز پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس کے قریب جا کر اسے سلام کہا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اس جگہ پانی کا ایک چشمہ دیکھا اور دو قبروں کے درمیان ایک مسجد دیکھی وہاں دو بڑے شیر بھی تھے جو اپنا آپ اس کے جسم سے مَس کر رہے تھے اور اس سے تبرک حاصل کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک پانی پینے کے لیے چشمے کی طرف چل دیا۔ دوسرا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا قسی بن ساعدہ نے اسے چھڑی مار کر کہا ابھی ٹھہر جو پہلے گیا ہے اسے واپس آنے دو۔ جب پہلا شیر واپس آیا تو دوسرا چلا گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا یہ قبریں کن کی ہیں؟ کہنے لگا: میرے دو بھائی تھے جو اس جگہ خدائے واحد کی عبادت و پرستش کیا کرتے تھے اور کبھی کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ یہ ان کی قبریں ہیں اور اس انتظار میں ہوں کہ انہی سے جا ملوں۔

زید بن عمرو کا قصہ

زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل نے طلبِ دین میں سفر اختیار کیے وہ موصل کے ایک راہب کے پاس پہنچے اور ورقہ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا لیکن زید پر عیسائیت اثر انداز نہ ہو سکی۔ لہٰذا اس نے دین مسیحی قبول نہ کیا۔ وہاں سے چل کر ایک اور راہب کے پاس گئے جس نے ان سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟

انھوں نے کہا: حرم شریف سے، جس کی اساس و بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے رکھی تھی۔ وہ کہنے لگا: یہاں کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا: طلبِ دین کے لیے۔ راہب بولا: فوراً واپس چلے جاؤ جس کی تجھے تلاش ہے اس کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ اس کی بعثت تمہاری سرزمین سے ہی ہوگی۔ اس راہب کے بہت سے اشعار توحید و تمجید باری تعالیٰ اور ایمان روز قیامت پر مشتمل ہیں یہ راہب حضور علیہ السلام کے ظہور سے قبل قتل کیا گیا۔ سعید بن زید بن عمر بن نفیل سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ آپ بروزِ حشر ایک امت واحدہ کی قیادت میں تشریف لائیں گے۔

عبد کلال بن لیغوث الحمیری کا قصہ

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مسجد قبا میں ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے اپنا چہرۂ اقدس ہماری طرف کیا اور دیکھا کہ ایک اعرابی شتر سوار سر پر سیاہ عمامہ اور تلوار گلے میں حمائل کرکے منہ سر باندھے پہاڑ سے نیچے آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو میں دیکھتا ہوں دیکھ رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: اے رسولِ خدا صلی اللہ علیک وسلم آپ دانا تر ہیں۔ آپ نے فرمایا: اعرابی قلۂ کوہ سے نیچے آرہا ہے ممکن ہے عبداللہ خفاف ہو۔ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پوری بھی نہ کی تھی کہ وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچ گیا۔ اپنے اونٹ کو باندھا اور آستین فشاں اور دامن کشاں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت کی مبارک باد دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا فض اللہ فاك ولا اذل اباك۔ پھر اس نے حضور علیہ السلام سے بات کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت بخشی۔ کہنے لگا: اے رسولِ خدا صلی اللہ علیک وسلم ہم اپنی قوم کے چند افراد حضر موت کے سفر کو چلے۔ رات چاندنی تھی اور ہم چاند کی روشنی میں راستہ بھول گئے۔ اچانک چاند چھپ گیا اور ہم ایک پُر خطر وادی میں پہنچ گئے اور وہیں ٹھہر گئے۔ ابھی پوری طرح منزل بھی نہ کی تھی کہ اچانک ایک شور و شین اٹھا۔ یہ شور و غوغا اونٹوں اور بکریوں کی آوازوں، گھوڑوں کی ہنہناہٹ، عورتوں کی فریاد، بچوں کی گریہ زاری اور کتوں کے بھونکنے سے پیدا ہوا تھا۔ اچانک ہاتف نے آواز دی: "یا لك الله الیمامة"۔ بھلا قیامت نزدیک آگئی ہے۔ اور ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوا ہے جو تمام بتوں کو توڑ دیگا

اور ادیانِ باطلہ کو معطل کر دے گا۔ سعید و نیک بخت وہی شخص ہے جو آپ کی متابعت کرے۔ اور بدبخت وُہ ہے جو آپ کی مخالفت میں سعی و کوشش کرے۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے تم کون ہو؟ کہنے لگا: میں تکلان جن ہُوں میں نے اس سے پوچھا کہ یہ آوازیں کیسی تھیں۔ کہنے لگا: یہ جن لوگ ہیں جو پیغمبرِ قریش پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس کے بعد سلسلۂ کلام منقطع ہو گیا۔ صبح ہوئی تو ہم صحرا میں آئے۔ سفر کے دوران میں ہم نے ایک شخص کو دُور سے دیکھا میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم ٹھہرو، میں جا کر دیکھتا ہوں وُہ کون ہے؟ میں گھوڑے پر سوار ہو کر، تلوار گلے میں حمائل کئے اس کی طرف چلا۔ میں نے ایک خمیدہ کمر بوڑھا زمین کھودتے دیکھا۔ جب اس نے میرے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سُنی تو اُس نے اپنا سر اُوپر اٹھایا۔ مجھ پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ میں نے قرآن کریم کی آیات سے تعوّذ کیا (اعوذ باللہ پڑھی) اور حضور پر صلوٰۃ و سلام بھیجا۔ پھر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے ہم مسافر ہیں اور راستہ بھُول گئے ہیں ہمیں پناہ دیجئے یا کچھ مشروبات جن سے ہماری پیاس بجھے یا رہنمائی کیجئے۔ اس نے کہا: میرا کوئی گھر یا سائبان نہیں جن میں تمہیں پناہ دُوں اور نہ ہی میرے پاس دودھ یا پانی ہے جو تمہیں پلا سکوں۔ وُہ راہ جو تمہیں درپیش ہے اس پر پہاڑ کے فلاں غار سے چلے جاؤ۔ پھر میں نے پُوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں عبد کلال بن لیغوث الحمیری ہوں۔ میں نے کہا: تمہاری قوم کا کیا بنا؟ کہنے لگا: کئی ہزار سال سے اس کی کوئی خبر نہیں۔ میں تعبلبنی ماذن میں ٹھہرا ہوا ہُوں جن میں ایک بوڑھا ہے۔ جو کہتا ہے میری عمر پندرہ سو برس ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس وادی میں قومِ عاد کا ایک دریا تھا جو اب بند ہو گیا ہے اور اب مَیں تین سو سال سے زمین کھود رہا ہُوں تاکہ اس دریا کو ڈھونڈ نکالوں لیکن اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ ہاں ایک تختی ملی ہے جس پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ کیا تو پڑھ سکتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں لائیے۔ اس نے مجھے ایک لوح دی جس پر قومِ عاد کی مذمت میں دو اشعار لکھے ہُوئے تھے اور لوحِ ثانی پر صالح علیہ السلام کی قوم کی مذمت کے بارے میں کچھ لکھا تھا اور کئی اشعار بھی تھے۔ لوحِ سوم پر بھی کچھ اسی طرح لکھا تھا۔ بعد ازاں اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں سرخ سونے کا ایک تخت رکھا ہوا تھا۔ اس پر ایک شخص بیٹھا تھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا تھا کہ میں شدّاد بن عادہ ستونوں والا ہُوں۔ میں ہزار سال تک جیا۔ میں نے ہزار شہروں کی

بنیاد رکھی اور میں نے ایک ہزار کنواری لڑکیوں سے صحبت کی ہے۔ میں ایک ہزار غزا نے کا مالک تھا میں نے کئی ہزار لشکروں کو شکست دی۔ میں نے مشرق و مغرب پر حکومت کی لیکن میرے لیے دنیا باقی نہ رہی نہ میں دنیا کے لیے باقی رہا۔ سب کو چاہیے کہ میرے بعد کوئی بھی دنیا کے لیے مغرور نہ ہو۔

اس کے بعد وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسری جگہ لے گیا جہاں چاندی کا ایک تخت رکھا ہوا تھا جس پر ایک لونڈی بر پشت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی پر لکھا تھا کہ میں ضبعہ شداد بن عاد کی لڑکی ہوں جس نے مجھ پر دست درازی کی ؎

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

پھر وہ مجھے ایک پتھر کی طرف لے گیا جس کے نیچے سے اس نے ایک صحیفہ نکالا اور کہا اسے پڑھو۔ اس میں یہ عبارت تھی:

".....اذا ظهر النبی القمر علی الحبل الاحمر یدعوا الی العزیز الاکبر فلیس البلاد لمن خالفه ببلاد ولا یودیه جبل واذ خرجوا من الارض تهامه کانهٗ بدرٌ تجلّٰی علیٰ غمامه ان قال صدق وان سکت وفق یبذل له الملوك ویوضع لهٗ الشکوك"

بعد ازیں وہ واپس جانے کے لیے اٹھا۔ میں پھر اس کے ساتھ ہو لیا۔ میں نے کہا: تجھے اس ہستی کی قسم ہے جس نے ہمیں یہاں جمع کیا ہے۔ بتا تجھے سامانِ خور و نوش کہاں سے میسر آتا ہے؟ کہنے لگا: گھاس کھاتا ہوں اور بارش کا پانی پیتا ہوں۔ پھر میں نے اسے الوداع کہا اور چلا آیا۔ میں دو سال تک حضر موت میں اقامت گزیں رہا۔ آتی دفعہ میں نے دیکھا کہ وہاں کی زمین سرسبز و شاداب ہے اور اس میں نہر بہ رہی ہے۔ وہاں ایک قبر بنی ہوئی ہے اور بہت سی عورتیں اس کے ارد گرد بیٹھی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ عبد کلال بن لیثوث کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: وہ تو انتقال کر گئے ہیں۔ یہ انہی کی قبر ہے۔ میں نے گھوڑے سے نیچے اتر کر اس کی قبر کی زیارت کی جس کے تعویذ پر یہ لکھا تھا:

ما زلت احفر بیرها عاد جاهدا
حتی بلغ الفقر بعد ایاس
وکشفت عن مِأته کان مذاقه
عسل مصفّٰی لذة للناس
وقضیت نجیٌ بعد ذلك ولم اتم
وجمان اخوانی فقتل مواس
وثویت بین جنادل وصفائح
اکل التراب محاسنی والناس

جب میں نے یہ اشعار پڑھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رونے لگے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ عبد کلال بن لیغوث بن سرج پر رحمت کرے اس کا حشر امت واحد کے ساتھ ہوگا۔

رکن سوم

بعثت سے ہجرت تک

قصۂ ورقہ بن نوفل[1] جب ایامِ وحی اور وقتِ نزول جبرئیل علیہ السلام نزدیک ہوا تو حضور علیہ السلام گھر سے باہر جایا کرتے۔ جس پتھر کے نزدیک سے گزرتا ہوں اس میں سے "السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" کی آوازیں آتیں۔ آپ ادھر ادھر دیکھتے مگر کوئی شے نظر نہ آتی۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابتداء میں جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو سچی خوابیں آتیں جو نورِ صبح کی طرح روشن ہوتیں۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام خلوت دوست میں رہتے اور بہت سی راتیں غارِ حرا میں عبادتِ الٰہی میں گزارتے۔ جب واپس گھر تشریف لاتے تو حضرت خدیجہ آپ کے لیے چند روز کا کھانا تیار کر دیتیں جسے آپ اپنے ساتھ لے جاتے۔

آپ رمضان المبارک کے مہینہ میں غارِ حرا میں تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی ہاتھ میں سیاہ رنگ کی چادر لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، پڑھیے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، میں تو پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے سیاہ چادر میرے سر پر ڈال دی جس کا سرور مجھ میں اس طرح سرایت کر گیا کہ میں نے خیال کیا بس اب وقتِ ارتحال ہے۔ اس نے سیاہ

---

[1] جناب ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ یہ عیسٰی مذہب کے پیروکار ہو گئے اور تقریباً تمام کتبِ آسمانی کے علوم سے واقف تھے۔ نزولِ وحی کے بعد جب حضرت خدیجہؓ حضور علیہ السلام کو ان کے پاس لے گئیں تو انھوں نے آپؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔

چادر کو میرے سر سے اٹھا لیا اور کہا: پڑھیے۔ میں نے کہا: میں تو پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ سیاہ چادر کو میرے سر پر ڈالا جس سے مجھ پر پہلی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر چادر اٹھا کر کہا:

"اقرأ باسم ربك الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم ○ علم الانسان ما لم یعلم۔"

بعد ازاں وہ کھڑا ہوگیا اور میں نے جو کچھ اس سے سنا تھا میرے دل پر مسطور ہوگیا۔ مجھے خطرہ تھا کہ شاید مجھے شعر و جنون سے نسبت دی جا رہی ہے اور میرے نزدیک شاعر و مجنون سے بڑھ کر کوئی شخص مبغوض نہ تھا۔ میں اپنے آپ کو کسی قلۂ کوہ سے گرا دینا چاہتا تھا۔ میں پہاڑ پر چڑھتا تو مجھے آسمان سے آوازیں سُنائی دیتیں کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ رسولِ خدا ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ جب میں آسمان کی طرف دیکھتا تو جبرائیل علیہ السلام کو انسانی شکل میں پاتا جو افقِ آسمان پر اپنے دونوں قدم رکھ کر کہتے: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ پھر میں راہ میں ہی کھڑا ہوجاتا اور اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ ترک کر دیتا۔ میں آسمان کی جس طرف بھی نظر اٹھاتا اس صورت کو اپنے ساتھ ہی پاتا۔ میں مغرب کی نماز کے وقت تک اسی حیرت میں تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بلا بھیجنے کے لیے کچھ آدمی ارسال کر دیئے۔ جب بعض آدمی میرے پاس پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام غائب ہوگئے۔ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو مجھ پر لرزہ اور کپکپی طاری تھی۔ میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھ کر اپنا تمام واقعہ سُنا دیا۔ میں خائف و ترساں تھا کہ کہیں کاہن نہ بن جاؤں لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: معاذ اللہ! حضرت حق سبحانہٗ آپ کی بھلائی چاہتا ہے۔ مجھے امید ہے آپ پیغمبر و رسول ہوں گے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اٹھیں اور آپ کو ورقہ بن نوفل جو آپ کے چچا زاد تھے کے پاس لے گئیں۔ یہ کتب سابقہ کے عالم تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کے احوال و واقعات ان سے کہہ دیئے۔ ورقہ بن نوفل بولے: خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ بات سچی ہے تو محمد کریم علیہ السلام اس اُمت کے پیغمبر ہیں، اور یہ وُہی ناموسِ اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ پھر ورقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طوافِ کعبہ کرتے دیکھا تو کہا: اے میرے بیٹے! تُو نے جو کچھ دیکھا ہے مجھے ذرا پھر سے بتا۔ جب

آپ نے اسے بتایا تو ورقہ بن نوفل نے قسم کھا کر کہا کہ آپ پر اسی طرح ناموسِ اکبر نازل ہو گی اور آپ اس امت کے پیغمبر ہیں۔ آپ کو اپنی قوم سے آزار پہنچے گا۔ وہ آپ کو وطن سے نکال دیگی۔ ایک جماعت کو آپ کی مدد و نصرت کی توفیق ہوگی۔ اور اگر میری عمر نے وفا کی تو میں بہرحال دامے درمے قدمے سخنے آپ کی حمایت کروں گا۔ پھر اس نے آپ کے سر کی مانگ پر بوسہ دیا اور حضور ﷺ بہ اطمینان خاطر حضرت خدیجہؓ کے ہاں چلے گئے۔

اکثم بن صیفی کا قصہ

جب اسے حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے کی خبر ملی تو اس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کی خواہش پیدا ہوئی اسکی قوم کے چند افراد آ کر اسے کہنے لگے تو ہماری قوم کا بزرگ و سردار ہے ہمیں ذلیل نہ کیجئے۔ اس پر اس نے دو آدمیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ کے نسب و اخلاق و اقوال سے متعلق معلومات حاصل کریں۔ جب وہ واپس آئے تو اپنی معلومات اسے بہم پہنچائیں اس نے اپنی قوم کو سب سے پہلے ایمان لانے کی وصیت کی کیونکہ اس کی نظر میں شریف آدمی وہی تھا جو آپ پر پہلے ایمان لائے۔ اس کے بعد وہ تھوڑی مدت کے بعد وفات پا گیا۔

اُمیہ بن ابی الصلت کا قصہ

حضرت ابوسفیانؓ سے روایت ہے کہ امیہ بن ابی الصلت مجھ سے عتبہ بن ربیعہ کے اخلاق و احوال کے متعلق پوچھا کرتا تھا، میں اسے جواب دیا کرتا تھا وہ میرے جواب کو بہت پسند کیا کرتا تھا۔ جب اس نے اس کی عمر پوچھی تو میں نے کہا وہ عمر رسیدہ ہے۔ اس نے کہا خاموش ہو جاؤ میں تمہیں اس کا بھید بتاتا ہوں۔ ہم نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ہماری سرزمین سے ایک پیغمبر مبعوث ہو گا اور مجھے یقین تھا کہ وہ میں ہوں گا جونہی میں نے اہلِ علم حضرات سے اس بارے میں گفتگو کی تو پتہ چلا کہ وہ پیغمبر عبد مناف سے ہوں گے۔ میں نے بنی عبدِ مناف میں نظر کی تو عتبہ بن ربیعہ کے سوا کسی کو اس لائق نہ پایا۔ جب تُو نے یہ کہا کہ وہ عمر رسیدہ ہے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ جو شخص چالیس سال کی عمر سے تجاوز کر گیا ہے اور ابھی مبعوث نہیں ہوا وہ پیغمبر نہیں ہو سکتا جب یہ بات زبان زدِ خاص و عام ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔ میں تجارت کی غرض سے ملک یمن میں جایا کرتا تھا میں امیہ بن ابی الصلت کے پاس جا کر

ازراہِ مذاق کہنے لگا کہ جس پیغمبر کا تجھے انتظار تھا، مبعوث ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ برحق ہے اور سچ کہتا ہے اس کی متابعت کرو۔ میں نے کہا تم اس کی متابعت کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگا، مجھے اپنے قبیلہ سے شرم آتی ہے کیونکہ میں ان سے ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا کہ وہ پیغمبر میں ہوں گا لیکن اب نظر یہ آتا ہے کہ میں بنی عبد مناف کے ایک لڑکے کی متابعت کروں گا اور اے ابوسفیان! مجھے یہ بھی نظر آتا ہے کہ اگر تو اس کی مخالفت کرے گا تو تیری گردن میں بکری کی طرح رسی ڈال کر اُس کے سامنے لے آئیں گے اور وہ تمہارے خلاف جیسا چاہے گا حکم دے گا۔

کہتے ہیں کہ امیہ بن ابی الصلت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا قصیدہ پڑھا۔ ابتداً میں زمین و آسمان کے اوصاف بیان کیے۔ پھر تمام انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کیے قصیدہ کے اختتام پر حضور کی مدحت سرائی کی جس میں آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ حضورؐ نے اسے سورۃ طٰہٰ پڑھ کر سنائی وہ بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔ لیکن میں اپنے بھائی بندوں کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تجھے نیکی دے مجھ پر ایمان لے آ اور صراطِ مستقیم اختیار کر۔ وہ کہنے لگا جناب میں جلدی واپس آتا ہوں۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جتنی جلدی ہو سکتا تھا شام پہنچا۔ ایک گرجے میں جہاں بہت سے راہب مشغولِ عبادت تھے اُن سے صورتِ حال بیان کی۔ اُن میں ایک نے کہا کہ جس کے متعلق تم نے یہ گفتگو کی ہے اُسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟ اس نے کہا "ہاں" وہ راہب (یا پادری) اسے اپنے گھر لے گیا جس کی دیواروں پر انبیاء کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اس نے اُمیّہ کو اندر لے جا کر ایک ایک تصویر دکھائی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھی تو اُمیّہ نے کہا: یہ ہیں وہ راہب۔ بولا: اللہ تجھے نیکی دے، جلدی سے واپس چلے جاؤ اور اس پر ایمان لے آؤ کیونکہ وہی رسولِ خدا ہے اور خاتم النبیین ہے۔ جب وہ سرزمین حجاز میں پہنچا تو غزوۂ بدر واقع ہو چکا تھا اور جس میں قریش کے بہت سے سردار مارے گئے۔ اس نے کہا: اگر حضور پیغمبر ہوتے تو اپنی قوم کے اشراف کو نہ مارتے۔ پھر اس نے بدر میں ہلاک ہونیوالوں کے لیے مرثیہ لکھا اور طائف کی طرف چلا گیا۔ کچھ عرصہ وہاں رہا۔ ایک دن اسے خواب آیا کہ اس کی بہن اس کے سامنے ہے اور گھر کی چھت میں شگاف پڑ گیا ہے اور دو

سفید پرندے اندر آ گئے ہیں ان میں کا ایک اس کے پیٹ پر بیٹھ گیا اور اس کے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا۔ دوسرے سے کہنے لگا کچھ سنا ہے تُو نے؟ اس نے کہا: نہیں۔ وہ بولا اللہ تعالیٰ اسے دُور کرے۔ پھر اس کا کپڑا درست کر کے دونوں چلے گئے اور گھر کی چھت بند ہو گئی۔

اس کی بہن نے اسے جگایا اور اس نے اسے تمام خواب والا حال سنایا وہ کہنے لگا: میری بھلائی کے لیے آئے تھے لیکن مجھ سے رُوگردانی کر گئے۔ اس واقعہ کے بعد امیّہ آلِ جفنہ کے ہاں چلا گیا اور ان کی مدحت و ستائش پر لگ گیا۔ اسے پرندوں کی زبان آتی تھی ایک دن آلِ جفنہ کے ساتھ شراب نوشی میں راغب تھا کہ وہاں ایک کوا آ کر کائیں کائیں کرنے لگا امیّہ کا رنگ اُڑنے لگا۔ وہ پوچھنے لگے تجھے کیا ہُوا؟ کہنے لگا، جو کچھ یہ کوا کہتا ہے اگر سچ ہے تو مَیں شراب اپنے آپ تک پہنچنے سے پہلے مر جاؤں گا۔ انہوں نے اسے جھوٹا ثابت کرنے کیلئے اسے جلدی سے شراب دے دی۔ جونہی شراب اس کے ساتھ والے آدمی کے پاس پہنچی تو امیّہ زمین پر گر پڑا۔ انہوں نے اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ کچھ دیر بعد کپڑا اٹھایا تو اُسے مُردہ پایا۔ اس کی نبض بند ہو چکی تھی۔ مرنے کے وقت اس کی زبان پر مندرجہ ذیل اشعار تھے۔

کل عیش و ان تطاول دھراً   صار مرّۃ الی ان یزولا

لیتنی کنت قبل ما قد بدا لی   فی قِلالِ الجبال ارعیٰ الوعولا

قصہ عشکلان بن ابی العوالم

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بعثت سے قبل میں تجارت کے ارادہ سے یمن گیا اور عشکلان بن ابی العوالم کے ہاں ٹھہرا۔ وہ ایک ضعیف و ناتواں شخص تھا۔ مَیں جب بھی یمن جاتا اسے مل کر آتا اور وہ ہر بار مجھ سے پُوچھتا: کیا تمہارے اندر کوئی ایسی شخصیت پیدا ہوئی ہے جسے شرف و بزرگی حاصل ہُوئی ہو یا اس نے تمہارے دین کی مخالفت کی ہو؟ میں نفی میں جواب دیتا۔ اس دفعہ جب میں اس کے ہاں ٹھہرا تو وہ پہلے سے زیادہ خستہ و ناتواں ہو چکا تھا اور کان بھی بہرے ہو چکے تھے۔ اس کے لڑکے اس کے پاس حاضر تھے جو اسے پکڑ کر بٹھاتے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا: "اپنا نسب بیان کرو۔" میں نے کہا: میں عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن الحارث بن زہرہ ہوں۔ اس نے کہا اس پر تجھے اپنی بشارت دیتا ہوں

جو تجارت سے زیادہ بہتر ہو گی۔ خداوند تعالیٰ نے تمہاری قوم سے پچھلے مہینے ایک پیغمبر مبعوث فرمایا ہے اور اسے تمام مخلوق پر فضیلت بخشی اور اُس پر کتاب نازل فرمائی ہے۔ وُہ بتوں کی پرستش سے منع کرتا ہے۔ اسلام کی دعوت دیتا ہے۔ سچ کہتا ہے اور باطل سے منع رکھتا ہے۔ میں نے پُوچھا، وہ کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے کہا: بنی ہاشم سے۔ اور تم اس کے احوال کا مشاہدہ کرتے ہو۔ اسے عبدالرحمٰن! فارغ ہو کر فوراً واپس جاؤ اور اس سے دستِ موافقت بڑھاؤ۔ اسے صادق سمجھو، اس کی مدد و نصرت کرو۔ اور یہ چند ابیات میری طرف سے اسے پہنچا دینا ۔

اشهد بالله ذی المعالی وفالق الليل بالصباح
اشهد بالله رب موسیٰ انك ارسلت بالبطاح
فكن شفيعی الیٰ مليك يدعوا البرايا الی الصلاح

ترجمہ:- "میں بلندیوں والے اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو رات کو صبح سے پیدا کرنے والا ہے۔ میں ربِ موسیٰ کی گواہی دیتا ہُوں کہ آپ بے شک بطحا والوں کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں تو آپ میرے شفیع بھی اس بادشاہ کے سامنے ہو جائیے جو مخلوق کو اصلاح کی طرف دعوت دیتا ہے۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ مجھ سے جس قدر جلدی ہوا اپنے کام کاج سے فارغ ہوا اور واپس آگیا۔ جب مکہ پہنچا تو میں نے حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات کر کے حمیری کی باتیں انہیں سنائیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ہاں پروردگار نے جناب محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ تم اُن کے پاس جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت خدیجہؓ کے گھر تھے۔ میں وہاں گیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملی تو میں اندر چلا گیا۔ مجھے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا: میں ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس سے مجھے بھلائی کی اُمید ہے۔ میں نے پُوچھا، وہ کون ہے یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! فرمایا: وہ جس نے عمل و بیر کیا ہے یا جس کا تو پیغام لایا ہے۔ یعنی وہ حمیری ہے جس میں مومنوں کے خواص ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں میں اسی وقت ایمان لے آیا اور "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله" کہا۔ حمیری کے اشعار حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھے اور

جواس نے کہا تھا اس سے بھی حضور کو اطلاع دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

رب مومن بی و ما رآنی بی و مصدق بی و ما شھد زمانی اولئِکَ حَقًّا اخوانی۔

ترجمہ:۔ ہو سکتا ہے وُہ مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لانے والا ہو اور میرا زمانہ دیکھے بغیر میری تصدیق کرنے والا ہو، یہی میرے حقیقی بھائی بند ہیں۔

سمج جسنی کا قصہ

حضرت معاذ بن جبل نے فرمایا ہے کہ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مکہ سے باہر کوہِ صفا پر آئے تو مشرکین مکہ بھی وہاں جمع تھے ابوجہل بھی ان میں آشامل ہُوا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے معشر قریش! لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہو۔ ولید بن مغیرہ نے ابوجہل سے کہا اگر چاہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آج شرمندہ کروں۔ ابوجہل نے اسے قسم دی اور کہا، ضروری ایسا کرو۔ ولید نے بُت کو اپنے گلے سے لگا لیا اور حضور علیہ السلام کی طرف مُنہ کر کے کہنے لگا، اے محمد صلی اللہ علیک وسلم تیرا یہ دعویٰ ہے کہ تیرا خدا شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ اب دیکھو میرا خدا میری گردن پر ہے۔ تیرا خدا کہاں ہے جسے میں دیکھ سکوں۔ اس کے بعد ولید نے بُت کو اپنی جگہ رکھ دیا۔ تمام قریش نے بُت کو سجدہ کیا اور اس کے پاس دعائیں مانگنے لگے کہ اے ہمارے خدا، اے ہمارے سردار! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کرنے میں ہماری مدد و نصرت فرما۔ اچانک اس نے چند اشعار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مذمت، اسلام کی مذمت اور اہلِ اسلام کی مذمت میں پڑھنے شروع کر دیئے حضورؐ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے ہولیا اور میں نے حضورؐ سے کہا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جو کچھ بُت نے کہا ہے آپ نے سنا ہے؟ فرمایا، ہاں اے ابن مسعود! یہ شیطان ہے جو بُت کے اندر گھس جاتا ہے اور انسانوں کو انبیاء کے قتل پر برانگیختہ کرتا ہے اور کوئی شیطان انبیاء علیہم السلام پر زبانِ طعن و لعن دراز نہیں کرتا مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنا ہو۔ دو تین روز بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک کوئی آ کر کہنے لگا، السلام علیک یا محمد! ہم نے اس کا کلام تو سنا لیکن وُہ نظر نہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو کوئی آسمانی مخلوق ہے۔ اس نے کہا، نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تو جنوں میں سے ہے؟ کہا، ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے پوچھا، کس لیے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا، کل میں غائب تھا مجھے پتہ چلا کہ ولید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کی ہے میں اس کی تلاش میں تھا تا کہ وہ مجھے صفا کے نزدیک کہیں مل جائے اور اس کا اپنی تلوار سے کام تمام کر دوں اور آپ کو اس سے رہائی دلاؤں۔ اے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم، کل صبح اپنے اصحابؓ کے ساتھ صفا میں تشریف لائیے تا کہ آپ کو وہ چیز سنواؤں جس سے آپ شادمان ہو جائیں۔ حضورؐ نے اس سے اس کا نام پوچھا تو کہنے لگا: میرا نام سمج ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر چاہو تو تمہارا اچھا سا نام رکھ دوں۔ کہنے لگا: ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تیرا نام عبداللہ رکھ دیا ہے۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں، ہمارے لیے ایسی کوئی رات طویل نہ گزری۔ صبح ہوئی تو ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقامِ صفا میں گئے۔ مشرکینِ مکہ سب وہاں جمع تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آکر فرمانے لگے، اے گروہِ قریش! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو۔ یہ سن کر قریش اٹھے اور بت کے سامنے سجدہ ریز ہوئے اور نہایت تضرع وزاری کرنے لگے۔ حضورؐ کو یہ گمان ہوا کہ شاید آج بھی ویسی ہی آوازیں آئیں گی جیسی پہلے آتی تھیں لیکن اس بت سے یوں آواز آئی ؎

انا عبد الله و ابن العیرا

انا قتلت ذی الفجو مسعرا

جب مشرکین نے یہ آواز سنی تو بت کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا ہم نے صفا پر کسی خدا کو تجھ سے بڑھ کر نہیں پوجا۔ شاید محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جادو تجھ پر چل گیا ہے۔ کل تو نے اُن کی مذمت کی اور آج مدح و ثنا کرتے ہو۔ انھوں نے اس بت کو زمین پر دے مارا اور توڑ پھوڑ کے رکھ دیا۔ بعدازیں انہوں نے حضور علیہ السلام پر دست درازی کر کے آپ کی جبین مبارک کو خون آلود کر دیا۔ اچانک ایک بوڑھا آدمی نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں عصا اور سنان تھے بولا، اے معشرِ قریش! میں نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت طاقت ور ہیں۔ مجھے اُن کے نزدیک لے جائیے تا کہ میں اُن کے شکم پر یہ ڈنڈا دے ماروں۔ جونہی اس نے عصا کو اٹھایا اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ملعون کے شر سے محفوظ رہے۔

اُسقفِ اسکندریہ کا قصہ

حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ نے بیان کیا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں طائف کے تجاروں کی ایک جماعت کے ہمراہ اسکندریہ گیا۔ وہاں ایک بڑا پادری تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا۔ لوگ اپنے مریضوں کو اس کے پاس لے جایا کرتے تھے اور شفایاب ہونے کے لیے اس سے دُعائیں منگاتے تھے۔ میں نے اس سے پُوچھا کہ کیا انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی پیغمبر باقی رہ گیا ہے؟ کہنے لگا، ہاں ایک باقی ہے اور وہی خاتم الانبیاء ہوگا۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھوڑا ہی زمانہ ہوگا، وہ زیادہ دراز قامت ہوگا نہ کوتاہ قد۔ زیادہ سفید ہوگا نہ سیاہ۔ اس کی آنکھوں میں سُرخی ہوگی اور سر کے بال لمبے ہوں گے، اور شمشیر بکف ہوگا اور جس کے بھی سامنے آئے گا اس سے خائف و ترساں نہ ہوگا۔ اپنے نفس سے جہاد کرے گا اور اس کے اصحابی اس پر جانیں قربان کر دیں گے اور اسے اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ عزیز رکھیں گے وہ سرزمین قرظہ سے باہر آئے گا۔ ایک حرم سے دوسرے حرم میں رحلت و مہاجرت کرے گا۔ اس کی سرزمین لق و دق صحرا ہوگی۔ اس میں گھاس نہیں اُگے گی۔ وُہ دینِ ابراہیم کی متابعت کرے گا۔ مغیرہؓ بن شعبہ نے کہا: ان کی صفات ذرا اور تفصیل سے بیان کیجئے۔ کہنے لگا، وہ کمر میں پٹکا باندھے گا۔ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا لیکن وہ تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوں گے۔ تمام رُوئے زمین اُن کی مسجد ہوگی۔ جب پانی میسر نہ ہوگا تو تیمم کرکے نماز ادا کریگا۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں اس کے بعد میں اسکندریہ کے ہر گرجے میں گیا اور ہر پادری سے جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اوصافِ حمیدہ کے متعلق پوچھا اور ان کے ہر جواب کو یاد رکھا۔ مدینہ شریف میں مراجعت کے بعد تمام واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہُوئے اور ان واقعات کو اپنے صحابہ کو سنانے کے لیے پسند فرمایا۔ چنانچہ میں چند روز تک کئی لوگوں کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعات سناتا رہا۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دامنِ اسلام میں

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

ابوجہل اور شیبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ابوجہل نے اُٹھ کر خطبہ دیا اور کہا : اے گروہِ قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں اور تمہیں احمقوں اور نادانوں سے نسبت دیتے ہیں ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ تمہارے باپ دادا دوزخی ہیں۔ اور گدھوں کی طرح ان کے جسم متورم ہوں گے۔ اس لیے جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرے گا اسے سَو اُونٹ سُرخ رنگ کے، سَو اونٹ سیاہ رنگ کے، ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا۔ یہ سن کر میں اُٹھا اور کہا : اے ابوالحکم! تُو جو کہتا ہے سچ ہے۔ اس نے کہا : ہاں معجل ہے غیر معجل نہیں۔ میں نے لات وعزٰی کی قسم کھا کر کہا : میں یہ کام کروں گا۔ ابوجہل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے خانہ کعبہ میں لے آیا۔ ہُبل کو مجھ پر گواہ بنایا کیونکہ ہبل ان کا سب سے بڑا بُت تھا۔ اور جب بھی کسی سفر پر جاتے یا صلح وجنگ یا پیش قدمی کرتے تو اس کے سامنے جاتے اور اس سے مشورہ کرتے اور اسے گواہ بناتے۔ میں شمشیر حمائل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے چل پڑا۔ آخر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک بچھڑے کو ذبح کر رہے تھے میں اس جگہ کھڑا ہو گیا تاکہ ان کی کارکردگی کا مشاہدہ و معائنہ کروں۔ اس بچھڑے سے یہ آواز سنائی دی کہ اس شخص کی بہتری و فتح مندی کے لیے یہ بہترین کام ہے جو فصیح و بلیغ زبان میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دعوت دے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ خطاب مجھ سے ہی ہو رہا ہے۔ پھر میں ایک ایک بکری کے پاس سے گزرا تو اس سے بھی وہی آواز آئی جو بچھڑے سے آئی تھی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا اس سے مراد سوائے میرے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے چل کر میں ایک بُت کے پاس آیا جسے ضماد کہتے ہیں اس میں سے ہاتف نے یہ آواز دی ؎

ترك الضماد وكان يعبد واحدًا ۔۔۔ بعد الصلوٰة على النبي محمدًا

ان للذی ورث النبوة والهدٰی ۔۔۔ بعد ابن مریم من قریش مهتدٰی

سیقول من عبد الضماد و مثله ۔۔۔ لیت الضماد و مثله کم یعبدا

فاصبر اباحفص فانك اترًا ۔۔۔ یأتیك عز غیر عز بنی عمرًا

لا تعجلن فان ناصره دینه ۔۔۔ حقًا یقینًا باللسان و بالیدًا

اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ ان باتوں کا مصداق میں ہوں۔ میں اپنی بہن کے گھر آیا، وہاں خباب بن الارث اور ان کا شوہر موجود تھے۔ جب انہوں نے مجھے شمشیر حمائل کیے ہوئے دیکھا تو ڈر گئے۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! اللہ تجھے نیکی و سعادت بخشے اسلام لے آؤ۔ یہ سن کر میں نے پانی مانگا اور وضو کر کے حضور علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا وہ حضرت ارقم بن ارقم کے گھر تشریف فرما ہیں۔ میں وہاں گیا اور دروازہ پر دستک دی۔ حضرت سیدنا حمزہؓ باہر تشریف لائے۔ انہوں نے جب مجھے شمشیر حمائل کیے ہوئے دیکھا تو مجھ پر برس پڑے۔ حضرت سیدنا امیر حمزہؓ کی شخصیت بڑی پُروقار اور بارُعب تھی۔ میں نے بھی انہیں للکارا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو میرے آنے کا سبب پوچھا۔ پھر فرمایا: اے عمر! میری دعا تیرے حق میں مستجاب ہو چکی ہے تو اسلام لے آ۔ میں نے اُسی وقت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد انك رسول اللہ کہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ بہت مسرور ہوئے اور اس آیت کا نزول ہوا: یا ایھا النبی حسبك اللہ ومن اتبعك من المومنین۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: حضورؐ باہر آئیے۔ بخدا اب مشرکین ہم پر غالب نہیں آسکتے۔ پھر ہم ابن ارقمؓ کے مکان سے باہر آئے میں نے تکبیر کہی جسے تمام مشرکوں نے سُنا اور حضور علیہ السلام نے طوافِ کعبہ کیا۔ اس کے بعد میں مشرکوں سے ایک ایک کے ساتھ لڑتا رہا حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔

شام کے قافلہ میں حضورؐ کی بعثت کے چرچے

سفیان ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف گیا۔ صبح کے وقت ایک جگہ آرام کرنے کے لیے ٹھہر گئے۔ اچانک زمین و آسمان کے درمیان کھڑا ایک سوار نظر آیا جو کہہ رہا تھا اے سونے والو! جاگو۔ سونے کا وقت نہیں ہے احمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور تمام جن مردود و مطرود ہو گئے ہیں۔ میں ڈر گیا حالانکہ میں بہت دلیر تھا۔ جب ہم اپنے گھروں کو واپس آئے تو سُنا کہ مکہ میں اس بات پر اختلاف پیدا ہو گیا ہے کہ بنی عبدالمطلب سے رسول پیدا ہوا ہے اور اس کا

نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

کائنات ارضی سے ظلمات دُور ہو گئیں

عمرو بن مرث الجنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں زمانۂ جہالت میں حج کی غرض سے مکہ گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کعبہ سے ایک نور نکلا ہے۔ جب میں نے یثرب کے پہاڑوں پر نظر ماری تو اس نور سے یہ آواز آ رہی تھی: انقشعت الظلماء وسطع الضیاء بعث خاتم الانبیاء۔ ظلمت و تیرگی چھٹ گئی، روشنی پھیل گئی اور خاتم الانبیاء مبعوث ہو گئے۔

بڑھ گئی تیری ضیاء اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

بعد ازاں ایک اور نور ظاہر ہوا جس کی روشنی میں مجھے حیرہ اور مدائن کے محل نظر آ گئے۔ اس نور سے یہ آواز آتی تھی "ظہر الاسلام، کسرت الاصنام، وصلت الارحام"۔ اسلام ظاہر ہو گیا، بت ٹوٹ گئے اور بیگانے شیر و شکر ہو گئے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

میں ڈرتے ڈرتے خواب سے بیدار ہوا اور اپنی قوم سے کہا، بخدا قریش کے درمیان کوئی نئی چیز ظہور میں آنے والی ہے۔ جب میں اپنے گاؤں گیا تو پتہ چلا کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام کا کوئی شخص مبعوث ہوا ہے۔ میں اس کے پاس آیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا، کہہ سنایا اور دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوا۔

ابُوجہل لرزہ براندام ہو گیا

ایک آدمی مکہ معظمہ میں آیا جس نے کچھ جانور ابوجہل کے پاس فروخت کئے۔ ابوجہل نے قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کی۔ ایک دن وہ قریش کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا: میں غریب آدمی ہوں۔ ابوجہل نے مجھ سے جانور خریدے ہیں لیکن قیمت ادا نہیں کر رہا۔ کوئی ہے جو میرے پیسے دلائے۔ اس وقت حضور علیہ السلام کہیں نزدیک ہی تشریف فرما تھے، قریش نے ازراہِ تمسخر اس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ اپنا کام اُن سے کروا لے۔ اس نے حضورؐ کی خدمت میں آ کر تمام

ماجرا سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور فرمایا، آؤ تجھے تیرا حق لے کر دوں۔ قریش نے دو آدمی ان کے پیچھے بھیجے تاکہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ابوجہل کے دروازے پر دستک دی۔ ابوجہل بولا، کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ باہر آؤ۔ ابوجہل نے دروازہ کھولا تو اس کا رنگ فق ہو گیا اور جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا، اسے اس کا حق دو۔ ابوجہل بولا، ابھی دیتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا، دیکھو جب تک اس کا حق اُسے نہ مل جائے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ ابوجہل جلدی سے اندر گیا اور اس کا حق لے کر باہر آگیا اور اُسے دے دیا۔ حضورؐ تشریف لے گئے تو وہ بابلی (بابل کا رہنے والا) قریش کی مجلس میں آیا اور حضور علیہ السلام کی تعریف کرنے لگا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے اس ظالم سے میرا حق دلوایا ہے۔ پھر اُن آدمیوں نے بھی یہی قصہ آ سنایا۔ ابوجہل بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا آیا اور کہنے لگا: جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے دروازے پر دستک دی تو میرا دل دہل گیا۔ میں باہر آیا تو دیکھا کہ میرے سر پر ایک بہت بڑا اُونٹ مُنہ کھولے ہوئے کھڑا ہے۔ اگر میں ایک لمحہ بھی ادائے حق میں تاخیر کرتا تو وہ میرا سر کچل دیتا۔ قریش بولے، لو یہاں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو اثر کر گیا ہے۔

ابوجہل کی مجبوریاں

اسی طرح بنی اسد میں سے ایک اُونٹ بیچنے کے لیے لایا۔ ابوجہل نے وہ اُونٹ خریدا لیکن قیمت ادا نہ کی۔ اس وقت حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اُس اسدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنا حال سُنایا۔ حضورؐ نے پوچھا، تمہارے اونٹ کدھر ہیں؟ وہ بولا، بازار میں ہیں۔ حضورؐ بازار آئے اور اس کے اونٹوں کو اس کی مرضی سے خریدا اور پھر دونوں کو بیچ دیا اور قیمت ادا کر دی۔ ابوجہل کہیں پاس ہی بیٹھا ہوا تھا اُسے دم مارنے کی مجال نہ ہوئی۔ پھر حضور علیہ السلام ابوجہل کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے، اے چچا اب ایسا معاملہ نہ کرنا ورنہ تجھے ایک ایسی چیز لاحق ہو جائے گی جس سے کوئی چیز کروہ نہ ہوگی۔ ابوجہل نے کہا، اے محمدؐ! میں ایسا معاملہ نہیں کروں گا۔ مشرکین ابوجہل سے کہنے لگے، اے ابوالحکم! تو محمدؐ کے ہاتھوں خوب ذلیل ہوا ہے شاید تُو نے اس کی متابعت کر لی یا تجھ پر کوئی خوف غالب ہو گیا تھا۔ ابوجہل بولا: میں اُس کے

دین کی ہرگز متابعت نہ کروں گا۔ لیکن میں نے چند آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف اور چند بائیں طرف کھڑے دیکھے جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور مجھ پر حملہ کر رہے تھے۔ میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرتا تو مجھے ہلاک کر دیتے۔ قریش نے کہا: یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جادو کا اثر ہے۔

قصۂ ذنیرہ جب حضرت ذنیرہؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ نابینا ہو گئے۔ ابوجہل بولا: یہ لات وعزّیٰ کی کارکردگی ہے۔ حضرت ذنیرہؓ نے کہا: لات و عزّیٰ عبادت کرنے اور نہ کرنے والے دونوں سے آگاہ نہیں۔ یہ تو محض تقدیر الٰہی ہے۔ میرا پروردگار مجھے بینا کرنے پر قادر ہے۔ اسی رات ان کی آنکھیں بینا ہو گئیں لیکن کوردل قریشی نے اسے بھی حضور علیہ السلام کے جادو پر ہی محمول کیا۔

قصۂ عتبہ بن ابی لہب حضرت خدیجہؓ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت زینب کا نکاح اپنے بھانجے ابوالعاص سے کر دیا تھا۔ اور حضورؐ نے رقیہ یا ام کلثوم کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا۔ جب حضور علیہ السلام اور کفار کے درمیان ٹھن گئی تو کفار نے حضور علیہ السلام کے دامادوں سے کہا کہ تم دختران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دو۔ تم انہیں چھوڑ دو تو قریش کی لڑکیوں میں سے جسے تم چاہو گے، مل جائے گی۔ ابوالعاصؓ نے کہا: میں تو اپنی زوجہ سے کسی حال میں بھی جدا ہونے کے لیے تیار نہیں کیونکہ قریش کی کوئی عورت میری بیوی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حضور علیہ السلام نے ان کے اس اقدام پر تحسین فرمائی۔ لیکن عتبہ نے کہا: اگر سعید بن العاص کی لڑکی میرے حوالے کی جائے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو طلاق دے دوں گا۔ قریش نے سعید بن العاص کی لڑکی کا نکاح اس سے کر دیا۔ وہ بدبخت حضور علیہ السلام کی دختر نیک اختر کے ہاں سے اٹھ کر حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا یہ آپ کا داماد دَنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر اس بدبخت نے حضور علیہ السلام کی طرف تھوکا اور حضور علیہ السلام کی صاحبزادی کو طلاق دے کر نہایت بری باتیں کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ حضور علیہ السلام نے اس کے لیے دعائے بد کی اور فرمایا: اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔

اس وقت حضرت ابو طالب وہیں تھے۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اب اس بددعا سے تو کس طرح بچ سکتا ہے؟۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو طالب غمگین ہو گئے اور حضور علیہ السلام سے آکر کہا: آپ کو اس بددعا سے کیا فائدہ؟ عتبہ نے اپنے باپ کو یہ ماجرا سنایا تو اُسے بھی سخت رنج ہوا۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹا تجارت کی غرض سے ملک شام میں گئے اور ایک جگہ ٹھہرے جہاں ایک راہب نے انہیں بتایا کہ اس جگہ بہت سے درندے رہتے ہیں۔ ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے مددگاری و امداد کی درخواست کی کیونکہ اسے پتہ تھا کہ حضورؐ کی بددعا سے وہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے تمام سامان کو ایک دوسرے پر رکھ دیا اور عتبہ کو اس پر سلا دیا۔ اور خود اس کے گرداگرد سو گئے۔ آدھی رات کے وقت ایک شیر آیا اور ہر ایک کو سونگھتا ہوا سامان پر چڑھ گیا اور ایک ہی پنجہ سے عتبہ کی آنکھیں نکال دیں۔ عتبہ نے شور مچایا اور جان مالکِ دوزخ کے سپرد کر دی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس واقعہ کو اپنے ایک قصیدہ میں نظم کیا ہے۔

مسلمان نجاشیؒ شاہِ حبشہ کے دربار میں

دوسری بار جب صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو ان میں بیاسی مرد اور اکتیس عورتیں شامل تھیں اور اُن کے ساتھ حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت سلمہؓ بھی تھے۔ حضرت سلمہؓ نے بیان کیا ہے کہ ہم نے وہاں قیام کیا تو نہایت اچھے طریقے سے اپنے دین کا اظہار کیا اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جب ہماری فراغت و رفاہت کی خبر کفارِ مکہ کو پہنچی قریش بالاتفاق عمرو العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی شاہِ حبشہ اور اس کے سرداروں کی طرف تحفے تحائف دے کر بھیجا۔ جب یہ دونوں وہاں پہنچے اور تحفے تحائف پیش کیے اور مذہبی پیشواؤں سے گفتگو کی کہ چند بے وقوف نوجوانوں نے اپنے دین سے جدائی اختیار کر لی ہے اور بادشاہ کے دین کی متابعت بھی ترک کر دی ہے۔ ان کے آباء و خویشاوندوں نے ہمیں انہیں واپس لانے کے لیے بھیجا ہے۔ راہب نے کہا: تم صورت حال بادشاہ کے سامنے بیان کرو تاکہ ہم تمہاری مدد کریں۔ مذہبی پیشوا نے بادشاہ سے کہا: یہ دو آدمی ان مہاجروں کے متعلق بہتر جانتے ہیں اس لیے ان کو ان کے حوالے کر دینا چاہئے۔ بادشاہ کو اس پر سخت غصہ آیا، کہا صرف اس بات پر میں ان کو بلاتا ہوں اور حقیقتِ حال پوچھتا ہوں۔ اگر حقیقت اسی طرح ہوئی جس طرح

ان آدمیوں نے کہا ہے تو میں ان مہاجروں کو اُن کے سپرد کر دوں گا اور اگر بات اس کے برخلاف ہوئی تو میں اُن کی رعایت نہ کروں گا۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی نے اپنے بڑے بڑے پادریوں کو جمع کیا جنہوں نے نجاشی کے آگے پیچھے کتابیں رکھ دیں۔ پھر نجاشی نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا۔ حضرت جعفر طیار صحابہ کو لے کر وہاں آ گئے۔ تمام پادری اُٹھ کھڑے ہوئے سب نے حضرت جعفر طیار کا استقبال کیا اور نجاشی بھی تعظیم بجا لایا اور متوجہ ہو کر حال احوال پوچھنے لگا۔ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے بادشاہ! زمانۂ جاہلیت میں ہم وہ لوگ تھے جو بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، جُوا کھیلتے تھے اور طرح طرح کے بُرے کام کرتے تھے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری ہی قوم سے ہم پر ایک پیغمبر مبعوث فرمایا ہے جو کمالِ حسب و نسب سے موصوف ہے اور وفورِ امانت و دیانت سے معروف ہے۔ ہمیں اس نے توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی ہے۔ حتیٰ کہ ہم نے اس کی عبادت کرنا شروع کر دی اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ہم نماز قائم کرتے ہیں اور صداقت کا طریقہ پیش نظر رکھتے ہیں۔ ہم اپنے وعدوں کو ایفاء کرتے ہیں۔ ادائیگیِ امانت میں اور صلہ رحمی میں کوشش و سعی کرتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان بھی لے آئے اور اس کی متابعت بھی کی۔ لوگ ہمارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور معاندانہ طریقوں سے ہمیں کفر و شرک کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کرنے لگے۔ جب ہم میں طاقتِ برداشت نہ رہی تو ہم یہاں آ کر پناہ گزیں ہو گئے تاکہ اُن کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر طیارؓ سے چند آیات کی تلاوت کے لیے کہا۔ انہوں نے کھٰیٰعٓصٓ سے آغازِ تلاوت کیا۔ چند آیات سُن کر نجاشی زار و قطار رونے لگا یہاں تک کہ اس کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ مذہبی پیشوا جو دربار میں موجود تھے بھی الحاح و زاری کرنے لگے۔ ان کی گریہ و زاری سے کتابیں بھیگ گئیں۔ نجاشی بولا خدا کی قسم یہ نور بھی اسی مشکوٰۃ سے ہے جس سے نورِ موسیٰ تھا۔ اور ان دونوں کا ایک ہی سرچشمہ ہے۔ پھر نجاشی نے ان دونوں سفیروں سے کہا میں ان لوگوں کو تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔ جب دونوں دربارِ نجاشی سے باہر آئے تو عمرو العاص نے کہا: میں اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسی چیز مسلط کرتا ہوں جو ان کی دیواریں ہلا دے۔ عبد اللہ بن ربیعہ

نے کہا: اے عمرو! ایسا نہ کرو اگرچہ وہ ہمارے مخالفین ہیں لیکن خویشاوندی اور صلہ رحمی کا بھی دھیان رہے۔ عمرو العاص نے ایک نرسنی اور سیدھا نجاشی کے دربار میں پہنچا اور کہا: اے بادشاہ! اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بندہ کہتے ہیں۔ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کے ہمراہ دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ تم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ حضرت جعفر طیار بولے: ہم وہی کہتے ہیں جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کہتا ہے۔ وہ کلمۃ اللہ ہیں اور روح اللہ ہیں جو مریم میں القاء کر گئی۔ نجاشی کو یقین ہو گیا کہ یہ فرمانِ خداوندی ہی ہے۔ قسم کھا کر بولا کہ عیسٰی علیہ السلام بھی یہی کہتے ہیں جو تم کہتے ہو آپ جائیں اور اس ملک میں بہ آرام رہیں۔ آپ پر کوئی بھی تعرض نہیں ہوگا۔ پھر بادشاہ نے کہا: ان کے تحفے واپس کر دو ان کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اندریں حالات یہ دونوں سفیر نجاشی کے دربار سے ذلیل و خوار ہو کر نکلے۔ بادشاہ نے ان کے تحائف رد کر دیئے اور وہاں کے لوگوں نے انہیں منحوس سمجھا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں نہایت ہی خوشحال طریقے سے اقامت گزیں رہے۔

حبش کے عیسائی علماء دربارِ رسالت میں

نجاشی سے پادریوں نے مکہ جانے کی اجازت طلب کی۔ مکہ پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ کو مقامِ ابراہیم کے نزدیک تشریف فرما پایا۔ وہ بھی حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئے اور ایک پادری جس کا نام طاگور تھا حضور علیہ السلام سے پوچھنے لگا: کیا آپ ہی اپنے آپ کو رسولِ خدا کہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ طاگور نے کہا: مخلوق کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مخلوق خدا کی شریک نہیں ہو سکتی۔ بعد ازاں آپ نے قرآنِ کریم کی چند آیات پڑھیں جنہیں سن کر وہ روئے اور ان کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ طاگور نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کہا اور آپ کی تصدیق کی۔ جب یہ پادری حضور علیہ السلام کی خدمت سے اٹھے تو ابوجہل امیہ بن خلف قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر کہنے لگا: خدا اس آدمی کو برباد کرے جس نے تمہیں یہاں طلبِ دید کے لیے بھیجا۔ تم تو یہاں اس آدمی کو صرف دیکھنے کے لیے آئے تھے لیکن تمہاری عقل اتنی گھٹی گزری ہے کہ اس کی مجلس میں بیٹھتے ہی اپنے دین سے

برگشتہ ہو گئے اور تم نے اس کی ہر بات کی تصدیق کر دی وہ دو سال سے یہ دعویٰ کر رہا ہے۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی اس کا گرویدہ نہیں ہوا، صرف چند بے عقل بے ہودہ لڑکے اور فقیر و نادار انسان اس پر ایمان لائے ہیں۔ پادری کہنے لگے کہ تم پر سلامتی ہو۔ ہم کسی کے حق کو ضائع نہیں کرتے اور جاہلوں کے کہنے پر وہ سچائی جو روشن ہو چکی ہے اس سے سرتابی نہیں کر سکتے۔ بعد ازاں ان پادریوں نے احکام شریعت اور قرآن کریم سیکھا اور زیورِ اسلام سے آراستہ ہو کر اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

شبِ معراج کو بیت المقدس کے سفر پر شہادتیں

جب حضورؐ نے نبوت کے چھٹے سال واقعہ معراج جس میں یہ مذکور تھا کہ میں راتوں رات مسجد اقصیٰ پہنچا۔ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ قریش سے بیان کیا تو قریش یہ سمجھے کہ حضور کے وہاں پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا انہوں نے بیت المقدس کے اوصاف پوچھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے سرزمین بیت المقدس کو حضور کے سامنے لا کر رکھ دیا اور انہوں نے جو کچھ پوچھا حضور نے اس کا جواب شافی دیا۔ قریش نے انہی دنوں ایک قافلہ ملک شام کو بھیجا ہوا تھا آپؐ سے اس کے متعلق پوچھنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا: قافلہ ابھی راہ میں ہے۔ اور فرمایا: گزرنے وقت میں نے فلاں شخص کو اونٹ پر بیٹھے ہوئے ٹھٹھرتا ہوا دیکھا جس نے اپنے غلام سے کمبل مانگا۔ میں پیاس سے تھا تو میں نے ان کے برتن سے پانی بھی پیا اور ایک آدمی کی کوئی چیز گم ہو گئی تھی جب ہم وہاں پہنچے تو اس کی گم کردہ چیز مل گئی۔ اور قافلہ والوں کے اونٹ ہمارے براق سے ڈر کر بھاگے اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اگر اہل قافلہ کے کچھ دن ان کے ڈھونڈنے میں ضائع نہ ہوئے تو وہ فلاں روز طلوعِ آفتاب کے وقت یہاں پہنچیں گے۔ قریش ان خبروں سے متعجب ہو گئے اور اس وقت کا انتظار کرنے لگے جب وہ وقت آیا تو قریش دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ سورج کی طرف دیکھنے لگا اور دوسرا قافلہ کی راہ دیکھنے لگا۔ اچانک ایک گروہ سے آواز آئی کہ یہ لو قافلہ پہنچ گیا۔ دوسرا گروہ پکارا کہ لو سورج طلوع ہو گیا۔ وہ سب کے سب قافلے کے استقبال کے لیے گئے۔ اور کمبل مانگنے، پانی پینے، اونٹوں کے منتشر ہونے اور گم کردہ چیز کے پانے کے متعلق پوچھنے لگے ہر ایک نے اسی کی تصدیق کی جو حضور نے فرمایا تھا لیکن ان کے دلوں پر جو تالے لگے ہوئے تھے

نہ ہو سکے۔ اور ان کے دلوں میں دشمنی، غرور و تکبر اور انکار کا جذبہ مبالغہ کی حد تک فراواں ہو گیا۔

ابو جہل اونٹ کے مُنہ میں

ایک دن ابُو جہل اپنے ساتھیوں سے بحث و تکرار کے بعد کہنے لگا، ہم تو اس شخص کے افعال سے معذور ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم اگر آج کے بعد اسے ایسے ہی نماز ادا کرتا ہُوا دیکھوں گا تو اس کا سر پتھر سے پھوڑ دوں گا تاکہ اس کے شر سے چھٹکارا حاصل کر لوں اس وقت اگر تم نے میری مدد و نصرت نہ کی تو میں سمجھوں گا تم نے مجھے دشمنوں کے سپرد کر دیا۔ تمام مشرکین نے اسے قسم کھا کر یقین دلایا اے ابوالحکم ہم تیری مدد و نصرت سے ہرگز دست کش نہ ہوں گے اور تجھے دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ صبح ہُوئی تو حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے وہ ملعون ہاتھوں میں پتھر لیے حضور کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ حضور نماز کے لیے کھڑے ہُوئے تو وہ حضور کے نزدیک پہنچا لیکن اس کے مکروہ چہرے کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا اور واپس بھاگ گیا۔ قریش نے پوچھا، اے ابوالحکم! کیا ہُوا؟ کہنے لگا، خدا کی قسم اس کی دائیں طرف ایک اونٹ ہے جو اتنا بالا قد ہے کہ میں نے کبھی اتنی بلند کوہان والا اُونٹ نہیں دیکھا وُہ مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ اتنا تند خو اور تیز دانتوں والا تھا کہ میں نے ایسا کبھی نہیں سُنا۔ اگر وہ میرے نزدیک آجاتا تو مجھے یقیناً ہلاک کر دیتا۔ پھر اس نے "لَوْ دَنَا مِنْهُ لَاَخَذَهٗ" کے الفاظ کہے جن کا مطلب ہے کہ اگر وہ اس کے نزدیک ہوتا تو وُہ اسے یقیناً پکڑ لیتا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے اس بات سے مطلع کر دیا۔

ابو جہل آگ کے دہانے پر

ایک دن اسی ملعون نے قریش سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہے۔ کہنے لگے: ہاں۔ ابو جہل نے کہا کہ مجھے قسم ہے اگر اب میں اسے اس حال میں پاؤں گا تو اس کی گردن اپنے پاؤں سے روند دُوں گا۔ قریش نے کہا: جاؤ وہ وہاں نماز پڑھ رہا ہے۔ ابو جہل گیا تو رستے سے ہی اپنے چہرے سے کوئی چیز ہٹاتے ہُوئے واپس چلا آیا۔ قریش نے پوچھا: اے ابو الحکم! کیا ہُوا ہے؟ کہنے لگا کیا بتاؤں میں نے اپنے اور اس کے درمیان ایک آتشیں خندق دیکھی ہے۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا، اس آیت الذی

نہیٰ عبداً اذا صلیٰ ۔ الیٰ آخرہ سورہ ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا جو ایک بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔

حکم عتابِ الٰہی میں

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم بن ابو العاص کے پاس سے گزرے حکم آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نورِ نبوت سے نازیبا حرکات کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ایسا ہی ہو جا۔ اسی جگہ اس کے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا اور وہاں سے ہل نہ سکا۔

اصحابِ کہف، ذوالقرنین اور روح

ایک دن قریش اس بات پر متفق ہو گئے کہ کسی دن دو آدمیوں کو احبار یہود کے پاس بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا پتہ چلائیں۔ جب احبار یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سنے تو سمجھ گئے کہ حضور کس بات کی دعوت دیتے ہیں انہوں نے ان دو آدمیوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ حضور سے تین چیزوں کے متعلق سوال کریں کہ قصہ اصحابِ کہف، قصہ ذوالقرنین اور روح کیا ہیں؟ اگر ان تین سوالوں کا جواب دے دے تو سمجھے کہ وہ نبی مرسل ہے۔ اس کی اتباع کرو۔ اگر ان کا جواب نہ دے سکے تو وہ دروغ گو ہے پھر جو چاہو اس سے کر گزرو۔ جب قریش نے یہ سوالات پوچھے تو حضور نے فرمایا: میں کل بتاؤں گا۔ حضور نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ دس دن تک وحی منقطع رہی۔ قریش بہت خوش ہوئے۔ حضور کو یہ بات بڑی شاق گزری۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام سورۂ کہف لے کر آئے جو ان کے جوابات پر مشتمل تھی۔ حضور علیہ السلام نے وہ سورۃ ان پر پڑھی۔ انہوں نے سُنی ان سنی کر دی اور کفر پر ہی اڑے رہے۔

معاندین حضورؐ عذاب کے نرغے میں

اسود بن مطلب، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ اور ابن الطلاطلہ حضور علیہ السلام کے تمسخر میں حد سے بڑھ گئے تو ایک دن جبریل علیہ السلام آپ کے پہلو میں آکر کھڑے ہو گئے۔ یہ تینوں طوافِ کعبہ میں مصروف تھے۔ ولید بن مغیرہ جبریل علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ جبریل علیہ السلام نے ولید بن مغیرہ کے اس ہاتھ کی طرف جو تیر سے مجروح

ہو کر مندمل ہو گیا ہُوا تھا اشارہ کیا تو اس سے خون بہنے لگا اور وہیں ہلاک ہو گیا۔ بعد ازاں مالس بن وائیل کے پاس سے گزرے۔ اس کے ہاتھ پر بھی کانٹے کی وجہ سے زخم آیا ہُوا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے اسے دیکھا تو وُہ زخم تازہ ہو گیا۔ اور وہ بھی وہیں ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد اسود بن عبد المطلب کے پاس جا کر ایک سبز پتہ اس کے منہ پر رکھ دیا جس سے وُہ اندھا ہو گیا۔ بعدہٗ ابن الطلاطلہ کے پاس گئے۔ اس کے سر کی طرف اشارہ کیا تو اس کے دماغ سے پیپ بہنے لگا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس موقعہ پر یہ آیت نازل فرمائی: انا کفیناک المستھزئین۔ یعنی ہم نے آپ سے استہزاء کرنے والوں کا کام تمام کر دیا۔

حضورؐ کی نگاہِ غضب

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے خوف سے باہر چلے آئے۔ آپ نے دُور سے کوئی سیاہ چیز دیکھی، نزدیک پہنچے تو معلوم ہُوا کہ وُہ اونٹوں کا گلہ تھا۔ حضورؐ ان اونٹوں کے گلے میں آ کر بیٹھ گئے۔ اونٹ بھاگنا شروع ہو گئے اور ابو شرواں جو اونٹوں کا چرواہا تھا اونٹوں کے ارد گرد دیکھنے لگا۔ لیکن اسے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ جب اونٹوں کے حلقے میں آیا تو حضور صلعم کو دیکھا۔ کہنے لگا تو کون ہے جو میرے اونٹوں کو لیے جا رہا ہے۔ حضور نے فرمایا: دُرومت، میں تو یہاں آرام کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا: تو کون ہے۔ حضور نے فرمایا: دُرومت میں ایک ایسا آدمی ہوں جو یہ چاہتا ہے کہ تیرے اونٹوں سے پیار کرے۔ ابو شرواں کہنے لگا: مجھے تو تم وہ شخص نظر آتے ہو جسے لوگ کہتے ہیں کہ اس نے دعویٰ پیغمبری کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں تجھے لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً عبدہٗ و رسولہ کی دعوت دیتا ہوں۔ ابو شرواں بولا: میرے اونٹوں کے حلقے سے باہر نکل جائیے کیونکہ جن اونٹوں میں تو ہو گا وُہ فلاح نہ پائیں گے۔ رسول اللہ صلعم کو اس نے اونٹوں کے حلقے سے باہر نکال دیا۔ حضور صلعم نے اس کے لیے بدیں الفاظ دُعا کی: اطل بقاءہ و شفاءہ۔" اے اللہ اس کی بقاء و شفاء کو معطل کر دے" وہ بہت بوڑھا ہو گیا۔ موت کی آرزو کرنے لگا۔ لوگ کہتے تھے کہ کیا تجھے تیری ہلاکت نظر نہیں آتی جو حضور علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے ہے۔ اس نے کہا: ممکن ہے کہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ ظہورِ اسلام ہوا تو میں حضور صلعم کی خدمت میں آیا اور ایمان لے آیا۔ آپ نے میرے لیے دعائے خیر کی۔ میری

بخشش کے لیے استغفار کیا۔ لیکن پہلی دُعا سبقت لے چکی تھی۔

اہلِ مکہ کے مظالم

ایک دن اہل مکہ نے حضورؐ پر بہت ستم توڑا۔ حضور کا چہرۂ انور خون آلود ہو گیا۔ آپ ایک جگہ بہت افسردہ بیٹھے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے، اس درخت کو اپنی طرف بلائیے۔ حضور صلعم نے اس درخت کو بلایا تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور حضور علیہ السلام کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر حضور نے اسے حکم دیا کہ واپس اپنی جگہ چلے جاؤ۔ جونہی وہ اپنی جگہ پر پہنچا تو فرمایا: یہی مستحسن چیز ہے۔

بنو ہاشم درّہ ابی شعب میں

جب قریش مکہ حضرت ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے حضور سے بحث و تکرار میں اور لڑنے جھگڑنے میں عاجز آ گئے تو انہوں نے مل کر ایک عہد نامہ تحریر کیا۔ انہوں نے خدا کے نام پر حلف اُٹھایا کہ وہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے آئندہ قطع رحمی کر لیں گے۔ نہ ان کا رشتہ لیں گے نہ اُن کو رشتہ دیں گے۔ نہ اُن سے کوئی چیز خریدیں گے اور نہ انہیں کوئی چیز دیں گے اور نہ ہی اُن سے کلام کریں گے۔ یہ عہدنامہ کپڑے میں لپیٹ کر سربمہر کیا گیا اور دیوارِ کعبہ پر لٹکا دیا گیا۔ جب ابو طالب کو پتہ چلا تو تمام بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ہمراہ شعب ابو طالب میں جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا، مقیم ہو گئے اور تین سال تک وہیں شب بسری کی۔ کسی نے بھی ان سے اپنی نسبت کا احساس کرتے ہوئے بھلائی نہ کی صرف ابو العاص بن ربیع جو حضور صلعم کے داماد تھے کبھی کبھی رات کے وقت گندم اور کھجوریں وہاں لے جاتے حضور نے ان کے اس کارِ خیر کی تعریف کی اور اسے سراہا۔ جب اُن کی حالت تنگ ہو گئی اور قریش کی سختی انتہا کو پہنچ گئی تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے عہدنامہ قریش پر کسی جاندار چیز کو مسلط کر دیا جس نے سوائے خدا کے نام کے تمام تحریر کو تلف کر دیا۔ حضور صلعم کو پتہ چلا تو آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو مطلع کر دیا۔ ابو طالب تمام بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ عمدہ لباس زیب تن کیے مکہ معظمہ میں آ گئے اور قریش میں آ کر بیٹھ گئے۔ قریش نے ان کا احترام و اکرام کیا۔

ابو طالب نے کہا: اے گروہِ قریش! ہم تمہارے پاس ایک کام کے لیے آئے ہیں۔ امید ہے کہ تم اس میں عدل و انصاف سے کام لو گے۔ کہنے لگے ہم احسان کریں گے۔ ابو طالب

نے کہا کہ محمد صلعم نے مجھے بتایا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے عہدنامے پر ایک ایسے جاندار کو مسلط کر دیا ہے جس نے سوائے خدا کے نام کے اس میں کچھ نہیں چھوڑا اور صلہ رحمی اور ظلم و ستم سے متعلق ہر چیز کو کھا گیا ہے۔ میں نے کبھی بھی اس سے جھوٹ نہیں سُنا۔ اسے دیکھو اگر درست ہے تو خوفِ خدا کرو اور اس ناپسندیدہ طریقِ کار سے باز آجاؤ۔ اگر وہ جھوٹ کہتا ہے تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا اور اس کی حمایت سے دست کش ہو جاؤں گا۔ پھر تم جو چاہو کرنا۔ قریش بولے: اے ابو طالب! یہ اچھا خیال ہے۔ انہوں نے ایک شخص کو وہ عہدنامہ لانے کے لیے بھیجا۔ جب اسے کھولا گیا تو اس میں "باسمك اللّٰهم" کے سوا کوئی چیز باقی نہ تھی۔ حضرت ابو طالب نے ان کی مذمت و ملامت کی۔ وہ سب خاموش ہو گئے۔ کچھ کہہ نہ سکے اور اس عہدنامہ سے منحرف ہو گئے۔ بعد ازاں حضور صلعم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس درہ سے باہر آئے اور قریش مدت تک آپ سے صُلح پر کاربند رہے۔

چاند دو ٹکڑے ہوگیا

مشرکینِ مکہ حضور کے پاس آکر کہنے لگے کہ اگر تو اس دعویٰ میں سچا ہے تو چاند کو دو ٹکڑے کر دے۔ حضور نے فرمایا: اگر کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ یہ چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ حضور نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ تو وہ ہو گیا۔ اس کا ایک حصہ کوہِ ابو قبیس اور دوسرا حصہ اس پہاڑ سے گزرا جس پر حضور صلعم پکار رہے تھے کہ اے فلاں، اے فلاں! دیکھو۔ جب ان بدبختوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تو کہا کہ محمد صلعم نے ہم پر جادو کر دیا۔ پھر کہنے لگے: اگر ادھر ادھر سے آنے والا کوئی مسافر یہ نہ دے کہ اس نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے تو یہ سچ ہوگا ورنہ شعبدہ بازی اور جھوٹ۔ انہوں نے جس مسافر سے بھی پوچھا اس نے اس کی تصدیق کی کہ ہم نے ایسا ہی دیکھا ہے جیسے تم نے۔

رکانہ دامنِ اسلام میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ بن عبد یزید کو دیکھ کر فرمایا اب تمہارا ایمان لانے کا وقت نزدیک آن پہنچا ہے۔ چاہو تو معجزہ دکھاؤں۔ رکانہ کہنے لگے: ہاں، اس درخت کے آدھے حصے کو بلائیے تاکہ یہاں آجائے۔ حضور علیہ السلام نے درخت کے نصف حصے کو بلایا۔ وہ درخت دو

حصے ہو گیا۔ ایک حصہ حضور علیہ السلام کی طرف چلا آیا۔ بعدازاں حضور علیہ السلام نے حکم دیا واپس چلے جاؤ۔ وہ واپس چلا گیا اور نصف حصے سے متصل ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس درخت کو دیکھا جس کا محلِ اتصال لمبے تاگے کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ رکانہ نے اسے دیکھا تو کہنے لگا میں اسے نہیں جانتا۔ میں آپ سے کشتی لڑوں گا۔ اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو نصف بکریاں آپ کی ہوں گی۔ حضور علیہ السلام نے اسے پٹخ دیا تو اس نے دوسری دفعہ کشتی کے لیے خواہش کی حضور نے دوسری بار بھی اسے پچھاڑ دیا۔ پھر حضور علیہ السلام سے کہنے لگا قریش سے آپ کیا کہیں گے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں یہ کہوں گا کہ میں نے رکانہ کو پچھاڑ دیا ہے اور نصف بکریاں لے لی ہیں۔ رکانہ بولا: ایسے نہ کہئے مجھے سخت خفت کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ یہ کہیے کہ اس نے مجھے بکریاں دے دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں جھوٹ کیوں بولوں۔ رکانہ بولا: آپ تو جھوٹ ہرگز نہیں بولتے۔ یہ کہا اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمر کے لیے دعائے ایمان

ایک رات جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بدیں الفاظ دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بَاَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ الیک بعمر ابن الخطاب او بابی جھل ابن ھشام۔ "اے اللہ اسلام کو دو آدمیوں میں سے جسے تو پیارا سمجھتا ہے عزت دے حضرت عمر ابن خطاب سے یا ابوجہل بن ہشام سے۔ صبح ہوئی تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضرِ خدمت ہو کر اسلام لے آئے۔

جنات کا اسلام قبول کرنا

ایک شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ نخلہ میں نمازِ تہجد میں مشغول تھے۔ آپ نے قرآن حکیم کی تلاوت کی تو نصیبین کے سات جن آپ کے پاس سے گزرے اور قرآن کریم سنا۔ بعدازاں نصیبین سے ایک اور جنوں کی جماعت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضور نے فرمایا: تم میں سے ایک ایسا انسان جس کے دل میں ذرہ بھر بھی کینہ نہ ہو میرے ساتھ چلے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اُٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیند سے بھرے ہوئے لوٹے کو پانی سے بھرا ہوا خیال کر کے ساتھ

لے گئے۔ حضور علیہ السلام مکہ معظمہ سے باہر ایک اونچی جگہ پر آئے اور ایک خط کھینچ کر حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرمایا کہ اس خط سے باہر نہ آنا اور کسی چیز سے ڈرنا مت۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں اس خط کے درمیان میں بیٹھا رہا اور دُور سے مجلس کو دیکھتا رہا۔ جب حضور علیہ السلام اہل مجلس کے نزدیک پہنچے تو وہ احتراماً کھڑے ہو گئے اور آپ کی خدمت بجا لائے۔ حضور علیہ السلام صبح تک ان کے پاس رہے، پھر میرے پاس آئے اور فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! تم یہاں بہت دیر بیٹھے ہو۔ میں نے عرض کی، حضور! کیوں نہ بیٹھوں۔ آپ کے حکم کی اتباع سعادتِ دارین ہے۔ پھر ان افراد میں سے دو آدمی آپ کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہاری ضروریات کو پورا کر دیا ہے۔ اب کس لئے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ تمہارے پاس پانی ہے۔ میں نے عرض کیا، حضورؐ! کھجور کی نبیذ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کھجور پاک ہوتی ہے اور پانی بھی پاک ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے وضو کیا اور نماز ادا کی اور واپس آ گئے۔ میں نے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: یہ نصیبین کے جن ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان میں ایک چیز پر اختلاف پیدا ہو گیا تھا جس کا میں نے فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے زاد و توشہ طلب کیا تو میں نے ہڈیاں ان کا توشہ اور گوبر ان کا چارہ مقرر کیا۔ میں ان کی سواریاں واپس کر دیں اور بعد ازاں ہڈیوں اور گوبر سے استنجاء کرنا منع کر دیا۔

فرشتے دربانی کرتے ہیں

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بطاحِ مکہ میں باہر لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہاں بٹھا دیا اور میرے ارد گرد دائرہ کھینچ دیا اور فرمایا کہ اس دائرہ سے باہر نہ نکلنا۔ تمہارے پاس آدمی آئیں گے اُن سے بات نہ کرنا اور وہ بھی تجھ سے بات نہیں کریں گے۔ یہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور میں وہاں بیٹھا رہا۔ اچانک میں نے آدمیوں کو آتے دیکھا۔ میرے نزدیک آتے تو دائرہ میں داخل ہوئے بغیر حضور علیہ السلام کی طرف چلے جاتے۔ آدھی رات گزری تو حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے اور میرے زانو

پر سر انور رکھ کر سو گئے۔ اچانک میری نظر ایسے آدمیوں پر پڑی جو بلباس فاخرہ میں ملبوس تھے اور حسن و جمال و خوبی میں بے مثال تھے۔ اُن میں سے بعض حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سرہانے بیٹھ گئے اور بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف۔ پھر ایک دُوسرے سے باتیں کرتے ہُوئے کہنے لگے: "ایسا غلام جو اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے کسی کو بھی عطا نہ ہوگا۔ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے محل بنوایا۔ اس میں دسترخوان بچھایا اور پھر لوگوں کو دعوتِ خورد و نوش دی جس کو اس نے اجازت بخشی وہی اس کے ماکول و مشروب سے مستفیض ہو سکا اور جس کو اجازت نہ ملی وہ ہدفِ عذاب و عتاب بنا۔" یہ کہہ کر وُہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہُوئے۔ آپ نے پوچھا جو وُہ کہہ گئے ہیں تُو نے سُنا ہے؟ کچھ پتہ چلا وُہ کون ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دانا تر ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو انہوں نے مثال دی ہے وُہ یُوں ہے کہ خدا تعالیٰ نے بہشت پیدا کیا اور انسانوں کو وہاں آنے کی دعوت دی، جسے اس نے چاہا بہشت میں داخل ہونے دیا اور جسے اجازت نہ بخشی وُہ معذب و معاتب ہوا۔

جنات کے حالات سے آگاہی حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب لیلۃ الجن قرآن سُنتے تو آپ ان کے حال سے کیسے آگاہ ہو جاتے۔ آپ (مسروقؒ) نے ایک صحابی سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کے احوال سے ایک درخت اطلاع کرتا تھا۔

جنات بعثت اور نزول قرآن کی گواہی دیتے ہیں حضرت ذباب بن حارث رضؓ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں میرے پاس ایک بُت تھا جسے میں پُوجا کرتا تھا۔ میرا ایک جن بھی دوست تھا جو عرب کی خبریں مجھ میں لیجایا کرتا تھا۔ ایک دن میں اپنے بُت کے سامنے سر جھکا تھا کہ اچانک اسی جن نے آواز دی: یا ذُباب یا ذُباب اسمع العجائب بعث محمد بالکتاب یدعوا بمکۃ فلا یجاب وھو صادق غیر کذاب۔ "اے ذباب! عجیب و غریب باتیں سنو

محمد علیہ السلام قرآن کریم لے کر مبعوث ہوئے ہیں جو اہلِ مکہ کو حق کی دعوت دیتے ہیں لیکن اہل مکہ اسے قبول نہیں کرتے۔ جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً سچے ہیں کا ذب نہیں ہیں۔"

حضرت ذباب کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے سخت تعجب ہوا۔ میں نے باہر نکل کر اپنی قوم سے بات کی تو اچانک ایک کہنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دی۔ میں نے اپنے بت کو پاش پاش کر دیا اور اونٹ پر سوار ہو کر حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو ایسی ذات کو دیکھا جس کا مثیل میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا گویا کہ آپ کی جبین مبارک سے نور ٹپک رہا تھا۔ میں آپ کے نزدیک پہنچا تو آپ نے فرمایا: یہاں کیسے آئے ہو اے ذباب؟ میں نے عرض کی! حضور آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے مجھے اس جن اور بت کا تمام قصہ سنایا۔ میں نے "اشھد انک رسول اللہ" کہا تو آپ نے فرمایا، پہلے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہو، پھر اشھد انک رسول اللہ کہنا۔ میں نے مندرجہ ذیل چند اشعار کہے: ؎

ولما رأیت اللہ اظھر دینہ	اجبت رسول اللہ عین رمانی
تبعت رسول اللہ اذا جاء بالھدیٰ	وخلفت اصنامی بدار الھوا
ستودة علیھا شدة وترکھا	کان لم یکن فی الدھر ذو حدثا
فمن مبلغ سعد العشیرة اننی	شربت الذی یبقی بآخر فانف

بیعتِ رضوان کا ایک واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ بیعت رضوان کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: یدخل کل من بایع تحت الشجرة الجنة الا صاحب الجمل الاحمر۔" سرخ اونٹ والے کے سوا ہر وہ جس نے درخت کے نیچے بیعت کی جنت میں داخل ہوگا۔" یہ سن کر ہم اسے دیکھنے کے لیے گئے۔ ہم نے ایک آدمی دیکھا جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ میں نے اسے بیعت کے لیے کہا۔ کہنے لگا: اگر میرا اونٹ مل جائے تو میں اسے بیعت سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔

بُت گواہی دینے لگے

حضرت مازن بن العضوبہ روایت کرتے ہیں کہ ہماری قوم کا ایک بُت تھا جسے ہم پُوجتے تھے۔ ایک دن ہم نے اس کے قریب قربانی کی تو اس میں سے آواز آئی: یا مازن اسمع تسر ظہر خیر و بطن شر بعث النبی من مضر بدین اللہ الاکبر فدع نحیتاً من حجر تسلم من حریقہ۔

میں ان الفاظ کو سن کر خائف ہو گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا: کوئی نہایت اہم واقعہ ہونے والا ہے۔ چند دن بعد ہم نے پھر قربانی کی تو اس میں سے آواز آئی: اقبل الی واقبل یسمع مالا یجہل ھذا نبی مرسل بوحی منزل فامن بہ کی تعدل عن حر شعلہا وقودھا بالجندل۔

میں نے اس سے اندازہ کیا کہ اس خبر میں میری بہتری ہے۔ چند دنوں کے بعد میرے پاس ایک شخص آیا میں نے اس سے پوچھا تو کہنے لگا: مکہ میں احمد نامی قریشیوں میں سے ظاہر ہوا ہے۔ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے یہی کہتا ہے: "اجیبوا داعی اللہ" اللہ کی طرف دعوت دینے والے کو قبول کرو۔

حضرت مازن کہتے ہیں میں نے دل ہی دل میں کہا بخدا یہ وہی کچھ ہے جو میں نے بُت سے سنا تھا۔ میں نے اُٹھ کر بُت کو پاش پاش کر دیا اور اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ میں اپنی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ جوڑ کر اسلام لے آؤں۔

دامنِ رحمت میں سیاہ کار

پھر حضرت مازن نے کہا کہ میں ایک ایسا شخص تھا جسے گانا سننے کا بے حد شوق تھا۔ شراب مبالغہ کی حد تک پیتا تھا۔ فاحشہ عورتوں سے میل ملاپ رکھتا تھا۔ میں کئی سالوں تک قحط کا نشانہ بنا رہا حتی کہ میرے مال واسباب تباہ ہو گئے اور میرا بچہ بھی کوئی نہ رہا۔ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی حضور دُعا فرمائیے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ میری حرص و آز کو ختم کر دے، اور عورتوں سے میل ملاپ کی خواہش میرے دل سے دُور کر دے اور میری زمین میں بارش برسائے۔ حضور نے درخواست قبول کی اور یہ دُعا فرمائی:

اللّٰھم ابدلہ بالطرب قراءۃ القرآن وبالحرام الحلال وبالخمر وباثم فیہ د

بالعهد عقد الفرج واتهم بالحیلہ وھب لہٗ ولداً۔

حضرت مازن کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے مسجد بنوائی جس میں عبادت کیا کرتے تھے جو ستم رسیدہ بھی وہاں آکر تین دن تک عبادت کر کے دُعا کرتا تو ظالم دُعا کے بعد فوراً ہلاک ہو جاتا۔ یا وہ کوڑھی ہو جاتا۔ اسی لیے اس مسجد کو مُبرص کہتے ہیں۔

رکنِ چہارم

اس رکن میں ہجرت سے لے کر حضور علیہ السلام کے وصال تک کے واقعات و حالات ہیں۔ حصہ اوّل میں ایک سو اکتالیس شواہد ہیں اور حصہ دوم میں اٹھانوے شواہد ہیں۔

—— حصہ اوّل ——

ہجرت کی پہلی رات جب حضور علیہ السلام کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تو یہ آپ کی بعثت کا چودھواں سال تھا۔ شب ہجرت کو کفار نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ جونہی آپ استراحت فرمائیں آپ کے گھر گھس کر آپ کو شہید کر دیا جائے۔ رات کے اندھیرے میں بہت آدمیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ آپ سو جائیں تو حملہ کر دیں۔ اسی رات سورۂ یٰسین شریف نازل ہوئی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور باہر تشریف لائے اور وجعلنا من بین ایدیھم سدًّا ومن خلفھم سدًّا پڑھ کر مٹی ان رذیلوں پر پھینک دی اور ان کی صفوں سے اس طرح نکل گئے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ ایک شخص جو ان احوال کا مشاہدہ کر رہا تھا کہنے لگا، اسے جوانانِ نعیمیو! کیا تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہوئے نظر نہیں آئے۔ یہ سن کر وہ سب کے سب اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

یارِ غار کی جاں نثاری جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں غارِ ثور، میں جو جبل ثور میں ہے پہنچے تو حضرت ابوبکر نے غار کے اندر پہلے جانے کی اجازت طلب کی تاکہ ہر تکلیف دہ چیز کا جائزہ لے لیں۔

غار میں داخل ہوئے تو ہر سوراخ جو انھیں نظر آیا اس میں اپنی انگلی سے ٹٹولتے جاتے۔ جب ایک بڑا سوراخ آیا تو اس پر اپنے پاؤں کی ایڑی رکھ دی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے اپنی چادر پھاڑ کر ہر سوراخ کو بند کر دیا۔ جب کپڑا ختم ہو گیا تو آپ نے بڑے سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ مگر بدقسمتی سے آپ کو سانپ نے ڈس لیا۔ آپ نے آں حضرتؐ کو آواز دی کہ میں نے جگہ درست کر لی ہے۔ آں حضرتؐ اندر تشریف لائے اور آرام کرنے لگے۔ لیکن حضرت ابوبکر سانپ کے کاٹنے سے سخت تشویش میں تھے۔ صبح ہوتے ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں کو متورم پایا تو فرمایا: اے ابوبکر! یہ کیا ہوا ہے؟ حضرت ابوبکر نے عرض کی: حضور! سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی نیند کو پریشان کروں۔ آں حضرتؐ نے اپنا دستِ رحمت حضرت ابوبکرؓ کے جسم پر پھیرا تو دردِ ورم غائب ہو گیا۔

سرکارِ دوجہاںؐ مہمان غارِ ثور بنے

جب آں حضرتؐ حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت میں غارِ ثور میں جلوہ فرما ہوئے تو اس رات غار کے منہ پر ایک درخت اُگ آیا۔ ایک مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ دو جنگلی کبوتروں نے ... ... درخت کی ٹہنیوں پر گھونسلا بنایا، انڈے دیئے۔ جب مشرکینِ مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا علم ہوا تو مکہ کے ہر قبیلہ کے لوگ ہاتھ میں لاٹھیاں اور تیر کمان پکڑے آپ کے تعاقب میں نکلے حتیٰ کہ غار سے صرف بائیس گز پیچھے رہ گئے۔ بعض روایتوں کے مطابق پچاس گز کا فاصلہ تھا۔ مشرکین نے ایک نوجوان کو غار میں جانے کے لیے کہا۔ وہ جونہی غار کے منہ پر پہنچا تو فوراً واپس چلا آیا اور آ کر کہنے لگا کہ غار کے منہ پر جنگلی کبوتروں کے انڈے دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔ جب حضور علیہ السلام کو پتہ چلا کہ کفار کبوتروں کی وجہ سے غار کے اندر نہیں آ سکے تو حضورؐ نے ان کے حق میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حرم شریف میں مقام بخشا جہاں اُن کی نسل بڑھ گئی۔

سراقہ نگاہِ رحمت میں آ گیا

... سراقہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنی قوم ... بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص آیا اور آ کر کہنے ...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دوست کو دیکھا ہے مجھے اس کی صداقت پر یقین تھا لیکن میں نے دانستہ طور پر کہا کہ وہ نہیں کوئی دُوسرے آدمی ہوں گے جو کسی چیز کی تلاش میں ہوں گے میں نے اس وقت گھر جا کر اپنی کنیز سے گھوڑا تیار کرنے کو کہا۔ پھر میں اس پر نیزہ لے کر سوار ہو گیا اور رواں دواں آں حضرت کے قریب پہنچ گیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تلاوت قرآن حکیم کرتے ہوئے سُنائی دیئے۔ آں حضرت پیچھے نہیں دیکھتے تھے لیکن حضرت ابوبکر بار بار مُڑ کر دیکھے جاتے تھے۔ میں قریب پہنچا تو میرے گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھنسنے لگے حتیٰ کہ میں رانوں تک زمین میں دھنس گیا۔ میں نے بلند آواز سے کہا، کہیں آپ نے میرے لیے بددعا تو نہیں کر دی۔ میرے لیے دُعا کیجئے تاکہ میں خلاصی پاؤں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے تعاقب و تلاش میں جو بھی آئے گا میں اُسے واپس کر دوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دُعا فرمائی۔ مجھے رستگاری نصیب ہوئی اور میں لوٹ آیا اور جو بھی آپ کے پیچھے جاتا اُسے میں لوٹا دیتا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ سراقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جب آپ میری بکریوں کے نزدیک پہنچیں تو جتنی چاہیں لے لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، "ہم مشرکوں کی چیزیں نہیں لیا کرتے۔"

اُمّ معبد کی بکری دُودھ دینے لگی

دورانِ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ معبد کے خیمے میں پہنچے۔ اُمّ معبد حضورؐ کو پہچانتی نہیں تھیں۔ آپ نے اس سے پُوچھا تمہارے پاس دُودھ ہے؟ کہا، نہیں! میری بکریاں باہر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ دیکھا تو ایک بکری کھڑی تھی۔ دریافت فرمایا، یہ بکری کیسی ہے؟ اُمّ معبد بولیں، بہت ضعیف و ناتواں ہے بکریوں کے ساتھ باہر نہیں جا سکی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا، اگر اجازت دو تو اسے دوہ لُوں۔ وہ بولی: بخدا یہ تو بے شیر ہے آگے آپ مختار ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس بکری کو اپنے پاس بُلایا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا پھر برتن منگا۔ آپ نے اس قدر دُودھ دوہا کہ وہ برتن بھر گیا اور۔ اس سے تمام ساتھیوں نے سیر ہو کر پیا۔ ایک برتن اُمّ معبد کو بھر کر دیا اور دوستوں کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

حضورؐ کے ہاتھ کی برکات

اُمّ معبد کہتی ہیں کہ یہ متبرک بکری ہمارے پاس حضرت سیّدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ تک رہی۔ ہم اس سے صبح و شام دُودھ دوہتے تھے حالانکہ عرب کے سب قبیلے اس سال دُودھ سے محروم رہے۔

خشک درخت سرسبز ہو گئے

زمخشریؒ[1] نے کتاب ربیع الابرار میں اُم معبد کی خالہ زاد بہن ہند سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے میرے خیمہ میں آرام فرمایا تھا۔ جب بیدار ہوئے تو پانی مانگا اور ہاتھ دھوئے۔ کُلّی کر کے پانی خیمہ کے پاس ہی ایک درخت کی جڑ پر پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ وہاں ایک سرسبز و تناور درخت اُگا ہوا ہے اور پھل سے لدا ہوا ہے جس سے خوشبو آ رہی ہے۔ اس کا پھل شہد سے زیادہ میٹھا تھا جسے اگر بھوکا کھاتا تو سیر ہو جاتا۔ اگر پیاسا کھاتا تو اس کی تشنگی دُور ہو جاتی۔ اگر بیمار کھاتا تو شفایاب ہو جاتا۔ جو بھیڑ بکری اس کے پتّے کھاتی پُرشیر ہو جاتی۔ ہم نے اس درخت کا نام مبارکہ رکھا تھا۔ لوگ دُور دُور سے ہمارے پاس بیماروں کو لے کر آتے جو اس کا پھل کھاتے شفایاب ہو جاتے۔

ایک دن ہم نے دیکھا اس کے تمام پتّے خزاں دیدہ ہو کر زمین پر آ گرے ہیں ہمیں بہت دُکھ ہُوا۔ ناگاہ آنحضرتؐ کے انتقال کی خبر ملی۔ اس واقعہ کے تیس سال بعد ہم نے دیکھا کہ اس کے تنے سے ٹہنیوں تک کانٹے ہی کانٹے ہیں اور پھل جھڑ گئے ہیں۔ اسی دن ہمیں سیّدنا علیؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ اس کے بعد پھر اسے پھل نہیں لگا تاہم ہم اس کے پتوں سے نفع اندوز ہوتے رہے۔ ایک دن ہم اٹھے تو اس کے تنے سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے پتّے مرجھا گئے تھے ہم بہت محزون و مغموم ہو گئے۔ ناگاہ سیّدنا امام حسینؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ اس کے بعد وُہ درخت سُوکھ گیا اور گر گیا۔ زمخشری نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہے۔ یہ قصّہ بکری کے قصّہ کی طرح مشہور نہیں ہُوا۔

---

[1] زمخشری: اصل نام ابوالقاسم محمد جاراللہ زمخشری ہے۔ معتزلہ ہونے کے باوصف حضورؐ کی اُمّت کے علمی چراغوں میں سے ہیں۔ تفسیر کشاف آپ کی مشہور و معروف تالیف ہے جو اسرار و رموز علمیہ اور نکات بلاغت سے مملو ہے۔

مکہ سے مدینہ منورہ تک

ام معبد کے گھر سے نکلے تو اہلِ مکہ کو آپ کے سفر کی سمت معلوم نہ ہو سکی اور وہ سوچنے لگے آپ کس طرف تشریف لے گئے ہیں اچانک کوہ ابو قبیس سے یوں آواز آئی : ؎

جزاء اللہ خیراً والجزا بکفہ ۔ رفیقین قالا خیمۃ ام معبد

ھما رحلا بالحق وانتزلا ۔ قد افلح من امسیٰ رفیق محمد

ان اشعار کے سننے سے انہیں یقین ہو گیا کہ آپ مدینہ طیبہ کی طرف چلے گئے ہیں۔

بریدہ علمبردار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اسی سفر کے دوران میں بریدہ اسلمی اپنے قبیلے کے ستر سواروں کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ کا نام سنا تو دیکھ کر فرمایا: "بردامرنا"۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ قبیلۂ اسلم سے ہے تو فرمایا: "سلمنا"۔ بریدہ نے آپ سے پوچھا، آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ اس نے اسی وقت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد انک محمد عبدہٗ ورسولہٗ پڑھا۔ اس کے ساتھی بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ صبح ہوتے ہی بریدہ نے عرض کیا کہ آنحضرت کو جھنڈے کے بغیر مدینہ منورہ میں داخل نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنی دستار کو نیزہ پر باندھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چل پڑا۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ سے فرمایا: تم میرے بعد ولایت خراسان میں ایسے ہی شہر میں جانا جسے ذوالقرنین نے آباد کیا تھا۔ اس شہر کا نام مرو ہے۔ تمہارا وصال اسی شہر میں ہوگا۔ قیامت کے دن اہلِ مشرق کا نور ان کا قائد ہوگا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے جس طرح فرمایا تھا ویسا ہو کر رہا۔ بریدہ ایک جنگی مہم پر گئے تو مرو میں قیام کیا اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ محدثین کا خیال ہے کہ شہروں کے متعلق اکثر احادیث کی صحت محلِ نظر ہے مگر حدیثِ بریدہؓ صحیح ہے۔ ان کی قبر حکم بن عمرو غفاری کے مزار کے پاس ہی ہے جو ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ مرو کے قاضی رہے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچاس سال بعد انتقال کیا اور بریدہ ساٹھ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

سلمان فارسیؓ صحبتِ رسول اللہؐ میں

حضرت سلمان فارسیؓ اسلام لانے سے پہلے مختلف دینی و مذہبی راہنماؤں کے پاس آتے جاتے رہے۔ ہر مذہبی رہنما انہیں وصیت کیا کرتا کہ میرے بعد فلاں کے پاس جانا۔ یہ بھی پوچھ لیا کرتے کہ ان کی زندگی کے بعد کس کے پاس رہنا چاہیئے۔ جب آپ نے آخری راہب سے پوچھا کہ اب مجھے کس کی خدمت میں رہنا ہوگا تو اس نے کہا کہ اب دنیا میں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آتا جس کی صحبت میں تمہیں امن و سلامتی نصیب ہو۔ ہاں! عنقریب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں جو دینِ ابراہیمی پر ہوں گے۔ ان کی ہجرت گاہ ایسا مقام ہوگا جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہوگا اور اس میں کھجور کے درخت کثرت سے پائے جائیں گے نبی آخر الزماں کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ آپ ہدیہ قبول کریں گے صدقہ نہیں کھائیں گے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اس نصیحت کو پیشِ نظر رکھا اور ملکِ عرب کی طرف رُخ کیا۔ جونہی وہ مدینہ پہنچے تو آنحضرت ہجرت کر کے قبا میں تشریف لا چکے تھے۔ سلمان آپ کی خدمت میں کچھ چیزیں لے کر حاضر ہوئے اور حضور علیہ السلام سے عرض کیا: یہ صدقہ ہے حضور قبول فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: تم کھا لو۔ لیکن خود نہ کھایا۔ حضرت سلمان نے دل میں کہا ایک نشانی تو پوری ہوگئی ہے۔ سلمان کہتے ہیں: بعدازاں میں صحابہ کی جماعت میں مل گیا۔ جب آپ قباؑ سے مدینہ تشریف لائے تو میں کچھ چیزیں لے کر حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی: حضور! یہ ہدیہ ہے قبول فرمائیے۔ آپ نے صحابہ سے مل کر کھا لیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا دو علامتیں پوری ہوگئی ہیں۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ جنت البقیع میں ایک صحابی کا جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے تھے آپ کے کندھوں پر دو شالا تھا جسے آپ چادر اور ازار کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب کپڑے کا دامن ایک طرف ہوا تو میں نے مہرِ نبوت کو ویسے ہی پایا جیسے مجھے بتایا گیا تھا۔ میں جذبات سے اس قدر مغلوب ہوا کہ بے اختیار مہرِ نبوت کو بڑھ کر چوم لیا اور رونے لگا۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بلا لیا۔ میں نے اپنی ساری سرگزشت حضور علیہ السلام کو سنائی۔ آپ نے اسے پسند فرمایا۔ صحابہ نے بھی میری سرگزشت سنی۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے سلمان فارسیؓ کی آزادی کے لیے تین ہزار کھجوریں لگائیں

جناب سلمان فارسیؓ ایک یہودی کے غلام تھے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا اپنے آقا کو کہو تمہیں آزاد کر دے۔ حضرت سلمان نے اپنے آقا سے بہت منت سماجت کی کہ انہیں آزاد کر دے لیکن اس نے آزادی کی شرط یہ رکھی کہ وہ تین ہزار کھجوروں کے پودے اس طرح لگائیں کہ ایک بھی پودا ضائع نہ ہو چالیس اوقیہ چاندی اور چار ہزار درہم نقد ادا کرو۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ وہ اپنے بھائی کی آزادی میں اس کی مدد کریں۔ ہر صحابی نے اپنے مقدور کے مطابق مدد کی۔ حتیٰ کہ تین ہزار کھجوروں کے درخت جمع کر دیئے گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جب درخت لگانے لگو تو مجھے بُلا لینا۔ حضور علیہ السلام نے وہ پودے اپنے دستِ اقدس سے لگائے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا: قسم ہے اس خدائے لم یزل کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ان پودوں میں سے ایک پودا بھی ضائع نہ ہُوا۔ اس کے بعد ایک صحابی حاضر ہُوئے جنہوں نے حضورؐ کی خدمت میں مرغی کے انڈے کے برابر وزن کا سونا پیش کیا اور بتایا کہ یہ کان سے ملا ہے۔ سب نے حضرت سلمان کو بلایا اور فرمایا: یہ لے جاؤ اور اپنی قیمت ادا کر آؤ۔ سلمان نے عرض کی: حضورؐ اس سے قیمت پُوری نہیں ہو سکے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور نے سونے پر اپنی زبان پھیر کر فرمایا: لے جاؤ پُورا اترے گا۔ سلمانؓ کہتے ہیں: جب تولا گیا تو اس کی قیمت چار ہزار درہم سے ذرّہ بھر کم و بیش نہ ہُوئی۔

سلمان فارسیؓ پر نگاہِ شفقت

جب حضرت سلمان فارسی ایمان لانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا مدعا معلوم نہ ہُوا۔ ایک ترجمان کو بلایا گیا۔ ترجمانی کے لیے ایک یہودی تاجر ملا جو عربی فارسی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ سلمانؓ آنحضرتؐ کی تعریف و توصیف کرتے گئے اور یہودیوں کی مذمت۔ مگر یہودی ترجمان نے آپ کے محامد و محاسن کو سب و شتم میں بدل کر کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص آپ کو گالیاں دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ فارس سے آیا ہے اسے کیا تکلیف پہنچی ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ آئے۔

اور حضرت سلمانؓ کی گفتگو کا ترجمہ عربی میں کیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے سارا ترجمہ یہودیوں کو سنایا۔ یہودی سٹپٹا کر کہنے لگا، جب آپ فارسی ترجمہ جانتے تھے تو مجھے کیوں ترجمان بنایا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے آگاہ کر دیا ہے۔ یہودی فوراً کہہ اُٹھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشتر ازیں میں آپ پر طرح طرح کے اتہام و بہتان باندھتا تھا مگر اب میرا ایمان ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک محمد رسول اللہ۔

آنحضرتؐ نے جبرائیل علیہ السلام کو کہا کہ سلمانؓ کو عربی زبان سکھلا دی جائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ انہیں حکم دیں کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند کر کے منہ کھلا رکھیں۔ جونہی آنحضرتؐ نے آپ کے منہ میں لعابِ دہن ڈالا تو آپ سے عربی میں گفتگو کرنے لگے۔

حضورؐ مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے آپ جس بھی محلہ یا گلی میں جاتے لوگ آپ کی اونٹنی کو پکڑتے تاکہ آپ انہی کے گھر قیام فرمائیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی کے راستہ سے ہٹ جاؤ۔ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے اونٹنی چلتے چلتے اس جگہ جا رکی جس جگہ اب مسجد نبوی ہے۔ اس جگہ اونٹ بیٹھا کرتے تھے۔ یہ جگہ مدینہ کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ پھر اونٹنی نے دائیں بائیں نظر کی اور اُٹھ کر تھوڑی دور ہو گئی۔ حضور علیہ السلام نے اس کی مہار کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ چنانچہ جہاں پہلے بیٹھی تھی وہیں بیٹھ گئی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کا استقبال کیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترے تو وہ اونٹنی کا سامان گھر لے گئے۔ پھر ان دونوں یتیم بچوں کو راضی کر کے اونٹنی کی قرارگاہ کو مسجد بنا دیا۔ جب حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشا تو عورتیں اور بچے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع

حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق بنی نجار کی کنیزیں گھروں سے باہر نکل آئیں اور دف بجا بجا کر یہ شعر پڑھتی تھیں:

نحن جوار من بنی افتخار
ماحبذا محمدٌ من جار

مدینہ کے یہودی آتشِ حسد میں جل اُٹھے

حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں اپنے باپ کی چہیتی بیٹی تھی۔ جب میں کبھی اپنے والد حیی بن اخطب کے پاس جاتی تو وہ مجھے گود میں اٹھا لیتے اور پیار کرنے لگتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کی خبر پہنچی تو میرے والد اور چچا دونوں صبح ہونے سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے ملنے کے لیے گئے غروب آفتاب کے وقت گھر لوٹے۔ تھکاوٹ کی وجہ سے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ میں حسب عادت اُن کے پاس گئی تو کسی نے میری طرف توجہ نہ کی کیونکہ وہ نہایت غضبناک حالت میں تھے۔ میں نے سنا کہ میرے چچا ابو یاسر بن اخطب نے میرے باپ سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟ میرے باپ نے جواب دیا: ہاں وہی ہے۔ میرے چچا نے پُوچھا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ اور تصدیق کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ اب بتاؤ تمہارے دل میں کیا ہے؟ میرے باپ نے کہا: میں اس کا دشمن رہوں گا۔

ابُو عامر حسد کا شکار ہو گیا

عمارہ بن خزیمہ کہتے ہیں کہ اوس و خزرج میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابُو عامر سے زیادہ مداح ہو اس کی وجہ یہ تھی کہ وُہ یہودی علماء کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا اور ان کی زبان سے آخر الزماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سُنا کرتا تھا اسے خبر تھی آپ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہو گی۔ ابو عامر دین کی تلاش میں شام گیا اور آنحضرتؐ کے یہود و نصاریٰ سے وہی اوصاف سُنے جو مدینہ منورہ میں سُن چکا تھا۔ جب مدینہ منورہ واپس آیا تو رہبانیت اختیار کر کے پشمینہ پہن لیا اور دعویٰ یہ کرتا تھا کہ میں ملت ابراہیمی پر ہُوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منتظر ہُوں۔ آنحضرتؐ نے مکہ میں رسالت کا اعلان فرمایا تو وہاں نہ گیا۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو حسد و بغض کے باعث نفاق کا شکار ہو گیا۔ آنحضرتؐ کے پاس آکر پُوچھنے لگا: آپ کیا نشان لائے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں ملت ابراہیمیؑ پر پیدا ہُوا ہُوں۔ ابو عامر کہنے لگا: ملت ابراہیمیؑ کو

غیبوں سے ملا لائے ہو۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا: میں اسے روشن تر اور پاکیزہ تر کر کے یہاں لایا ہوں۔ مجھے بتاؤ تو سہی اب تمہارے کاہنوں اور احبار کی وہ باتیں کہاں گئیں جو میرے اوصاف میں کیا کرتے تھے۔ ابو عامر کہنے لگا، مگر آپ وہ تو نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو۔ ابو عامر کہنے لگا، جھوٹے کو خدا نے تنہا مسافر بنا کر گھر سے نکال دیا ہے۔ اس جملہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریض کرنا چاہتا تھا آنحضرتؐ نے فرمایا، ہاں جھوٹے کو خداوند تعالیٰ ایسا ہی کرے گا۔ چنانچہ یہ بدبخت ابو عامر مکہ چلا گیا اور مشرکین مکہ کا تابع ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد طائف چلا گیا۔ جب اہل طائف حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو وہ شام چلا گیا! وہ محرومی و تنہائی اور مسافری کی حالت میں مر گیا۔

بنو قریظہ کے یہودیوں کا اعترافِ حق

ابن ہیبان جو شام کے یہودیوں میں سے تھا ظہورِ اسلام سے قبل مدینہ منورہ میں آکر قیام پذیر ہوا اور بنی قریظہ میں رہنے لگا۔ اسی قبیلہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ابن ہیبان ایسا عبادت گزار کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب کبھی قحط سالی ہوتی تو ہم بارش کے لیے اس کے پاس جاتے۔ وہ ہمیں صدقہ کا حکم دیتا۔ خدا کی قسم ہم اس کی نصیحت پر عمل پیرا ہونے کے بعد کبھی بھی بارش سے محروم نہ ہوتے۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے یہودیوں کو مخاطب کر کے کہا: تمہیں پتہ ہے کہ ایک زرخیز ملک شام کو چھوڑ کر اس قحط زدہ علاقے میں کیوں رہتا ہوں۔ کہنے لگے اللہ بہتر جانتا ہے۔ کہنے لگا میں یہاں نبی آخر الزماں کی آمد کا منتظر ہوں۔ اس کی بعثت کا وقت بہت قریب ہے تمہارا شہر اس کی ہجرت گاہ ہوگا۔ میں عمر بھر انتظار کرتا رہا۔ مجھے امید تھی کہ زندگی میں ملاقات ہو جائے گی اور اس کی اتباع کروں گا لیکن افسوس یہ نہ ہو سکا۔ تم پر فرض ہے اس وقت کو ضائع نہ کرنا۔ وہ اپنے مخالفین کو بزورِ شمشیر زیر کرے گا تم دوسروں کی بہ نسبت ایمان لانے میں سبقت کرنا اور اس کی راہ میں حائل نہ ہونا۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہوگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو نوجوانوں کی ایک جماعت نے کہا: واللہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعض کہنے لگے نہیں یہ نہیں ہیں مگر چند لوگ قلعہ سے نیچے اترے اور دامنِ اسلام میں پناہ لی اور ان کا جان و مال امن و امان میں رہا۔

بیمار اُونٹ شفایاب ہوگیا رفاعہؓ بن رافع کا بیان ہے کہ میں اپنے بھائی خلاد بن رافع کے ساتھ جنگ بدر میں ایک اونٹ پر سوار تھا۔ جب ہم میدانِ بدر میں پہنچے تو ہمارا اونٹ بیمار ہوگیا۔ میرے بھائی نے منت مانی: اے خدا اگر اس جنگ میں فتح ہو تو مدینہ پہنچ کر اس اونٹ قربان کروں گا۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اور ہمیں دیکھ کر رُک گئے۔ پانی منگوا کر وضو فرمایا اور کُلّی کی۔ اور فرمایا: اُونٹ کا مُنہ کھولو۔ ہم نے منہ کھولا تو آپ نے اُونٹ کے مُنہ میں وضو کا مستعمل پانی انڈیل دیا۔ پھر اس کے سر، گردن، کوہان اور دُم پر چھینٹے مارے اور ہمیں سوار ہونے کو کہا۔ وہ اونٹ ہمیں اٹھا کر خوب دوڑنے لگا۔ جونہی ہم بدر سے لوٹے تو میرے بھائی نے اونٹ ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کیا۔

میدانِ بدر ممتاز مشرکین کا مقتل بن گیا میدانِ بدر میں جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی حضور علیہ السلام نے ان جگہوں کی نشان دہی فرما دی تھی جہاں بیشتر کفار کا قتل مقدر ہو چکا تھا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا یہاں فلاں ہلاک ہوگا، یہاں فلاں قتل ہوگا۔ آپ نے جن جن مقامات کی نشاندہی کی تھی اُنھیں پر مقتولین کی لاشیں دیکھی گئیں۔ امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظمؓ نے کہا، خدا کی قسم اللہ نے اپنے رسول کو حق پر بھیجا ہے۔ جو خط اور لکیریں کھینچی گئی تھیں اُن سے سر مو تجاوز نہ ہوا حضرت علیؓ فرماتے ہیں: جب ہم مدینے پہنچے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ بدر کی خبر دریافت کی یعنی کون کہاں قتل ہوا ہے۔

مکہ میں مشرکین کی شکست کی خبریں جب مشرکینِ مکہ میدانِ بدر میں پہنچے تو اُن کے نوجوانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ گئی اور وُہ مکہ میں چاندنی رات میں شعر گوئی و شعر بازی کرتے رہے اچانک انہیں ایک آواز سنائی دی کہ کوئی شخص نزدیک ہو کر شعر پڑھ رہا ہے جس کا مضمون اہلِ اسلام کی فتح و ظفر مندی پر مشتمل تھا۔ جب نوجوانوں نے اس آواز کا پیچھا کیا تو کچھ نشان نہ ملا۔ وہ بہت دہشت زدہ ہوئے۔ مقامِ حجر پر واپس آئے تو ایک جماعت سے صورتِ حال دریافت کرنے لگے مگر

ایک روز بعد جب مشرکینِ مکہ کو شکست ہوئی تو اس خبر کی تصدیق ہوگئی۔

عقبہ کا حشر

عقبہ بن ابی معیط نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت کے وقت یہ اشعار بآوازِ بلند پڑھے؛ ؎

یا راکب الناقۃ القصوٰی ھاجرنا عما قلیل ترانی راکب الفرس

اعلی رمحی فیکم ثم ایھلہ والسیف باخذ منکم کل ملتبس

جونہی یہ اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے تو آپ نے فرمایا، اللّٰھمّ اکبہ ومنخرہ واسرعہ۔ میدانِ بدر میں اس کا گھوڑا سرکش ہوگیا اور ایک صحابی نے اسے گرفتار کر کے خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

بدر کے فاتحین پر اللہ کی رحمتیں

حضور علیہ السلام جنگِ بدر میں تین سو سے زیادہ افراد لے کر گئے۔ اتنی ہی تعداد حضرت طالوت کے ساتھیوں کی تھی۔ آپ کے دہانِ مبارک سے یہ دعا نکلی؛

اللّٰھم انھم حفات فاحملھم اللّٰھم انھم عرات فاکسھم، اللّٰھم انھم جیاع فاشبعھم۔

جو صحابہ کرام جنگ میں شامل ہوئے ان میں سے خالی ہاتھ کوئی بھی واپس نہ آیا۔ ہر ایک کو ایک یا دو دو اونٹ ملے۔ ہر ایک لباس میں ملبوس ہو کر آیا اور کسی کو بھوک کی شکایت نہ رہی۔

میدانِ بدر میں دونوں لشکروں کی کیفیت

جنگِ بدر سے ایک دن قبل حضور علیہ السّلام کے مجاہدوں پر نیند کا پرسکون غلبہ طاری ہوگیا۔ کوئی مجاہد بھی نیند سے بیدار نہ ہو سکا۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری نیند کا یہ عالم تھا کہ میں نے بارہا کوشش کی اٹھ بیٹھوں مگر نیند مجھے پھر سُلا دیتی تھی۔ یہی حالت دوسرے صحابہ کرام کی تھی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدہوشی کے عالم میں اپنی ٹھوڑی چھاتی پر رکھے بے ہوش پڑا رہا۔ جب ذرا ہوش آیا تو دوسری طرف جا پڑا ۔ ورافع بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے اس قدر گہری نیند آئی کہ احتلام ہوگیا اور علی الصبح میں نے غسل کیا۔ ادھر مشرکینِ مکہ پر ایک خوف کا عالم طاری تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر اور

ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو رات کے وقت صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ انہوں نے آکر بتایا کہ مشرکین پر اس قدر رعوب ہے کہ اگر ان کا گھوڑا ہنہناتا ہے اسے منہ پر مارتے ہیں۔

میدانِ بدر میں نصرتِ ایزدی

میدانِ بدر میں ملائکہ نصرتِ خداوندی کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں بدر کے کنوئیں سے پانی لا رہا تھا کہ ہوا کا ایک ایسا شدید جھونکا آیا کہ ایسا جھونکا میں نے کبھی بھی محسوس نہیں کیا کچھ دیر بعد پھر ایک جھونکا آیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے چار جھونکے آئے یہ دراصل چار جلیل القدر ملائکہ کی آمد تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیلؑ، حضرت عزرائیلؑ ایک ایک ہزار فرشتوں کا لشکر لے کر آنحضرت کے خیمے کے دائیں طرف صف کشیدہ ہو گئے۔ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام تھا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام میری دائیں جانب کھڑے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک انصاری نوجوان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بتانے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں میدانِ کارزار میں ایک کافر کے پیچھے دوڑا ابھی وہ میری تلوار کی زد سے باہر ہی تھا کہ اس کے سر پر ایک تازیانے کی آواز آئی۔ جس نے گھوڑے کو یہ چابک مارا تھا اس کی باتیں میرے کانوں کو سنائی دیں۔ جس کافر کا میں تعاقب کر رہا تھا میرے سامنے منہ کے بل گرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ملائکہ آسمان کی امداد تھی۔ میدانِ بدر میں ابو نزدہؓ تین سر قلم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظفرت بيمينك۔ یہ تیرے دائیں ہاتھ والے کی مدد کا نتیجہ ہے۔ ابو نزدہؓ نے کہا یا رسول اللہ! دو آدمیوں کو میں نے قتل کیا ہے مگر تیسرے کو ایک خوبصورت و سفید شکل آدمی نے قتل کیا اور میں نے سر کو اٹھا لیا۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھی ملائکہ آسمان کی مدد و نصرت تھی۔ بہت سے صحابہ نے بتایا کہ ہم کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے تلوار سونتتے تھے کہ اس کا سر ہمارے وار سے پہلے ہی تن سے جدا ہو جاتا تھا۔

میدانِ کارزار میں ملائکہ کے حملے

میدانِ بدر سے شکست کھا کر جب ابوسفیان بن حرب مکہ پہنچے تو ابولہب نے اس سے احوال و واقعاتِ جنگ دریافت کیے۔ اس نے بتایا کہ دشمنوں کے پاس اس قدر ہتھیار تھے کہ جہاں چاہتے مارتے تھے۔ اس کے باوجود ہم نے ایسے اشخاص کو بھی دیکھا جن کے چہرے سفید تھے اور ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور زمین و آسمان کے درمیان اڑتے دکھائی دیتے تھے۔ ان سے ہم کسی صورت میں بھی مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے بنی غفار سے ایک آدمی نے بتایا کہ میں اور میرا چچازاد بھائی بدر کے ایک ریت کے ٹیلے پر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ جو بھی فتحیاب ہو اس سے مل کر لوٹ میں حصہ لیں کیونکہ ابھی تک ہم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اچانک بادل کا ایک ٹکڑا اُبھرا اور ہم نے گھوڑوں کی آواز سُنی۔ اچانک آواز آئی: اے خیزوم آگے بڑھو! حیزوم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ میرا چچازاد بھائی یہ ہیبت ناک آواز سُنتے ہی وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں بھی قریب المرگ تھا مگر بچ نکلا۔

بدر میں فرشتے مشرکین کو قیدی بناتے رہے

جنگِ بدر میں ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے کعب بن عمرو اور امیر المومنین نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا۔ کعب ذرا پست قد انسان تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پُوچھا کہ تم نے اتنے بلند قامت انسانوں کو کیسے گرفتار کر لیا؟ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم گرفتاری کے وقت ایک ایسا آدمی میرا مددگار بنا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور اس کے بعد بھی مجھے دکھائی نہیں دیا مگر اس کی ہیبت ناقابلِ بیان تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا مددگار ایک ملکِ کریم تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیدی کی حیثیت سے بارگاہِ نبوت میں

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ گرفتار ہو کر آئے تو ان کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا جسے وہ مشرکین کے خرچ اخراجات کے لیے لے کر آئے تھے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان دو آدمیوں میں سے ایک تھے جو لشکرِ مشرکین کے طعام کے کفیل تھے۔

مگر ابھی تک خرچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ گرفتار ہو گئے۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ سونا آنحضرتؐ نے مجھ سے لے لیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ مال میرے فدیہ میں مجرا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا جو مال دشمنانِ اسلام کی امداد کے لیے لایا جائے وہ فدیہ میں مجرا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مجھے حکم ہوا کہ میں اپنا اور اپنے عزیزوں کا فدیہ ادا کروں۔ میں نے کہا کہ اتنی رقم تو میں مہیا نہیں کر سکوں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ام فضل کے پاس تم آتی دفعہ رکھ آئے تھے کہ شاید تم قتل کر دیے جاؤ تو تمھارے بچوں کے کام آئے گا۔ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو کیسے پتہ چلا؟ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا۔ میں نے کہا کہ مجھے یقین ہے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جب میں نے یہ رقم دی تھی تو ام فضل اور میرے درمیان بجز خدا کے تیسرا کوئی شخص جاننے والا نہ تھا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عکاشہ کی لاٹھی تلوار بن گئی

میدانِ بدر میں عکاشہ بن محصن لڑ رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی کی ایک لاٹھی ان کے ہاتھ میں دے دی اور حکم دیا اس سے لڑو۔ جونہی مجاہد نے اس لکڑی کو پکڑا تو یہ شمشیرِ براں کی طرح کاٹنے لگی۔ وہ بڑی خوبی سے لڑتی رہے حتیٰ کہ اہل اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ عکاشہؓ بن محصن اسی تلوار سے عمر بھر لڑتے رہے اور اہل ردہ کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ انہوں نے اس تلوار کا نام "عون" یعنی مدد و نصرت رکھا ہوا تھا۔

حضرت خبیبؓ کا کٹا ہوا ہاتھ درست ہو گیا

اس معرکہ میں اُمیہ بن خلف نے حضرت خبیبؓ پر وار کیا اور اُن کا بازو کندھے سے علیحدہ کر دیا۔ حضرت خبیبؓ نے اُمیہ کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ہاتھ کو اپنے دستِ اقدس سے جوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفائے کاملہ بخشی۔

حضرت قتادہؓ کی زخمی آنکھ ٹھیک ہو گئی

میدانِ جنگ میں حضرت قتادہؓ بن نعمان کی آنکھ میں کوئی چیز جا پڑی جس سے آنکھ کا ڈھیلا باہر آگیا اور اُن کے رخسار پر لٹکنے لگا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ دیں

مگر معاً انھیں خیال آیا کہ پہلے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کر لوں۔ جونہی آنحضرتؐ نے دیکھا تو اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کے ڈھیلے کو آنکھ میں رکھ دیا۔ لوگوں کو یہ امتیاز کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ زخمی آنکھ کونسی ہے۔

سائب جنگِ بدر میں قیدی بن گئے

سائب بن ابی حبیس امیر المومنین کے زمانہ میں بیان کرتے ہیں خدا کی قسم! یومِ بدر کو مجھے کوئی بھی گرفتار نہ کر سکا مگر جب میں باقیماندہ مشرکین کے ساتھ بھاگا تو ایک بلند قامت خوب صورت نوجوان ابلق گھوڑے پر سوار آسمان سے اُترا اور مجھے باندھ کر پھینک گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مجھے دیکھا تو چلا کر کہنے لگے یہ کس کا قیدی ہے جب کسی نے جواب نہ دیا تو مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا۔ آپؐ نے پوچھا: تمہیں کس نے گرفتار کیا۔ چونکہ میں بتانا نہیں چاہتا تھا اس لیے میں نے کہا: جناب مجھے معلوم نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے فرشتوں میں سے ایک نے اسے مقید کیا اور پھینک گیا۔ آپؐ نے حکم دیا: عبدالرحمٰنؓ! اسے لے جاؤ: یہ تمہارا قیدی ہے۔ سائبؓ کہتے ہیں اگرچہ اسلام قبول کرنے میں میں نے تاخیر کی تاہم یہ بات مجھے عمر بھر نہ بھولی۔

خون کے پیاسے دامنِ اسلام میں

واقعہ بدر کے بعد عمیر بن وہب الجمحی کا باپ صفوان بن اُمیہ سے بدر کے مصائب کا تذکرہ کر رہا تھا۔ عمیر بن وہب کا لڑکا بھی اسیرانِ بدر میں شامل تھا۔ صفوان نے کہا کہ میری زندگی بدر میں ہلاک ہونے والوں کے بعد وبالِ جان بن گئی ہے۔ عمیر کے باپ نے کہا: ہاں! اس کے بعد زندگی میں کچھ مزہ نہیں رہا۔ اگر لوگوں کا قرضہ میرے ذمے نہ ہوتا تو میرے اہل وعیال بھوکوں مر جاتے۔ میں نے قسم کھائی کہ مدینہ جا کر نبی علیہ السلام کو قتل کر دوں کیونکہ وہ مدینہ کے کوچہ و بازار میں آزادانہ پھرتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ بیٹھتے اُٹھتے ہیں۔ چنانچہ یہ بہانہ میرے بیٹے کی اسارت کے باعث کافی تھا۔ صفوان نے کہا کہ میں تمہارے اہل وعیال کی پرورش اور قرض کی ادائیگی اپنے ذمے لیتا ہوں۔ اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ چنانچہ صفوان نے تلوار تیز کر کے اُسے زہر میں بجھا لیا اور وصیت کی یہ راز سربستہ ہی رہے۔ جب مدینہ منورہ پہنچا

تومسجد کے دروازہ پر آ بیٹھا چاک وچوبند ہو کر تلوار ہاتھ میں لی۔حضرت عمرؓ چند احباب کے ساتھ محوِ گفتگو تھے کہ اُن کی نگاہ دُور رس نے اُسے تاڑ لیا اور للکار کر کہا اس کتے کو پکڑو یہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ میدانِ بدر میں اپنی قوم کو ابھار رہا تھا اور ہماری قلتِ تعداد کی خبریں نشر کرتا تھا چنانچہ اُسے پکڑ لیا گیا۔حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور سارا قصّہ کہہ سنایا۔آپ نے حکم دیا کہ اسے پیش کیا جاوے۔حضرت عمرؓ نے اس کی تلوار کو ایک ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا۔ساتھ ہی انصار نوجوانوں کو اس کی کڑی نگرانی کی ہدایت کر دی۔حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کو فرمایا اسے چھوڑ دو اور آگے آنے دو۔آپ نے عمیر سے پُوچھا: بتاؤ مدینہ میں کیسے آئے ہو؟ کہنے لگا: میرا لڑکا قید ہے اس کی رہائی کے لیے آیا ہُوں۔آپ نے پوچھا: یہ تلوار کیوں لٹکائے پھرتے ہو؟ کہنے لگا: ہماری تلواریں اسی دن ٹوٹ گئی تھیں جب ہمیں شکست ہوگئی تھی۔آپ نے فرمایا: اگر تم نے سچی بات نہ کی تو تمہیں چھوڑا نہیں جائے گا۔کہنے لگا: بس جناب صرف اسی لیے آیا ہوں۔آپ نے پُوچھا: صفوان بن امیّہ کے پاس تو نہیں بیٹھے تھے اور جب اس نے تمہارے قرض اور اہل وعیال کی دیکھ بھال کا عہد کیا تو تم قتلِ محمدؐ کے لیے تیار نہیں ہُوئے تھے۔تم اس کام کے لیے آئے تھے مگر اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہُوا۔عمیر نے کہا: میں گواہی دیتا ہُوں کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں۔ہم اپنی جہالت کے باعث آپ سے رُوگردانی کرتے رہے۔آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہوگئی کیونکہ اس راز کو میرے اور صفوان کے بغیر کوئی نہیں جانتا تھا۔جب وہ اسلام سے مشرف ہُوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو لے جاؤ اور قرآن و اسلام کے احکام سکھاؤ۔جب وہ مکّہ لوٹا تو بہت سے لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتا رہا۔

حارث بن ابی ضرار نے اسلام قبول کر لیا

حارث بن ابی ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تاکہ اپنے قیدیوں کو رہائی دلا سکے۔فدیہ کے طور پر چند کنیزیں اور اُونٹ لایا مگر راہ میں انہیں چھوڑ آیا۔حضور علیہ السّلام نے پُوچھا: کیا فدیہ لائے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں تو خالی ہاتھ آیا ہُوں۔

آپ نے پوچھا: وہ کنیزیں اور اونٹ کہاں گئے؟ یہ سنتے ہی اس نے اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا اور کہا اس وقت وہاں کوئی بھی نہ تھا اور مجھ سے پہلے بھی مدینہ میں کوئی نہیں آیا۔

غیب کی باتیں حضورؐ کی زبان پر

قباث بن اشیم الکنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میدان بدر میں مَیں مشرکین مکہ کی طرف تھا ابھی تک میری نظروں کے سامنے مسلمانوں کی قلت اور کفار کے پیادہ اور سواروں کی کثرت پھر رہی ہے مگر بایں ہمہ جب ہمارے لشکر کو شکست ہوئی تو میں بھی بھاگا۔ شکست خوردہ مشرکین ادھر ادھر بھاگ رہے تھے مَیں نے اپنے آپ سے کہا: ما رأیت مثل هٰذا الامر فرّ منه الا نساء۔ ایسا واقعہ میں نے کبھی نہیں دیکھا جس میں عورتوں کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب میں مکہ پہنچا اور کچھ عرصہ قیام کیا تو اسلام کا تصور میرے ذہن میں جاگزیں ہونے لگا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مدینہ میں جا کر دیکھوں تو سہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں، مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد کے زیر سایہ صحابیوں کے ساتھ بیٹھے ہیں، مَیں بھی وہاں چلا گیا لیکن حضور علیہ السلام کو نہ پہچان سکا۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قباث! تم ہی تھے جس نے میدان بدر میں ما رأیت مثل هٰذا الامر فرّ منه الا نساء کہا۔ میں نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ یہ جملہ میں نے دوسرے کے سامنے نہیں کہا تھا۔ یہ بات محض مجھی تک محدود تھی۔ اگر آپ رسولِ خدا نہ ہوتے تو آپ کو قطعاً خبر نہ ہوتی۔ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں بیعت کروں۔ میں اس کے بعد مسلمان ہو گیا۔

شاتمِ رسولؐ کا نابینا قاتل

اسماء بنت مروان بنی امیہ بن زید کی اولاد میں سے تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت اور ملتِ اسلام کی عیب جوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ بدر میں تشریف لائے تو اس ملعونہ نے اسلام اور اہل اسلام کی مذمت میں کئی اشعار

کہے تھے۔ یہ اشعار عمیر بن عدی الخطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نابینا ہونے کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے تھے، سُنے۔ انہوں نے اللہ سے یہ عہد کر لیا کہ وہ حضور علیہ السلام کی واپسی پر اسماء بنت مروان کو قتل کر دیں گے۔ فتح بدر کے بعد جس رات آنحضرت واپس تشریف لائے تو عمیرؓ ایک چمکتی ہوئی تلوار لے کر اسماء کے گھر گئے۔ اس وقت اسماء کے بیٹے بھی اس کے اردگرد سوئے ہوئے تھے اور اسماء اپنے ایک چھوٹے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ عمیرؓ نے ہاتھ سے ٹٹول کر بچے کو اس سے جدا کرتے ہوئے تلوار کی دھار کو اس کے پہلو پر رکھ کر دبایا حتیٰ کہ وہ سینہ چیرتی ہوئی پشت کی طرف نکل گئی۔ جب صبح کے وقت نماز ادا کی تو حضور علیہ السلام نے اُسے دیکھ کر پوچھا: عمیرؓ! کیا تم نے مروان کی لڑکی کو قتل کر دیا ہے؟ عمیر بولے: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھو جس نے خدا اور رسول کی غائبانہ مدد و نصرت کی ہے تو عمیرؓ بن عدی کو دیکھ لو۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس اندھے کو جس نے رات خدا کی عبادت میں صرف کر دی۔ آپ نے فرمایا: اے عمرؓ! اسے اندھا نہ کہو یہ تو بینا ہے۔

خون کے پیاسے رحمت کی پناہ میں

دعثور بن حارث بن محارب اور بنی ثعلبہ کی ایک بڑی جماعت لے کر مدینہ کے گردونواح میں لوٹ مار کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار سو پچاس نوجوانوں کو لے کر اس کے مقابلہ میں نکلے۔ بنی ثعلبہ کا ایک شخص آگے آیا اور حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اس نے بتایا کہ لوگ آپ سے ملاقات نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس نے اُن کے وہ پہاڑی ٹھکانے بتائے جہاں اُن کا مال و دولت پڑا ہوا تھا۔ آپؐ نے ان کی طرف رُخ کیا اور تین دن تک اسی علاقہ میں اقامت گزیں رہے۔ چوتھے روز کسی کام کے لیے لشکر سے ادھر اُدھر ہوئے تو بارش ہو گئی اور آپؐ اپنے کپڑے ہوا میں سکھانے لگے۔ چند لمحے بعد ایک درخت کے نیچے آرام فرما ہو گئے۔ کفار نے پہاڑ کی چوٹیوں سے آپ کو تنہا دیکھ کر دعثور کو اطلاع دی۔ وہ شمشیر آمیختہ آگے بڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آ کھڑا ہوا اور پکارا: اے محمدؐ! بتاؤ میرے ہاتھ سے تمہیں کون چھڑائے گا؟ آپؐ نے جواب دیا: میرا اللہ۔ اسی اثناء میں حضرت جبرائیلؑ

نے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کی تلوار زمین پر آگری۔ حضور علیہ السلام نے اسی تلوار کو پکڑ لیا اور فرمایا: اب بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ کہنے لگا: کوئی بھی نہیں۔ کلمۂ شہادت پڑھ کر عہد کر لیا آئندہ کے لیے کبھی بھی اسلام کے خلاف لشکر کشی نہیں کرے گا۔ ؎

سلام اس پر کہ جس نے خُوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں

ابی بن خلف کی عبرتناک موت

میدانِ اُحد میں جب لشکرِ اسلام کو پہلے پہل شکست ہُوئی تو ابی بن خلف گھوڑے پر سوار تھا۔ حضور علیہ السلام کو مخاطب ہو کر کہنے لگا اگر آپ آج مجھ سے بچ نکلیں تو مجھے کبھی نجات نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حارث رضی اللہ عنہ بن صمہ اور سہیل رضی اللہ عنہ بن حنیف کے درمیان کھڑے تھے۔ ابی بن خلف نے آپ پر وار کیا تو مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بن گئے اور شہید ہو گئے۔ ایک ادھا نیزہ سہیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے لے کر ابی بن خلف کی زرہ کے نیچے چبھو دیا۔ ابی اپنے گھوڑے کو ایڑی لگا کر اپنی قوم کی طرف بھاگا اور بیلوں کی طرح چلّانے لگا۔ ابوسفیان نے کہا: تو مرے۔ یہ چیخ و پکار کس لیے کر رہے ہو حالانکہ تجھے صرف ایک خراش سی آئی ہے گہرا زخم نہیں ہے۔ وہ بولا: تو ہلاک ہو۔ تجھے معلوم نہیں۔ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ مارا ہے۔ آپ مکہ میں تھے تو مجھے کہتے تھے عنقریب تُو میرے ہاتھوں مرے گا۔ اب مجھے معلوم ہُوا ہے کہ میں اُن کے ہاتھوں قتل ہوں گا اس لیے میں جانبر نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم! مجھے اس قدر درد محسوس ہو رہا ہے کہ اگر سارے حجاز کو تقسیم کر دیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی حالت میں واویلا کرتا ہوا واصلِ جہنم ہو گیا۔

مخیرق یہودی کی حضورؐ پر جاں نثاری

مخیرق ایک یہودی عالم تھا جو بڑا صاحبِ ثروت اور متموّل تھا۔ اگرچہ وہ حضور علیہ السلام کے جملہ اوصاف سے باخبر تھا لیکن حبِ مال اور حبِ دین و خویش اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے ہمیشہ مانع ہوتے۔ جب جنگِ اُحد شروع ہُوئی تو یہ ہفتہ کا دن تھا۔ اس نے یہودیوں سے کہا آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت تم پر واجب ہے۔

وہ بولے آج تو ہفتہ ہے ہم کیسے لڑ سکتے ہیں؟ اس نے کہا آج ہفتہ کا حکم ختم ہو چکا ہے چنانچہ مسلح ہو کر شریکِ جہاد ہوا۔ اس نے اپنی قوم کو بتا دیا تھا کہ میں جامِ شہادت نوش کرنے جا رہا ہوں میرا تمام مال و دولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دینا۔ وہ خدا کے حکم کے مطابق جیسا چاہیں گے کریں گے۔ وہ میدانِ اُحد میں نہایت بے جگری سے لڑا اور شہید ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخیرق سب یہودیوں سے بہترین تھا۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ پہنچ کر اس کی دولت غرباء میں تقسیم کر دی۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے! ایک صحابی جس کا نام قزمان تھا، کسی وجہ سے جنگِ اُحد میں شریک نہ ہو سکا اور مدینہ میں ہی پڑا رہا۔ عورتوں نے اُسے کہا: ہماری طرح گھر پر کیوں بیٹھے ہو؟ اس کی حمیت اس قدر جوش میں آئی کہ اُسی وقت اُٹھا اور شریکِ جہاد ہوا۔ اس نے اس غضب سے تلوار چلائی کہ سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: "یہ شخص جہنمی ہے۔" لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا۔ قزمان نے نعرہ مار کر کہا: بھاگنے سے موت بہتر ہے۔ اسی جوش میں اس نے سات مشرکین کو ہلاک کر دیا۔ چند صحابہؓ اس کے پاس پہنچے اور کہا خدا تجھے شہادت نصیب کرے۔ کہنے لگا: خدا کی قسم میں اسلام کی خاطر نہیں لڑ رہا۔ میں تو اس لیے لڑ رہا ہوں کہ یہ لوگ ہمارے نخلستانوں پر کہیں قابض نہ ہو جائیں۔ اسی اثناء میں اُسے ایک زخم آیا جس کی درد بڑھتی گئی۔ چونکہ یہ درد اس کی برداشت سے باہر تھا بدیں وجہ وہ گھبرا گیا اور خنجر سینہ پر رکھ کر خودکشی کر لی۔ چونکہ لوگوں کو حقیقتِ حال کی خبر نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ اس نے سات مشرکین کو قتل کیا ہے اس لیے شہید ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا: یفعل اللہ ما یشاء۔ بعد ازاں جب حقیقت کھلی تو فرمایا: "اشھد انی رسول اللہ۔" پھر فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی اس فاجر کے ذریعہ مدد کی۔"

حضرت مصعبؓ بن عمیر مہاجرین کا

مصعبؓ نے اسلام کا جھنڈا بلند رکھا

جھنڈا اٹھائے میدانِ اُحد میں
کھڑے تھے ابن قمیہ سمجھا کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اُس نے اُن پر تلوار کا وار کیا اور
ان کا دایاں بازو قلم کر دیا۔ حضرت مصعبؓ نے عَلم بائیں ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ بلند آواز سے کہا :
"وما محمد الا رسول"۔ ابن قمیہ سوار ہو کر آیا اور جناب مصعبؓ کا دوسرا بازو بھی
قلم کر دیا۔ مگر حضرت مصعبؓ نے اپنے کٹے ہُوئے بازؤوں کے سہارے جھنڈے کو سربلند
رکھا اور گرنے نہ دیا۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام نے اس جھنڈے کو جناب امیر علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔

حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے غُسل دیا

حنظلہؓ بن ابی عامرؓ کی شادی جمیلہ بنت عبداللہ ابی
بن سلولؓ سے اسی رات ہُوئی جب حضورؐ
میدانِ اُحد میں جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ رات جمیلہ کے
ہاں گزاریں۔ صبح ہُوئی تو نماز ادا کرنے کے بعد حضرت حنظلہ شریک لشکر اسلام ہونے کے لیے روانہ
ہونے لگے جمیلہؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور خلوت میں لے گئی جس سے حنظلہؓ کو غسل کی حاجت
ہو گئی۔ حضرت حنظلہؓ محرومیٔ جہاد کے ڈر سے غسل نہ کر سکے۔ کپڑے پہن کر دوڑے۔ اس وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں سیدھی کرا رہے تھے، یہ بھی شریک ہُوئے اور بڑی شجاعت سے
لڑے۔ ایک مڈبھیڑ میں ابوسفیان کو گھوڑے سے گرا کر اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے اور قتل
کرنے لگے تھے کہ ابُوسفیان چلّایا : اے قریش کے نوجوانو! مجھے بچاؤ، میں ابوسفیان ہوں۔
انہوں نے اسے نجات دلائی۔ بعد ازیں حنظلہؓ بہت سے مشرکین کو عدم آباد پہنچاتے رہے۔
حتیٰ کہ خود جامِ شہادت نوش کیا۔ حضور علیہ السلام جب جنگ سے فارغ ہُوئے تو پہاڑ کے
دامن کی طرف دیکھا اور صحابہؓ سے فرمایا : دیکھو وہاں کون ہے؟ ملائکہ آسمان سے چاندی کے
کوزے بھر بھر کر لا رہے ہیں اور کسی کو نہلا رہے ہیں۔ حضرت ابواسید عدی کا بیان ہے ہم
نے وہاں جا کر دیکھا تو حضرت حنظلہؓ پڑے ہیں اور ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک
رہے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی انہوں نے کسی کو جمیلہ کے پاس
بھیجا۔ اس نے کہا : جاتے وقت حضرت حنظلہؓ کو غسل کی حاجت تھی۔ اس کے بعد جمیلہ کے

عزیزوں نے پوچھا تم نے خلوت پر ہمیں کیوں گواہ بنایا تھا؟ اس نے بتایا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے، حنظلہؓ اس سے نکلے ہیں پھر واپس چلے گئے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ان کی شہادت قریب ہے۔ میں چاہتی تھی کہ اس کی یہاں آمد پر لوگوں کو گواہ بنالوں۔

فرشتے میدانِ اُحد میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کی مدد کرتے ہیں

حضرت حارث بن صمّہ کہتے ہیں جنگِ اُحد میں جب حضور علیہ السلام گڑھے میں گرے تو میں آپ کے پاس ہی تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! وہ پہاڑ کی ڈھلوان سے نیچے اُتر رہے تھے تو مشرکین نے انہیں گھیر لیا۔ میں اُن سے اُلجھنے لگا تو آپؐ کو دیکھ کر ادھر آگیا۔ آپؐ نے فرمایا: ملائکہ عبدالرحمٰن بن عوف کی مدد کر رہے ہیں۔ جناب حارثؓ کہتے ہیں، میں پھر وہاں گیا تو عبدالرحمٰنؓ کے گرد سات مشرکین کے لاشے پڑے تھے۔ میں نے دو کی طرف اشارہ کر کے کہا ان کو آپ نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! دو کو میں نے قتل کیا مگر باقی پانچ کو ایک نامعلوم شخص نے قتل کیا ہے۔ حضرت حارث نے کہا: صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قتادہؓ کی آنکھ پر حضورؐ کا دستِ شفقت

جب جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو شروع شروع میں ہزیمت اٹھانا پڑی تو حضرت قتادہؓ بن نعمان حضور علیہ السلام کے ساتھ ہی رہے۔ اُن کی آنکھ پر ایک کاری زخم آیا جس سے آنکھ باہر نکل آئی۔ لیکن حضور علیہ السلام نے اُسے اُن کے چشمانہ میں لگا دیا اور حضرت قتادہؓ کی بینائی پہلے سے بھی تیز ہو گئی۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ میدانِ بدر میں پیش آیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

میدانِ اُحد میں جنگِ مغلوبہ

امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے جب میدانِ اُحد میں کھلبلی مچ گئی تو یکایک ایک آواز بلند ہوئی "الا ان محمداً قد قتل" میں نے آنحضرتؐ کو

تلاش کیا لیکن آپ نظر نہ آئے۔ میں نے سوچا کہ حضور علیہ السلام بھاگ تو نہیں سکتے تھے اس لئے ہی شہید ہوئے ہیں آخر ہُوا کیا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہم پر غضب نازل فرمایا ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے اُٹھا لیا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر اور کوئی کام نہیں رہا کہ لڑ مریں کیونکہ حضور علیہ السلام کے بغیر اب دنیا میں رہنا فضول ہے۔ چنانچہ میں نے نیام توڑ کر پھینک دی اور نہایت بے جگری سے مشرکین سے لڑنے لگا۔ میں نے ایک مجمع پر تابڑ توڑ حملے کر کے اسے منتشر کر دیا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضور علیہ السلام مجھے اس مجمع میں گھرے ہُوئے مل گئے۔ اس حال میں کہ خدا کے فرشتے آپ کی مدد و نصرت پر کمر بند تھے۔

حضورؐ کے ہاتھوں کی خاک ذریعۂ شفا ہے

ابو براءؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں دو گھوڑے اور دو اونٹ بطور تحفہ بھیجے۔ آپؐ نے فرمایا اگر مشرک کا ہدیہ میں قبول کرتا اور ابو براءؓ کا ہدیہ بھی قبول کر لیتا۔ لوگوں نے عرض کی، حضورؐ! وُہ بیمار ہیں اور شفایابی کی خاطر یہ تحفے اس نے آپؐ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ آپؐ نے مٹی کا ایک ڈھیلا اُٹھا اور اپنا دہن مبارک اس سے مَس کیا اور فرمایا اسے پانی میں گھول کر اسے پلا دو۔ جب اس طرح عمل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دے دی۔

شہید کی نعش کی حفاظت

جب غزوۂ رجیع میں جو ہجرت کے چوتھے سال واقعہ ہُوا، عاصم بن ثابتؓ نے شہادت پائی تو دشمنوں نے اُن کا سر قلم کر کے سلافہ بنت سعد کو بھیجنے کا قصد کیا کیونکہ اس نے یہ منت مانی ہوئی تھی کہ جو حضرت عاصم بن ثابتؓ کا سر قلم کر کے لائے گا اسے سَو اونٹ بطور انعام دے گی اور عاصمؓ کے سر کا پیالہ بنا کر اس میں شراب نوشی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کو حکم دیا کہ وُہ شہید کی لاش کے ارد گرد منڈلائیں۔ چنانچہ جو بھی نزدیک آتا اُسے اس زور سے کاٹتیں کہ مُنہ نوچ لیتیں۔ کفار کا خیال تھا کہ رات کی تاریکی میں بھڑیں چلی جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے۔ رات ہُوئی تو ابر و باراں کا بہت بڑا طوفان آیا اور حضرت عاصمؓ کا بدن اپنی جگہ سے دُور جا پڑا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کا بیان ہے کہ عاصمؓ نے نذر مانی تھی کہ

میرے جسدِ بے سر کو کوئی مشرک نہ چھوئے کیونکہ زندگی بھر اس نے کسی مشرک کو اپنے بدن کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا۔ اللہ اللہ! شہادت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو مشرکین کی دستبرد سے محفوظ رکھا۔

مسلمان قیدیوں کی خوراک حضرت خبیبؓ بن عدی غزوۂ رجیع میں اسیر ہوگئے اور مکہ میں انہیں سو اونٹ کے عوض بیچ دیا گیا۔ مشرکین نے انہیں محبوس کر دیا۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں حالانکہ اس موسم میں یہ میوہ دستیاب نہ تھا۔ کفار نے پوچھا یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت خبیبؓ نے فرمایا یہ وہ رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

حضرت خبیبؓ تختۂ دار پر جب مشرکین مکہ نے حضرت خبیبؓ کو تختۂ دار پر کھڑا کیا تو جناب خبیبؓ نے اہل مکہ کے لیے بد دعا کی۔ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے زمین پر لٹا دیا کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ اگر زمین پر لیٹ جائیں تو بد دعا کا اثر نہیں ہوتا۔ اس بد دعا سے ابوسفیان پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی۔ مجھ پر اس بد دعا کا اثر یہ ہوا کہ کئی سالوں تک میری شہرت ختم رہی۔ کہتے ہیں ایک سال کے اندر اندر جتنے آدمی بھی مجھے سُولی پر چڑھاتے وقت موجود تھے مر کھپ گئے۔ سعید بن عامر بعض اوقات بیہوش ہو جاتے تھے امیر المومنین حضرت عمرؓ نے انہیں ایک عمل بتایا اور ساتھ ہی پوچھا کہ یہ غشی کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جب خبیب کو سُولی پر کھڑا کیا گیا تو میں وہاں موجود تھا جونہی اس کا نقشہ میرے سامنے آتا ہے میں حواس کھو بیٹھتا ہوں۔ تختۂ دار پر حضرت خبیبؓ نے کہا اے اللہ! ہم نے اپنے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ پر عمل کیا۔ یہاں کوئی بھی نہیں کہ میرا پیغام اُن تک پہنچا دے۔ تو قادر و قیوم ہے میرا سلام اُن تک پہنچا دے۔ اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں حضورؐ کے پاس بیٹھا تھا کہ آثارِ وحی ظاہر ہوئے۔ وعلیہ السلام و رحمۃ اللہ۔ اس کے بعد آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بتایا خدا نے خبیب کا سلام مجھے پہنچایا ہے۔ آپ نے بشارت دی جو شخص حضرت خبیبؓ کو تختۂ دار سے نیچے اتارے گا اس کا مقام بہشت ہے۔

نوجوانانِ اُمت پر فرشتے ناز کرتے ہیں حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہما نے اس کام کا تہیہ کر لیا۔ رات کو سفر کرتے اور صبح کو چھپے رہتے۔ مکہ پہنچے تو معلوم ہُوا کہ چالیس آدمی خبیبؓ کی نگہداشت پر سور ہے ہیں۔ آہستگی سے اُسے تختۂ دار سے اُتارا گیا۔ زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اُن کے خونِ رنگین سے خوشبو آرہی تھی اور بدن میں کوئی تبدیلی رُونما نہیں ہُوئی تھی اگرچہ انھیں شہید ہُوئے چالیس دن گزر چکے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے انہیں اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور روانہ ہوئے۔ جب مشرکین کو پتہ چلا تو ستر آدمی ان کے تعاقب میں نکلے اور انہیں جا لیا۔ خبیبؓ کو زمین پر لٹا دیا گیا اور زمین نے انھیں اپنے اندر نگل لیا۔ اسی لیے انہیں "بلیع الارض" کہتے ہیں پھر وُہ ان سے لڑائی میں مشغول ہو گئے۔ کافر بھاگ نکلے۔ حضرت مقدادؓ اور زبیرؓ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جبرائیل امین نے حضور علیہ السلام سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کی امت کے ان دو جوانوں پر فرشتے بھی ناز کرتے ہیں۔

زخمی تندرست ہو گئے ہجرت کے چوتھے سال سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ آدمیوں کو جن میں حضرت ابوقتادہؓ بھی تھے خیبر بھیجا تاکہ وہاں جا کر سلام بن ابی الحقیق کو قتل کر دیں۔ انہوں نے رات کے وقت اس کے گھر میں گھس کر اُسے قتل کر دیا اور باہر چلے آئے۔ ابوقتادہؓ اپنی کمان وہیں بھول آئے واپس جا کر کمان لے آئے مگر پاؤں زخمی ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں ٹوٹ گیا مگر انہوں نے پگڑی سے باندھ لیا اور اپنے ساتھیوں سے آملے۔ جو انہیں باری باری اٹھاتے رہے۔ جب دربارِ رسالت میں پیش ہُوئے تو آپؐ نے اپنا دستِ رحمت اُن کے پاؤں پر ملا تو اسی وقت صحتیاب ہو گئے۔

عصائے مصطفیٰؐ کی برکات جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ میرے پاس غزوۂ ذات الرقاع میں ایک اونٹ تھا جس کا گھٹنا ٹوٹا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے مگر اونٹ کی سست روی اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ میں آپ کا ساتھ دے سکوں۔ مجھ سے پُوچھا گیا تو میں نے سارا ماجرا سُنایا۔ آپ نے عصا لے کر اُونٹ پر تین بار گھسایا اور پھر پانی کا چلّو بھر کر اس پر

چھڑکا اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤں۔ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے ہم پر ایک سچا رسول مبعوث فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر تیز چلاتے تھے میرا اونٹ پیچھے نہیں رہتا تھا۔ اور میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ ہی رہتا تھا۔

نبی کی غصّے میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈرو!

جب غزوہ ذات الرقاع سے فارغ ہوئے تو سبیع محاربی گھوڑی پر سوار ایک اونٹ کی مہار پکڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ میری گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، لا یعلم الغیب الا اللہ۔" اس کے بعد اس نے پوچھا بارش کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا، یہ کام اللہ تعالیٰ کی ذات جانتی ہے۔ پھر دریافت کیا، کل میں کیا کروں گا؟ فرمایا، میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھا کہ میں کون سی زمین میں مروں گا؟ فرمایا، معلوم نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث الی آخرہ۔ پھر اس ملعون نے کہا: اے محمدؐ! میرا یہ اونٹ مجھے اللہ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ آپ نے فرمایا، میرا اللہ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اور جان و مال و فرزند سے بھی عزیز تر۔ آپؐ نے سر سجدہ میں رکھا اور فرمایا، اے محاربی! میرا اللہ مجھے بتاتا ہے کہ تمہاری داڑھی کے نیچے ایک زخم ہوگا اور تیرا سارا گوشت و پوست اسی زخم سے بہہ جائیگا پھر تم جہنم میں چلے جاؤ گے۔ کچھ عرصہ گزرا تو اُسے ایک زخم آیا جس سے گوشت اُبل اُبل کر ڈھلنے لگا اور اس کی بدبو سے لوگ بھاگنے لگے وہ ملعون بولا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات کہی سچ کہی۔

غزوہ بنی مصطلق میں غیبی امداد

حضرت جویریہ بنت حارثؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق میں نکلے تو میرا باپ اپنی قوم کی قیادت کر رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ یثرب کی طرف سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے اور میرے پہلو میں آگیا ہے۔ یہ خواب میں نے سب سے پوشیدہ رکھا۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر وہاں پہنچا تو میرے باپ نے مجھے بتایا کہ

ہمارے مقابلے میں ایک ایسا لشکر آیا ہے جس کے مقابلہ کی ہم میں تاب نہیں ۔ اس لشکر میں ایسے لوگ ہیں جو ابلق گھوڑوں پر سوار ہیں اور بہترین قسم کے اسلحہ سے لیس ہیں۔ جب میں مسلمان ہوئی تو حضورؐ نے مجھے اپنے حرم کے لیے قبول فرمایا۔ میں نے لشکر اسلام پر نگاہ ڈالی تو اتنی کثرت و تعداد نہ تھی جس قدر پہلے تھی ۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب امداد غیبی تھی۔

جنگ خندق کی چٹان کی چنگاریاں روم و صنعاء کے محلات پر گریں

غزوہ خندق میں اصحاب کرامؓ خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان نمودار ہوئی جس کی شکست و ریخت ناممکن تھی ۔ حضرت سلمانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی تو آپ خندق میں اُترے سلمانؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے ۔ بعض صحابہ کرامؓ کنارے کھڑے تھے ۔ آپؐ نے سلمانؓ سے کدال لی اور چٹان پر اس زور سے ماری کہ چٹان پارہ پارہ ہو گئی اور ایک ایسا شعلہ نکلا جس سے سارا شہر جگمگا اٹھا۔ حضور علیہ السلام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور سب نے اس نعرہ کا جواب بھی نعرہ ہی سے دیا ۔ دوسری ضرب لگائی تو اور شعلہ نکلا پھر سب نے نعرہ بلند کیا ۔ تیسری ضرب لگائی تو پھر برقی روشنی نمودار ہوئی ۔ حضرت سلمانؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا چیز ہے؟ آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے پوچھا: جو کچھ سلمانؓ نے دیکھا ہے کیا تمھیں بھی نظر آیا ہے؟ سب نے کہا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ۔ آپؐ نے فرمایا: پہلی روشنی میں حیرہ کے محلات کو کسریٰ کی زمین سے دیکھا گیا۔ جبرائیل نے مجھے خبر دی کہ آپ کی امت کی وہاں تک دسترس ہونے والی ہے ۔ دوسری ضرب پر روم کے سُرخ محلات کو دیکھا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اطلاع دی کہ میری اُمت یہاں تک غالب آئے گی ۔ تیسری ضرب کی روشنی میں صنعاء کے محلات نظر آئے ۔ جبرائیل نے بتایا کہ آپؐ کی اُمت ان محلات پر قابض ہو گی ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کے مقدر کا فیصلہ فرما دیا

واقدی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کے سفید محل کی تعریف فرمائی۔ حضرت

سلمانؓ نے بتایا مجھے قسم ہے خدائے واحد کی یہ محلات ویسے ہی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا شام بہرحال فتح ہوگا اور ہرقل اپنی سلطنت کے کسی دوسرے حصے میں بھاگ جائے گا اور شام کا حاکم بنے گا اور کوئی بھی تم سے جنگ نہیں کر سکے گا یمن بھی یقیناً فتح ہوگا اور کسریٰ قتل ہو کر ہی رہے گا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ سلمانؓ کہتے ہیں رسول اکرمؐ نے جو کچھ اس روز فرمایا تھا میں نے حرف بحرف اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت جابرؓ کی ضیافت میں برکت

حضرت جابرؓ کہتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پتھر توڑنے کے لیے خندق میں اُترے تو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے جب میں نے آپؐ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے پیٹ کے پتھر کھول کر گھر آگیا اور اپنی اہلیہ کو سارا قصّہ کہہ سنایا۔ اس نے مجھے بتایا کہ گھر میں ایک صاع جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے جَو کا آٹا گوندھا اور بکری کا بچّہ ذبح کیا اور دیگ میں ڈال کر آپؐ کی خدمت میں پہنچا۔ میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ تمام صورت حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دینا تاکہ بعد میں ندامت نہ ہو۔ میں نے آہستہ آہستہ تمام قصّہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ آپؐ نے تمام خندق کھودنے والوں کو بلند آواز سے بلایا اور فرمایا: آج ہمارے جابرؓ نے تمہاری ضیافت کی ہے، سب چلے آؤ کیونکہ کھانا کافی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرما دیا کہ اپنی اہلیہ کو کہہ دینا جب تک میں نہ آجاؤں دیگ سے دیگ پوش نہ اتارے اور نہ ہی روٹی پکائے۔ میں نے مہمانوں کے پہنچنے سے پہلے یہ بات اپنی اہلیہ کو سمجھا دی کہ حضور علیہ السلام نے تو سب کو دعوت دے دی ہے مہاجرین و انصار اور سب متعلق[illegible]ن آ رہے ہیں۔ اس نے کہا اگر حضور علیہ السّلام نے دعوت دی ہے تو کوئی ڈر [illegible]یں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کو لے کر ہمارے گھر تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا گروہ در گروہ چلے آؤ اور ادھر مجھے حکم دیا آٹا لے آؤ۔ میں آٹا لایا تو آپؐ نے اس میں لعابِ دہن ڈالا اور خدا تعالیٰ سے خیر و برکت کی دُعا مانگی۔ پھر حکم دیا کہ روٹی پکانے والی

بلاؤ تاکہ روٹی پکایا جائے۔ میں تنور سے روٹیاں اور دیگ سے گوشت لوگوں کو کھلاتا جاتا وہ سب کے سب سیر ہو کر چلے گئے مگر ابھی تک لحم و طعام کافی مقدار میں بچا پڑا تھا۔

حضرت جابرؓ کے بیٹے زندہ ہو گئے

جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی دعوت پکاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رد نہ فرماتے۔ ایک دن آپؐ کو جابرؓ نے دعوت دی تو آپؐ نے فرمایا فلاں دن آنا۔ جب مقررہ دن آیا تو آپؐ جابرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر دیکھا تو بہت مسرور ہوئے اور خوشی و شادمانی کے عالم میں مشک آمیز پانی کا چھڑکاؤ کیا اور شاداں و فرحاں آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کو اندر تشریف لانے کے لیے عرض کی آپ اندر آئے تو جابرؓ نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور پھر اسے پکانے کا بند و بست کرنے لگے۔ حضرت جابرؓ کے دو بیٹے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا: آ تجھے بتاؤں ہمارے والد نے ہمارے میمنے کو کس طرح ذبح کیا۔ اس نے چھوٹے کو زمین پر لٹا کر اس کے گلے پر چھری چلا دی اور نادانی سے اسے ذبح کر دیا۔ جب حضرت جابرؓ کی بیوی نے اُسے دیکھا تو دوڑ کر اس کی طرف آئی لیکن وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ ماں اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی جس کے خوف سے ڈر کر بچہ چھت سے گر گیا اور گرتے ہی واصل بحق ہو گیا۔ اس صابرہ نے اس واقعہ فاجعہ پر قطعاً رونا دھونا نہ کیا بلکہ صبر اختیار کیا۔ مبادا حضور علیہ السلام کی طبیعت اس واقعہ کو سن کر متغیر ہو اس نے دونوں بچوں پر ایک کپڑا ڈال دیا اور کسی کو اس حادثہ کی خبر نہ ہونے دی۔ اگرچہ وہ ظاہراً خوش تھی لیکن باطنی طور پر خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ بکرے کو بریاں ہونے تک حضرت جابرؓ کو بھی خبر نہ ہوئی۔ کھانا پکا کر حضور علیہ السلام کے سامنے رکھا گیا تو حضرت جبرائیل امین نازل ہوئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جابرؓ کو کہیں کہ اپنے دونوں بیٹے بھی لائے تاکہ آپؐ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ جابرؓ کو حکم ملا تو فوراً گھر گئے اور پوچھا کہ دونوں بچے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ کہیں باہر ہیں۔ جابرؓ نے آ کر اطلاع دی وہ اس وقت موجود نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فرمایا) اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا حکم ہے کہ اُن کے ساتھ کھانا کھایا جائے۔ جب اس صابرہ و

شاکرہ بی بی کو دوبارہ پوچھا گیا تو اس نے رو کر بچوں کی لاشوں سے کپڑا اٹھا کر سارا واقعہ کہہ سنایا۔ دونوں روتے روتے آنحضرتؐ کے قدموں میں گر گئے۔ سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان بچوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر دُعا کریں زندگی اللہ دینے والا ہے۔ آنحضرتؐ تشریف لائے اور بچوں کے لیے دعا فرمائی وہ اسی وقت بفرمانِ ایزدی زندہ ہو گئے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

ع دنیا والو دیکھ لو قدرت رسول اللہ کی!

خندق والوں کی کھجوروں سے دعوت

بشر بن سعد کی لڑکی نے بیان کیا ہے کہ میری والدہ نے مجھے کچھ کھجوریں دیں تاکہ میں اپنے والد اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہؓ کو دوں۔ میں کھجوریں لے کر جا رہی تھی کہ حضور علیہ السلام کو ایک جگہ پر بیٹھا دیکھا۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا: تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ پھر میں نے وہ کھجوریں آپ کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ آپ نے کپڑے کی جھولی میں ڈال لیں اور کسی کو کہا خندق والوں کو بلاؤ کہ سب آئیں۔ جب سب آ گئے۔ سب نے کھجوریں کھائیں اور واپس ہوئے۔ یہ تین ہزار افراد تھے مگر ہنوز کھجوریں جھولی میں موجود تھیں۔

سرکارِ دو عالمؐ کی دعائے رحمت

جب لیلۃ الاحزاب میں حذیفہ بن الیمان کو لشکرِ احزاب کی طرف روانہ کیا گیا تو جانے سے پہلے حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سینے اور کندھوں پر پھیرے اور یہ دُعائیں کیں:

اللھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ۔ اس رات سخت سردی تھی۔ حذیفہ کہتے ہیں جب میں روانہ ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں گرم حمام میں ہوں۔ مجھے سردی کا احساس تک نہ ہوا، میں احزاب پہنچا اور خبریں فراہم کر کے واپس آ گیا اور صحابہؓ کو ملا۔ اس کے بعد مجھے سردی کا کچھ احساس ہوا۔

جنگِ احزاب میں مخالفین کی تباہی

جب حذیفہ روانہ ہوئے تو حضور علیہ السلام نے نماز ادا کی اور پھر یہ دُعا مانگی:

یاصریخ المکروبین یا مجیب الدعوة المضطرین اکشف ھمّی وکربی فقد تری حالی ومن معی! بعدازیں جبرائیل علیہ السلام نیچے آئے اور کہنے لگے خدا تعالیٰ آپ کو فتح دے گا کفار پر آسمانوں سے ایک طوفان آئے گا نیز آسمان چہارم سے اُن پر سنگباری ہوگی۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو ٹھنڈی ہوا مخالفین کے لشکر میں گھس چکی تھی اور ان کے چولھے ٹھنڈے ہو رہے تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے ہمیں سردی نے تباہ کر دیا ہے ادھر طوفان کے دوران ان پر یہاں تک سنگ باری ہوئی کہ وہ اپنی ڈھالوں سے اپنے سروں کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے لشکر میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ وہ بھاگ کھڑے ہوئے اس آیت میں یہی اشارہ ہے: واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحًا وجنودًا لم تروھا۔

قریش جنگ سے بھاگ اُٹھے

جب قریش میدانِ جنگ سے بھاگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: لم یغزوکم قریش بعد عامھم ولکنکم تغزونھم یعنی اس کے بعد قریش تم سے جنگ نہیں کر سکیں گے بلکہ تمہیں قریش کے ساتھ جنگ کرنی ہوگی۔ یقیناً قریش کوئی جنگ نہ کر سکے حتیٰ کہ مکہ فتح ہوگیا۔

خون کے پیاسوں کو ضمانت امن

جب کفار میدانِ جنگ سے گریزاں ہوئے تو ایک دن ابوسفیان نے ایک مجلس میں کہا میں نے سُنا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مدینہ کے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے ہیں انہیں تبلیغ رسالت کے وقت کسی کی خبر نہیں ہوتی۔ کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو جاکر انتقام لے۔ ایک عرب رات کے وقت ابوسفیان کے گھر آیا اور کہنے لگا اگر تم مجھے ضمانت دو تو میں یہ کام سرانجام دے سکتا ہوں کیونکہ مجھے راہ سے بھی واقفیت ہے اور میرے پاس تیز دھار خنجر بھی ہے ابوسفیان نے ایک اونٹ دیا اور یہ طے پایا کہ یہ راز کسی کو معلوم نہ ہو۔ چھٹے دن وہ مدینہ پہنچا۔ ہر شخص سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کرتا۔ لوگوں نے بتایا کہ بنی عبدالاشہل کی طرف گئے ہیں۔ وہ بھی ادھر جانکلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے صحابہ کرامؓ سے باتیں کر رہے تھے۔ دُور سے آپ نے اسے آتے دیکھ کر فرمایا: یہ شخص مجھے غدّار معلوم

ہوتا ہے مگر خدا اس کی مراد پُوری نہیں کرے گا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو پُوچھنے لگا: ابن عبدالمطلب کہاں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ وہ حضور علیہ السلام کے نزدیک جا کر جھکا جیسے کوئی رازدارانہ بات کہنا چاہتا ہو۔ اسی حال میں اسید بن حضیر نے اُسے گھسیٹ لیا اور کہا دُور ہو جا اے ملعون! اس کی کمر پہ ہاتھ مارا تو خنجر معلوم ہوا بآواز بلند کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ شخص غدار ہے۔ وُہ عرب اُن کے پاؤں پر گر گیا اور کہنے لگا: مجھے معاف کر دیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر سچ بتاؤ گے تو اس میں تمہیں فائدہ ہے اور اگر تیری نیت بُری ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے ہی خبردار کر دیا ہے۔ عرب نے امان طلب کی اور ساری کہانی کہہ سُنائی۔ حضور علیہ السلام نے اُسے اُسیدؓ کے سپرد کر دیا۔ دوسرے دن حاضرِ خدمت ہُوا تو حضورؐ نے فرمایا تمہیں امان دے دی گئی ہے تم جہاں چاہو چلے جاؤ۔ مگر ایک جگہ سارے جہاں سے اچھی ہے۔ وُہ یہ ہے کہ تم دینِ اسلام کی امان میں آ جاؤ۔ عرب نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد ارسول اللہ۔ پھر کہا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! خدا کی قسم میں کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہُوا تھا۔ اور شمشیر و سنان نے مجھے کبھی ہراساں نہیں کیا تھا لیکن جب مَیں نے آپ کو دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ آپ کو میرے ارادہ کی اطلاع مل گئی۔ مجھے یقین ہے یہ اطلاع آپ کو کسی آدمی نے نہیں دی بلکہ آپ کے پروردگار نے دی ہے جو آپ کا ہر حال میں محافظ و مددگار ہے۔ ابوسفیان کے ساتھی شیطان کے ساتھی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کی باتوں پر تبسم فرماتے رہے وہ چند روز مزید ٹھہرا۔ پھر اجازت لی۔ پھر اس کے بعد وُہ کبھی دکھائی نہیں دیا۔

ان کے لیے ہے عرش تک دستِ دعا بلند
ہے جن کی آستینوں میں خنجر چھپا ہُوا

حضورؐ کے تیر کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا

ہجرت کے چھٹے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کا ارادہ کر کے مکّہ کی طرف کوچ کیا۔ حدیبیہ کے علاقہ میں ایک کنویں پر ڈیرہ ڈالا۔ اس کنویں میں پانی کم تھا۔ تھوڑا سا پانی کھینچنے کے بعد ختم ہو گیا۔ لوگ تشنگی و پیاس کی

شکایت لے کر آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور فرمایا اسے کنویں میں پھینک دیا جائے۔ اسدیؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم تیر پھینکنے کے بعد چودہ سو نفوس نے سیر ہو کر پانی پیا۔

صحیح بخاری کی روایت میں درج ہے کہ مقامِ حدیبیہ میں لوگوں نے پیاس کی شدت اور پانی کی شکایت کی۔ حضورؐ کنویں کے کنارے پر تشریف لائے اور ایک ڈول پانی طلب فرمایا اس سے وضو فرمایا، اور پانی کنویں میں ڈال دیا۔ ابھی چند لمحے نہ گزرنے پائے تھے کہ کنویں کا پانی جوش مارنے لگا۔ تمام صحابہؓ سیراب ہوئے اور تمام مویشیوں نے بھی خوب پانی پیا۔

حدیبیہ میں پانی کا انتظام

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حدیبیہ کے روز لوگوں کو تشنگی اور پیاس نے مغلوب کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ایک کوزہ تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا۔ تمام لوگوں نے آپؐ کی طرف توجہ کی۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو کوزہ میں بھگویا تو پانچوں انگلیوں سے پانی اس طرح جاری ہوا کہ ہم سیراب ہو گئے اور ہم نے وضو کیا۔ جابرؓ سے پوچھا گیا کہ کتنے لوگ تھے؟ اس نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی تھا لیکن ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔

رحمتِ دو عالمؐ مقامِ حدیبیہ میں

ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ ہم جب حدیبیہ کے پاس پہنچے تو خبر آئی کہ قریش نے ایک جماعت بھیجی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کون ہے جو ہمیں راہ دکھائے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں میں نے یہ راہ کئی بار دیکھی ہے میں حاضر ہوں۔ چنانچہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چلا اور مقامِ حدیبیہ تک ہم سفر رہا۔

حضرت علیؓ کی نگاہ میں احترامِ مصطفیٰؐ

یوم حدیبیہ کو امیر المومنین حضرت علیؓ کفارِ مکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ کی شرطیں لکھ رہے تھے ابھی حضرت علیؓ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور محمد رسول اللہ لکھا ہی تھا کہ سہیل بن عمرو (جو ابھی ایمان نہ لائے تھے) کہنے لگے: میں "رحمٰن" کو نہیں پہچانتا۔

را رسمِ کتابت یُوں ہے: باسمک اللّٰھمّ۔ لہٰذا یہی لکھا جائے۔ پھر کہا محمد رسول اللہ بھی نہ لکھا جائے کیونکہ اگر ہمیں ان کی رسالت کا اعتراف ہوتا تو جھگڑا کس بات کا ہوتا! اس ضمن میں حضور علیہ السّلام اور کفّار کے درمیان بات چیت ہُوئی آخرکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اچھا اسے مٹا دو۔ اور سہیل جس طرح کہتا ہے لکھو۔ حضرت علی رضی از روئے ادب نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلم سے محو کرنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا حضور ص نے اپنے ہاتھ سے محو کر دیا اور فرمایا اے علی رض تم پر بھی ایک ایسا وقت آنے والا ہے چنانچہ جنگِ صفین کے بعد حضرت سیدنا علی رض اور حضرت امیر معاویہ رض کے درمیان ایک صُلح نامہ ہُوا۔ کاتب نے صلح نامہ کی تحریر یُوں شروع کی: "یہ معاہدہ امیر المومنین علی رض کا ہے"۔ جناب امیر معاویہ رض نے کہا: امیر المومنین نہ لکھو۔ اگر میں انہیں امیر المومنین تسلیم کروں تو جھگڑا کس بات کا ہے؛ جب حضرت علی رض نے سُنا تو فرمایا: صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہاں بھئی! علی ابن ابی طالب ہی لکھو۔

سرکارِ دوعالم ص کے بال مریضوں کے لیے باعثِ شفاء بن گئے

مقامِ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت بنوا کر تمام بال ایک سبز درخت پر پھینک دیئے۔ تمام اصحاب اسی درخت کے نیچے جمع ہو گئے اور بالوں کو ایک دُوسرے سے چھیننے لگے۔ حضرت امّ عمارہ کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کر لیے۔ آنحضرت ص کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو ربّ العزّت اسے صحت عطا کر دیتا۔

سفرِ حدیبیہ میں زادِ راہ میں برکت

تقریباً بیس روز گزارنے کے بعد مسلمان مقامِ حدیبیہ سے واپس ہُوئے تو زادِ راہ کی کمی کی شکایت کی گئی حضور علیہ السلام نے اونٹوں پر لدے ہُوئے سامانِ خورد و نوش کی طرف اشارہ کیا ایک شخص حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضور علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اگر ہم اپنا تھوڑا تھوڑا زادِ راہ ایک جگہ اکٹھا کر دیں اور آپ حق سبحانہٗ سے اس کے زیادہ ہونے کی دُعا فرما دیں تو بے شک و شبہ

آپ کی دعا بارگاہِ ربانی میں مقبول و مستجاب ہو گی۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنا اپنا سامان جمع کیا کسی کے پاس چند کھجوریں اور کسی کے پاس تھوڑے سے ستو تھے۔ حضور علیہ السلام نے خداوند قدوس سے خیر و برکت کی دُعا مانگی تو خوراک کا ذخیرہ اتنا زیادہ ہو گیا کہ چار پائے اٹھانے سے عاجز آ گئے۔ جب وہاں سے کُوچ کیا گیا تو سخت گرمی تھی اور مطلع صاف تھا لیکن ربالعزت کے حکم سے بارش ہو گئی۔ تمام لوگ سیراب ہو گئے اور پانی بھر کر اپنے ساتھ بھی لے گئے۔

شاہانِ وقت کے نام

ہجرت کے چھٹے سال ذوالحجہ کے آخری حصہ یا ساتویں سال اوّل محرم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مذاہب

دربارِ رسالت سے پیغامات

کے رہنماؤں کو قاصد بھیجے۔ چنانچہ حضرت دحیہ کلبیؓ روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن کو ایک خط بھی دیا گیا جس کا مضمون یہ تھا:

• یہ خط محمد رسول اللہ جو اللہ کے بندے ہیں کی طرف سے ہرقل بادشاہِ روم کی طرف لکھا جا رہا ہے۔ سلامتی ہو اُن لوگوں پر جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔ اما بعدٗ میں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں تاکہ تم سلامت رہو۔ خدا تعالیٰ تمہاری نیکیوں میں اضافہ کرے۔ اگر تم اس دولت سے روگردانی کرو گے تو تمام رومیوں کا گناہ جو تمہارے زیرِ فرمان ہیں تمہاری گردن پر ہو گا۔ یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الّا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولّوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ؎

سفیرِ رسالت دربارِ ہرقل میں

حضرت دحیہ کلبیؓ حمص میں ہرقل کے پاس گئے اور خط اس کے حوالے کیا۔ جب ہرقل نے دیکھا کہ عنوان عربی میں ہے تو اس نے ترجمان کو بُلایا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں یُوں درج ہے:

• اس وقت ابوسفیان بھی قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ ایلیا یعنی بیت المقدس میں موجود تھے ہرقل نے انہیں طلب کیا اور پُوچھا کہ جس شخص نے مجھے یہ خط لکھا ہے اس کا تم میں سے اقرب ترین رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان بولے: میں سب سے قریبی ہُوں۔

ہرقل نے انہیں اپنے قریب بلایا اور کہا دیکھو میں کچھ حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تم صاف گوئی سے کام لینا اور دروغ گوئی سے ہر ممکن اجتناب کرنا۔ چنانچہ ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان یہ گفتگو ہوئی:

ہرقل: حضورؐ کا نسب وخاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: بہت اعلیٰ اور بلند ہے۔

ہرقل: جو دعویٰ حضورؐ نے کیا ہے کیا تمہارے خاندان میں سے کسی نے پہلے بھی کیا تھا؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا اُن کے والدین کوئی سلطنت یا ملک چھوڑ گئے ہیں؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا ان کی اتباع میں بڑے بڑے لوگ ہیں یا کمزور؟

ابوسفیان: کمزور۔

ہرقل: کیا ان کے احباب وتبعین زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟

ابوسفیان: زیادہ۔

ہرقل: کوئی شخص دینِ اسلام کو ناپسند کر کے برگشتہ بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی اس پر الزام تراشی کی گئی ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کسی عذر یا بیماری کا بہانہ کرتے ہیں؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا لوگوں نے کبھی اس سے جنگ کی ہے؟

ابوسفیان: ہاں۔

ہرقل: یہ جنگیں کس نتیجہ پر ختم ہوئیں؟

ابوسفیان: کبھی ہم کامیاب رہے کبھی انہیں فتح ہوئی۔

ہرقل: تمہیں وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان: اللہ ایک ہے، اس کا کسی کو شریک نہ سمجھو، نماز، سچائی، رحم اور صلہ رحم پر کاربند رہو۔

ہرقل کہنے لگا: میں نے تمہیں اس کے نسب کے متعلق پوچھا تو تم نے بتایا کہ شریف ہے انبیاء کی یہی خصوصیت ہے۔ اگر ان سے پہلے کسی نے دعویٔ نبوت کیا ہوتا تو شاید ان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی۔ اگر اس کے آباؤ اجداد حکمران ہوتے تو میں سمجھتا کہ وہ حکومت حاصل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اگر انہیں دعویٔ نبوت سے پہلے متہم بکذب و دروغ گوئی کیا ہوتا تو شاید اب یہ بات ہوتی۔ مگر جس شخص نے ساری عمر جھوٹ بولنا پسند نہیں کیا وہ خدا پر افترا نہیں باندھ سکتا۔ میں نے اشراف اور کمزور کی اتباع کے متعلق بھی کہا مجھے علم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی و اتباع ہمیشہ کمزور لوگ ہی کرتے ہیں۔ پھر سنت الٰہی بھی یہی ہے کہ وہ لوگ تعداد میں ہمیشہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ اگر اُن کے دین سے کوئی برگشتہ نہیں ہوتا تو یہ اُن کی صفائی قلب کا نتیجہ ہے دیگر جن عادات و احکام کا تُو نے ذکر کیا ہے اگر تم سچ کہتے ہو تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس سرزمین پر بھی ان کی حکومت ہوگی۔ میرا ایمان ہے کہ ایک ایسا شخص ضرور آئے گا۔ لیکن مجھے یہ یقین نہیں کہ ایسا شخص تمہارے ہاں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر میں اُن کی خدمت میں پہنچ سکتا تو زیارت سے مشرف ہوتا اور خاکِ پا کو سُرمہ بناتا۔ جب آنحضرتؐ کا خط کھولا گیا اور پڑھا گیا تو ہرقل نے اس کے متعلق اپنے دلی خیالات کا اظہار کیا۔ حاضرین نے سرگوشیاں کرنی شروع کر دیں۔ ابوسفیان باہر آگیا اور اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا کہ یہاں بھی محمد علیہ السلام کا چرچا ہو گیا ہے جو بنی اصفر کا بادشاہ بھی اس سے لرزاں ہے۔ مجھے اسی دن سے یقین ہو گیا کہ ان کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ چنانچہ یہ یقین میرے دل میں فزوں سے فزوں تر ہوتا گیا یہاں تک کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے میرے دل کو نورِ اسلام سے منور و روشن کر دیا۔

شاہِ ہرقل کا خواب اور اس کی عملی تعبیر

ہرقل بیت المقدس میں ایک دن خواب سے بیدار ہوا اس کے

چہرہ پر افسردگی و پریشانی تھی ۔اعیانِ سلطنت نے اس سے پوچھا معاملہ کیا ہے ؟ کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مسلمانوں کا ملک میری ہستی پر ظاہر ہو گیا ہے ۔ ایک روایت میں ہے کہ وُہ علم نجوم جانتا تھا اور اس نے بتایا کہ میں نے نجوم کے حساب سے معلوم کیا ہے ایک ایسی جماعت جو ختنہ کراتی ہے میرے ملک پر قابض ہو گئی ہے اعیانِ دربار بولے یہودیوں کے بغیر تو کوئی قوم بھی ختنہ نہیں کرتی انہیں قتل کر دینا چاہیے تاکہ ہم اس خطرے سے بچ سکیں ۔ وہ اسی اندیشہ میں تھے کہ حاکم بصرہ جو ہرقل کے ماتحت تھا آیا ۔ اس کے ہمراہ ایک عرب آدمی بھی تھا ۔ کہنے لگا ، یہ شخص کہتا ہے کہ عرب میں ایک شخص نے دعوٰیِ نبوت کیا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کی اتباع کر رہے ہیں اور بعض مخالف ہیں جن میں بہت خون خرابہ ہُوا ہے ۔ ہرقل نے کہا اسے خلوت میں لے جاؤ اور دیکھو آیا مختون ہے یا نہیں ۔ معلوم ہُوا کہ مختون ہے ۔ اس کے بعد اس نے عرب کے حالات پُوچھنے شروع کیے ۔ اس نے بتایا سب مختون ہیں ۔ ہرقل نے کہا واللہ یہی وُہ لوگ ہیں جن کا میں ذکر کر رہا تھا ۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ایک مصاحب کو جو روم میں رہتا تھا اور علمِ نجوم میں ماہر تھا ۔ ایک خط لکھا کہ حالات کا جائزہ لے اور خود حمص کو روانہ ہُوا ۔ جب حمص میں پہنچا تو خط کا جواب آیا کہ نبی عربی کی سلطنت کے ظہور کا وقت نزدیک ہے ۔

دربار ہرقل میں اسلام کی ضیا پاشیاں

ہرقل نے تمام اعیانِ مملکت کو ملک کے گوشے گوشے سے منگوا کر ایک وسیع ہال میں جمع کیا اور سارے دروازے بند کر کے اُن سے خفیہ طور پر خطاب کیا اور پُوچھا ؛ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری زندگی آزاد اور حکومت ہمیشہ رہے ۔ سب نے اثبات میں جواب دیا ۔ ہرقل نے کہا آؤ مل کر اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں ۔ یہ سُن کر اُن کے چہرے لال پیلے ہو گئے اور دروازوں کی طرف بھاگنے لگے ۔ جب دروازوں کو بند پایا تو شورش اضطراب پر اتر آئے ۔ ہرقل نے ان سب کو طلب کر کے کہا میں تمہیں آزمانا چاہتا تھا کہ آیا تم اپنے دین پر پکے ہو ۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے ایمان میں راسخ ہو ۔ وہ سب اس پر راضی ہو گئے اور اسے سجدہ کرنے لگے ۔

بیت المقدس کے بطریق نے معراج کو امامتِ رسولِ خدا کی شہادت دی

بعض روایتوں میں یُوں آتا ہے کہ جب ابوسفیان اور ہرقل کے درمیان مکالمہ ہُوا تو ابوسفیان کہنے لگا: اگر اجازت ہو تو ایک بات کہوں تاکہ آنحضرت کا جھوٹ آپ پر ظاہر ہو جائے وہ کہتا ہے کہ مَیں ایک رات میں عرب سے لے کر بیت المقدس آ کر پھر واپس چلا گیا ہُوں وہاں کا بطریق یعنی مذہبی رہنما ابوسفیان کے سر پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا میں اس رات بیت المقدس میں سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ سب حالات میں نے بادشاہ کی خدمت میں بیان کئے تھے۔ اس نے کہا کہ ہم معمول کے مطابق سوتے وقت دروازے بند کر لیتے ہیں۔ اس رات ایک دروازہ کھلا رہ گیا تمام اہل بیت المقدس کو جمع کیا تو وہ دروازہ بل نہ سکا۔ جب صبح ہُوئی تو اس دروازے کے پاس ہی ہم نے کسی چارپائے کے سُموں کے نشان دیکھے جسے یہاں باندھا گیا تھا۔

ہرقل اسلام کی طرف

جب ہرقل قوم کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو دحیہ کلبیؓ سے کہنے لگا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تمہارا نبی مامور من اللہ ہے لیکن مجھے رومیوں سے ڈر ہے کہ کہیں مجھے ہلاک نہ کر دیں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا تو آنحضرتؐ کی علانیہ اتباع کرتا اور اسے اپنے لیے دوجہاں کی سعادت و نیک بختی خیال کرتا۔ تم فلاں اسقف کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے اور تمام کتبِ آسمانی کا مجھ سے زیادہ عالم ہے۔ اس کی رائے معلوم کرو۔ دحیہ کلبیؓ اس اسقف کے پاس پہنچے اور صورتِ حال کو واضح کیا۔ اس نے کہا بخدا وہ نبی مرسل ہیں ہم انہیں ان کے اوصاف و اخلاق سے پہچانتے ہیں پھر اپنے گھر آیا۔ سیاہ کپڑے اتار پھینکے اور سفید کپڑے پہن لیے اور عصا پکڑ کر اہل روم کی طرف چل دیا۔ یہ لوگ اس وقت ایک بہت بڑے گرجے میں جمع تھے۔ اس نے انہیں یوں خطاب کیا:

اے قوم! ہمارے پاس احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں جو ہمیں خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ کے بغیر آسمانوں و زمین کو بنانے والا کوئی خدا نہیں۔ احمد اس کے پاک بندے اور رسول ہیں۔ یہ تقریر سنتے ہی سب اس پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر

بیٹا کو ہلاک کر دیا۔ جب دحیہ کلبیؓ ہرقل کی طرف واپس گئے تو سارے واقعات کو پیش کیا۔ اس نے کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ میں اس قوم کے ارادوں سے بچ نہیں سکتا۔ خدا کی قسم اسقف میری نسبت زیادہ قابلِ احترام تھا اور اس کی بات کا زیادہ اثر تھا اور اس کے ایمان کی خاطر اسے قتل کر دیا گیا ہے۔

حارث والیٔ دمشق کے پاس پیغامِ رسالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہبؓ کو حارث بن ابی شمر جو دمشق میں تھا، کے پاس پیغامِ رسالت دے کر بھیجا۔ حضرت شجاعؓ پہلے حارث کے حاجب کو ملے اور اسے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ حاجب نے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و کوائف پوچھے اور ایمان لے آیا اور کہنے لگا تم نے جو کچھ کہا ہے وہ رسولؐ کے اوصاف ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی تشریف کا مژدہ سنا گئے ہیں۔ حارث کو اطلاع ملی تو باہر آگیا۔ وہ سر پر تاج رکھے ہوئے تھا۔ اس نے جناب شجاعؓ کو اپنے پاس بلایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھا تو اسے پھینک دیا اور کہا میرے ملک کو مجھ سے کون چھین سکتا ہے؟ گھوڑوں کی نعل بندی کرو ہم اس پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہیں خواہ ہمیں یمن تک جانا پڑے۔ پھر شجاعؓ نے کہا تم جاؤ اور جو کچھ دیکھ چکے ہو اس کی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دینا، مگر حاجب نے حضرت شجاعؓ کی بہت رُو رعایت کی اور کہا میرا سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دینا اور بتا دینا کہ میں آپ کے دین کا پرستار ہوں۔ حضرت شجاعؓ نے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا، حارث ہلاک ہو گیا۔ چنانچہ اس دعائے فتح کے بعد حارث کا ملک کسی دوسرے شخص کو منتقل ہو گیا۔

والیِ عمان نے پیغامِ رسالت پر لبیک کہا

فروت بن عمرو الجذامی جسے قیصر نے عمان کا والی مقرر کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سنتے ہی اسلام لے آیا اور آنحضرتؐ کو مطلع کر دیا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط ارسال کیا اور بہت سے تحفے تحائف بھی بھیجے۔ خط کے متن کا

ترجمہ یہ ہے:

میں اسلام کا اقرار کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی رسول ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیتے رہے ہیں۔

جب فروت کے اسلام لانے کی خبر قیصر کو ملی تو اُسے معزول کر دیا اور پھر محبوس کر دیا۔ لیکن وُہ اسلام پر ثابت قدم رہے اور کہا واللہ میں دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی منحرف نہ ہوں گا۔ تمہیں بھی معلوم ہے کہ وُہ رسولِ خدا ہیں اور ان کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔ یہ سب چیزیں دنیا وی محبت کی بنا پر روا رکھ رہے ہو۔ قیصر نے کہا مجھے انجیل کی قسم ہے تم سچ کہہ رہے ہو۔ حضرت فروتؓ اسلام پر اس سختی سے کاربند رہے کہ زنداں میں ہی داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

اسکندریہ کے شاہ مقوقس کو پیغامِ رسالت

جب حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے حضور علیہ السلام کا پیغامِ رسالت اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کو پیش کیا تو اس نے اس کی بڑی عزت و تکریم کی۔ جواب میں لکھا مجھے یقین ہے کہ ایک پیغمبر آنیوالا ہے جو خاتم الانبیاءؐ ہے۔ لیکن میرے گمان کے مطابق شام سے ہوگا۔ اس خط کے ہمراہ دو کنیزیں جن میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ تھیں ایک سفید (دُلدل) اونٹ اور دیگر تحائف بھیجے اور حضرت حاطبؓ سے کہا کہ جن اوصاف کا تم ذکر کر رہے ہو وہ سب خاتم الانبیاء میں پائے جاتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی بشارت دی تھی اور ساتھ ہی بتایا تھا کہ اس کے احباب ہمارے ساحل پر بھی اُتریں گے۔ جب حاطبؓ واپس آئے اور اس کی گفتگو کو آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس خبیث نے اپنے ملک کی بخیلی کی ہے لیکن اس کا ملک اس کے پاس نہیں رہے گا۔ چنانچہ وہ حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانہ میں مرگیا۔

پیغامِ رسالت سے انکار پر سزا

جب حضرت سلیطؓ بن عمرو ابن العاص سرکارِ ابد قرار کا خط ہودت بن علی الحنفی کے پاس لے کر گئے تو اس نے جواب میں تحریر کیا میں قوم کا خطیب و شاعر ہوں۔ تمام عرب

میرے نام سے کانپتے ہیں۔ آپ مخلوق کو جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ سب درست مگر مجھے ایک عہدہ عطا ہو تو پھر میں اتباع کروں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ کھجور سے گرا ہوا ایک خرما بھی طلب کرے تو میں اسے نہ دوں گا۔ اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے تباہ ہو کر رہے گا۔ جب حضور علیہ السلام فتح مکہ سے لوٹے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر ہوذہ کی موت کی خبر دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اس کے بعد یمن میں ایک جھوٹا پیدا ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر مقتول ہوگا تاریخ شاہد ہے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ ہو کر رہا۔

کسریٰ نے پیغامِ رسالت پھاڑ کر اپنی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے پاس ایک خط دے کر بھیجا۔ اگرچہ یہ خط کسریٰ کے لیے پیغامِ سعادت تھا مگر اس نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے سُنا تو فرمایا اس نے میرا خط پارہ پارہ کر دیا خدا نے اس کے ملک و سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد وہ اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں مقتول ہُوا۔

کسریٰ کی گستاخی کا حشر

حضور علیہ السلام کے نامۂ گرامی کو پڑھ کر کسریٰ پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ جب عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ وہاں واپس آئے تو اس نے اپنے حاجبوں سے کہا آئندہ میرے پاس کوئی عرب نہ آنے پائے۔ اس کے بعد وُہ اپنے خلوت کدہ میں آیا جہاں کسی غیر کا گزر نہ تھا دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہے اور ہاتھ میں لاٹھی پکڑے ہُوئے کہہ رہا ہے "ایمان لے آؤ" اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے جو مخلوق کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ کسریٰ بولا: تم جاؤ میں سوچ کر بتاؤں گا۔ اس کے غائب ہو جانے کے بعد حاجبوں کو بلایا اور اُن کی غفلت و سُستی پر انہیں سختی سے ڈانٹا اور بعض کو قید و بند میں ڈال دیا اور کہا میں نے اس قدر تاکید کی تھی مگر تم لوگوں نے پھر ایک عرب کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے حلفیہ کہا ہم نے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ دوسری دفعہ وہی عرب ہاتھ میں عصا لئے کسریٰ کی خلوت سرا

میں گھس گیا اور عصا اس کے سر پر مار کر کہا جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے یہ ڈنڈا تمہارے سر پر مسلط رہے گا خواہ ٹوٹ جائے۔ تیسرے روز جب اس عرب نے ڈنڈا اس کے سر پر مارا تو ٹوٹ گیا لیکن اسی رات کسریٰ کے بیٹے نے اُسے قتل کر دیا۔

کسریٰ کا پیٹ چاک کر دیا گیا

جب کسریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک جو سراسر پیغامِ سعادت تھا، پارہ پارہ کر دیا تو ساتھ ہی اپنے نائب باذان کو لکھا مجھے معلوم ہوا ہے عرب میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعویدار ہے۔ کسی آدمی کو بھیج کر اس کے احوال کی تحقیق کر کے مجھے اطلاع دو۔ ہو سکے تو اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ باذان نے دو آدمی بھیجے۔ جب وہ مدینے پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور بتایا کہ کسریٰ نے باذان کو لکھا تھا کہ وہ آپ کے پاس دو آدمی بھیجے۔ حضور علیہ السلام نے مسکرا کر انہیں بیٹھنے کے لیے فرمایا۔ اور پھر دعوتِ اسلام دی۔ مگر انہوں نے جواب دیا اُٹھیں اور ہمارے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کریں۔ اگر صلح و آشتی سے چلو تو ہمارا بادشاہ باذان کسریٰ کے نام ایک سفارشی خط لکھے گا جس سے جان بخشی ہوگی ورنہ جان لیں کہ ہمارے شہنشاہ کا نام کسریٰ ہے۔ وہ تمام عرب قوم کو نیست و نابود کر دے گا اور تمام ملک کو ویران کر دے گا۔ اگرچہ انہوں نے بڑی گستاخانہ گفتگو کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس نے انہیں لرزہ براندام کر دیا۔ باہر آ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر ہم زیادہ دیر اس مجلس میں بیٹھے رہتے تو ہلاک ہو جاتے پھر انہوں نے باذان کے خط کا جواب طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: "آج تم آرام کرو۔ کل صبح میرے پاس آنا۔" جب وہ دوسرے دن حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ باذان کو جا کر میرا پیغام سُنا دیں کہ میرے پروردگار نے تیرے پروردگار کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ اگر تم آج ایمان لے آؤ تو تمہیں موجودہ ملک دے دیا جائے گا۔ وہ وقت آ پہنچا ہے کہ اسلام عرب سے نکل کر دوسرے ممالک میں پھیل جائے اور آج قیصر و کسریٰ کے قبضہ میں جو کچھ ہے اس پر اہلِ اسلام قابض ہو جائیں۔ جب انہوں نے باذان کو جا کر بتایا تو اس نے کہا اگر وہ خبر میں سچا ہے تو وہ رسول صادق ہے اور ہمیں تمام بادشاہوں سے پہلے اس پر ایمان لانا چاہیے۔

ابھی یہ باتیں کر رہا تھا کہ شیرویہ کا قاصد خبر لایا کہ کسریٰ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ باذان اپنے تمام ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ۔

خیبر شکن حضرت علی رضی اللہ عنہ میدانِ خیبر میں

غزوۂ خیبر کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کا جھنڈا امیر المومنین حضرت عمرؓ کو دیا۔ آپ ایک جماعت لے کر آگے بڑھے اور جنگ کی۔ مگر فتح نہ ہو سکی اور واپس آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روز دردِ شقیقہ تھا چنانچہ آپ باہر نہ آسکے اور سیدنا امیر المومنین صدیق اکبرؓ کی قیادت میں لشکر بھیجا لیکن سخت معرکہ کے باوجود فتح حاصل نہ ہو سکی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ دوسری بار گئے مگر قلعہ خیبر فتح نہ ہو سکا۔ جب آنحضرتؐ نے سنا تو فرمایا: "لاعطین الرایۃ غدًا رجلاً کرار غیر فرار یحب اللّٰہ و رسولہ و یحبہ اللّٰہ و رسولہ لا یرجع حتّٰی یفتح اللّٰہ علٰی یدیہ۔" راوی کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ اس دن وہاں موجود نہ تھے کیونکہ آپ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور حضرت سیدنا عمرؓ کی خواہش تھی وہ شخص ان میں کا ایک ہو۔ حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مودبانہ دوزانو بیٹھ کر اٹھا تاکہ آپؐ کی نظرِ رحمت مجھ پر پڑ جائے۔ حضرت سیدنا عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے سوائے اس دن کے کبھی قیادت و امارت کی خواہش نہیں کی۔ جس روز حضورؐ سے میں نے سنا کہ جو شخص صبح جھنڈا اٹھائے گا وہ اللہ اور رسول کا محبوب ہو گا۔ اور جب تک فتحیاب نہ ہو گا واپس نہ آئے گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ آپؓ کو آشوبِ چشم تھا۔ حضور علیہ السلام نے اُن کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن ڈالا تو اُن کی آنکھیں اسی وقت اچھی ہو گئیں اور تمام عمر درد میں مبتلا نہ ہوئیں۔ بعد ازاں آپؐ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرمایا اور اپنی زرہ انہیں پہنائی اور ذوالفقار ہاتھ میں پکڑا کر دعا کی: "اللّٰھم اکفہ الحر والبرد۔" حضرت سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں اس دن سے مجھ پر گرمی و سردی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے گرمیوں میں پشمینہ پہنے رکھا اور سردیوں میں باریک کپڑوں میں باہر گھومتا رہا لیکن مجھے سردی و گرمی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ آپؓ جلدی سے

قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابھی لشکر کا آخری حصہ وہاں نہیں پہنچا تھا کہ آپ پہنچ گئے۔ حضرت رافع رض جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ (غلام) تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رض ابھی قلعہ کے پاس پہنچے ہی تھے کہ ایک یہودی نے ان پر ایسا سخت وار کیا کہ ڈھال زمین پر گر گئی لیکن آپ نے قلعہ کے دروازہ کو اٹھا کر ڈھال بنا لیا اور ابھی دروازہ آپ کے ہاتھوں میں ہی تھا کہ فتح حاصل ہو گئی۔ کہتے ہیں پھر آپ نے اس آہنی دروازہ کو اپنی پشت پر رکھا اور پل بنا دی تا کہ تمام مسلمان اس پر سے گزر کر قلعہ میں داخل ہو جائیں۔ جب کام ہو گیا تو آپ نے اس دروازے کو زمین پر پھینک دیا۔ حضرت رافع رض کہتے ہیں اس کے بعد ہم سات آدمی دروازے کو ہلاتے رہے مگر اُسے نہ ہلا سکے۔

مقام خیبر پر یہودیہ کی زہر خورانی

غزوہ خیبر میں ایک یہودی عورت نے ایک بکری بریاں کر کے اس میں زہر ملا دیا۔ اس کے سینہ اور کندھوں کے گوشت میں زہر زیادہ کر دیا کیونکہ اس نے سُنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اعضاء کا گوشت بہت پسند ہے۔ آپ نے جب کھانا شروع کیا تو گوشت کا ایک ٹکڑا خود پکار اُٹھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں زہر آلود ہوں۔ آپ نے گوشت سے ہاتھ روک لیا۔ حضرت بشر بن البراء رض نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو اُن کا وصال ہو گیا۔

خیبر میں ایک جاں نثارِ رسول ص کی شہادت

جس وقت فتح خیبر کے لیے خیبر کا محاصرہ کیا گیا تو ایک حبشی گڈریا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں اسلام قبول کرنے کا خواہاں ہوں۔ آپ نے اسے کلمہ پڑھنے کو کہا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے کہا یہ بکریاں میرے آقا کی امانت ہیں ان کا کیا کیا جائے آپ نے فرمایا کہ اس کے گاؤں کی طرف رُخ کر کے چھوڑ دو یہ خود گھر چلی جائیں گی۔ اس حبشی نے چند سنگریزے اٹھا کر بکریوں کو مارے اور کہا اپنے مالک کے پاس چلی جاؤ۔ اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔ بھیڑیں مل کر قلعہ کی طرف چل دیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی ان کو ہانک رہا تھا۔ وہ حبشی اہلِ قلعہ سے مقابلہ میں شریک ہو گیا۔ اس کے سر پر

ایک پتھر مارا گیا جس سے وُہ شہید ہو گیا اور اسے ایک شملے میں لپیٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ حضورؐ نے التفات فرمائی اور پھر رُخ دوسری طرف کر لیا۔ صحابہؓ نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ اس کے پاس ابھی اس کی بیوی اور حورِ عین آئی ہیں۔

سُورج اُلٹے پاؤں پلٹ آیا

اسماء بن عمیسؓ بیان کرتے ہیں ہم صحرائے خیبر میں تھے کہ حضور علیہ السلام کا سرِ انور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی جھولی میں تھا۔ دراں وقت وحی نازل ہوئی اور آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت علیؓ کی نماز قضا ہو گئی۔ جب وحی کے آثار ختم ہوئے تو حضور علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے اللہ! اگر علیؓ تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو سورج کو حکم دے کہ وہ واپس لوٹ آئے۔ اسماءؓ کہتے ہیں کہ سورج غروب ہو چکا تھا لیکن ہم نے دیکھا کہ وُہ پھر طلوع ہوا اور دشت و جبل اس کی کرنوں سے چمکنے لگے۔ طحاویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ احمدؒ بن صالح فرماتے ہیں کہ اہلِ علم کے لیے مناسب نہیں کہ اس حدیث کی مخالفت کریں کیونکہ یہ معجزات و نشانات نبوت میں سے ہے ؎

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اُٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

کلمہ گو کے قتل کی سزا

ہجرت کے ساتویں سال ایک رات حضور علیہ السلام نے محلم بن جثامہ عامر اشجعی کو جو ایک نومسلم تھا، سخت سُست کہا اور پوچھا تم نے ایک کلمہ گو کو کیوں قتل کر دیا؟ اس نے جواب دیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اُس نے کلمہ محض جان بچانے کے لیے پڑھا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم نے اس کا دل کیوں نہیں چیرا کہ تجھے معلوم ہو جاتا اس کی کیا خواہش تھی۔ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے بعد ازاں حضور علیہ السلام نے محلم پر بددُعا کی اور وُہ ایک ہفتہ کے بعد مر گیا۔ جب اُسے دفن کرنے لگے تو زمین اسے باہر پھینک دیتی تھی۔ پانچ بار ایسا ہُوا اور اسے ایک پتھر کے نیچے دفن کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کو خبر ہُوئی تو آپؐ نے فرمایا، زمین اس سے بھی بدتر انسانوں کو نگل جاتی ہے لیکن ایسا یُوں ہُوا کہ تم لوگوں کو کلمہ شریف کا وجود

معلوم ہو جائے۔

مسجد کے ستون کی آہ و فغاں

حضور علیہ السلام جب مسجد میں خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تو درخت کے تنے کے ساتھ تکیہ لگا لیا کرتے۔ یہ درخت مسجد میں ہی اُگا تھا۔ لیکن جب ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال حضور علیہ السلام کے لیے منبر بنوایا گیا اور آپ نے جمعہ مبارک کے دن اس پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا تو درخت کا تنا بچوں کی طرح آہ و بکا کرنے لگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ اس لیے روتا ہے کہ میں نے اس پر بیٹھ کر خطبہ دینا بند کر دیا ہے۔ چنانچہ حضورؐ منبر سے نیچے اُترے اور اپنا دست مبارک اس پر پھیرا وہ خاموش ہو گیا۔ جب مسجد کی تعمیر نو ہوئی تو ابی بن کعبؓ اسے اپنے گھر لے گئے۔ وہ تنا اتنا بوسیدہ ہو گیا کہ اس میں سے آٹا نکلنے لگا۔ آخر انہوں نے اسے دفن کر دیا۔

استن حنانہ در ہجر رسول
نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

جنگِ موتہ میں خالد بن ولیدؓ سیف اللہ بن گئے

ہجرت کے آٹھویں سال جب حضور علیہ السلام نے تین ہزار افراد کو شام کے نزدیک ایک گاؤں موتہ میں جنگ کے لیے بھیجا تو حضرت زید بن حارثہؓ کو امیرِ لشکر مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ عہدۂ امارت سنبھال لیں۔ اگر وہ بھی جامِ شہادت پی لیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن رواحہؓ امیر لشکر ہو جائیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں کے اتفاق رائے سے جو امیر لشکر ہو جائے۔

جب لشکرِ اسلام موتہ کے مقام پر کفار کے آمنے سامنے ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا: "علم جنگ زیدؓ نے پکڑا اور شہید ہوئے، پھر جعفرؓ نے پکڑا اور شہید ہوئے بعد ازاں عبدالرحمٰن بن رواحہؓ نے پکڑا اور شہید ہوئے۔" پھر خالد بن ولیدؓ امیرِ لشکر مقرر ہوئے جن کے ہاتھوں فتح حاصل ہوئی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! لاریب وہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے سو تو اس کی مدد فرما۔" اس دن انہوں نے حضرت خالدؓ کا نام سیف اللہ رکھ دیا۔

... اں جب حضرت یعلیٰ بن منبہؓ جنگِ موتہ کے متعلق خبریں لے کر حضور علیہ السلام ...

اقدس میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے یعلیٰ! میں تجھے حالات و واقعات کی اطلاع دوں یا تو مجھے مطلع کرے۔ حضرت یعلیٰؓ نے کہا: حضورؐ آپ فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے تمام حالات و واقعات سنائے تو یعلیٰ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے قسم ہے اس پروردگار کی جس نے آپ کو صادق و مصدوق بنا کر بھیجا۔ آپ نے اس کی قوم کے متعلق ایک ایک حرف درست بتایا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سرزمینِ موتہ میری نظروں کے سامنے کر دی یہاں تک کہ میں نے جنگ کے تمام حالات و واقعات کا مشاہدہ کر لیا۔

کفار معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی پر

جب بنی بکر نے قریش کی امداد سے بنی قریظہ جو صلح حدیبیہ کے بعد حضور علیہ السلام کے دامنِ پناہ میں آ چکے تھے پر شبخون مارا اور کافی تعداد میں کشت و خون کیا تو حضور علیہ السلام نے علی الصبح حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ آج بنو خزاعہ کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آ گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا قریش بزورِ شمشیر مغلوب ہو گئے ہیں۔ اب انہیں عہد و معاہدہ توڑنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ ت اچھی بلے عہد توڑتے ہیں کہ اللہ نے ان سے عہد توڑ لیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: حضور صلی اللہ علیک وسلم! اس نقض عہد کے نتائج اسلام کے حق میں بُرے ہوں گے یا بہتر؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بہتر ہوں گے۔

ایک بدری کی غلطی

اسی سال حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزمِ سفرِ مکہ فرمایا تو دعا مانگی: بارخدایا قریش پر غفلت طاری کر دے حتیٰ کہ ہم ان تک پہنچ جائیں۔ حاطب بن بلتعہؓ نے جو مقتدر مہاجرین میں سے تھے اور جنگِ بدر میں بھی جہاد میں شریک ہو چکے تھے۔ اس خیال سے کہ ان کے بعض اعزا ابھی مکہ میں ہی مقیم ہیں اور اہلِ مکہ ان کی خاطر و مدارات کرتے ہیں۔ ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف فلاں تاریخ کو روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ رقعہ اس نے چپکے سے سارہ کے ہاتھ بھیجا جو کبھی ابولہب نے آزاد کیا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو

تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بُلا کر ارشاد فرمایا کہ سارہ کو پکڑ کر اس سے خط واپس لے لیا جائے۔ سارہ اگرچہ ایک تیز رو اُونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہُوا تھا لیکن انہوں نے اسے راستہ ہی میں جا لیا اور خط کے ساتھ اُسے بھی واپس لے آئے۔

جاء الحق وزہق الباطل

جب فتح مکہ ہُوئی تو حضور علیہ السلام نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس وقت خانہ کعبہ کے قرب وجوار میں تین سو ساٹھ بُت تھے جن کے پاؤں اچھی طرح زمین میں نصب تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے بُتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زبانِ مبارک سے "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً"[1] فرماتے جاتے۔ جونہی حضورؐ کی چھڑی بُت کو لگتی وہ دُوسرے پر جا گرتا۔ اور مکہ معظمہ میں جس گھر میں بھی بُت تھا وُہ نگونسار ہو گیا۔

(اعلیٰحضرت فاضل بریلویؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مُجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کے گر گیا (حدائقِ بخشش)

حضرت علیؓ کعبۃ اللہ کے بُت توڑتے ہیں

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کی معیت میں خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے جہاں بعض ایسی بلند جگہوں پر بُت رکھے ہوئے تھے کہ ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت علیؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے کندھوں پر پائے اقدس رکھ کر ان اصنام کو نیچے گرا دیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علیؑ! تم بارِ نبوت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے تم اپنا پاؤں میرے کندھوں پر رکھ کر چڑھو۔ حضرت علیؓ نے ارشادِ نبویؐ کی تعمیل کی اور حضور علیہ السلام کے کندھوں پر چڑھ کر

---

[1] حق آگیا اور باطل چلتا بنا۔ بے شک باطل فانی ہے۔ (القرآن)

بتوں کو نیچے گرا دیا۔ دریں اثناء حضور علیہ السلام نے امیر المومنین حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اے علیؓ! تم اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہو؟ حضرت علیؓ نے عرض کی: حضور صلی اللہ علیک وسلم تمام حجابات دُور ہو گئے ہیں اور یُوں معلوم ہوتا ہے کہ میرا سر عرش معلّٰی پر ہے۔ میں جس پر ہاتھ دھرتا ہوں کھینچ لیتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "کیا کہنے اس ساعت کے جس میں تم حق کا کام کر رہے ہو اور میں کتنا خوش حال ہوں کہ میرے غلاموں پر بارِ حق ہے۔

فتح مکّہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیت اللہ کی چھت پر پہلی اذان نماز ظہر ادا کرنے کے لیے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہو کیونکہ قریش مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے تھے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "اشھد ان محمدًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ کہے تو ابوجہل کی بیٹی جویریہ نے کہا:

"خداوندا تیرا نام برتر و بالا ہے۔ ہم تیری نماز پڑھیں گے۔ لیکن بخدا ان لوگوں کو کبھی دوست نہ رکھیں گے جنہوں نے ہمارے حلیفوں کو قتل کیا ہے میرا باپ سچائی پر قائم رہا۔ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ٹھکرا دیا اور اُسے پسند نہ کیا کیونکہ وہ اس کی قوم کے مزاج کے خلاف تھی۔"

خالد بن اُسید بولے:

"خدا کا شکر ہے میرا باپ اسی بات سے سُرخ رُو ہو گیا کہ اس نے اذان نہ سُنی۔"

اس کا باپ فتح مکّہ سے ایک دن پہلے مر گیا تھا۔

اسی طرح دُوسرے لوگ بھی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ابوسفیان بولے: میں تو کچھ کہتا نہیں کیونکہ میری ہر بات یہ سنگریزے حضور علیہ السلام سے کہہ دیں گے۔ اسی اثناء میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور اُن کے قریب کھڑے ہو کر ایک ایک فرد سے خطاب فرمایا کہ فلاں شخص نے یُوں کہا تھا فلاں نے یُوں۔ ابوسفیان فوراً بول اُٹھے: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے تو کچھ نہیں کہا تھا۔" یہ سُن کر حضور علیہ السلام نے تبسم فرمایا۔

فاتح حنین میدانِ کارزار میں

حضرت شیبہؓ بن عثمان کہتے ہیں جب فتح مکّہ کے بعد حضورؐ نے حنین کی طرف، جو مکّہ اور طائف کے درمیان ایک وادی ہے، عزمِ غزوہ فرمایا تو میں نے عہد کر لیا کہ اپنے باپ اور چچا کا جنہیں مسلمانوں نے اُحد میں قتل کر دیا تھا، انتقام لُوں گا چنانچہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کینہ نکالوں۔ میں خنجر لے کر دائیں جانب سے بڑھا تو حضرت عباسؓ کو کھڑے پایا۔ میں نے خیال کیا میں اِدھر سے تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں بائیں جانب سے بڑھا تو اُدھر بھی ایک آدمی کھڑا پایا۔ میں پیچھے سے ہو کر آپ پر حملہ کرنے کو ہی تھا کہ ایک شعلۂ آتش اُٹھا جو میرے اور حضور علیہ السلام کے درمیان حائل ہو گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ یہ شعلہ مجھے جلا کر کہیں خاکستر نہ کر دے۔ میں نے خائف و ترساں ہو کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے اور اُلٹے پاؤں بھاگ رہا تھا کہ حضور علیہ السلام نے مجھ پر نگاہِ کرم ڈالی اور فرمایا: شیبہؓ! میرے نزدیک آؤ۔ پھر فرمایا: اے اللہ جل جلالہٗ اس سے شیطان دُور کر دے۔ جب میں نے حضور علیہ السلام کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھا تو میری آنکھوں اور کانوں نے یہ شہادت دی کہ میں کفّار سے جہاد کروں۔

فتح مکّہ کے دن حضرت عیسیٰؑ کا ہدیۂ تبریک

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکّہ کے دن ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ طوافِ کعبہ کر رہے تھے کہ ایک کپڑا اور ہاتھ نمودار ہوئے۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ ہاتھ اور کپڑا کیسا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں حضورؐ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ تھے جو مجھے سلام کہہ رہے تھے۔

جنگِ حنین میں نصرتِ الٰہی کی بارش

مالک بن عوف جنگِ حنین میں لشکرِ کفار کا کمانڈر تھا۔ جونہی لشکرِ اسلام میدانِ جنگ سے قریب ہوا اس نے چند جاسوسوں کو لشکرِ اسلام کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا وہ مشاہدہ کے بعد مالک بن عوف کے پاس نہایت پریشان حالی کے عالم میں پہنچے تو

اس نے اُن سے اس پریشانی کا سبب پوچھا تو بولے: "ہم نے چتکبرے گھوڑوں پر ایسے سوار دیکھے ہیں جن کے رنگ سفید ہیں۔ اور اگر ہماری قوم ان سے لڑے تو مقابلے کی تاب نہ لا سکے گی۔ خیریت اسی میں ہے کہ ہماری زبان پر اعتبار کرو واپس چلے جاؤ اور ہمیں اور اپنے آپ کو ہلاکت سے بچاؤ۔

غزوہ حنین میں سرکارِ دو عالم ؐ کی ثابت قدمی جب غزوہ حنین میں جنگ کے آغاز میں مسلمانوں پر شکست کے آثار پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی "اے اللہ! جس فتح و ظفر اور کامیابی و نصرت کا تُو نے وعدہ فرمایا ہے اس سے ہمیں نواز۔ چنانچہ نصرتِ الٰہی ملائکہ کی صورت میں آپہنچی۔ ملائکہ چتکبرے گھوڑوں پر سوار میدانِ کارزار میں اُتر آئے۔ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے "ھٰذا حین الوطیس" یعنی اب جنگ کا بازار گرم ہو چکا ہے۔ بعد ازاں آپؐ نے مٹھی بھر مٹی لی اور اسے کافروں کی طرف پھینک دیا۔ آپ کا شاھت الوجوہ فرمانا تھا کہ تمام کفار کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ کفار اُلٹے پاؤں بھاگے۔

حنین میں کفار منہ کے بل گر پڑے بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا مجھے باری باری ریت کی مُٹھی پکڑاتے جاؤ۔ جس اُونٹنی پر حضور علیہ السلام سوار تھے وہ اتنی خمیدہ پشت تھی کہ آپؐ آسانی سے زمین سے ریت کی مٹھی اٹھا سکتے تھے۔ آپؐ نے ریت کی مُٹھی بھر کر شاھت الوجوہ ثم لا ینصرون فرمایا اور مٹی کفار کی طرف پھینک دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست و ہزیمت اٹھانی پڑی۔

میدانِ کارزار میں سرکارِ دو جہان کا دستِ شفاء حضرت عاید بن عمرؓ مزنی کا بیان ہے کہ ہم جنگِ حنین میں حضور علیہ السلام کے عین سامنے جنگ کر رہے تھے۔ اچانک غنیم کی طرف سے ایک تیر میری پیشانی پر آکر لگا جس کے اثر سے میری پیشانی، سفید ڈاڑھی اور سینہ پر

خون بہنے لگا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ اقدس سے میری پیشانی، چہرے اور سینے سے خون صاف کر دیا۔ حضرت عایذؓ اپنی زندگی میں یہ واقعہ نہایت فخر سے سنایا کرتے تھے۔ جب اُن کی وفات واقعہ ہُوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عایذؓ کے جسم کے جس حصے پر حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ اقدس پھیرا وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

گستاخانِ رسولؐ کی عقل ماؤف ہو گئی

ہجرت کے نویں سال حضور علیہ السلام نے بنی کلاب کی طرف ایک مہم روانہ فرمائی اور ساتھ ہی ایک مکتوبِ گرامی بھی ارسال فرما دیا تاکہ وہ لوگ اسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں۔ اِن لوگوں نے مکتوبِ گرامی کی عبارت کو دھو ڈالا اور جس چمڑے پر خط لکھا گیا تھا اسے ایک چرخی ڈول کے ساتھ سی لیا۔ حضور علیہ السلام کو خبر ہُوئی تو آپؐ نے فرمایا،

"مالهم اذهب الله عقولهم"۔

اس کے بعد اس قبیلہ کی عقل ماؤف ہو گئی اور اس قدر مختلط الکلام ہو گئے کہ اُن کی باتوں کے مفہوم کی بھی سمجھ نہ آتی تھی۔

سفرِ تبوک میں پانی کے چند پیالے چشمہ بن گئے

اسی سال غزوۂ تبوک واقع ہوا۔ ایک جگہ حضور علیہ السلام کو نیند آ گئی۔ مقامِ تبوک تک حضور علیہ السلام کو سفر اختیار کرنا پڑا۔ تمام رات سفر میں گزر گئی۔ صبح کے وقت آپ کو نیند آ گئی حتیٰ کہ سُورج نکل آیا۔ حضورؐ نے ابُو قتادہؓ سے پانی طلب کیا۔ ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک لوٹا پانی تھا جس سے میں نے حضور علیہ السلام کو وضو کرایا۔ وضو سے فراغت کے بعد فرمانے لگے: باقیماندہ پانی کو ذرا سنبھال کر رکھنا یہ بہت کام آئے گا۔ آپؐ کے آگے آگے صحابہ کرامؓ کا قافلہ تھا جو ایک ایسی جگہ ٹھہر گیا جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم نے ہر چند کہا کہ کسی ایسی جگہ قیام کرو جہاں پانی ہو لیکن کسی نے التفات نہ کی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو معلوم ہُوا کہ شدتِ گرمی نے انھیں بہت متاثر کر رکھا تھا اور پیاس کے باعث اونٹوں کو حلال کر کے ان کے معدوں کے پانی سے

اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام اس صورت احوال سے مطلع ہوئے تو فرمایا: اگر یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے تو انہیں کوئی گزند نہ پہنچتی۔ بعد ازاں حضورؐ نے باقیماندہ پانی طلب فرمایا لوگوں کو پانی پینے کے لیے بلایا۔ آپؐ پانی ڈالتے جاتے تھے اور لوگ پیتے جاتے تھے حتیٰ کہ تمام لوگوں نے پانی سیر ہو کر پیا۔ علاوہ ازیں دس ہزار گھوڑے اور پندرہ ہزار اونٹ بھی اس پانی سے سیراب ہوئے ؎

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا

جس روز حضور علیہ السلام عازمِ موضع تبوک ہوئے حضرت عبد اللہ بن خیثمہ اپنے گھر آئے اُن کی دو حسین و جمیل بیویاں تھیں جنہوں نے اس روز خس کے پردوں کو پانی میں بسا کر ان سے نہایت عمدہ فرش تیار کیے اور پھر اُن پر عبد اللہ کے لیے نہایت عمدہ اور لذیذ کھانے چُنے۔ جونہی عبد اللہؓ نے ان کھانوں کو دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جسے پروردگارِ عالم نے آئندہ و گزشتہ تمام گناہوں سے منزّہ پیدا فرمایا۔ اس شدید گرمی کے موسم میں کفار کے قتال کے لیے تشریف لے جائیں اور عبد اللہ رنگارنگ کھانوں سے سیر ہو کر ان بیویوں سے مباشرت کرے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ پہنچوں ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔ گھر سے نکلے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک طرف چل دیئے۔ بیویوں نے ہر چند کلام کرنے کی کوشش کی لیکن آپ ملتفت نہ ہوئے۔ جونہی عبد اللہؓ مقامِ تبوک کے نزدیک پہنچے تو حضورؐ کو بتایا گیا کہ ایک اُونٹ سوار دُور سے اس طرف آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ ابوخیثمہ ہوگا۔ نزدیک پہنچے تو حضورؐ کا ارشاد بالکل درست نکلا۔ ابوخیثمہ نے حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا: اے ابوخیثمہ! یہ تیرے لیے بہتر بات ہے کہ تُو نے فانی ناز و نعمت کو اختیار نہ کیا اور تم رضائے حق میں کھو گئے جو تیرے لیے بہتر ہے۔

کھجوروں میں برکت ابُو امیہؓ کا بیان ہے جب جنگِ تبوک کے موقع پر حضور علیہ السلام وادیٔ قُریٰ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں ایک بڑھیا کے پاس کھجوروں کا باغ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ وہ اس کے باغ کی کھجوریں توڑیں۔ جب کھجوریں توڑی گئیں تو دس وسق¹ کے لگ بھگ نکلیں۔ آپ نے اس عورت کو ہدایت فرمائی کہ وہ کھجوروں کا وزن یاد رکھے۔ جب حضورؐ نے مراجعت فرمائی تو اس بڑھیا سے پوچھا اس دفعہ کتنی کھجوریں نکلیں؟ اس نے عرض کی: حضورؐ! دس وسق۔ یعنی اسی مقدار میں ہوئیں جو حضورؐ کے صحابہؓ نے توڑی تھیں۔

وادیِ قُریٰ کا طوفان جب حضور علیہ السلام وادیِ قُریٰ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو فرمایا اس رات سخت آندھی چلے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ اُٹھے اور اپنے اپنے اونٹوں کو مضبوطی سے باندھ لے اس رات سخت آندھی آئی اور اُن دو اشخاص کو جو اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اڑا کر دُور پہاڑوں پر پھینک دیا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کے لیے حضورؐ کی دُعا حضرت ابُوذر غفاریؓ فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام غزوۂ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو میرا اونٹ بہت لاغر اور ضعیف تھا۔ میرا خیال تھا چند روز مزید ٹھہر کر حضور علیہ السلام سے جا ملوں گا۔ میں نے کئی روز تک اپنے اونٹ کو چارہ کھلایا۔ بعد ازاں میں عازمِ سفر ہوا۔ جب ایک جگہ پہنچا تو میرے اُونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی جس کے باعث وہ آگے نہ چل سکا۔ میں نے اپنا مال و متاع اپنی پُشت پر رکھا اور چل دیا۔ راستہ میں سخت گرمی سے دوچار ہونا پڑا۔ لشکرِ اسلام کے نزدیک پہنچا تو لوگوں نے حضور علیہ السلام کو بتایا حضورؐ! کوئی شخص پیدل چلا آرہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے امید ہے وُہ ابوذر غفاریؓ ہوں گے۔ جب میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے

---

¹ ایک وسق چار من تین سیر کے قریب ہوتا ہے۔ (مترجم)

بیام کی حالت میں فرمایا: خوش رہو ابوذرؓ! تم تنہا سفر کرتے ہو تنہا ہی اس دنیا سے جاؤ گے اور تنہا ہی بروزِ حشر اٹھو گے۔ کہتے ہیں جب ابوذر غفاریؓ کا وصال ہوا تو آپ تنہا ہی تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے آپ کو بحالتِ وفات پایا تو کہا: "سچ فرمایا تھا خدا کے رسول صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ صاحبِ مستقصی نے لکھا ہے کہ میں نے حضرت ابوذرؓ کے مزار کی زیارت کی ہے۔ میں نے وہاں وہ کیف وجذب پایا جو دیگر صحابہ کرامؓ کے مزار پر نہ پا سکا۔ میں نے ان کی قبر کے سامنے نماز ادا کی۔ جونہی میں سربسجود ہوا تو آپ کی تربت انور سے مشک و عنبر نکلے جنہوں نے میرے مشامِ جان تک کو معطر و معنبر کر دیا۔

شدیم خاک و لیکن ز تربتِ ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

حضورؐ کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے

اسی غزوہ کے موقع پر بعض جگہوں پر آپؐ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ منافقوں میں سے ایک منافق کہنے لگا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیغمبر ہونے پر گمان ہے وہ تمہیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور حالت یہ ہے کہ اپنی اونٹنی کا کچھ پتہ نہیں۔ جب حضور علیہ السلام کو اس کی اس ہرزہ سرائی سے مطلع کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی اطلاع دے رکھی ہے ابھی ابھی مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ اُونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار فلاں درخت سے اٹکی ہوئی ہے۔ صحابہ کرام وہاں گئے تو اُونٹنی اُسی حال میں پائی جس حال میں حضور علیہ السلام نے انہیں آگاہ کیا تھا۔

منافقین کے جنگِ تبوک میں تاثرات

جنگِ تبوک میں شرکت کے لیے کچھ منافقین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو لیے۔ ان میں سے ایک کا نام ودیعت بن ثابت، دوسرے کا نام اشجع اور تیسرے کا مخشی بن حمیر تھا۔ وُہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے کہ مسلمان جنگِ بنی اصغر کو بھی دوسری جنگوں کی طرح خیال کرتے ہیں۔ واللہ ہمیں نظر آتا ہے کہ کل مسلمانوں کو پکڑ کر رسّوں سے

جکڑ دیں گے۔ مخشی بن حمیر بولا: میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہم سے ہر ایک ان مسلمانوں کو بحالتِ قید ایک ایک سَو دُرّے لگائے۔ اس کے بعد ہماری شان میں قرآن نازل نہ ہوگا۔ ابھی وہ ان باتوں میں مصروف تھے کہ حضور علیہ السّلام نے حضرت عمّار بن یاسرؓ سے فرمایا کہ ان سے پوچھو کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر انکار کریں تو ان سے کہہ دینا تم اسی طرح کی باتوں میں مصروف تھے جب عمّار بن یاسرؓ ان کے پاس پہنچے تو اسی طرح ان سے مخاطب ہُوئے۔ وہ سب کے سب حضورؐ کی خدمت اقدس میں معذرت کرنے آگئے۔ ودیعت بن ثابت نے آپؐ کی ناقہ کی رکاب تھام کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم تو عام باتیں کر رہے تھے اور وہ بھی لہو ولعب کی۔ مخشی بن حمیر بولا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے تو محض میرے نام اور میرے باپ کے نام نے اُن میں بٹھا دیا۔ حضورؐ نے مخشی کے اس عذر کو قبول فرماتے ہوئے اُسے معافی دے دی اور اس کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ اس نے اسی وقت بارگاہ ایزدِ متعال میں دُعا کی کہ اسے ایسی جگہ شہادت نصیب ہو جس کا کسی کو علم نہ ہو۔ چنانچہ وہ یمامہ کے روز شہید ہوا لیکن اس کا نام ونشان نہ مل سکا۔

مقامِ تبوک میں چشمے اُبل پڑے

ابھی مقام تبوک سے دُور ہی تھے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: کل تم بوقتِ چاشت تبوک تک پہنچ جاؤ گے۔ لیکن یہ بات یاد رکھو جب تک میں نہ پہنچ جاؤں تم وہاں کے پانی کو مت چھُونا۔ جب پُوری جمعیت وہاں پہنچی تو دیکھا کہ چشمہ میں پانی بہت کم تھا۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے پیشِ نظر کسی نے اسے ہاتھ نہ لگایا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ حضورؐ نے اپنے ہاتھ اس پانی سے دھوئے تو چشمے کا پانی اُبلنے لگا اور اس قدر زیادہ ہوگیا کہ تمام مسلمانوں نے بقدرِ حاجت پانی بھر لیا۔ حضور علیہ السّلام نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے فرمایا کہ تمہاری عمر اتنی ہوگی کہ تم اس چشمے کا پانی باغوں کو سیراب کرتا دیکھو گے۔

وادیٔ تبوک شاداب ہوگئی

حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ تبوک کی مہم سے واپسی پر ہمیں ایک ایسی وادی سے گزرنا پڑا جہاں ایک پتھر کے

شگاف سے اتنا پانی بہہ رہا تھا جس سے صرف دو سوار سیراب ہو سکتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہم سے پہلے کوئی شخص اس پانی کے نزدیک نہ جائے۔ اور اگر نزدیک پہنچے تو اسے بس ذرا ہلا دے۔ صحابہ کرامؓ سے چار افراد پہلے پہنچ گئے اور جتنا پانی تھا اس کے گرد بند باندھ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی معیت میں وہاں پہنچے تو پانی کے گرد بند باندھنے والے کا نام دریافت فرمایا۔ انھوں نے نام بتائے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں سخت سُست کہا۔ بعد ازاں سواری سے نیچے اُتر کر اُس پتھر کے شگاف کو اپنی انگلی مبارک سے ٹٹولا اور کچھ باتیں بھی کیں۔ یہاں تک کہ اس پتھر سے پانی بہنا شروع ہو گیا۔ آپ نے پانی کا چُلّو بھر کر اس پتھر کے شگاف پر چھڑک دیا۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا کہ اس وادی میں پانی بجلی کی سی تیزی سے بہنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کی عمر اتنی ہو گی کہ تم اس وادی میں دریا بہتے دیکھو گے اور اس وادی کے آس پاس کوئی وادی بھی زیادہ سرسبز و شاداب نہ ہو گی۔ ایک صحابی کا بیان ہے بخدا پورے ملک شام میں اس وادی سے زیادہ خوشگوار اور سرسبز وادی کہیں نہیں ملتی۔

وادی تبوک کے جنات لشکرِ اسلام کی سلامی میں

اسی سفر میں ایک بہت بڑا اژدہا نظر آیا جس کی ہیئت کچھ عجیب قسم کی تھی۔ اسے دیکھ کر لوگ خائف و ترساں ہو گئے اور فوراً حضور علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حضور اس وقت اپنی چادر کی سخت نگہداشت فرما رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد وہ سانپ راہ سے ہٹ گیا اور گردن اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا پھر سر نیچے کر کے چلا گیا۔ حضور علیہ السلام نے صحابہؓ سے فرمایا: یہ ان جنوں میں سے تھا جو ہمارے پاس قرآن کریم سننے کے لیے آتے تھے۔ اب جبکہ ہم ان کی بستی کے قریب پہنچے ہیں تو وہ ہمیں سلام کہنے کے لیے آیا تھا اور تمہیں بھی سلام کہتا ہے۔ تم بھی اُسے وعلیکم السلام کہو۔ صحابہؓ نے اسے جواباً وعلیکم السلام کہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے تمام بندوں سے محبت رکھو جو بھی ہوں۔

مسلمان اور کافر کی خوراک

بنی سعد کے ایک جوان سال کا بیان ہے کہ جنگ تبوک کے موقع پر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صحابہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ میں جا پہنچا اور صاف صاف کہہ دیا اشہد ان

لا الٰہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم نے تو دولتِ ابدی سے اپنا دامن بھر لیا اور سعادت سرمدی سے بہرہ ور ہو گئے ہو۔ اس کے بعد آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کھانا لانے کے لیے کہا۔ انہوں نے دسترخوان بچھایا اور کھجور کا آٹا جو گھی میں گُندھا تھا، آگے رکھ دیا۔ ہم سب نے سیر ہو کر کھایا۔ میں نے عرض کی: حضورؐ اس سے قبل میں آتنا کھانا اکیلا کھا جاتا تھا تو سیری نہ ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا: کافر سات آنتیں بھر کر کھاتا ہے اور مسلمان صرف ایک آنت بھرتا ہے۔

مُٹھی بھر کھجوروں میں برکت

دوسرے روز میں چاشت کے کھانے کے لیے باہر آیا بدیں نیت کہ اسلام پر میرا یقین اور محکم ہو جائے۔ میں نے دیکھا حضور علیہ السلام دس اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا، مجھے کھانا لا دو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مُٹھی بھر کھجوریں لے آئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تمام کھجوریں لے آؤ اور خدائے بزرگ و برتر سے جو تمام مخلوق کا رازق ہے نا اُمید نہ ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تمام کھجوریں نکال لائے میرا خیال تھا کہ تھوڑی سی مقدار ہے لیکن جب آپؐ نے اُن کھجوروں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: "اللہ کا نام لے کر کھائیے" تو سب کھانے لگے۔ چونکہ میں سب سے زیادہ کھانے والا تھا اور بمشکل سیر ہوتا تھا۔ اس لیے میں نے اس قدر کھایا کہ پیٹ میں مزید جگہ نہ رہی۔ میں نے دیکھا کہ دسترخوان پر اتنی کھجوریں پڑی تھیں جتنی بلال رضی اللہ عنہ لے کر آئے تھے۔ ہم تین دن تک باقیماندہ کھجوریں کھاتے رہے اور بلال رضی اللہ عنہ اتنی ہی مقدار میں اٹھا کر رکھ لیتے۔ اس طرح اسلام پر میرا یقین نہایت محکم و پختہ ہو گیا۔

اسلامی لشکر ہرقل کے مشاہدے میں

جس دن حضور علیہ السلام نے تبوک کے مقام پر نزول فرمایا اس سے پہلے ہرقل بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ کچھ وقت ٹھہرنے کے بعد اس نے ایک غسانی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے نشانات و علامات کا مطالعہ و مشاہدہ کرے۔ چنانچہ اس نے آ کر حضور علیہ السلام کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ و

سے واقف ہو کر واپس چلا گیا اور جو جو مشاہدات کیے ان کا عام چرچا کیا۔ ہرقل نے حضور علیہ السلام کے اخلاقِ کریمہ اور اوصافِ حمیدہ سُن کر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تلقین کی لیکن وُہ بدبخت بجائے مسلمان ہونے کے اس کے خلاف بغاوت پر تُل گئے اور سخت شور و غوغا کرنے لگے۔ ہرقل پر اُن کا رُعب اور دبدبہ غالب آ گیا اور اسے اپنی جگہ سے ہلنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر جس طرح بھی ہو سکا اُن کی شورش فرو کی۔

خالد بن ولیدؓ دومۃ الجندل کے معرکہ پر حضور علیہ السلام نے حضرت خالد بن ولید کو تبوک سے دومۃ الجندل بھیجا تاکہ وُہ دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر سے محاربہ و مقابلہ کریں۔ اکیدر ایک عیسائی بادشاہ تھا حضرت خالدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی : حضورؐ! ہماری تھوڑی سی جمعیت ہے اس کا دشمنوں کے علاقہ میں کیا حال ہوگا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا : اللہ تعالیٰ تمہیں اس حال میں فتح و نصرت سے نوازے گا جب وُہ ایک پہاڑی گائے کو شکار کر رہا ہوگا۔ یہ سُن کر حضرت خالد بن ولیدؓ دومۃ الجندل کی جانب روانہ ہُوئے اور چاندنی رات میں شاہ اکیدر کے قلعہ تک جا پہنچے۔ اکیدر اس وقت اپنی بیوی جس کا نام رباب تھا، کے ساتھ لہو و لعب اور شراب نوشی میں مشغول تھا اور ایک طوائف اپنی رامشگری سے اُن کا دل بہلا رہی تھی۔ حضرت خالدؓ گھات میں بیٹھے انہیں خوب دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑی گائیں اچھلتی کُودتی قلعہ کے دروازہ پر آ گئیں اور اپنے سینگوں سے دروازے کو توڑنے لگیں۔ اکیدر نے رباب سے پُوچھا: پہلے کبھی ایسا ہُوا ہے؟ اس نے منفی میں جواب دیا۔ اکیدر بولا : ایسا شکار ہاتھ سے کون جانے دیتا ہے؟ چنانچہ اس نے گھوڑے پر زین ڈالی اور اپنے بھائی حسّان اور دُوسرے لوگوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکل آیا اور پہاڑی گائیوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالدؓ نے موقع غنیمت جان کر اُن پر حملہ کر دیا۔ شاہ اکیدر کا بھائی حسّان اس محاربہ میں قتل ہو گیا اور شاہ اکیدر کو قید کر لیا گیا لیکن دُوسرے دوڑ کر قلعے کی طرف آ گئے۔

سنگریزوں سے کنویں میں پانی کی کثرت ہو گئی بنی سعد یہ کی ایک جماعت حضور علیہ السلام کی

خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی : یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم اپنے اہل و عیال کو ایک ایسے کنویں پر چھوڑ آئے ہیں جس میں پانی بہت کم ہے اور ہماری کفایت نہیں کرتا۔ ہماری خواہش ہے کہ اس کا پانی آپ کی دعا سے زیادہ ہو جائے اور اس طرح ہماری عزت و احترام میں اضافہ کے علاوہ ہمیں مخالفین دین سے بھی کوئی سروکار نہ رہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو چند سنگریزے لانے کے لیے فرمایا۔ وہ تین سنگریزے لے آیا۔ آپ نے انہیں ہاتھ میں لے کر ملا اور اس شخص کو دے کر فرمایا: جاؤ اللہ کا نام لے کر ان سنگریزوں کو باری باری اس کنویں میں ڈال دو۔ جونہی ایسا ہوا اس کنویں کا پانی جوش مارنے لگا اور اس میں اس قدر اضافہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے مخالفوں پر غالب و مستولی ہو گئے۔

سات کھجوریں سارے لشکر کی غذا بن گئیں

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تبوک میں حضور علیہ السلام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تھے۔ میں دو اور آدمیوں کو لے کر وہاں حاضر ہوا۔ ہم تینوں بھوکے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ہمارے لیے کھانا منگایا لیکن کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان آدمیوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور! ہم نے تمام تھیلوں کو چھان پھٹکا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: دوبارہ جھاڑ دو، ہو سکتا ہے کوئی چیز مل جائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہر تھیلے کو باری باری جھاڑا ان میں سے سات کھجوریں نکلیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ اقدس ان پر رکھا اور ان آدمیوں سے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اکیلا چون کھجوریں کھا گیا اور ان کی گٹھلیاں میرے ہاتھ میں ہی تھیں۔ میرے ساتھی بھی میری طرح ہی کھا رہے تھے۔ جب ہم سیر ہو گئے تو سات کھجوریں باقی بچ گئیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کھجوروں کو جو بھی کھائے گا ان شاء اللہ وہ سیر ہو جائے گا۔ دوسرے دن دس فقراء حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے وہی سات کھجوریں طلب کیں اور اپنا دستِ اقدس ان پر رکھا اور فرمایا: اللہ کے نام سے کھاؤ۔ حضرت عرباض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے قسم ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی جس نے حضور علیہ السلام کو دینِ حق دے کر بھیجا۔ ہم ان دس فقیروں کے

ہمراہ کھجوریں کھا کر سیر ہو گئے لیکن وہ سات کھجوریں اسی طرح اپنی اپنی جگہ پر پڑی تھیں۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے فرمایا: اب خدائے برتر و بزرگ سے شرم آتی ہے ورنہ کھجوروں سے تمام اہل مدینہ سیر ہو جاتے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کھجوریں بچوں میں تقسیم فرما دیں۔

منافقین کے جنازے سے اجتناب

تبوک سے واپسی پر منافقین کی ایک جماعت نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عقبہ پہنچیں تو انہیں وہاں گرا دیا جائے۔ رات کے وقت عقبہ پہنچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو براستہ وادی جانے کا حکم دیا لیکن خود عقبہ روانہ ہوئے اور کسی کو اپنے پیچھے آنے کی اجازت نہ بخشی۔ آپؐ نے اپنے اونٹ کی مہار حضرت عمار بن یاسرؓ کے ہاتھ میں دے دی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُسے ہانکنے پر مامور فرمایا۔ اس طرح جب وہ عقبہ کی طرف جا رہے تھے تو پیچھے سے اچانک چند لوگ ظاہر ہوئے۔ حضورؐ نے حضرت حذیفہؓ سے ارشاد فرمایا: پیچھے جا کر ان کو واپس کر دو۔ حضرت حذیفہؓ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا جو انہوں نے بے خوف و خطر ان کی اونٹنیوں کے نتھنوں پر مارنا شروع کر دیا۔ منافقین خیال کرنے لگے کہ حضور علیہ السلام کو ان کے مکر و فریب کا پتہ چل گیا ہے۔ وُہ عقبہ سے بسرعت نیچے اُتر آئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت حذیفہؓ سے پُوچھا: کیا تمہیں ان میں سے کسی کی پہچان ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں حضورؐ! میں نے فلاں فلاں شخص کی سواری کو پہچان لیا لیکن انہوں نے اپنے چہروں پر نقاب اوڑھے ہوئے تھے۔ چونکہ سخت اندھیرا تھا اس لیے میں ان میں سے کسی کو شناخت نہ کر سکا۔ جب عقبہ سے گزر گئے اور صبح ہُوئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت اُسید بن حضیرؓ سے فرمایا: اے ابو یحیٰی! تمہیں پتہ ہے کہ کل منافقوں نے کیا منصوبہ بنایا؟ وہ چاہتے تھے کہ مجھے عقبہ سے گرا دیں۔ حضرت اُسیدؓ نے عرض کی: حضورؐ فرما دیں تو فوراً ان کے سر کاٹ کر آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دُوں۔ آپؐ نے فرمایا: اے اُسیدؓ مجھے یہ بات پسند نہیں کیونکہ لوگ کہیں گے کہ جنگ کے خاتمہ پر پیغمبر نے اپنے ساتھیوں کو ہی قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔ حضرت اُسیدؓ نے عرض کی: وُہ آپؐ کے اصحاب تو نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: وُہ اشھد

ان لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کہنے والوں کے قتل سے منع فرمایا ہے اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت حذیفہ رضؓ کو ان کے نام بتائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع کر دیا ہے۔ یہ بات حذیفہ رضؓ کے بغیر آپ نے کسی کو نہ بتائی۔ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضؓ حضرت حذیفہ رضؓ کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے تھے۔ اور اگر وُہ کسی کا جنازہ پڑھ لیتے تو حضرت سیدنا عمر رضؓ بھی پڑھ لیتے ورنہ رد کر دیتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

فارس و روم کے خزانوں کی بشارت تبوک کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فارس اور روم کے خزانوں کی نوید و بشارت دی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں حمیری بادشاہوں کی امداد کی بھی خوشخبری دی ہے۔ جب مدینہ منورہ واپس آئے تو بادشاہان حمیر کا قاصد آ پہنچا جس نے حضور علیہ السلام کو شاہانِ حمیر کے اسلام، اور آج تک اس سے دُوری اور کفر و شرک سے متعلق خبریں بہم پہنچائیں اور عرض کی کہ وہ حضور علیہ السلام سے خط و کتابت کی التماس کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ایک خط جو احکامِ اسلام پر مشتمل تھا تحریر کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے اُن کی سفارت کو تسلیم کیا اور پھر اسے واپس بھیج دیا۔

حضورؐ کی دعا سے بارانِ رحمت جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ لوٹے تو اطراف و اکناف سے بادشاہوں کے قاصد اور قبائل سے وفود حاضرِ خدمت ہونے لگے۔ انہی دنوں بنی مرّہ کا ایک وفد پہنچا جو تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ملک میں اس سال بارش نہ ہونے کے باعث قحط پڑ گیا ہے۔ گھاس تک پیدا نہیں ہوئی۔ آپ دُعا فرما دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "اللّٰھم اسقھم الغیث" اے اللہ! انہیں بارش سے سیراب کر دے۔ بعد ازاں جب وُہ اپنے ملک میں واپس گئے تو اپنے ابنائے وطن کو خوشحال و فارغ البال پایا کیونکہ جس دن حضور علیہ السلام نے دُعا

فرمائی تھی اُسی دن وہاں خوب بارش ہوگئی تھی ؎

کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

حضورؐ کے ہاتھ سے چہرے پر نور آگیا

کہتے ہیں جب عبدالقیس کا وفد مدینے آیا تو اس کے ساتھ ایک دیوانہ آدمی بھی تھا وفد کے آدمیوں نے اس دیوانے کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جونہی آپؐ نے اس کی طرف دیکھا تو جنون کے آثار اور زیادہ ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: اس کی پشت میری طرف کردو۔ آپ نے ایک کپڑا اس کی پُشت پر پھیر کر فرمایا: "اے اللہ کے دشمن اسی وقت نکل جا" اُس کی آنکھوں سے وہ اثرِ دیوانگی جاتا رہا اور وہ عاقلوں کی طرح دیکھنے لگا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اُسے اپنے سامنے بٹھا کر اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا۔ کہتے ہیں اگرچہ وہ بڑھاپے کے عالم میں تھا لیکن اس کا چہرہ نوجوانوں کی طرح خوش رنگ ہوگیا اور عقل و خرد میں اس کمال تک پہنچا کہ اپنی پوری قوم میں اپنا مثیل نہ رکھتا تھا ؎

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام
صاحبِ فضلے و قدرے گشتہ ام

شراب سے ممانعت

انہی لوگوں میں ایک ایسا نوجوان تھا جس نے بحرین میں شراب نوشی کی۔ نشے کے عالم میں اس کے چچازاد بھائی نے اس کی پنڈلی پر ایک ایسا زخم لگایا جس کا نشان ابھی تک باقی تھا۔ انہوں نے بتایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمارے علاقہ کی آب و ہوا کا تقاضا ہے کہ ہم شراب نوشی کریں۔ آپؐ نے فرمایا: تم شراب نوشی کرتے ہو اور نشہ میں غرق ہوجاتے ہو۔ پھر ایک بھائی دوسرے بھائی کی پنڈلی پر تلوار مار کر اسے زخمی کر دیتا ہے۔ اس آدمی نے آپؐ کی زبان فیض رسان سے یہ الفاظ سُن کر اپنی پنڈلی کو ڈھانپ لیا۔

نجاشی کی وفات

اسی سال نجاشی شاہِ حبشہ فوت ہُوا۔ حضور علیہ السلام نے صحابہؓ کو جنت البقیع میں جمع ہونے کا حکم دیا اور فرمایا: "حقیقت یہ ہے کہ تمہارا بھائی نجاشی انتقال کر گیا ہے"۔ پھر چار تکبیروں سے

نمازِ جنازہ[1] ادا کی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کی قبر سے ہمیشہ نور کی شعاعیں نکلتی دیکھی گئی ہیں۔

اربد کی عاقبت

دسویں سال بنی عامر کا وفد مدینہ طیبہ میں پہنچا اور اسلام قبول کر لیا۔ اس وفد نے قوم عامر کو بھی قبول اسلام کے لیے کہا۔ وہ کہنے لگے ہم نے تو ساری عمر جدال و قتال کی قسم کھا لی ہے۔ ہم لڑنے مرنے سے اس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک سارا ملک عرب ہمارا مطیع و منقاد نہیں ہو جاتا۔ اب ایک قریشی نوجوان کے سامنے کیسے ہار مان جائیں ایک نے دوسرے کو کہا: میں حضور علیہ السلام کو باتوں میں لگاتا ہوں تم پیچھے سے وار کر کے کام تمام کر دینا۔ جب پیش ہوئے تو عامر نے حضورؐ سے جزیہ مقرر کرنے کے لیے کہا لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تک تم اسلام نہ لاؤ گے تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں۔ وہ انہی باتوں میں حضورؐ کو مشغول رکھے کھڑا رہا اور اپنے ساتھی اربد کی طرف دیکھتا بھی جاتا تھا مگر اس کے ہاتھ نہیں اُٹھتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے عرب محاورہ کے مطابق کہا کہ میں آپ کی سرزمین کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ حضور علیہ السلام نے دُعا فرمائی: اے اللہ مجھے عامر سے بچا۔ رب العزت نے بنی عامر پر طاعون مسلط کر دی۔ اربد کہتا ہے کہ میں جب بھی حضورؐ پر وار کرنے کا قصد کرتا تھا۔ میرے اور حضور علیہ السلام کے درمیان عامر حائل نظر آتا تھا۔ اس لیے میں ہاتھ روک لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اربد کو بجلی (صاعقہ) سے ہلاک کیا۔

کعب الاحبار دامنِ اسلام میں

اسی سال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔ کعب الاحبار بھی وہیں تھے۔ حضرت امیرؓ کی خدمت میں آ کر حضور علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ سے متعلق استفسار کرنے لگے۔ جب حضرت علیؓ نے نہایت بسط و شرح

---

[1] احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔ نجاشی کی نعش اگرچہ حبش میں تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے وہ غائب نہیں تھی بلکہ وُہ اپنے عاشق کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نجاشیؓ کی نعش کو حضورؐ کے سامنے لے آئے تھے۔

کے ساتھ آپ کے اخلاق کریمہ اور شمائل رحیمہ بیان کیے تو کعب الاحبار نے مسکرانا شروع کر دیا حضرت علیؓ نے اُن کے مسکرانے کی وجہ پُوچھی تو کعب الاحبار کہنے لگے، یہ صفات تو ہم نے کتب سابقہ میں دیکھی ہیں۔ یہ کہہ کر وُہ دولتِ تصدیق و ایمان سے بہرہ ور ہُوئے۔ آپ نے بقدر طاقت احکامِ اسلام سیکھے اور یمن میں ہی اقامت پذیر ہو کر لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔ جناب کعب الاحبارؓ حضرت سیدنا عمرؓ کے ایامِ خلافت میں مدینہ منورہ آئے اور کہتے تھے کاش کہ میں ایامِ ہجرت میں یہاں آتا اور حضور علیہ السلام کی صحبت سے مشرف ہوتا۔ روایتوں میں اسی طرح آتا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ حضرت سیدنا عمرؓ کے ایامِ خلافت میں کعب الاحبار شام میں ہی تھے کہ ایک روز جب حضرت عباسؓ چشمۂ زمزم کے پاس بیٹھے ہُوئے تھے تو وہاں آ نکلے۔ حضرت عباسؓ نے اُن سے پُوچھا تمہیں حضورؐ کے حینِ حیات میں اور حضرت ابوبکرؓ کے ایامِ خلافت میں اسلام لانے سے کس نے منع کیا۔ کعب الاحبار بولے: میرے باپ نے میرے لیے انجیل سے ایک چیز لکھ کر مجھے دی تھی اور ساتھ ہی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے بھی کہا۔ پھر اس نے توریت کو مہر لگا دی اور مجھے قسم دی کہ اس مُہر کو نہ توڑنا۔ جب اسلام ظاہر ہوا تو مجھے اس میں بجائے نیکی کے اور کوئی چیز نظر نہ آئی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا، شاید تیرے باپ نے کچھ علوم تجھ سے پنہاں ہی رکھے ہوں۔ میں نے مہر کو توڑا اس میں حضور علیہ السلام کے اوصاف اور آپؐ کی امت کی خوبیاں پائیں تو یمن سے مدینہ آ کر میں ایمان لے آیا۔

یمن کا فاضل ترین دامنِ اسلام میں

اسی سال جریر بن عبداللہ بھی مدینہ منورہ پہنچے اور دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے۔ اس سے پیشتر کہ وہ مدینہ میں وارد ہوتے حضور علیہ السلام نے جمعہ کے روز خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ یہاں ایک ایسا شخص آئے گا جو نہایت اچھا ہوگا اور یمن والوں سے فاضل ترین ہوگا۔

جریرؓ کو حضورؐ کی دُعا

یہی جریر بن عبداللہ گھوڑے پر سوار ہونے سے قاصر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پنجہ جریرؓ کے سینہ پر دے مارا جس سے اُن کی چھاتی پر آپؐ کے ہاتھ کا نشان پڑ گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ اسے ثابت رکھ اور اسے ہادی و مہدی بنا دے۔ اس کے بعد جریرؓ کبھی بھی گھوڑے سے

نہ گرے۔ دسویں سال تبلیۂ طے کا وفد حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا۔ اس وقت زید بن خیل قائد قوم کی حیثیت سے اس وفد کے ہمراہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کا نام زید بن خیل کی بجائے زید الخیر رکھ دیا اور ان کے حق میں فرمایا کہ عرب کے لوگ زید کے علم و فضل کے متعلق باتیں کرتے تھے اور میں سُنتا تھا لیکن جب میں نے اُسے دیکھا تو اسے شنیدہ تعریفوں سے برتر پایا۔ جب وُہ اجازت لے کر اپنے وطن مالوف کو روانہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کاش کہ زید مدینہ کے بخار والوں سے خلاصی پا لیتے۔ چنانچہ نجد کے کسی شہر میں پہنچ کر بعارضۂ بخار انتقال کیا۔

اسلام خوشحالی اور امن کا ضامن بن گیا

اسی سال ہی عدی بن حاتم مدینہ طیبہ آیا۔ آنحضرتؐ سے ملاقات ہُوئی تو آپؐ نے فرمایا: تم بھی اسلام قبول کر لو تاکہ سلامت رہو۔ عدی نے کہا: میں تو پہلے ہی سے متدین اور متقی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تمہارے دین کے متعلق تم سے زیادہ واقفیت ہے۔ تو نے نصارٰی اور صائبین کے درمیان والا دین اختیار کر رکھا ہے۔ عدی بولا: ہاں سرکار۔ حضورؐ نے فرمایا: تم قوم مُرباع میں سے تھے (یعنی ایسی قوم جو ہر قسم کے مال کا چوتھا حصّہ وصول کرتی ہے) میں نے کہا: ہاں جناب۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمہارے دین میں جائز نہیں تھا۔ میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ عدی کہتے ہیں: جب یہ باتیں میں نے سُنیں تو دینِ اسلام سے میرے دل میں جو بھی کراہت تھی جاتی رہی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم اہلِ اسلام کی غربت کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے۔ یاد رکھو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ یہاں کے مسلمانوں میں اس قدر دولت کی فراوانی ہو جائے گی کہ صدقات لے کر گھروں سے باہر نکلیں گے لیکن کوئی لینے والا نہیں پائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ تم دینِ اسلام میں آنے سے اس لیے گھبراتے ہو کہ دشمنانِ اسلام زیادہ ہیں۔ کیا تم کبھی حیرہ گئے ہو؟ عدی بولے: نہیں۔ فرمایا: مجھے پتہ ہے کہ حیرہ کہاں ہے۔ وہ وقت جلد آ رہا ہے کہ حیرہ سے ایک عورت اکیلی نکلے گی جیسے راستے میں خوفِ خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا اور وُہ طوافِ بیت اللہ کے لیے اکیلی آئے گی۔

کسریٰ کے خزانے مسلمانوں پر کھل گئے

کیا تم اس لیے مذہبِ اسلام میں آتے ہوئے گھبراتے ہو کر دنیا کے بادشاہ غیر مذاہب میں ہیں۔ وُہ دن دُور نہیں جب کسریٰ کے خزانے مسلمانوں پر کھول دیئے جائیں گے۔ عدی نے تعجب سے پُوچھا: کسریٰ بن ہُرمز۔ حضورؐ نے فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہُرمز۔ عدی کہتے ہیں میں نے اسلام تو اسی وقت قبول کر لیا لیکن خدائے بزرگ و برتر کی قسم! میں نے اس عورت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو اکیلی طوافِ کعبہ کے لیے حیرہ سے آئی۔ میں اس ہراول دستے میں تھا جس نے کسریٰ کے خزانے لُوٹے۔ مجھے یقین ہے کہ آنحضرتؐ کا تیسرا ارشاد بھی پُورا ہو کر ہی رہے گا۔

قحط سالی دعائے حضورؐ سے دُور ہو گئی

اسی سال وفدِ سلامان بھی آیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے وطن میں قحط سالی کی شکایت کرتے ہوئے طلب باراں کی دُعا مانگی۔ آپؐ نے دُعا فرمائی۔ واپسی پر انہوں نے اپنے علاقے میں شادابی و ہریالی کے منظر دیکھے۔

فیروز کامیاب ہو گیا

فیروز دیلمی نے بھی اسی سال مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر دولتِ اسلام پائی۔ یہ نجاشی شاہِ حبشہ کا خواہر زادہ تھا اسے یہ سعادت حاصل ہے کہ اس کے ہاتھوں اسود عنسی (ایک جھوٹا مدعی نبوت) قتل ہوا رات کو اسود عنسی قتل ہوا تو صبح کو حضور علیہ السلام نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اسود عنسی قتل ہو گیا ہے۔ صحابہؓ نے پُوچھا: یارسول اللہؐ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ تو فرمایا: ایک مبارک آدمی نے جو مبارک خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا نام فیروز ہے۔ آپؐ نے بطور دُعا فرمایا: "فیروز کامیاب ہو گیا۔"

کندہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں

اسی سال کندہ کا وفد بھی مدینہ منورہ آیا، اور شہزادہ ابل بن حجر اس وفد کے ساتھ تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے پہلے چند صحابہ کرامؓ کو ملے تو انہوں نے بتایا کہ حضور علیہ السلام نے تین روز سے تمہارے انتظار کا حکم فرمایا ہوا ہے۔

یہ سُن کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہُوا۔

سعد بن ابی وقاصؓ کے لیے حضورؐ کی دعا

اسی سال حجۃ الوداع کے دنوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہُوئے۔ حضور علیہ السلام ان کی بیمار پُرسی کے لیے تشریف لائے۔ حضرت سعدؓ نے حضور علیہ السلام سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں صحابہؓ کے ساتھ واپس نہیں جا سکوں گا اور مکّہ میں ہی رہوں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ان شاء اللہ تعالیٰ تم جہاں رہو گے بخیر و عافیت رہو گے اور تمہارے مراتب بلند ہوں گے اور عمل میں برکت ہوگی۔ اور تم سے نیک کام سرانجام پائیں گے۔ ایک گروہ کے لیے تو فائدہ بخش ہوگا اور ایک کے لیے نقصان دہ۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ صحت یاب ہُوئے اور حضرت امیر معاویہؓ کے عہد تک جئے اور بغداد اُن کے اور مثنّیٰ بن حارثہ کے ہاتھوں فتح ہُوا۔ یوم الردہ کو آپ نے بہت جوہر دکھائے۔ بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ اسلام کو بہت فائدہ پہنچا اور اہل ردہ کو سخت نقصان ہُوا اور حضور علیہ السلام کا ارشادِ گرامی حرف بہ حرف درست نکلا۔

ایک بچے پر نظرِ رحمت

ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر مجھے مکّہ میں ایک گھر جانے کا اتفاق ہُوا۔ حضور علیہ السلام اس گھر میں جلوہ افروز تھے اور آپ کا چہرہ ہر ایک آنکھ کا مطمع تھا۔ اس اثناء میں یمامہ سے ایک آدمی ایک بچے کو کمبل میں لپیٹ کر لایا۔ حضور علیہ السلام نے اس بچے سے پُوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تُو نے سچ کہا۔ پھر آپؐ نے اس بچے کو دُعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے۔ اس کے بعد بچے نے کلام نہ کیا حتیٰ کہ جوان ہوگیا۔ عالمِ شباب میں اس کا نام مبارک الیمامہ رکھ دیا گیا۔

بد رُوحیں بھاگ گئیں

اسامہؓ بن زید کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو جا رہے تھے تو راستے میں ایک عورت ملی جس کے کندھے پر ایک بچہ تھا۔ اس نے آپؐ کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ عورت نے

عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ میرا بچہ ہے۔ جب سے یہ پیدا ہُوا ہے اسے کوئی ایسی چیز پکڑ لیتی ہے جس سے اسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ حضورؐ نے اپنا دستِ مبارک اس کی طرف بڑھایا اور اس بچے کو اس عورت سے لے کر اپنا لعابِ دہن اس کے منہ میں ڈالا اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن نکل جا، مَیں اللہ کا رسول ہُوں۔ آپؐ نے بچہ اس کی ماں کو دے کر فرمایا: اب اسے کچھ نہیں ہوگا۔ جب ہم واپسی پر اسی موضع سے گزرے تو وہی عورت ایک بھُنی ہُوئی بکری لائی اور کہنے لگی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں وہی ہوں جو اس دن بچے کو لے کر آئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اس بچے کا کیا حال ہے؟ کہنے لگی: اس دن سے وہ مکروہ چیز اس کی طرف نہیں آئی۔

اسامہؓ کہتے ہیں پھر آپؐ نے کہا: اے اسیم! ایک دستی بکری مجھے دے دو۔ میں نے دی تو فرمایا: ایک اور دو۔ میں نے پھر دی تو آپؐ نے کھا لی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے اسیم! ایک دستی اور دو۔ اسامہؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری میں دو دستیوں سے زیادہ نہیں ہوتیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کہتے تو ہم جس قدر مانگتے تم دیتے جاتے اور ذراع ختم نہ ہوتے۔ اس کے بعد فرمایا: جاؤ باہر جا کر دیکھو رفعِ حاجت کے لیے کوئی جگہ ہے؟ میں باہر آیا تو بہت دُور جا کر بھی کوئی جگہ نہ ملی۔ ہر جگہ لوگ دکھائی دیتے تھے۔ میں نے واپس آکر سارا قصّہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا: کہیں تمہیں کوئی درخت یا پتھر بھی ملا؟ میں نے عرض کی: ہاں یارسول اللہ، ایک جگہ کھجور کے تین درخت دیکھے۔ اُن کے پاس ہی چند پتھر بھی تھے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ ان درختوں اور پتھروں کے پاس جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکٹھے ہو جاؤ تاکہ آڑ بن جائے۔ میں نے ویسا ہی جا کر کہا تو بخدا میں نے دیکھا کہ وہ درخت اپنی جڑوں سمیت اپنی جگہ سے سمٹ کر باہم مل گئے۔ پتھر اور درخت اس قدر اور اس طرح بلند ہُوئے کہ ایک قسم کی دیوار بن گئے۔ میں نے حضور علیہ السّلام کو اطلاع دی۔ پھر پانی کا لوٹا لے جا کر وہاں رکھ دیا۔ آپؐ فراغت کے بعد وضو فرما کر واپس خیمہ میں آئے تو مجھے فرمایا کہ درختوں اور پتھروں کو

کہ دو کر اپنی اپنی جگہ چلے جائیں۔ میں نے جب ایسا کہا تو درخت اور پتھر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دنیا و عقبیٰ کے خزانے قدموں میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ہجرت کے گیارھویں سال حضور علیہ السلام رات کے وقت اپنی خواب گاہ سے اُٹھے۔ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر نثار! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں قبرستانِ بقیع میں جا رہا ہوں تاکہ وہاں کے آسودگانِ خاک کے لیے دُعائے مغفرت کروں۔ حضورؐ کے دو غلام ابُو مویہبہؓ اور ابو رافعؓ آپ کے ہمراہ قبرستانِ بقیع تک گئے۔ جناب ابو مویہبہؓ کہتے ہیں حضور علیہ السلام اہلِ بقیع کے لیے بہت دیر تک استغفار کرتے رہے۔ پھر فرمایا: خوش رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور تمہیں وُہ گھر مبارک ہوں جن کے دروازے رحمت نے کھول دیئے ہیں تم اُن مبہم فتنوں سے محفوظ ہو گئے ہو جو مخلوقِ خدا کو تاریک راتوں کی طرح گھیرے رہتے ہیں تمہاری یہ زندگی سابقہ زندگی سے بہتر ہے اور آئندہ زمانہ گزشتہ زمانہ سے سخت آ رہا ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا: اے ابو مویہبہ! مجھے دنیا اور عقبیٰ کے خزانوں کے متعلق بتا دیا گیا ہے جو بہشت و لقائے خداوند جہاں کے مابین ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ دنیا و عقبیٰ کے خزانوں میں سے آپ نے کون سی چیز اختیار کی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: پہلے لقائے خداوندی اور اس کے بعد بہشت اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔

مرض الموت حضورؐ کے قدموں میں حضور علیہ السلام بیماری کے دوران میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ سے صحت و عافیت طلب کیا کرتے تھے لیکن آخری ایام میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے نفس! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ ناطاقتی کے باعث ہر چیز کا سہارا لیتے ہو۔

اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایامِ صحت میں فرماتے تھے کہ کوئی نبی اس وقت تک

اس دنیا سے رحلت اختیار نہیں کرتا جب تک وُہ اپنی آنکھوں سے اپنا مقامِ بہشت نہ دیکھ لے لیکن اس کا اُسے مختار بنایا جاتا ہے۔ اگر وُہ چاہے تو اُسے وہاں لے جاتے ہیں اور اگر چاہے تو صحت یاب ہوجاتا ہے۔ مرض کے آخری ایّام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سرِانور میرے زانو پر رکھا اور نظر چھت کی جانب۔ اس کے بعد فرمایا: اللّٰھمّ الرفیق الاعلیٰ۔ میں سمجھ گئی آپؐ کو انتقال کی اطلاع دے دی گئی ہے اور آپؐ نے رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ) کے پاس جانے کو پسند فرمایا ہے اور آخری کلمہ جو آپؐ کی زبان فیض رسان سے نکلا وہ "اللّٰھمّ الرفیق الاعلیٰ" ہی تھا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رحلت سے پہلے حضور علیہ السلام نے ایک مہینہ پہلے ہمیں حضرت عائشہؓ کے گھر طلب فرمایا اور دعائے خیر فرمانے کے بعد اچھی وصیتیں کیں اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ تمہارا محافظ ہے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپؐ ہم سے کس وقت رخصت ہوں گے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم سے جدائی جنّت میں نزول اور اللہ تعالیٰ تک رسائی کا وقت قریب آگیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا

حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو اُن کو بہت طویل وصیتیں کیں اور ساتھ ہی فرمایا: معاذؓ اگر میری اور تمہاری دوبارہ ملاقات ہونا ہوتی تو میں وصیت کو بہت مختصر کرتا مگر قیامت تک ہم ایک دُوسرے کو نہ مل سکیں گے۔ چنانچہ معاذ یمن میں ہی تھے کہ حضور علیہ السلام کی وفات واقعہ ہوگئی۔

سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ کو بشارت

حضور علیہ السلام نے بیماری کے دوران میں حضرت سیّدہ طاہرہ و مطہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بُلایا اور ان کے کان میں کچھ باتیں کیں۔ حضرت سیّدہ زہرہؓ رونے لگیں آپؐ نے پھر حضرت فاطمہؓ کے کان میں کچھ کہا تو سیّدہ زہرہؓ ہنسنے لگیں۔ حضورؐ کے ازواجِ مطہراتؓ میں سے کسی نے سیّدہ زہراؓ سے دریافت کیا کیا معاملہ تھا۔ حضرت سیّدہ طاہرہؓ نے کہا: حاشا للہ! میں افشاءِ راز نہیں کرنا چاہتی۔ حضورؐ کی وفات کے بعد

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے بتایا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے بتایا تھا کہ اس سے پیشتر جبریلؑ سال میں ایک بار قرآن لایا کرتا تھا مگر اس سال دو بار لے کر آیا۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ میری وفات قریب ہے۔ میں رونے لگی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی سیّدہ ہو۔ اور سب سے پہلے جو عورت جنت میں داخل ہو گی وہ تم ہو گی۔ جب میں نے یہ الفاظ سُنے تو میں ہنسنے لگی۔

ملک الموت اجازت طلب کر کے آئے

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ فرماتی ہیں: میں حضور علیہ السلام کے سرہانے بیٹھی تھی کہ کسی شخص نے السّلامُ علیکم یا اہل بیت النبوۃ کہہ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ تمہیں بیمار پُرسی کی جزائے خیر دے۔ آپؐ کو آرام کرنے دو۔ آپؐ عبادت میں مشغول ہیں۔ آنے والے نے بلند آواز سے کہا: مجھے اندر آنے کی اجازت دیں کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ اسی اثنا میں حضور علیہ السلام کی غشی کم ہو گئی اور آپؐ نے آنکھیں کھولیں اور حضرت سیدہ طاہرہؓ سے فرمایا: تمہیں پتہ ہے تم کس سے باتیں کر رہی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ ملک الموت ہیں انہیں اندر آنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام اندر آئے اور آتے ہی "السلام علیک یا رسول اللہؐ" کہا۔ آپؐ نے جواب میں "وعلیکم السلام یا امین اللہ" کہا۔ پھر یُوں گویا ہُوئے: مجھے اس خداوندجہاں کی قسم ہے جس نے آپؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے پیشتر میں نے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور آئندہ بھی کسی سے طلب نہیں کروں گا۔

جسم اطہر کی خوشبو

حضرت سیدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہُوا میں نے آپؐ کے ہاتھ آپؐ کے سینے پر رکھ دیئے۔ کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے وضو کرتے اور کھانا کھاتے وقت مشک و عنبر کی خوشبو آتی رہی۔

حضورؐ کو غسل دیا جا رہا ہے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپؐ کے غسل کے متعلق یہ سوال پیدا ہوا کہ آپؐ کو عام آدمیوں کی طرح برہنہ غسل دیا جائے یا کپڑے میں۔ ناگاہ تمام حاضرین پر خواب کا غلبہ ہو گیا یہاں تک کہ تمام اپنے اپنے سینوں پر تھوڑیاں رکھ کر آرام کرنے لگے۔ اسی اثناء میں ان کے کانوں میں آواز آئی: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پیراہن میں ہی غسل دو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دیتے ہیں

حضرت سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ میرے غسل کا انتظام تم ہی کرنا کیونکہ میرے سترِ عورت پر تمہارے سوا جس کی بھی نگاہ پڑے گی وہ نابینا ہو جائے گا۔

جسدِ پاک اطہر و مطہر تھا

حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے آپؐ کو غسل دیتے ہوئے آپؐ کے بدن مبارک پر کسی قسم کی کوئی میل نہ دیکھی تو برجستہ اُن کی زبان پر آیا: "آپؐ پر میرے ماں باپ تصدق، آپؐ کی حیات و ممات کیسی پاکیزہ و مطہر ہیں۔"

حضرت علیؓ کے علم و فضل کا منبع

کہتے ہیں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اُن کی زیادتی علم و فضل اور قوتِ حافظہ کے تیز ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہا تھا تو تھوڑا سا پانی آپؐ کے چشمہ خانہ میں رہ گیا۔ میں نے اسے زمین پر گرانے سے دریغ کیا میں نے وہ پانی اُٹھا کر پی لیا۔ یہی میرے علم و فضل اور قوتِ حافظہ کے تیز ہونے کا باعث ہے۔

غسل میں فرشتے شریکِ کار تھے

حضرت سیدنا علیؓ سے ہی روایت ہے کہ وقتِ غسل ہماری مدد غیب سے ہو رہی تھی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جس عضو کو دھویا اس کی تقلیب میں دستِ غائب ستعانت کر رہا تھا۔

تدفین کے وقت جہان تاریکی میں ڈوب گیا

حضور علیہ السلام کی تدفین کے دن اس قدر تاریکی چھا گئی کہ بعض صحابہؓ بعض کو دیکھنے نہ پائے۔ اگر اپنی ہتھیلی کھولتے تو کچھ نظر نہ آتا۔ یہ تاریکی حضور علیہ السلام کی تدفین تک چھائی رہی۔

اہلبیت کو تسلی دی گئی

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو غیب سے آواز آئی:

السلام علیکم اھلبیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس

ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ"

محبوب خدا کے بغیر عالم بے نور ہو گیا

کہتے ہیں جب حضور علیہ السلام کی وفات کی خبر آپ کے مؤذن عبداللہ بن زید انصاریؓ نے سنی تو اس قدر غم زدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے چونکہ میرے آقا کے بغیر یہ دنیا میرے لیے قابلِ زلیست نہیں رہی۔ آپ اسی وقت نابینا ہو گئے۔ لوگوں نے کہا: تم نے یہ دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: لذتِ نگاہ تو آنکھوں میں ہے مگر حضورؐ کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق ہی نہیں رکھتیں۔"

قبر سے بخشش کی ضمانت دی گئی

حضرت سیدنا علیؓ کہتے ہیں جب ہم حضور علیہ السلام کو دفن کر رہے تھے تو ایک اعرابی آکر حضورؐ کی تربتِ انور پر لیٹ گیا۔ اپنے سر میں خاک ڈالتا اور کہتا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے حکم دیا اور ہم نے سنا۔ آپ نے قرآن کریم اللہ تعالیٰ سے سیکھا اور ہم نے آپ کی ذات گرامی سے سیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر یہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کریں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور اللہ کا رسولؐ ان کے لیے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے۔" ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ ہماری بخشش طلب کریں۔ اسی وقت قبر اطہر سے آواز آئی: "تم بخشے گئے ہو۔"

حضور اکرمؐ کی محبت سے چوپائے بھی بے نصیب نہ تھے

فتح خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ مال غنیمت میں ایک گدھا بھی آیا۔ آپؐ اس پر سوار ہوئے تو اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا: یزید بن شہاب۔ آپؐ نے فرمایا: آج سے تمہارا نام یعفور رکھا جاتا ہے۔ آپؐ نے پھر پوچھا: تمہارا مالک کون تھا؟ اس نے کہا: میرے آقا کا نام مرحب تھا جو ایک بدمزاج یہودی تھا۔ جب آپؐ کا نام سنا کرتا تو بہت ناک بھوں چڑھاتا۔ جب وہ میری پشت پر بیٹھتا تو میں دانستہ بدک جاتا اور اسے نیچے گرا دیتا۔ میرے ساتھ اس کا سلوک بہت ناروا تھا۔ وہ مجھے مارتا اور بھوکا رکھتا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا: تمہاری کیا خواہش ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں جوڑا مہیا کیا جائے۔ کہنے لگا: نہیں یا رسول اللہ! میرے آباؤ اجداد کہا کرتے تھے کہ ہماری نسل میں ستر گدھوں کو انبیاء کی سواری بننے کا شرف حاصل ہوگا۔ ہماری آخری نسل پر وہ پیغمبر سوار ہوگا جس کا نام محمد رسول اللہ ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں وہی آخر بنوں۔ یہ گدھا آپؐ کے پاس زندگی بھر رہا۔ جب حضورؐ کی وفات کو تین دن گزرے تو نہایت کرب و اضطراب کے عالم میں ایک کنوئیں میں گر کر مر گیا۔

حضرات جو ختم نبوت کے منکر ہیں اس گدھے سے ہی سبق حاصل کریں۔ (مترجم)

کمالاتِ نبوّت پر مزید شواہد و دلائل [1]

ہرنی کی فریاد رسی حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السّلام کے ساتھ مدینہ منورہ کی گلیوں سے ہوتے ہوئے اچانک ایک اعرابی کے خیمہ میں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ اس خیمے میں ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے۔ جونہی ہرنی کی نظر آپ کے چہرہ اقدس پر پڑی تو فریادی لہجے میں کہنے لگی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اعرابی مجھے پکڑ لایا ہے اور میرے دو بچے جنگل میں رہ گئے ہیں۔ اس غم اور پریشانی میں میرے تھنوں سے دودھ بھی سُوکھ گیا ہے۔ یہ شخص نہ مجھے ذبح کرتا ہے تاکہ اس متواتر رنج و غم سے نجات حاصل کر لوں، اور نہ چھوڑتا ہے کہ جا کر اپنے بچوں کو دُودھ پلاؤں" حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہیں آزاد کر دیا جائے تو کیا لوٹ آؤ گی؟ کہنے لگی: ہاں حضورؐ! اگر میں نہ آؤں تو خدا مجھے عذاب میں بتلا کرے"۔ حضور علیہ السلام نے اسے چھوڑ دیا۔ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وُہ لوٹ آئی اور اپنی زبان کو ہونٹوں پر پھیر رہی تھی۔ آپؐ نے اسے اسی خیمہ میں باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی پانی کا مشکیزہ اٹھائے آپہنچا۔ آپؐ نے پوچھا، کیا تم اسے فروخت کرو گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے ہرنی خریدی اور اسے آزاد کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں: "خدا کی قسم میں نے اسے دیکھا وُہ جنگل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتی پھرتی تھی۔

تیر اندازی کی مشق سلمہ ابن اکوعؓ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول اکرمؐ بنی اسلم کے پاس سے گزرے۔ اس وقت وہ تیر اندازی کر رہے تھے۔ آپؐ نے دیکھ کر فرمایا: یہ کھیل بہت اچھا ہے۔ تیر پھینکو، تمہارے ایک بزرگ تیر مارا کرتے تھے تم تیر چلاؤ میں ابن اکوع کے ساتھ ہوں۔ یہ سُن کر انہوں نے تیر چلانے سے ہاتھ روک دیا۔ آپؐ

---

[1] اس ضمن میں مؤلف شواہد النبوت نے ان شواہد و دلائل کو جمع کیا ہے جو ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں جو اس کتاب کا ماخذ نہیں ہیں۔

نے فرمایا: رُک کیوں گئے ہو؛ کہنے لگے: جب آپ ہمارے ساتھ ہیں تو ہمیں تیر مارے بغیر غلبہ حاصل ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا، میں تمہارے ساتھ بھی ہوں۔ فریقین کو سارا دن تیر چلاتے گزر گیا لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ کسی فریق کو غلبہ حاصل نہ ہو سکا۔

بھیڑیے کی گواہی حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ مدینہ کے گردونواح میں ایک گڈریا بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بھیڑیا اس کی ایک بکری پر جھپٹا۔ گڈریے نے آگے بڑھ کر روکا۔ بھیڑیا اپنے پچھلے پاؤں پر بیٹھ کر کہنے لگا: تم عجب آدمی ہو کہ خدا کے خوف سے نہیں ڈرتے اور میری روزی میں حائل ہوتے ہو۔ گڈریا کہنے لگا: عجب تماشا ہے کہ بھیڑیا اپنے پچھلے پاؤں پر بیٹھ کر انسانوں کی طرح گفتگو کر رہا ہے۔ بھیڑیا کہنے لگا: عجب بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں بیٹھ کر صدیوں کی باتیں بتاتے ہیں۔ گڈریے نے اپنی بھیڑوں کو ہانکنا شروع کر دیا اور انہیں مدینہ میں لا کر ایک محفوظ مقام پر باندھ کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سُنا دیا۔ حضورؐ باہر تشریف لائے اور گڈریئے سے کہنے لگے: جو کچھ تم نے بھیڑیئے سے سُنا ہے لوگوں کو سناؤ۔ گڈریا سناتا جاتا تھا حضورؐ فرماتے تھے کہ یہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ وحشی انسانوں کی طرح باتیں کریں۔"

بھیڑیے پاسبانی کرنے لگے ایک دن راہبان اوس خزاعی اپنی بکریوں کے گلہ میں بیٹھا تھا کہ ایک بھیڑیئے نے جرأت کر کے ایک بکری اٹھائی اور چلتا بنا۔ راہبان کہنے لگا: خدا کی قسم ایسا ظالم بھیڑیا میں نے عمر بھر نہیں دیکھا تھا۔ اس کے پیچھے دوڑا تا کہ بکری اس سے چھین لے۔ بھیڑیئے نے اس سے پوچھا تم مجھے اُن روزی سے محروم کرنا چاہتے ہو جو مجھے اللہ نے دی ہے۔ راہبان کہنے لگا: تعجب ہے کہ بھیڑیے باتیں کرنے لگے۔ بھیڑیئے نے کہا تعجب تو یہ ہے کہ رسول اللہ نخلستان یثرب میں بیٹھ کر خدا کا کلام سناتے ہیں لیکن تم اُن سے غافل ہو۔ راہبان نے کہا اگر میں ان کے پاس چلا جاؤں تو میری بھیڑ بکریوں کی کون نگہداشت کرے گا۔ بھیڑیئے نے کہا: میں بشرطیکہ میرے لیے کچھ روزینہ مقرر کر دو۔ راہبان کو اس کی باتوں پر یقین آگیا اور اس کی روزی کا سامان بنا کر خود بکریاں اس کے سپرد کر گیا اور دُوسرے گڈریوں کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوا۔ جب مدینہ

پہنچے حضورؐ صحابہ کرامؓ میں تشریف فرما تھے۔ جب آپؐ کی نگاہیں اُہبان پر پڑیں تو فرمایا: اُہبان! بھیڑیئے نے جس چیز کی ضمانت لی ہے وہ وفا کرے گا۔ اُہبان سب ہمراہیوں کے ساتھ آپؐ پر ایمان لے آئے۔

بلا اجازت کھانے کی ممانعت ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کے لیے کھانا لایا۔ جب ہم نے کھانا شروع کیا تو حضورؐ بھی کھانے لگے مگر لقمہ گلے میں نہ اُترا، اُسے باہر پھینک کر کھانے سے ہاتھ روک دیا۔ جب ہم نے حضورؐ کو دیکھا تو ہاتھ روک لئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ یہ گوشت کہاں سے لائے ہو۔ صاحبِ طعام نے بتایا: یا رسول اللہؐ صاحبِ خانہ موجود نہیں تھے میں نے جلدی سے ایک بکری ذبح کی اور میری خواہش تھی کہ جب وُہ آئے گا تو قیمت ادا کر دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا: اسے اٹھالو اور قیدیوں میں تقسیم کر دو"۔

اہلبیت کے لیے آتشِ دوزخ سے بریت کی دُعا ایک دن آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ کو فرمایا: اسے ابا الفضل! جب تک میں نہ آؤں اپنے گھر پہ ہی رہنا۔ آپؐ چاشت کے وقت تشریف لے گئے اور تمام گھر والوں کو سلام کہا۔ انہوں نے بھی سلام کہا۔ سب مل کر بیٹھے تھے کہ آپؐ نے اپنی چادر کو پھیلا دیا اور کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں آتشِ دوزخ سے اس طرح محفوظ رکھ جیسے میں نے انہیں ڈھانپ لیا ہے۔ آستانہ کے در و دیوار سے آواز آئی: آمین ثم آمین۔

حضرت زہراؓ کا لباس ایک دن مہاجر و انصار خواتین ایک جگہ جمع ہوئیں تو انہوں نے التجا کی کہ فاطمۃ الزہراؓ بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائیں چونکہ حضرت فاطمہؓ کے پاس مجلس میں جانے کے لیے مناسب لباس نہیں تھا اس لیے انہوں نے وہاں جانے میں تامل و توقف سے کام لیا۔ آپؐ نے فرمایا: بیٹی! جاؤ، ہمارا طریقہ دوسروں کو نا امید کرنا نہیں ہے۔ حضرت فاطمہؓ اس مجلس میں تشریف لے گئیں۔ جب واپس اپنے حجرہ میں تشریف لائیں تو ملامت کرنے لگیں۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ مجمع میں سے ایک عورت کو

طلب کیا جائے تاکہ مجمع کا حال پُوچھا جائے۔ وہ کہنے لگی: جب فاطمہ زہراؓ اس مجمع میں تشریف لائیں تو ان کے لباس فاخرہ سے سب عورتیں ششدر رہ گئیں اور ایک دوسری کو کہہ رہی تھیں: اے اللہ! اس قسم کے کپڑے کہاں سے آگئے۔ فاطمۃ الزہراؓ نے کہا: یارسول اللہ! یہ کپڑے مجھے کیوں نظر نہیں آئے تاکہ میں بھی شادماں ہو جاتی۔ آپ نے فرمایا: "ان کپڑوں کی زیبائش اسی لیے تھی کہ وہ تمہارے زیب تن تھے۔"

پانی کی خاصیت بدل گئی

یمن میں ایک ایسا چشمہ تھا کہ جو بھی اس سے پانی پیتا مرجاتا۔ آنحضرتؐ نے اس پانی کو پیغام بھیجا کہ لوگ مسلمان ہو گئے تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اس کے بعد جو بھی یہ پانی پیتا اسے بخار ہو جاتا مگر موت واقع نہ ہوتی۔

بارش میں کپڑے تر نہ ہوئے

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں آکر اسلام قبول کیا۔ حضورؐ کی مجلس سے میں کبھی جُدا نہ ہوتا تھا۔ آپ شام اور عشائ کے درمیان ہمیں اسلام کے آداب و قواعد سکھاتے۔ ایک رات بادل گرج رہے تھے اور تیز ہوا چل رہی تھی ساتھ ہی تیز بارش ہونے لگی۔ لوگوں نے کہا: ہم اپنے گھروں کو کیسے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں تمہارے گھروں میں اس طرح پہنچادوں گا کہ تمہیں بارش کی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جب ہم نماز پڑھ چکے تو فرمایا: اٹھو۔ ہم اُٹھے اور مسجد سے باہر آئے فضا سخت تاریک تھی اور آسمان سے بارش کا زور نہ تھمتا تھا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ آگے بڑھو۔ ہم نکل پڑے۔ ہر شخص اپنے اپنے گھر پہنچ گیا مگر کسی کے کپڑے تک نہ بھیگے۔

ایک یہودی دامنِ اسلام میں

حضرت ابن عباسؓ بتاتے ہیں ایک صاحبِ جمال یہودی آنحضرتؐ کی مجلس میں اکثر بیٹھا کرتا۔ ایک دن آپؐ نے اسے کہا: اگر اس حسن و جمال کے باوجود بھی تم آتشِ دوزخ میں جاؤ تو مجھے تاسف ہوگا۔ وہ کہنے لگا: میں دوسرے کے مذہب کی خاطر اپنے دین کو کبھی بھی نہیں چھوڑوں گا۔ دوسرے دن پھر مجلس میں حاضر ہوا تو حضورؐ یہ آیت قرآنی پڑھ رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے "حورِ عین کی مثال لؤلؤ المکنون ہے۔" یہودی نے کہا: یارسول اللہ! آپ کس بات کی ضمانت لیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ستر کی ضمانت لینے کو تیار ہوں۔ وہ اسی وقت اسلام لے آیا۔ اس کا اسلام لانا اتنا اچھا ہوا

کہ جب اس نے وفات پائی حضورؐ نے خود نمازِ جنازہ ادا کی۔ جب اسے قبر میں اتارا جا رہا تھا، حضورؐ بھی نیچے اُترے اور کافی دیر رہے۔ جب باہر آئے تو آپ کی پیشانی پر پسینہ آیا ہوا تھا اور کندھے سے کپڑا پھٹا تھا۔ حضورؐ نے دیر کی وجہ یہ بتائی کہ اتنی حوریں اسے پیش کی گئیں کہ ہر ایک کہتی تھی میں اس کے لیے ہوں۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔ ہر ایک میرے دامن کو پکڑتی جس وجہ سے میرا کپڑا پھٹ گیا۔

سُوکھے درخت پھل دینے لگے ایک دن حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر، عمر و علی رضی اللہ عنہم کو لے کر ابوالہیثم بن التیہان کے گھر گئے۔ اس نے دیکھ کر کہا: مرحبا یارسول اللہ وصحابہ رضی اللہ عنہم میری دلی خواہش تھی کہ حضور اپنے اصحاب کے ساتھ میرے گھر تشریف لائیں۔ میرے پاس جو چیز بھی تھی ہمسایوں کو بانٹ دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: بہت اچھا کیا ہے؛ مجھے جبرائیلؑ نے ہمسایہ کے اتنے حقوق بتائے ہیں کہ مجھے ڈر تھا کہیں ہمسایہ وراثت کا حقدار تو نہیں ہو جائے گا۔ پھر آپؐ نے نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ابوالہیثم کے گھر کے ایک کونہ میں ایک کھجور کا درخت تھا ابوالہیثمؓ کو پوچھا: اگر اجازت ہو تو ہم چند کھجوریں کھالیں۔ اس نے بتایا کہ مدت ہوئی اس پر کبھی پھل نہیں آیا۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اللہ خیر و برکت دے گا۔ پھر حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ پانی کا ایک پیالہ لائیں۔ جب پانی آیا تو آپؐ نے تھوڑا سا پانی کُلی کر کے اس درخت پر پھینکا۔ اسی وقت اس کھجور کے درخت سے خوشے لٹکنے لگے۔ بعض بڑی بڑی کھجوریں تھیں۔ آپؐ نے بتایا، یہ باغِ جنت کی کھجوریں ہیں جو تمہیں قیامت کے دن ملیں گی۔ یہ وہ نعمتیں ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حساب ہو گا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں میں آنحضرتؐ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھا آپؐ نے مجھے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؛ میں نے بتایا: یارسول اللہؐ! میرے پاس چند کھجوریں ہیں۔ حکم دیا کہ لاؤ۔ جب میں لے کر آیا تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کچھ کھجوریں نکالیں اور ان پر دُعائے خیر کی کہ دس صحابہ کو لے آؤ۔ میں دس کو بُلا لایا۔ ہر ایک نے سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔ اسی طرح دس دس کو بلاتے گئے اور کھلاتے گئے۔ حتیٰ کہ سارا لشکر سیر ہو گیا۔ ابھی میرے توشہ دان میں کھجوریں بچ گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا: اے ابوہریرہؓ! اس توشہ دان کو

لے لو اور اس میں ہاتھ ڈال کر دیکھ لو۔ اس کو کبھی نیچا نہ کرنا۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی زندگی میں اسی سے کھجوریں کھاتا رہا اور لوگوں کو بھی کھلاتا رہا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں بھی کھاتا رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت عثمان غنی رضؓ کو شہید کیا گیا تو میرا گھر بھی لُوٹا گیا اور میرے اس توشہ خانے کو بھی لے گئے۔

راشد کا واقعہ راشد بن عبدربہؓ کا بیان ہے عرب کے ایک قبیلے کے بت کا نام سواع تھا لوگوں نے مجھے کچھ تحائف دیئے تاکہ سواع کے ہاں چڑھا آؤں۔ میں سواع کے پاس جانے ہوئے ایک اور بڑے بُت کے پاس پہنچا تو وہاں سے آواز آئی،

"العجب کل العجب من خروج نبی من بنی عبد المطلب یحرم الزنا، والوا، ذبح الاصنام وحرمت السماء ورسینا بالشهب العجب کل العجب۔"

اس کے بعد ایک اور بُت سے آواز آئی،

"ترك الضماد وكان يعبد مرة اخرج نبي يصلى الصلوٰة ويأمر بالزكوٰة والصيام"

پھر ایک اور بُت سے آواز آئی،

"ان الذی ورثه النبوت والهدىٰ بعد ابن مریم من قریش احمدؐ"

یہاں سے فارغ ہو کر میں سواع کے پاس گیا میں نے دیکھا دو لُومڑیاں اُس کے ارد گرد گھوم رہی ہیں اور لوگوں نے جو نذریں پیش کی تھیں ان سے لُطف اندوز ہو رہی ہیں سیر ہونے کے بعد ان لُومڑیوں نے ٹانگ اٹھا کر بُت پر پیشاب کیا اور چلتی بنیں۔ میں نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا،

"ارب تبول الثعبان براسه لقد ذل من بالت علیه الثعالب"

یہ وہ وقت تھا کہ رسول اللہؐ مدینہ کو ہجرت کر چکے تھے۔ میں مدینہ پہنچا۔ ان دنوں میرا نام ظالم تھا۔ میرے پاس ایک کتا تھا جسے راشد کہتے تھے۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے بتایا ظالم۔ آپؐ نے دریافت کیا، اس کُتے کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا،

راشد۔ آپؐ نے فرمایا : آج تمہارا نام راشد ہوگا اور تمہارے کتے کا نام ظالم۔ میں نے اسلام قبول کر لیا اور حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد عرض کی کہ مجھے میرے علاقے میں ایک جاگیر عطا کی جائے۔ حضورؐ نے مجھے فرمایا: جہاں تک تمہارا گھوڑا دوڑ سکے اور تم تین پتھر پھینکتے چلے جاؤ۔ اتنی جاگیر تمہاری ہوگی۔ ایک لوٹا پانی کا مجھے دے کر اس میں کلی کر کے تھوڑا سا پانی ڈال دیا اور فرمایا: اسے اپنی زمین میں گرا دو اور اپنی ضرورت سے زاید پانی کے استعمال سے لوگوں کو نہ روکیں۔ راشد نے ویسا ہی کیا۔ پانی کا ایک چشمہ اُبل پڑا۔ کھجوروں کے درخت لگائے گئے۔ گرد و نواح کے لوگ بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے اس چشمہ سے غسل کرتے تھے اور اس چشمے کا نام ماء الرسول رکھا گیا۔ کہتے ہیں کہ راشد نے جہاں پتھر پھینکا تھا ابھی تک تمام خراج و معاملات سے باہر ہے۔

غسان عامری ایمان لائے

ایک روز حضورؐ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے تھے ایک شتر سوار آیا اس کے چہرے سے شب خوابی اور تھکاوٹ کے آثار نظر آرہے تھے اس نے آتے ہی پُوچھا کہ تم میں سے محمد رسول اللہؐ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا تو کہنے لگا: یارسول اللہؐ! مجھے آپ بتائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتایا ہے یا میں بتاتا ہوں جو مجھے میرے بتوں نے مجھے کہا ہے۔ آپؐ نے اسے اسلام پیش کیا تو وہ کہنے لگا، یارسول اللہؐ! میرا نام غسان بن مالک العامری ہے۔ ہمارے ہاں ایک بُت ہے جس کو ہر قسم کی قربانیاں پیش کی جاتی ہیں۔ ایک عصام نامی شخص قربانی دے رہا تھا کہ بُت میں سے آواز آئی:

"یاعصام یاعصام بلغ الانام جاء الاسلام، بطلت الاصنام وحقنت الدماء ووصلت الارحام وظہرت الحنفیہ ، والسلام"

عصام ڈر کر باہر آگیا اور ہمیں خبر کی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپؐ کی خبر ہمیں پہنچی۔ انہی دنوں ایک طارق نامی آدمی قربانی کرنے کے لیے بُت کے پاس گیا، بُت سے آواز آئی:

"یا طارق! یا طارق بعث نبی الصادق
جاء بوحی الناطق من عزیز الخالق"

اس نے بھی باہر آکر ہمیں مطلع کیا۔ آپؐ کی خبریں ہمیں مزید پہنچ رہی تھیں۔ کچھ روز بعد میں بھی

قربانی کرنے کے لیے اس بت کے پاس گیا۔ جب فارغ ہوا بت سے آواز آئی:

"یاغسان بنی ھامہ الحق نبیاً یتھامہ لناھدیۃ السلام
ونجار لیہ الندامہ بداد واعیاء الی یوم القیامہ۔"

یہ بت اپنی جگہ سے اُٹھا اور منہ کے بل گر گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ و صحابہؓ نے یہ بات سُنی تو تکبیر خداوندی کہنے لگے۔ اس کے بعد غسان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس ضمن میں میں نے تین بیت کہے ہیں اجازت ہو تو پڑھوں۔ پھر اس نے اسی مجلس میں پڑھ کر سُنائے۔

عباس بن مرداس کا بُت

عباس بن مرداس بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن چراگاہ اونٹ چرا رہا تھا ناگاہ ایک سفید شتر مرغ نمودار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اس پر کوئی ایسا سفید پوش آدمی سوار ہے جو مجھے کہنے لگا: اے عباس بن مرداس۔

"الم تران الذی نزل بالبر والتقی یوم الثلثا وصاحب الناقۃ
العصوی۔"

میں ڈر کر اونٹوں سے باہر آگیا اور ایک بُت کے پاس آگیا جسے میں پُوجا کرتا تھا۔ اس کا نام ضماد تھا اس کے پاس جا کر میں نے اس پر ہاتھ رکھا اور اسے چُوما۔ ناگاہ بُت سے آواز آئی:

"قل القبائل من سلیم کلھا۔ ھلك الضماد وفاز اھل المسجد۔
ھلك الضماد وکان یعبد مرۃ۔ قبل الصلوٰۃ علی النبی المحمد۔
ان الذی جاء بالنبوۃ والھدیٰ۔"

اس کے بعد میں ڈرتا ڈرتا باہر آیا اور اپنی قوم کو سارا ماجرا سُنایا اور تین ہزار آدمی لے کر میں مدینہ میں پہنچا۔ مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مسکرا کر فرمایا: اے عباس! تمہارے نزدیک اسلام کیسا مذہب ہے؟ میں نے ہمارا قصّہ کہہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ آپؐ نہایت مسرور ہوئے۔ ہم سب مل کر اسلام لے آئے۔

حریم بارگاہِ رسالت میں

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حریم بن فاتک امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اپنے اسلام قبول کرنے کا قصّہ سُناؤں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ہاں۔

اس نے بتایا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا۔ اس کے نشانِ پا پر میں بھی چل نکلا۔ راستہ میں رات آ گئی۔ میں ایک ہولناک وادی میں پہنچ چکا تھا۔ میں نے بلند آواز سے یہ پڑھنا شروع کر دیا: ع

"اعوذ بالعزیز ھذا الوادی من سفہاء قومہ"

ہاتف نے آواز دی مرحبا! ؎

غد عایدا باللہ ذی الجلال

والمجد و نعماء و الافضال

واقراء اٰیات من الانفال

وحد اللہ و الابطال

مجھے اس کرخت آواز سے ڈر آنے لگا۔ جب میں اپنے حواس پر قابو پا چکا تو کہا: ؎

یا ایہا ہاتف ما تقول

ارشد عند کرام تضلیل

ہاتف نے میرے جواب میں کہا: ؎

ھذا رسول اللہ ذو الاٰیات

بیثرب یدعوا بالخیرات

یامر بالصوم و الصلوٰۃ

ینزع الناس من المنہیات

جب میں نے سُنا تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ کا رُخ کر لیا۔ مدینہ پہنچا تو جمعہ کا دن تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد سے نکل کر میری طرف آ رہے تھے۔ کہنے لگے: یرحمک اللہ۔ تیرے اسلام قبول کرنے کی خبر ہمیں پہنچ چکی ہے۔ میں نے کہا: مجھے پتہ نہیں وضو کیسے کیا جاتا ہے۔ مجھے وضو کرایا گیا۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو سرکارِ مدینہ ﷺ مسجد پاک میں منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ اس وقت آپ نے فرمایا: مامن مسلم توضاء فاحسن الوضوء ثم صلی صلوٰۃ یحفظہا و یعقلہا دخل الجنۃ۔

ایک روایت میں ہے، خریم کہتے ہیں میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں مالک بن مالک ہوں اور اہلِ نجد کا سردار ہوں۔ میں آنحضرتؐ کے پاس گیا اور ایمان لے آیا۔ مجھے یمن و نجد میں بھیج دیا گیا تاکہ میں وہاں کے لوگوں میں تبلیغِ اسلام کروں۔ اے حریم تم بھی جلدی کرو۔ اور اپنے آپ کو مدینہ پاک پہنچاؤ اور ایمان لے آؤ۔ میں تمہارے اونٹوں کو تلاش کرکے تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔ میں مدینہ کو چلا، جمعہ کے وقت وہاں پہنچا تو رسول اللہؐ منبر پر خطبہ فرما رہے تھے۔ میرے دل میں آیا کہ اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر سلا دوں۔ جب نماز سے فارغ ہوں گے تو مسجد میں جا کر رسول اللہؐ کو اطلاع کروں گا۔ چنانچہ میں نے اونٹنی کو سلا دیا ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ ابو ذرؓ باہر آرہے ہیں اور آتے ہی کہنے لگے: اے حریم خوش آمدید۔ مجھے رسول اللہؐ نے تمہارے استقبال کو بھیجا ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ تمہارے اسلام قبول کرنے کی خبر ہمیں پہنچ گئی ہے تم مسجد میں آکر نماز ادا کرو۔ میں مسجد میں داخل ہوا، لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے میرے حالات سے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے تمہیں وعدہ دیا تھا اس نے پورا کر دیا ہے اور تمہارے اونٹوں کو تمہارے گھر پہنچا دیا گیا ہے۔

یہ وہ خبریں تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک پہنچائیں۔ علاوہ ازیں ابھی بہت سے ایسے واقعات ہیں جو مبسوط کتابوں میں درج ہیں مگر ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

دستِ شفقت

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہؐ نے یمن میں بھیجا کہ وہاں عدل و انصاف کا منصب سنبھالوں اور احکامِ شریعت کے مطابق فیصلے دوں۔ میں نے عذر کیا کہ میں قضا و عدل پر ماہر نہیں ہوں۔ آپؐ نے میرے سینے پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا: اللھمّ اھد قلبہ و سدد لسانہ۔ اس کے بعد عمر بھر مجھے فیصلہ کرتے وقت کبھی شبہ تک نہیں پڑا۔

سواد بن قارب ایمان لاتے ہیں

ایک دن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے تھے کہ ان کے پاس سے ایک شخص سواد بن قارب گزرا۔ لوگوں نے بتایا کہ اسے جنوں نے اسلام اور بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اسے کہا: کیا تم کاہن ہو؟ وہ بہت

غضب ناک ہوا اور کہنے لگا : آج تک یہ بات کسی نے مجھے نہیں کہی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: خفا نہ ہو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ حضورؐ کے ظہور کے متعلق کون سے جنّ نے اطلاع دی تھی؟ کہنے لگا، ایک دن میں نیم خوابی کے عالم میں تھا کہ ایک جنّ میرے پاس آیا اور مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر کہنے لگا، اسے سواد بن قارب اٹھو اور ہوش کر کے چند ضروری باتیں سُن لو۔ تمہیں پتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ خدا کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا: چھوڑو مجھے سونے دو۔ میں کل سے سو نہیں سکا۔ دوسری رات پھر وہی شخص آیا اور جو کچھ پہلی رات کہا تھا کہنے لگا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری رات پھر آیا مگر میں نے وعدہ کیا کہ میں صبح مدینہ جاؤں گا۔ دُوسرے روز میں مدینہ کو روانہ ہو کر وہاں پہنچا تو حضورؐ صحابہ کرامؓ میں بیٹھے تھے۔ میں نے اسلام قبول کرتے ہُوئے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائی جائے۔ آپؐ نے مجھے وہی اشعار سنائے جو خواب میں سُن چکا تھا۔ میں نے کہا: یارسول اللہؐ میں بھی چند اشعار لایا ہوں۔ میں نے پیش کئے: ؎

واشهد ان الله لا شئ غيره
وانك مامون على كل غائب

وانك ادنى المرسلين وسيلة
الى الله وابن الاكرمين الاطائب

فمرنا بما ياتيك يا خير من مشى
وان كان فيما جاء شيب الذوائب

وكن لى شفيعًا يوم لا ذو شفاعته
سواك بمغنى عن سواد بن قارب

اس حکایت سے رسول اللہؐ و صحابہ کرام بہت شادمان ہوئے کیونکہ میں نے خوشی کے آثار ان کے چہرے پر چمکتے ہوئے دیکھے۔ حضرت عمرؓ نے اس کہانی کو سواد بن قارب سے سنا تو اچھل کر بغل گیر ہُوئے اور پُوچھا: کیا وُہ جنّ اب بھی تمہارے پاس آتا ہے؟ کہا: جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے تو وہ نہیں آتا۔ خدا نے مجھے جنّ کے عوض قرآن اور حدیث عطا فرمائی ہے۔

شجر و حجر کی شہادت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے مجھے فرمایا کہ میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور یمن جاؤ۔ جب فلاں ٹیلے سے گزرو گے تو لوگ تمہارے استقبال کو آئیں گے۔ وہاں کھڑے ہو کر کہنا "یا حجر، یا مدر، یا شجر رسول اللہ یقرئکم سلام"۔ جب ہم اس ٹیلے پر پہنچے میں نے دیکھا کہ لوگ میری طرف چلے آرہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: یا حجر، یا مدر، یا شجر رسول یقرء علیکم السلام۔ زمین سے شور و غلغلہ اٹھا۔ جب وہاں کے لوگوں نے یہ سنا تو سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار آنحضرتؐ سے شکایت کی کہ "میں جو کچھ سنتا ہوں مجھے یاد نہیں رہتا"۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔ رسول اللہؐ نے اپنے ہاتھ پھیلا کر تین بار کوئی چیز پکڑ کر چادر میں پھینک دی اور حکم دیا کہ اسے اکٹھا کر کے اپنے سینے سے لگا لو۔ ابوہریرہؓ نے اکٹھا کر کے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد جو کچھ بھی سنتے کبھی نہ بھولتا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کا ایمان حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: "میری ماں مشرکہ تھی۔ میں نے بارہا کوشش کی کہ وہ اسلام لے آئے مگر ناکام رہا۔ ایک بار میں دعوتِ اسلام دے رہا تھا کہ اس نے رسول اللہ کی نسبت ایک خفیف سا لفظ کہا جو مجھے بہت ناگوار گزرا۔ میں روتا روتا دربارِ رسالتؐ میں پہنچا اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ میری ماں کو بھی اسلام نصیب ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اللّٰھم اھد ام ابی ھریرۃ۔ میں باہر آیا تاکہ یہ بشارت اپنی ماں کو پہنچاؤں۔ جب میں دروازے پر پہنچا تو اسے بند پایا اور اندر سے پانی کے غلغل کی آواز آرہی تھی۔ جب میری آواز سنی تو کہنے لگی: ابوہریرہ وہیں ٹھہرو۔ جب اس نے کپڑے پہن لیے اور دروازہ کھولا تو زبان سے کہا: انی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔ میں آنحضرتؐ کی طرف واپس گیا۔ اب میں انتہائے مسرت میں رو رہا تھا۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہؐ مبارک ہو۔ آپؐ نے میرے اور میری ماں کے حق میں جو دعا کی ہے وہ خدا نے قبول کر لی۔ پھر عرض کی، یا رسول اللہؐ! اب یہ دعا فرمائیں کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ بندگانِ خدا کے دلوں میں اچھا بنا دے اور انہیں بھی ہمارے دل میں اچھا بنا دے۔ جب حضورؐ نے دعا فرمائی تو کوئی مومن میرا نام نہیں سنتا

تاوقتیکہ خوش نہیں ہوجاتا۔

حضورؐ کی دُعا

نابغہ نے حضورؐ کی شان میں چند اشعار کہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ لا یفضض اللہ فاك وہ ایک سو بیس سال زندہ رہے مگر ایک دانت بھی نہ گرا۔

حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک قیس بن زید کے سر پر رکھا اور کہا بارك الله فیك یا قیس۔ وہ سو سال زندہ رہے مگر جہاں جہاں حضورؐ کا ہاتھ لگا بال سیاہ ہی رہے اور بڑھاپے کا اثر قبول نہیں کیا۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ایک جنگ میں مَیں باہر آکر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا ناگاہ حضورؐ بھی تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ سایہ میں آجائیے۔ آپؐ آ گئے۔ میرے تھیلے میں ایک کھیرا تھا میں نے نکالا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ میں نے بتایا مدینہ سے اٹھایا تھا۔ میرا ایک دوست تھا جو میرے اُونٹ چرا رہا تھا۔ میرے اونٹوں کو آگے لگائے جارہا تھا۔ اس کے کندھے پر دو کپڑے تھے جو پُرانے ہو چکے تھے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا اس کے پاس اس سے اچھے کپڑے نہیں تھے۔ میں نے بتایا کہ دو نئے کپڑے اور بھی تھے جو میں نے اسے سلا کر دیئے اور اس نے صندوق میں رکھ لیے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے بلاؤ اور کہو کہ نئے کپڑے پہنے۔ میں نے اسے بلایا اور اس نے نئے کپڑے پہن لیے اور چلا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ضَرَبَ اللہ عنقہٗ۔ یہ اس سے بہتر نہیں ہیں۔ یہ سنتے ہی کہا: یا رسول اللہ فی سبیل اللہ۔ آپؐ نے کہا: فی سبیل اللہ۔ وہ آدمی اس جنگ میں قتل ہوگیا۔

ایک جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی گُم ہوگئی۔ آپؐ نے دُعا کی تاکہ واپس آجائے۔ چند لمحوں کے بعد ایک گرد و باد کا جھونکا اسے ہانکتے ہانکتے لے آیا۔

حنظلہ بن جذیم نے آنحضرتؐ کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ حضورؐ نے دُعا مانگی بارك الله۔ راوی کہتا ہے کہ جب بھی کسی کا سر درد کرتا یا بکری کے پستان سُوج جاتے تو حنظلہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے: بسم اللہ علیٰ اثر ید رسول اللہ۔ اور اسے اس پر مل دیتا۔ اسی وقت اسے آرام آجاتا۔

حبیب بن فُویک نے حکایت کی ہے کہ میرا باپ مجھے رسول اللہؐ کے پاس لے گیا۔ میری

دونوں آنکھیں سفید ہوچکی تھیں اور کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا: تمہاری آنکھوں کو کیا ہوگیا؟ میں نے بتایا ایک دن میں اونٹ چرا رہا تھا کہ میرے پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑے۔ میری آنکھیں بے نور ہوگئیں۔ حضورؐ نے میری دونوں آنکھوں پر پھونکا، آنکھیں روشن ہوگئیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ اسی سال کی عمر تھی مگر سوئی میں دھاگہ آسانی سے ڈال سکتا تھا حالانکہ آنکھیں ابھی تک سفید ہی تھیں۔

ایک دفعہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کوئی چیز کھا رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھایا کرو۔ کہنے لگا دایاں ہاتھ تو منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ کہتے ہیں ساری عمر پھر اس کا دایاں ہاتھ منہ تک نہیں پہنچ سکا۔

کھل گئے گیسو تیرے رحمت کا بادل گھر گیا

ایک دن حضور علیہ السلام نماز جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص دروازے سے اندر آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہؐ ہمارے مویشی ہلاک ہوگئے اور ہمارے راستے رک گئے ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مینہ برسائے۔ رسول اللہؐ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا۔ انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آسمان پر بادل کا نام و نشان نہیں تھا۔ دفعتہً پہاڑ کی چوٹی سے تھوڑا سا بادل اٹھا اور آسمان کے درمیان آکر چھا گیا اور برسنے لگا۔ ہم ایک ہفتہ آفتاب نہ دیکھ سکے۔ دوسرے جمعہ کو وہی آدمی مسجد میں آیا حضورؐ خطبہ دے رہے تھے۔ عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے۔ دعا کریں کہ بارش رک جائے۔ حضورؐ نے پھر ہاتھ اٹھائے "اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ" بارش رک گئی۔ جب ہم مسجد سے باہر نکلے تو دھوپ چمک رہی تھی۔ اس قسم کی چیزیں آنحضرتؐ کی دعا سے اکثر رونما ہوئیں جن کی تفصیل کتابوں میں لکھی ہے۔

حضورؐ نے ایک دینار عروہ بن ابی الجعد البارقیؓ کو دیا کہ اس سے بکری خرید لاؤ۔ وہ دو بکریاں خرید لائے اور دوسری کو ایک دینار میں بیچ دیا اور دینار اور ایک بکری آپ کے پاس لے آئے حضورؐ نے اس کے حق میں دعا کی اور فرمایا: بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ صَفْقَتِکَ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ کے بازار سے اس وقت تک لوٹا نہیں کرتا تھا جب تک چالیس ہزار درم نفع نہیں کما لیتا تھا۔

وہ کہتے ہیں کہ کوفہ کے مالدار ترین آدمیوں میں سے تھا۔

سعد بن ابی وقاص کے حق میں آنحضرتؐ نے فرمایا: اللھم استجب لسعد اذا دعاك۔ سعد مستجاب الدعوات بن گئے جو بھی دعا کرتے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا۔

مذلوک کہتے ہیں کہ میں اپنے غلام کے ساتھ آں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ حضورؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جہاں حضورؐ کا ہاتھ لگا سیاہ بال رہے باقی سفید ہو گئے۔

جعل اشجعی کہتے ہیں کہ میں ایک جنگ میں کمزور گھوڑی لے گیا۔ حضورؐ نے اپنا تازیانہ اٹھا کر اسے مارا اور فرمایا اللّٰھم بارك فیھا۔ پھر میں نے اسے کسی سے پیچھے نہیں دیکھا۔ میں نے اس کی نسل سے بارہ ہزار درہم کمائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک بار ایک آدمی نماز پڑھتے پڑھتے اپنے لمبے بالوں کو زمین پر نہیں آنے دیتا تھا کہ خاک آلودہ نہ ہو جائیں۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا: اللّٰھم اقبح شعرہٗ کہتے ہیں اس کے بال اسی وقت گر گئے۔

ثعلبہ کی دنیاداری

ثعلبہ بن حاطب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہؐ دعا فرمائیں اللہ مجھے مال و دولت دے۔ آپؐ نے فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑی دولت اچھی ہوتی ہے جس کا شکر ادا کیا جا سکے۔ زیادہ دولت جس پر شکر الٰہی ادا نہ کیا جائے کس کام کی۔ ثعلبہ تم کو میری طرح نہیں ہونا چاہئے۔ اگر میں چاہوں کہ یہ پہاڑ سونے کا میرے ساتھ چل پڑے تو چل پڑے۔ ثعلبہ نے پھر کہا "یا رسول اللہؐ! میرے لیے دعا کریں کہ مجھے دولت ملے۔ مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو سچا رسول بنا کر بھیجا مال و دولت کی وجہ سے جو حق بھی مجھ پر عائد ہوگا اسے بجا لاؤں گا۔" آپؐ نے فرمایا: "تھوڑا مانگو، جس کا شکر ادا کر سکو۔ اس زیادہ سے اچھا ہے جس کا شکر ادا نہ ہو سکے۔" اس نے پھر کہا: آپؐ دعا تو فرمائیں مجھے زیادہ دولت ملے۔ آپؐ نے دُعا کی اللھم ارزقہ مالاً۔ اس کے بعد چند بکریاں خریدیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں اتنی برکت دی کہ سارے مدینہ میں سما نہیں سکتی تھی وہ مدینہ سے باہر چلا گیا۔ دن کو دربارِ رسالت میں حاضر ہوتا رات کو غیر حاضر رہتا۔ اس کی

بکریاں بڑھتی گئیں اور دُور تک پھیلتی گئیں اور اسے بھی دوری ہوتی گئی۔ حتّٰی کہ وہ جمعہ کے روز آنے لگا۔ جب بکریاں اور بڑھ گئیں تو جمعہ اور نماز باجماعت سے بھی قاصر ہونے لگا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے کچھ عرصہ اسے نہ دیکھا تو اس کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے اس کا سارا حال بتایا۔ ایک دن فرمایا: ثعلبہ! خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کر دی ہے اور دو آدمیوں کو مقرر کیا تاکہ اس سے زکوٰۃ وصول کریں جب ثعلبہ کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا: جو خط تمہارے پاس ہے مجھے دکھاؤ۔ وہ دیکھ کر کہنے لگا: یہ تو جزیہ ہے اب جاؤ کل آنا۔ پہلے دوسروں سے فارغ ہولو۔ جب وہ چلے گئے ایک روز بنی سلیم کے آدمی نے جب یہ خبر سُنی کہ حضور ﷺ کے صحابہ زکوٰۃ وصول کر رہے ہیں تو زکوٰۃ کے لیے بہترین اُونٹ پیش کیے اور کہا: جو مجھ پر واجب ہے اس سے یہ زیادہ ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں زیادہ اور اچھی چیز پیش کروں۔

جب دوسری بار ثعلبہ کے پاس گئے تو اس نے کہا: مجھے پھر کتاب دکھاؤ۔ پھر کہنے لگا: یہ تو تم جزیہ وصول کر رہے ہو اب چلے جاؤ مجھے سوچ لینے دو پھر آنا۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو ابھی انہوں نے حضور ﷺ کو کچھ نہ کہا تھا کہ آپ نے فرمایا: ثعلبہ بن حاطب پر افسوس ہے اور آپ نے مردِ سلمی کے لیے دعائے خیر کی۔ خدا تعالیٰ نے ثعلبہ کے متعلق آیت نازل فرمائی: ومنهم من عهد الله الٰی قوله وبما کانوا یکذبون۔ ثعلبہ کے عزیزوں نے سُنا تو اسے خبردار کیا اور کہا ثعلبہ تم تو تباہ ہو گئے۔ قرآن نے تمہارے متعلق یوں فرمایا ہے۔ ثعلبہ دوڑا ہوا آپ کے پاس آیا اور کہا کہ "یہ لیجئے میرے مال کی زکوٰۃ۔" آپ نے فرمایا: خدا نے تمہارے مال کی زکوٰۃ لینے سے منع فرمایا ہے۔ ثعلبہ رو رہا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: جو کچھ تم نے کیا خود کیا۔ حضور نے اس سے زکوٰۃ قبول نہ کی۔ جب آپ کا وصال ہوا ثعلبہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مالِ زکوٰۃ لے گیا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے میرے آقا نے قبول نہیں فرمایا میں کیسے لے سکتا ہوں اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی قبول نہ فرمائی۔ البتہ[1] عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اجتہادی طور پر قبول کر لی وہ خلافتِ عثمانی میں ہی فوت ہُوا۔

حضور ﷺ کے ہاتھ سے چہرہ چمک اُٹھا

قتادہ بن ملحان آپ کی خدمت میں آیا تو اپنے دستِ مبارک اس کے مُنہ پر پھیرا۔ جب وہ

لہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہاں کتاب میں تحریف معلوم ہوتی ہے۔

بوڑھا ہوا تو تمام اعضاء پر اثر پیری ظاہر ہوا مگر چہرہ نوجوان کی طرح خوش وضع دکھائی دیتا تھا راوی کہتا ہے موت کے وقت میں اس کے پاس بیٹھا تھا ایک عورت میرے پیچھے سے گزرتے ہُوئے اسے دیکھنے لگی تو اس کے منہ سے ایسے دکھائی دیتا تھا جیسے آئینے میں دیکھ رہی ہو۔

دعائے تالیف القلوب حضرت جابرؓ کہتے ہیں ایک دفعہ حضورؐ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک عورت نے فریاد کی کہ میرا خاوند مجھے تنگ کرتا ہے اور مجھے نزدیک نہیں آنے دیتا۔ مجھے نجات دلائیں۔ حضورؐ نے اس کے خاوند کو بلایا اور پوچھا تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اسے عزیز رکھتا ہوں اور چاہتا ہُوں وہ میرے پاس رہے۔ اس عورت نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ رُوئے زمین میں اس سے بُرا مجھے کوئی نہیں لگتا۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور کہا: اے اللہ انھیں ایک دوسرے سے پیوستگی اور محبت عطا فرما۔ جابرؓ کہتے ہیں ایک ماہ گزرا ہوگا ہم پھر بازار سے گزر رہے تھے وہی عورت سر پر چمڑے اٹھائے جا رہی تھی، پھینک کر حضورؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں گواہی دیتی ہُوں کہ آپؐ خدا کے سچے رسول ہیں۔ آج مجھے میرے خاوند سے محبوب ترین انسان دنیا میں کوئی نہیں۔

حضورؐ نے ایک آدمی کو کہیں بھیجا اور اس نے جھُوٹ کہہ دیا کہ میں وہاں سے ہو آیا ہوں حضورؐ نے بد دعا کی۔ چند دنوں کے بعد وہ مرا پایا گیا۔ اس کا پیٹ پھٹا تھا۔ قبر میں دفن کیا گیا مگر قبر بھی اسے قبول نہ کرتی تھی اور اسے باہر پھینک دیتی (العیاذ باللہ)۔

اعرابی پر شفقت حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن آسمان پر بادل تھے ہم مسجد میں تھے۔ سب صحابہ جمع ہُوئے۔ ہمارا گمان تھا کہ نمازِ ظہر قضا ہو گئی۔ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: کیا تم نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی؟ ہم نے کہا حضورؐ ابھی تک گھر میں ہیں آواز دیں۔ اس نے زور سے کہا: الصلوٰۃ یا رسول اللہؐ۔ آپؐ غضبناک ہو کر نکلے، اور ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: کون ہے آواز دینے والا؟ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہؐ میں ہوں۔ آپؐ نے اسے ایک لاٹھی دے ماری۔ جب ہم نے نماز پڑھ لی اور بادل چھٹ گیا۔ سُورج کو دیکھا گیا تو اسی جگہ سے پھٹا ہوا تھا جہاں آپؐ نے لاٹھی ماری تھی۔ اعرابی کو اپنے پاس بلایا اور کہا اس وقت میرے احباب میرے پاس تھے۔ میں ایک ضروری حاجت بارگاہ رب العزت

میں پیش کر رہا تھا۔ مجھے خدا کی قسم جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد کے لیے جب وہ دینی کام میں معروف تھے سورج پلٹ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ بزرگ تر ہے وہ پھر آفتاب پلٹ سکتا ہے۔ اس کے بعد اعرابی کو فرمایا: جو لاٹھی میں نے تمہیں ماری ہے مجھے مار لو۔ اعرابی کہنے لگا، یا رسول اللہ! یہ تو نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا: اچھا پھر مجھے معاف کر دے۔ کہنے لگا میں تو آپ کا محتاج ہوں۔ حضور نے اسے ایک اونٹ عنایت فرما دیا اور فرمایا، العدل من ربکم جل جلالہٗ۔

درخت خدمتِ اقدس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو کس دلیل سے پیغمبر تسلیم کر لوں؟ آپ نے فرمایا: اگر اس کھجور کے درخت کو کہوں کہ ادھر چلا آئے کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ کہنے لگا: ہاں۔ کھجور کو بلایا گیا تو درخت اپنی جگہ سے چلا آیا۔ وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ بعض روایات میں یوں لکھا ہے کہ حضور نے اس درخت سے خوشۂ خرما کو بلایا اور وہ زمین پر گر پڑا اور پھر کود کر حضور کے پاس آنے چاہتا تھا کہ حضور نے فرمایا: اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ۔ وہ اپنی جگہ پر جا لگا۔ وہ آدمی دیکھتے ہی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ پکار اٹھا۔

درخت پردہ کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے صحرا میں تشریف لے گئے جہاں کوئی اوٹ نہ تھی۔ آپ نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس درخت سے کہو کہ فلاں درخت کے پہلو میں آ جائے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو بلایا تو وہ دوسرے درخت کے پہلو میں آ کھڑا ہوا۔ حضور علیہ السلام اس درخت کے پیچھے قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

اونٹ سجدہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں رسول اللہ کے ساتھ مقامِ قبا کی طرف گیا۔ ایک اونٹ دیکھا جس سے آب رسانی کا کام لیا جا رہا تھا اونٹ نے دیکھتے ہی گردن جھکا دی۔ صحابہ نے دیکھتے ہی کہا: یا رسول اللہ! اونٹ کی نسبت آپ سجدہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

ایک فریادی اُونٹ کا واقعہ یعلی بن سیابہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن رسول اللہؐ کے ساتھ جارہا تھا۔ آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا تو ایک درخت دوسرے کے پہلو میں جاکر پناہ گاہ بن گیا۔ اس کے بعد آپ فارغ ہوئے تو درخت بھی اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ ایک اُونٹ اپنی گردن کو زمین پر رکھے اظہارِ اضطراب کرنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے اس قدر آنسو بہنے لگے کہ زمین تر ہوگئی۔ آپ نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ یہ اونٹ کیا کہتا ہے؛ یہ کہتا ہے کہ میرا مالک مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ حضورؐ نے اس کے مالک کو طلب کرکے فرمایا: یہ اونٹ مجھے دے دو۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ یہ تو محبوب ترین چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا: پھر اس سے بہتر سلوک کرو۔ کہنے لگا: اسے میں عزیز رکھتا ہوں اس کے بعد آپؐ کسی قبر پر تشریف لے گئے۔ صاحبِ قبر کو عذاب ہو رہا تھا۔ ان کا درمیانی فاصلہ تین چار گز تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک درخت کو کہو کہ دوسرے کے ساتھ مل جائے۔ جب دونوں باہم مل گئے تو آپؐ رفعِ حاجت سے فارغ ہوئے اور دونوں درخت اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے اور ہم روانہ ہوئے اس کے بعد ابھی تھوڑا ہی فاصلہ گئے تھے کہ ایک عورت ملی جس کے پاس ایک بچہ تھا۔ اس نے بتایا یا رسول اللہؐ! یہ بچہ دن میں تین بار آسیب زدہ ہوجاتا ہے۔ حضورؐ وہیں رُک گئے اور بچے کو اس عورت سے لے لیا اور اونٹ کے پالان پر بٹھا کر کہا: یاعدوّاللہ۔ بچے کو پھر لوٹا دیا واپسی کے وقت جب ہم اس جگہ آئے تو وہی عورت آئی اور دو بکریاں نذر کیں اور کہا یا رسول اللہ میرا یہ ہدیہ قبول فرمائیں۔ مجھے خدا کی قسم اس دن سے میرے بچے کو دیو نے نہیں اٹھایا۔ حضورؐ کے ارشاد پر ہم نے ایک بکری اس سے لے لی اور دوسری اسے واپس دے دی۔

تھوڑی دُور گئے تو راہ میں ایک اونٹ نظر آیا جو حضورؐ کے سامنے سجدہ ریز ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کو بلاؤ۔ جب سب جمع ہوگئے تو آپؐ نے پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ انصار میں سے ایک نے بتایا کہ یہ میرا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: تم نے اسے کیا تکلیف دی ہے؟ کہنے لگا: بیس سال سے ہم اس کے ذریعہ آب کشی کر رہے ہیں اب ہم اسے ذبح کرنا چاہتے ہیں مگر یہ بھاگتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اسے میرے پاس فروخت کردو۔ کہنے لگے یہ آپ کا مال ہے۔ آپؐ نے فرمایا: پھر اس سے اچھا سلوک کرو تاکہ اس کی باقی عمر آرام سے گزرے۔ یہ واقعہ دیکھنے کے بعد صحابہ نے کہا:

یارسول اللہ ہم چوپایوں سے آپ کے سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں ۔آپ نے فرمایا: کسی کو سوائے خدا کے سجدہ جائز نہیں ۔اگر جائز ہوتا تو عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کرتیں ۔

درخت سلام کرتے ہیں

یعلی بن امیہؓ ثقفی کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام کی رفاقت میں ایک اُونٹ کے پاس سے گزرے ۔جب اس اونٹ نے حضور علیہ السلام کو دیکھا گڑگڑانے لگا اور اپنا سر زمین پر مارنے لگا ۔حضور علیہ السلام یہ دیکھ کر ٹھہر گئے اور فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک شخص آیا اور عرض کی: حضورؐ! یہ میرا ہے ۔حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے مجھے دے دو ۔اس نے کہا میں اسے آپؐ کو دیتا ہوں ۔حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے ہبہ نہ کرو بلکہ میرے پاس بیچ دو ۔اس نے کہا: نہیں میں تو آپ کو ہبہ کرتا ہوں ۔پھر کہنے لگا: میرے گھر والوں کے لیے صرف یہی اُونٹ وجہ معاش ہے ۔آپؐ نے سنا تو فرمایا: اس بیچارے کا تم نے کیا حال بنا رکھا ہے ۔یہ کثرتِ کار اور قلتِ خوراک کی شکایت کر رہا ہے ۔اس سے بھلائی کرو ۔اس کے بعد ہم وہاں سے چل کر ایک جگہ ٹھہرے ،حضور علیہ السلام سو گئے ۔ہم نے دیکھا کہ ایک درخت زمین کو پھاڑ کر چلا آ رہا ہے تاکہ حضور علیہ السلام پر سایہ کر دے جب حضور علیہ السلام بیدار ہُوئے تو وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا ۔ہم نے حضور علیہ السلام کو بتایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ درخت تھا جس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی تھی کہ وہ رسولِ خدا کو سلام پیش کرے ۔

غیر اللہ کو سجدہ درست نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک بار حضورؐ اپنے جلیل القدر صحابہؓ کے ساتھ ایک باغ میں تشریف لائے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپؐ کے ساتھ تھے ۔اس باغ میں بہت سی بکریاں تھیں ۔آپؐ کو دیکھ کر بکریاں سجدہ میں گر پڑیں ۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یارسول اللہؐ! بکریوں کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ مستحق ہیں ۔آپؐ نے فرمایا: نہیں غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں ۔اگر جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں ۔

آپؐ کے گھر میں ایک جنگلی جانور تھا ۔جونہی حضورؐ گھر سے باہر تشریف لے جاتے وہ کھیلنے کودنے لگتا ۔جب حضورؐ گھر تشریف لاتے تو دو زانو ہو کر مؤدب بیٹھ جاتا ۔

پانی میٹھا ہو گیا ایک یمنی صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودا جس سے کھارا پانی نکلا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو حضورؐ نے مجھے ایک لوٹا پانی کا دیا جسے میں نے کنویں میں ڈالا تو پانی میٹھا ہو گیا۔

زیاد بن حارث الصدائی کا بیان ہے جب میری قوم ایمان لائی تو حضورؐ کی خدمت میں عرض کرنے لگی: یا رسول اللہؐ! ہمارے پاس ایک کنواں ہے جب موسم سرما ہوتا ہے تو پانی دیتا ہے لیکن گرمیوں میں پانی کی قلت ہو جاتی ہے۔ اس سے پیشتر جب پانی کم ہوتا تو ہم گرد و نواح کے کنووں پر چلے جاتے تھے مگر اب وہ سب کے سب ہمارے دشمن ہو گئے ہیں۔ ہمارے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے اور پانی سردیوں اور گرمیوں میں وفا کرے۔ حضورؐ نے سات سنگریزے منگا کر اپنے ہاتھ میں ملے اور کچھ دعا پڑھی اور کہا: جب تم کنویں پر جاؤ تو یہ سنگریزے اس میں گرا دینا اور اللہ کے نام کو یاد کریں۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ کہتے ہیں اس کنویں میں اتنا پانی ہو گیا کہ اس کی گہرائی پر نگاہ نہیں کی جا سکتی تھی۔

سعد مولیٰ ابی بکرؓ نے کہا ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے۔ ایک منزل پر رُک کے مجھے فرمایا: اے سعد نیچے آؤ اور اس بکری کا دودھ دوہ لو۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ خشک بکری ہے۔ لیکن جب میں نے اسی موضع میں ایک بکری کو دیکھا تو اس کے پستان دودھ سے بھرے نظر آئے۔ اور جب تک وہاں رہے ہیں دودھ اس سے دوہتا رہا۔ جب ہم روانہ ہونے لگے تو ایک شخص کو کہا کہ اس کو خیال میں رکھنا۔ جب ہم روانہ ہوئے تو وہ بکری کہیں نظر نہ آئی۔ اس طرح مجھے دیر ہو گئی۔ حضورؐ نے پوچھا: سعد تم کہاں تھے؟ میں نے کہا کہ میں تیاری میں مشغول تھا تو بکری غائب ہو گئی۔ آپؐ نے فرمایا: اس بکری کو اس کا مالک لے گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ ایک عورت آنحضرتؐ کے پاس آئی۔ اس کے پاس اس کا بچہ تھا۔ اس نے بتایا: میرے اس بچے کو صبح و شام دورہ پڑتا ہے اور کئی نامنا سب کام کرتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ ملا اور دُعا فرمائی۔ اس بچے کو قے آئی اور اس کے پیٹ سے کُتے کے سیاہ بچے کی طرح کچھ نکلا اور بھاگ گیا۔

حضرت انس ابن مالکؓ کا بیان ہے کہ زید بن ارقمؓ کی آنکھ میں درد تھا۔ میں عیادت

کے لیے گیا تو دیکھا کہ حضور علیہ السلام بھی پاس ہی کھڑے ہیں۔ انہوں نے لعابِ دہن آنکھ میں ڈال کر کہا لیس علیک باس۔ ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ صبح جب حضورؐ کے پاس آئے آپؐ نے پوچھا، زیدؓ تمہارا کیا حال ہے؟ اگر تمہاری آنکھیں ویسے ہی رہتیں تو کیا ہوتا؟ زیدؓ نے کہا، یا رسول اللہؐ میں صبر کرتا اور صبر کا پھل حاصل کرتا۔ آپؐ نے فرمایا، قسم ہے اللہ کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تمہاری آنکھیں اسی طرح رہتیں اور تو صبر کرتا تو اللہ کے پاس بخشا ہوا پہنچتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

عتبہ بن فرقد کی ایک بیوی کا بیان ہے کہ ہم عتبہ کی چند بیویاں تھیں۔ ہماری یہی کوشش ہوتی کہ اچھی خوشبو لگا کر اس کے پاس رہیں کیونکہ اس سے بہترین قسم کی خوشبو آتی تھی اس نے کبھی خوشبو استعمال نہیں کی تاہم اس کی خوشبو ہماری کوششوں سے کہیں زیادہ ہوتی۔ اگر وہ باہر کہیں مجلس میں چلا جاتا تو ساری مجلس مہک جاتی۔ لوگوں نے ایک دن اس سے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ مجھے ایک دفعہ ایک ایسا پھوڑا نکلا جس کی بُو مجھے پسند نہ تھی۔ حضورؐ نے اس پر دم فرمایا اور مجھے عمر بھر خوشبو آنے لگی۔

ہاتھ کا درد جاتا رہا

جرہد سلمی حضورؐ کے پاس آئے۔ اس وقت کھانا تیار تھا۔ جرہد کا دایاں ہاتھ درد کر رہا تھا اس نے کھانا کھانے کے لیے اپنا بایاں ہاتھ آگے کیا حضورؐ نے فرمایا، اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ جرہد بولے، یا رسول اللہؐ میرا دایاں ہاتھ تو درد کرتا ہے۔ حضورؐ نے دم فرمایا تو ہاتھ کا درد جاتا رہا پھر عمر بھر درد نہیں ہوا۔

ایک اور صحابیؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ ایک روز پہلے اس کا ایک ہاتھ ٹوٹ گیا تھا اور اس پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپؐ نے اسے اپنے پاس بلا کر پٹی کھول دی اور اپنا دستِ مبارک وہاں مل دیا اسی وقت تندرست ہو گیا۔ لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا تھا کہ کون سا ہاتھ ٹوٹا تھا۔ کھانا آیا تو سب نے کھایا۔ بچے کو کہا گیا کہ اس پٹی کو اپنے گھر لے جانا پھر کام آئے گی۔ جب وہ بچہ اپنی قوم کی طرف واپس گیا تو وہاں ایک بوڑھا آدمی تھا جو ابھی ایمان نہیں لایا تھا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ کا کیا حال ہے۔ اس نے سارا قصہ سنایا تو وہ اسی وقت جا کر مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام ابی طلحہؓ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو بہت سست رفتار تھا آپ نے ایڑی لگائی تو اس قدر تیز گام ہوا کہ اس کے بعد سب گھوڑوں سے سبقت لے جانے لگا۔

شرحبیل جعفیؓ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ہاتھ پر ایک پھوڑا تھا اور کہا: یارسول اللہؐ اس نے مجھے سخت تکلیف دی ہے۔ نہ تو تلوار کا دستہ پکڑ سکتا ہوں اور نہ ہی گھوڑے کی لگام۔ آپؐ نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر کہا اسے کھولو۔ میں نے کھولا تو آپؐ نے لعابِ دہن لگا دیا۔ میرا ہاتھ اس قدر صحت یاب ہوا کہ مجھے پتہ نہ چلتا کہ درد کہاں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بیمار تھا حضور علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ میرے پاس تیمارداری کے لیے آئے۔ میں بے ہوش پڑا تھا۔ حضورؐ نے وضو فرما کر پانی مجھ پر چھڑکا۔ میں اس وقت ہوش میں آکر صحت یاب ہو گیا۔

زانی کا نفسیاتی علاج

ایک نوجوان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یارسول اللہؐ مجھے اجازت دیں کہ میں زنا کرتا رہوں۔ صحابہؓ کو اس کے اس سوال سے سخت غصہ آیا مگر حضورؐ نے اسے پاس بٹھا کر پوچھا، کیا تمہیں یہ چیز پسند ہے کہ لوگ تمہاری ماں سے زنا کریں؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: دوسرے لوگ بھی اس طرح پسند نہیں کرتے۔ فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ دوسرے تمہاری بیٹی سے زنا کریں؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: اسی طرح لوگ بھی نہیں چاہتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ لوگ تمہاری ہمشیرہ سے زنا کریں۔ کہا: نہیں۔ فرمایا: اسی طرح کوئی بھی اپنی بہن سے زنا کرنا پسند نہیں کرے گا۔ بعد ازاں حضورؐ نے اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر پھیر کر کہا: اللھم اغفر ذنبہ۔ طھر قلبہ۔ حصن فرجہ۔ پھر اس نے کسی کی طرف کبھی التفات نہ کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے حضور علیہ السلام کے پاس ایک باتونی اور درشت گو عورت آیا کرتی۔ ایک دن جب حضورؐ گھر پر موجود تھے آئی، حضورؐ بھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ وہ آتے ہی کہنے لگی: دیکھو آپ اس طرح بیٹھے ہیں جیسے بندے بیٹھا کرتے ہیں اور اس طرح کھا رہے ہیں جیسے بندے کھاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: ہاں میں بندہ ہوں۔

اور بندوں کی طرح بیٹھتا اور کھاتا ہوں۔ پھر وہ عورت کہنے لگی: مجھے گوشت دو۔ حضورؐ نے اسے جو کچھ تھا، دے دیا۔ پھر کہنے لگی: میرے منہ میں ڈالیں۔ آپؐ نے ویسا ہی کیا۔ پھر کہنے لگی جو کچھ آپ خود کھا رہے ہیں وہ مجھے کھلائیں۔ آپؐ نے پھر ویسا ہی کیا مگر اس کے بعد آپؐ نے اس بطالہ سے بات تک نہ کی۔

ایک عجیب واقعہ

رافع بن خدیج کا بیان ہے کہ ایک دن میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتا کیا ہوں کہ آپ کے پاس ایک دیگ ہے جسے پکایا جا رہا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ مجھے گوشت کا ایک بڑا سا ٹکڑا عنایت فرمائیں مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میں نے لے کر کھا لیا مگر پورا ایک سال میرا پیٹ درد کرتا رہا۔ میں نے آپؐ کے پاس جا کر عرض کی۔ آپ نے کہا کہ اس گوشت پر سات آدمیوں کا حق تھا۔ آپؐ نے میرے پیٹ پر ہاتھ مارا تو وہ ٹکڑا باہر جا پڑا۔ اس کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔ مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اس کے بعد میرے شکم میں درد کی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

دستِ نبوت کی عصمت

ابو شہم کہتے ہیں کہ میں مدینہ کو جا رہا تھا راستہ میں مجھے ایک حسین ترین عورت دکھائی دی۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا جب لوگ روانہ ہوئے تو میں بھی اُن کے ساتھ ہی ہو لیا۔ میں نے مدینہ پہنچ کر چاہا کہ حضورؐ سے بیعت کروں۔ تو آپؐ نے اپنا دستِ مبارک کھینچ لیا اور اشارۃً مجھے بتا دیا کہ یہ ہاتھ نامحرم عورتوں کو چھوتا رہا ہے۔ نبی کا ہاتھ اسے اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ میں نے وعدہ کرتے ہوئے یقین دلایا کہ یہ خطا آئندہ سرزد نہ ہو گی۔ پھر مجھے شرفِ بیعت بخشا گیا۔

اُمت کا پہلا فتنہ گر

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک دوسرے شخص کی زیادتی عبادت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ وہ شخص وہیں نمودار ہو گیا۔ آپؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص کے چہرہ سے مجھے شیطان کے آثار نظر آتے ہیں۔ جب وہ آپؐ کے نزدیک آیا تو آتے ہی سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے حلفیہ بتاؤ جب تم اس مجلس کی طرف آ رہے تھے کیا تم اپنے آپ کو سب سے بہتر نہیں سمجھتے تھے؟ وہ کہنے لگا: ہاں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور زمین پر ایک لکیر کھینچی اور مسجد بنا کر

نماز میں کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے حکم دیا کون ہے جو جا کر اسے قتل کر دے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ! میں جاتا ہوں۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ واپس آکر حضورؐ کو بتایا کہ وہ نماز میں تھا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا: کون ہے جو جا کر اسے قتل کر دے۔ حضرت عمرؓ اُٹھے اور انہوں نے بھی یہ منظر دیکھ کر ہاتھ روک لیا اور واپس آکر بتا دیا۔ حضورؐ نے پھر تیسری بار فرمایا: کون ہے جو اسے قتل کر دے۔ حضرت علیؓ اُٹھے اور کہنے لگے: میں حاضر ہوں۔ جب آپؓ وہاں پہنچے تو وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ واپس آکر بتایا: یا رسول اللہؐ وہ تو نہیں ملا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ میری اُمت کا پہلا شخص ہوگا جو خارج ہوگا۔ اگر اسے قتل کر دیا جاتا تو اُمت میں دو شخصوں کے درمیان کبھی اختلاف رونما نہ ہوتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل اکثر فرقوں میں بٹ جائیں گے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔

انکسار و اخلاص کی قبولیت

ایک دن حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ صبح جو بھی شخص آئے کچھ نہ کچھ صدقہ ضرور کرے۔ حضرت عتبہ بن زیدؓ رات کو بارگاہِ ربّ العزّت میں دُعا مانگنے لگے۔ یا اللہ تو جانتا ہے کہ حضورؐ نے صدقہ کا فرمایا ہے مگر میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ میں اپنی عزت و آبرو کو صدقہ کرتا ہوں۔ صبح جب سب صحابی صدقہ لے کر پہنچے تو عتبہ بن زید بھی ساتھ ہی تھے۔ حضورؐ نے ان لوگوں پر نگاہ ڈالی جو صدقہ لے کر آئے تھے اور ساتھ ہی کہا: این المتصدق بعرضه البارحه۔ سب چپ رہے آپؐ نے پھر کہا: این المتصدق بعرضه البارحه۔ عتبہ بن زید نے کہا: یا رسول اللہؐ میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: قبله الله منك۔ اللہ نے اسے قبول فرما لیا ہے۔

شیطان چور کی شکل میں

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ مجھے رمضان میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کے مال کی نگہداشت کرنا۔ ایک رات مَیں بیٹھا تھا کہ کوئی آدمی آیا اور وہ چیزیں اٹھانے لگا۔ میں نے پکڑ کر بٹھا لیا اور کہا کہ تجھے صبح آنحضرتؐ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ میں اب کی بار نہیں آؤں گا۔ یہ اس لیے حرکت کی ہے کہ میں عیال دار اور محتاج ہوں۔ اس پر مجھے رحم آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ صبح کو حضورؐ نے فرمایا: اے ابوہریرہؓ! رات والے قیدی کو

تم نے کیا کہا۔ یا رسول اللہ! فداک امی و ابی! اس نے کہا تھا کہ وہ عیالدار ہے رحم کھا کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا تھا اور پھر آئے گا۔ دوسری رات میں چھپ کر بیٹھ گیا اور اسے پکڑ لیا اور کہا تم نے نہیں کہا تھا کہ پھر نہیں آؤں گا۔ اس نے پھر ایسی دردناک باتیں کیں کہ مجھے رحم آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ صبح حضورؐ نے پوچھا: ابو ہریرہؓ! رات والے قیدی کا کیا کیا۔ میں نے سارا ماجرا سنا دیا۔ آپؐ نے پھر کہا: اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر آئے گا۔ تیسری رات میں چھپ کر بیٹھا رہا جونہی وہ آیا میں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے کہا مجھے اب چھوڑ دے۔ میں تجھے چند ایسے کلمات بتاتا ہوں جس سے اللہ تجھے نفع دے گا۔ میں نے پوچھا: وہ کون سے ہیں؟ کہنے لگا: رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہاری حافظ و ناصر ہوگی اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے پوچھا: ابو ہریرہؓ! رات والے چور کا کیا بنا؟ میں نے بتایا کہ قصہ یوں ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ایک جھوٹے نے تمہیں بڑی سچی بات بتائی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شیطان تھا۔

ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے: مجھے میری ماں نے بھیجا تاکہ رسول اللہؐ سے کچھ مانگ لاؤں۔ جب میں آکر روبروئے مصطفیٰؐ بیٹھا تو آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: من استغنا اغنا اللہ ومن التعف اعفاہ اللہ ومن استکفی کفاہ ومن سال ولہٗ قیمتہ رویتہ فقد اکف۔ میں نے دل میں کہا کہ میری فلاں اونٹنی ایک اوقیہ سے تو ہر حال اچھی ہے میں یونہی لوٹ آیا اور کچھ نہ مانگا۔

تیمم کا طریقہ

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: جب آیت تیمم نازل ہوئی تو ہمیں پتہ نہ چلا کہ تیمم کیسے کرنا چاہیے۔ ہم حضور علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوئے تاکہ حضورؐ سے پوچھیں۔ وہاں پہنچے تو حضورؐ باہر تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر میری حاجت و سوال کو بھانپ گئے۔ حضور علیہ السلام نے پیشاب کیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور دونوں ہاتھوں سے چہرۂ انور کا مسح کیا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے کچھ نہ کیا۔ ہم واپس آگئے اور پھر مزید کوئی بات نہ پوچھی۔

جب صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ سے ہجرت کی تو وہاں کے نوجوانوں کی ایک جماعت

آپ کے تعاقب میں نکلی۔ صہیب نے اپنا تیروں والا تھیلا دکھاتے ہوئے انہیں کہا: تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے بہتر تیر انداز ہوں۔ خدا کی قسم جب تک میرے تھیلے میں ایک تیر بھی باقی ہے مجھے تم چھو بھی نہ سکو گے۔ انہوں نے کہا کہ مکہ میں جو ذخیرہ چھوڑ آئے ہو ہمیں اس کی خبر دے دو۔ ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اس نے انہیں خبر دی تو وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ جب مدینہ پہنچے تو حضورؐ نے فرمایا: ربح البیع یا ابا یحییٰ۔ حضورؐ نے یہ بات تین بار دہرائی تو یہ آیت نازل ہوئی:

"ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللّٰہ واللّٰہ رؤفٌ بالعباد۔"

جدیر کا صبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لشکر کسی مہم پر بھیجا اور سب کو زادِ راہ دیا مگر جدیر نامی ایک شخص کو بھلا دیا۔ جدیر نہایت صبر و شکر سے لشکر کے پیچھے پیچھے رہا اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا اور صبر کے نتیجہ کی امید کرتا تھا اور زبان سے

"لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ"

پڑھتا جاتا اور کہتا جاتا: میرے اللّٰہ یہی زادِ راہ سب سے اچھی ہے۔ جبرائیل امینؑ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کی طرف اس لیے بھیجا ہے کہ آپؐ کو خبر دوں کہ آپؐ نے لشکر روانہ کرتے وقت سب کو زادِ راہ عطا فرمائی مگر جدیر کو بھلا دیا وہ ذکرِ الٰہی کو زادِ راہ بنائے لشکر کے پیچھے جا رہا تھا۔ ہم اس کے اس صبر کا پھل زمین و آسمان کے نور سے دیں گے مگر آپ بھی اسے جلد از جلد زادِ راہ بھیجیں۔ آں حضرتؐ نے ایک آدمی کو بلا کر جدیر کے لیے راستہ کا خرچ دیا اور ساتھ ہی کہا کہ جب وہاں جاؤ تو سنو کہ جدیر کیا کہہ رہا ہے اور یاد کر لینا اور اسے کہنا کہ رسول اللّٰہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں سفر خرچ دینا بھول گئے تھے جبرائیلؑ نے مجھے یاد دلایا ہے اس لیے روانہ کر رہا ہوں۔ جب وہ آدمی جدیر کے پاس پہنچا اور حضورؐ کا پیغام پہنچایا تو اس کے منہ سے نکلا: الحمد للّٰہ رب العٰلمین ذکرنی ربی من فوق سبع سمٰوٰت و من فوق عرشہ ورحم جزعی وضعفی۔

پھر کہا:

یارب کما لم تنس عہدیاً فاجعل جدیراً لا ینساک۔

یہ الفاظ اس آدمی نے یاد کر لیے۔ جب واپس مدینہ میں پہنچا اور جا کر حضورؐ کو سنایا تو آپ نے فرمایا: تم بھی آنکھیں اٹھا کر دیکھ لو اس کے کلام کا نور زمین و آسمان کی بلندیوں میں نظر آ رہا ہے۔

ایثار کی ایک عمدہ مثال ایک دن حضورؐ نے صحابہ کو کہا کہ میں ایک جماعت ایک مہم پر بھیج رہا ہوں تم سب کے سب صدقہ دو۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: یا رسول اللہؐ! میرا نصف مال حاضر ہے اور نصف میرے اہل خانہ کے لیے ہے۔ ایک اور صحابی ایک صاع کھجوریں لے آیا اور کہا یا رسول اللہؐ! آج مجھے پانی کے ڈول کھینچنے کی مزدوری ملی تھی۔ ایک گھر چھوڑ آیا ہوں۔ منافقین نے عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق کہا کہ یہ صدقہ ریاست و حکومت کے لیے دے رہا ہے اور دوسرے صحابی کے متعلق کہنے لگے خدا اور رسول ایک صاع کھجوروں کے صدقے سے بے نیاز ہے جبرائیل امین پیغام لے کر آئے۔ "الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقات"

بنی کعبؓ کی غائبانہ دستگیری میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور علیہ السلام میرے ہاں قیام پذیر تھے کہ رات کو اٹھے اور وضو فرمایا۔ میں نے سنا کہ آواز آ رہی ہے لبیک، لبیک، لبیک۔ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہؐ! آپ کے ساتھ کون تھا جو گفتگو کر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: بنی کعب تھے جو میری مدد کے طالب تھے۔ انہیں گمان تھا کہ انہیں مکہ میں قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے تین روز بعد بنی کعب کی طرف سے ایک قاصد آیا جس نے بتایا کہ بنی کعب کو آپؐ کی مدد کی ضرورت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: لبیک لبیک۔ پس آپ مدینہ سے باہر آ کر روحا میں قیام پذیر ہوئے اور نگاہ کی تو دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ آپؐ نے فرمایا یہ بنی کعب کی امداد کے لیے آیا ہے۔

قضا نماز ادا کرنے کا حکم حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضورؐ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کون ہے جو نماز کے وقت کو

نگاہ میں رکھے۔ میں نے کہا کہ میں۔ آپ نے کہا نہیں نیند تو نہیں آ جائے گی۔ بہرحال میں نے حضورؐ کی اونٹنی کی مہار اپنی اونٹنی سے باندھ لی۔ آخر شب میں رسول اللہؐ نے فرمایا تھا، مجھے نیند نے دبا لیا اور دھوپ نکلنے سے پہلے جاگ نہ سکا۔ جب صبح اٹھ کر دیکھا تو اپنی اونٹنی وہاں ہی تھی مگر حضورؐ کی اونٹنی گم ہو گئی تھی۔ ایک آدمی نے کہا کہ اس طرف گئی ہوگی۔ ادھر جا کر دیکھا کہ اونٹنی کی رسّی ایک درخت سے اڑی ہوئی تھی اسے کھول کر لے آیا۔ پھر آپ نے اور دوسرے صحابہ نے وضو کیا۔ حضرت بلالؓ کو کہا گیا کہ اذان کہیں سنتیں ادا کیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سوئے نہ رہتے مگر وہ تمہیں سبق سکھانا چاہتا تھا تاکہ جو بھی سویا ہے یا وقت پر نماز نہ پڑھ سکے وہ اس طرح پڑھ لے۔

منافق کی موت

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے ساتھ شریک سفر تھا کہ ایک بھبوکا نمودار ہوا۔ آپ نے فرمایا: یہ بھبوکا ایک منافق کو تباہ کرنے کے لیے اٹھا ہے۔ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو اس دن ایک عظیم النفاق منافق مر گیا۔

شیطان بصورت خارپشت

قتادہ بن نعمان فرماتے ہیں: ایک رات سخت اندھیرا اور بادل تھے۔ میں موقعہ کو غنیمت جان کر حضورؐ کے ساتھ ہو لیا تاکہ آپؐ کے ساتھ نماز ادا کر لوں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ تم یہاں کیسے آ گئے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا کہ آپ کے ساتھ نماز ادا کر لوں۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی لکڑی کی چھڑی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: تمہارے گھر میں تمہاری اہلیہ کے ساتھ اس وقت شیطان بیٹھا ہے تم یہ چھڑی لے کر جاؤ اور اسی کی روشنی میں شیطان کو ایک جگہ چھپے پاؤ گے۔ اسی چھڑی سے اسے مارو۔ قتادہ مسجد سے نکلے اور اس چھڑی کی روشنی راستے کو روشن کر رہی تھی جب گھر پہنچے تو دیکھا کہ بیوی سو رہی ہے مگر ایک زاویہ میں شیطان کو بصورت خارپشت بیٹھا ہوا دیکھا انہوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ تو وہ باہر چلا گیا۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے۔ بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا، ہمارا خیال تھا کہ بارش ہوگی۔ آپ نے فرمایا: جو فرشتہ

ان بادلوں کو ہانک رہا ہے ابھی ابھی میرے پاس آیا تھا اور سلام کہہ کر بتا رہا تھا کہ ان بادلوں کو فلاں وادی کی طرف لے جا رہا ہوں۔ بعدازاں اونٹ سواروں کی ایک جماعت اسی طرف سے آئی اور ہم نے اس وادی کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اسی دن بادل برسا۔

ایک شخص ابوخدعہ نامی اہل قبا کی کسی عورت پر عاشق تھا مگر اس تک رسائی ناممکن تھی ایک دن اس نے بازار سے ایسا ہی کمبل خریدا جیسا رسول اللہ اوڑھا کرتے تھے اور اہل قبا کو جا کر کہنے لگا: مجھے رسول اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم مہمان بنا لو۔ یہ کمبل انہوں نے مجھے دیا ہے۔ لوگوں نے اس کے اطوار دیکھے تو وہ عورتوں کو حریص نگاہوں سے دیکھ رہا تھا انہیں خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ تو فواحش سے منع فرماتے ہیں مگر یہ شخص تو ویسا نظر نہیں آتا۔ دو آدمی آپ کی خدمت میں بھیجے گئے آپ اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا: یارسول اللہ! ابوخدعہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: کون ابوخدعہ؟ انہوں نے بتایا جسے آپ نے اپنا کمبل دے کر بھیجا ہے۔ آپ کا چہرہ غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:

"من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہٗ من النار"

اور ساتھ ہی حکم دیا فلاں فلاں آدمی جائیں اور اسے پکڑ کر قتل کر کے جلا دیں۔ مگر مجھے امید ہے تمہارے پہنچنے تک اس کا کام تمام کر دیا گیا ہو گا۔ جب یہ لوگ گئے تو وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ مگر باہر جا کر اس نے پیشاب کیا تو وہاں سے ایک زہریلا سانپ نکلا جس نے اسے ڈس لیا اور وہ وہیں مر گیا۔

حضور علیہ السلام ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کو جایا کرتے اور شہیدہ کہہ کے پکارا کرتے ام ورقہ کا ایک غلام اور کنیز تھی جسے سارا انتظام دے رکھا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دونوں نے متفق ہو کر انہیں شہید کر دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو کہا: صدق اللہ ورسولہٗ۔ چلو شہیدہ کی نماز جنازہ ادا کر آئیں اور زیارت کریں۔

خالد بن تبیخ کا قتل

ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو خالد بن تبیخ کو قتل کرے تو میرا دل اس سے فارغ ہو۔ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں جاتا ہوں آپ اس کا حلیہ بتا دیں تاکہ مجھے اس کے

تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم اسے دیکھو گے تو تمہارے دل میں خوف پیدا ہو جائے گا۔ عبداللہ کہنے لگے: "یارسول اللہؐ! مجھے قسم ہے اللہ کی جس نے آپؐ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے، میرے دل میں کبھی بھی خوف و ہراس نہیں آیا۔ خالد بن نبیخ اس وقت عرفات میں تھا عبداللہ بن انیس وہاں پہنچ گئے۔ ان کا بیان ہے شام سے پہلے عرفات میں مجھے ایک ایسا آدمی ملا جس سے میں ڈر گیا۔ میں سمجھ گیا یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر حضورؐ نے مجھ سے کیا تھا۔ مجھے پوچھنے لگا: تم کون ہو؟ میں نے بتایا کسی کام کو باہر آیا ہوں۔ آج رات تمہارے پاس رہوں گا اس نے کہا تم میرے ساتھ چلے آؤ۔ میں اس کے پیچھے ہو لیا۔ نمازِ دیگر تک میں ستنایا اور مجھے ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ بہرحال میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر تلوار کا ایک وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔

ایک ثقفی اور ایک انصاری باہم مشورہ کرنے کے بعد آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچے تاکہ آپؐ سے کوئی سوال پوچھ سکیں۔ ثقفی نے انصاری کو کہا: یہ تمہارا اپنا شہر ہے۔ تم جس وقت چاہو آپؐ سے سوال کر سکتے ہو؛ مجھے اجازت دو میں پہلے سوال پوچھ لوں۔ اجازت ملنے پر جب وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے پوچھا کہ تم سوال کرنا چاہتے ہو یا میں بتاؤں کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو؟ ثقفی نے کہا: آپ بتائیں۔ آپؐ نے کہا: تم نماز روزہ کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو۔ ثقفی نے قسم کھا کے کہا کہ میں محض یہ سوال ہی لے کر آیا تھا۔ حضورؐ نے نماز روزہ کی وضاحت فرمائی۔ پھر انصاری آیا اور آپؐ نے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارا سوال بتاؤں؟ انصاری نے کہا آپ خود بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم حج، روزِ عرفہ، حلق شعر اور طواف کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے۔ اس نے کہا: مجھے اللہ کی قسم میں یہی پوچھنے آیا تھا۔ پھر آپؐ نے ان مسائل پر روشنی ڈالی۔

شیطان کنویں پر

عمار بن یاسرؓ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ حضورؐ کے ہمراہ سفر تھا۔ ایک منزل پر قیام ہوا تو میں اپنا ڈول اور مشک لے کر پانی کے لیے نکلا۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں کوئی پانی سے روک دے گا۔ میں کنویں پر پہنچا تو ایک حبشی کو دیکھا جو کہہ رہا تھا۔ خدا کی قسم اس کنویں سے ایک ڈول بھی پانی نہ لے سکو گے۔ ہم دونوں دست و پا

ہو گئے۔ میں نے اس کے منہ اور ناک کو پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ پھر اپنی مشک بھر کر آنحضرت ؐ کے پاس پہنچا تو آپ ؐ نے پوچھا: کوئی شخص تمہیں کنوئیں پر ملا۔ میں نے سارا قصہ سُنایا تو آپ ؐ نے فرمایا جانتے ہو وُہ کون تھا؛ میں نے نفی میں جواب دیا تو حضور ؐ نے بتایا وہ تو شیطان تھا۔

وابصہ بن معبد کہتے ہیں کہ میں حضور ؐ کی خدمت میں تھا اور عہد کیا تھا کوئی بھی نیکی و بدی کی بات ایسی نہ ہوگی جسے آپ ؐ سے دریافت نہ کروں۔ میں نزدیک پہنچا تو صحابہ ؓ کی ایک جماعت آپ ؐ کو گھیرے بیٹھی تھی۔ میں نے چاہا کہ آپ ؐ کے نزدیک بیٹھوں مگر صحابہ ؓ نے مجھے دُور رہنے کو کہا مگر حضور ؐ نے مجھے دیکھ کر قریب آنے کو کہا۔ یہاں تک کہ میں آپ ؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا۔ آپ ؐ نے فرمایا کیا میں خود بتاؤں کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو؛ میں نے عرض کی؛ ہاں یا رسول اللہ ؐ۔ آپ ؐ نے فرمایا تم نیکی اور بدی کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہو۔ پھر حضور ؐ نے اپنی انگلیاں میرے سینے میں گاڑ دیں اور فرمایا:

یا وابصہ! یا وابصہ!! استفت قلبك! استفت نفسك البر ما اطمان الیہ القلب واطمانت الیہ القلب والاثم ما حاك فی القلب وتردد فی الصدر وان افتاك الناس وافتوك۔

عاشق رسول ؐ کی موت

حضرت ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ مدینہ میں دو ایسے آدمی تھے کہ ان میں سے ایک تو حضور ؐ سے کبھی کبھی جُدا ہوتا اور دوسرا کبھی کبھی حاضر ہوتا اور زیادہ کام بھی نہ کرتا۔ ایک دن اس حاضر باش شخص نے آپ ؐ سے پوچھا: یا رسول اللہ ؐ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ؐ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ کہنے لگا: حب اللہ وحب الرسول۔ آپ ؐ نے فرمایا: انك مع من احببت ولك ما احتسبت۔ وُہ دوسرا آدمی جو کم حاضر ہوتا تھا فوت ہو گیا۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے اسے بہشت میں جگہ دی ہے۔ صحابہ ؓ نے ایک دوسرے کو دیکھ کر اظہارِ تعجب کیا بعض اُٹھ کر متوفی کی بیوی کے پاس جا کر حضور ؐ کی بشارت سنانے لگے۔ اس کی بیوی نے کہا تمہارا تعجب کرنا صحیح ہے مگر مرحوم کی یہ عادت تھی کہ جب مؤذن اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہا کرتا تھا تو وہ کہا کرتا تھا: انا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد بہا مع کل شاھد۔ اکفی من

ابی۔اور جب موذن یہ کہتا اشہد ان محمد رسول اللہ تو کہا کرتا انا اشہد ان محمد رسول اللہ اشہد مع کل شاھد و آکفی من ابی۔ جب صحابہ رسولؐ واپس گئے تو حضورؐ نے فرمایا کیا تم مرحوم کی اہلیہ کے پاس گئے اور جو کچھ میں نے کہا تھا تم نے اسے خبر کی اور اس نے تمہیں اپنے شوہر کے متعلق بھی یوں کہا۔ سب نے کہا یا رسول اللہؐ! ہاں۔ آپؐ نے بتایا: اسی وجہ سے اللہ نے اسے بہشت میں جگہ دی ہے۔

دانائے کل عقبہ بن عامر الجہنی کا بیان ہے: ایک دن میں حضورؐ کی مجلس سے باہر جا رہا تھا تو مجھے چند اہل کتاب ملے جو کتابیں اٹھائے آ رہے تھے۔ مجھے کہنے لگے: اجازت حاصل کرو تاکہ ہم حضورؐ کو مل سکیں۔ میں واپس آیا تو آپؐ نے فرمایا: مجھے ان سے کیا سروکار! مجھے ایسی چیزیں پوچھتے ہیں جن کا مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں تو بندہ ہوں میں نہیں جانتا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ مجھے آگاہ نہ کر دے۔ پھر آپؐ نے کہا: پانی لاؤ۔ آپؐ نے وضو فرما کر دو رکعت نماز ادا کی۔ آپؐ کے چہرے پر اس سرور کا اثر نمایاں ہونے لگا اور کہا کہ جاؤ انہیں اور جس قدر صحابہ ہوں اندر لے آؤ۔ جب سب اندر آ گئے تو حضورؐ نے پوچھا کیا تم چاہتے ہو کہ جو کچھ تم پوچھنے آئے ہو اس کی خود ہی خبر دوں وہ جواب بھی دوں جو تمہاری اپنی کتابوں میں تحریر ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں وہ سوال بتائیں جو ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم قصۂ اسکندر دریافت کرنا چاہتے ہو۔ اور میں تمہیں وہی جواب دوں گا جو تمہاری کتابوں میں لکھا ہے۔ آپؐ نے سارا قصۂ اسکندر سنایا۔ وہ سب کے سب اعتراف کرنے لگے کہ واقعی ایسا ہی ہماری کتابوں میں درج ہے۔

حبیب بن مسلمہ آپؐ کے پاس مدینہ میں آ گیا۔ اس کا باپ بھی اس کے پیچھے آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! میرا بیٹا میرا دست و بازو ہے اسے میرے حوالے کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا: حبیب تم اپنے باپ کے ساتھ رہو وہ عنقریب فوت ہو جائے گا۔ کہتے ہیں وہ اسی سال مر گیا۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن آنحضرتؐ کے ساتھ رات بھر شریکِ سفر رہا۔ صبح سے پہلے ہم ایک جگہ منزل پر اُترے اور تھکاوٹ کی وجہ سے نیند نے

گھیر لیا۔ جب آنکھ کھلی تو دھوپ کی کرنیں ہمارے جسم چوم رہی تھیں۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ اٹھے۔ پھر حضرت عمرؓ۔ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا تو بلند آواز سے تکبیر کہی، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ بھی بیدار ہوئے۔ لوگ نماز کے ضائع ہونے کا شکوہ کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی فکر نہیں تم کوچ کرو۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے، تھوڑی دور جا کر حضورؐ نیچے اترے اور پانی طلب کیا۔ وضو کر کے سب کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی علیحدہ نماز ادا کر رہا ہے۔ آپؐ نے اسے پوچھا کہ نماز باجماعت کیوں ادا نہیں کی۔ وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ میں جنبی تھا اور پانی میسر نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس خاک پاک سے تیمم کر لیتے۔ اس کے بعد ہم پھر روانہ ہوئے لوگوں کو پیاس محسوس ہونے لگی۔ حضورؐ کے سامنے گئے اور جا کر پانی کی نایابی کی شکایت کی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور ایک دوسرے آدمی کو بلایا اور فرمایا: جاؤ، ہمارے لیے پانی لاؤ۔ وہ چلے گئے اور ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ ایک عورت آ رہی ہے اور اس کے اونٹ پر دو مشکیں لدی ہوئی ہیں۔ اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ہے۔ اس نے بتایا کہ میں کل اس وقت پانی سے جدا ہوئی تھی اسے پکڑ کر حضورؐ کے پاس لے گئے۔ آپؐ نے ایک برتن لے کر حکم دیا کہ دونوں مشکیزوں کے منہ کھول دیں۔ آپؐ نے ایک کلی اس میں کی اور لوگوں کو کہا کہ وہ آ کر پانی پی لیں۔ لوگوں نے اپنی مرضی سے پانی پیا اور بھر لیا۔ سب سے آخر میں وہ جنبی آدمی پہنچا۔ اسے ایک برتن پانی دیا گیا اور کہا جاؤ اس سے نہا لو۔ وہ عورت کھڑی بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھی کہ یہ لوگ اس پانی سے کیا کر رہے ہیں۔ عمر بن حصین کہتے ہیں مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے سچے رسولؐ کو بھیجا۔ جب پانی سے آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیے تو مشکیزے پہلے سے بھی زیادہ بھرے دکھائی دیتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے کہا کہ اس کے لیے تھوڑے سے ستو اور کھجوریں لاؤ اور اس کے اونٹ کے آگے رکھ دو۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم دیکھ لو ہم نے تمہارے پانی کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اللہ نے ہمیں پانی دے دیا۔ جب وہ عورت اپنی قوم میں پہنچی اس سے پوچھا گیا کہ تم دیر سے کیوں آئی ہو؟ اس نے کہا میرے راہ میں دو آدمی آئے جو مجھے اس آدمی کے پاس لے گئے جس نے اپنی قوم کا دین بدل ڈالا ہے۔ پھر سارا قصہ سنانے کے بعد کہنے لگی یا تو وہ ساری دنیا کے جادوگروں کا استاد ہے یا وہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کے بعد جب بھی مسلمان اس علاقہ پر حملہ کرتے تو سب کو شکست دیتے مگر اس پانی پلانے والی عورت کو چھوڑ دیتے۔ ایک دن وہ عورت اپنی قوم کو کہنے لگی: یہ قوم ہمیں چھوڑے گی نہیں، بہتر ہے کہ ہم اسلام قبول کر لیں۔ سب نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایک دفعہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ ایک دن میں صحابہ کی راہ میں بیٹھا رہا شاید مجھے کوئی ساتھ لے جائے اور کھانا کھلائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے میں نے اُن سے کلامِ الٰہی سے ایک آیت کا مطلب پُوچھا۔ یہ میں نے اس لیے کیا کہ وُہ مجھے اپنے ہمراہ لے جائیں گے انہوں نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے تو اس نیت سے ویسے ہی سوال کیا مگر وُہ بھی مجھے ساتھ نہ لے گئے۔ ناگاہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ادھر ہوا اور مجھے دیکھتے ہی میرا مطلب سمجھ گئے اور مجھے حکم دیا کہ میرے ساتھ چلے آؤ۔ آپ اپنے ایک گھر تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ کچھ کھانے کے لیے ہے؟ جواب ملا: ہاں! کسی نے آپ کے لیے تھوڑا سا دُودھ بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔ اصحابِ صفہ اہلِ اسلام کے مہمان تھے ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو ہدیہ آتا آپ خود بھی کھاتے اور انہیں بھی بھیج دیتے۔ جب صدقہ آتا خود نہ کھاتے سب ان کو بھیج دیتے۔ میں اہل صفہ کو بلا لایا اور سب کو بٹھا دیا۔ آپ نے فرمایا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! وہ دودھ کا پیالہ مجھے دو۔ میں لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑ کر پھر مجھے دے دیا اور فرمایا کہ اس ساری قوم کو پلاؤ۔ میں اہل صفہ کو پلاتا گیا جب سب پی چکے تو میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی بھی باقی نہ رہا۔ آپ نے پیالہ لے کر مجھے دیا اور فرمایا: ابا ہریرہ رضی اللہ عنہ! خُوب پیو تم خُوب پیو۔ میں پیتا گیا حتیٰ کہ آپ نے چوتھی بار کہا: اور پی لو۔ میں نے کہا: واللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب ہمت نہیں رہی۔ مجھ سے پیالہ لے لیا اور جو کچھ باقی دُودھ تھا خود پی لیا۔ [۱]

---

[۱] کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے مُنہ پھر گیا (اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی)

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں اس وقت آٹھ سال کا تھا اور میرا والد فوت ہو چکا تھا اور میری والدہ نے ابو طلحہ سے شادی کر لی تھی۔ اس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا۔ بسا اوقات ہم دو دو رات کچھ نہ کھاتے۔ ایک دن میری والدہ مٹھی بھر جو لے آئی اور اس کا آٹا پیس کر دو روٹیاں پکالیں اور ہمسایوں سے تھوڑا سا دودھ لے کر ان روٹیوں پر لگا لیا اور مجھے کہا جاؤ ابو طلحہ کو بلاؤ تاکہ یہ کھانا مل کر کھالیں۔ میں اٹھا اور خوش تھا کہ کھانے کو کوئی چیز ملی۔ میں جا رہا تھا کہ دیکھتا ہوں آنحضرت صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ میں نے آپؐ کو عرض کی میری والدہ آپؐ کو بلا رہی ہیں۔ حضورؐ نے سب صحابہ کو بھی کہا کہ اٹھو چلیں۔ سب ہمارے گھر آ گئے۔ جب گھر کے نزدیک پہنچے تو آپؐ نے ابو طلحہ سے پوچھا: کیا کچھ کھانے کے لیے ہے یا یوں ہی ہمیں بلا لیا ہے۔ ابو طلحہ کہنے لگے: اس خدا کی قسم ہے جس نے آپؐ کو سچا نبی مبعوث فرمایا۔ آج صبح سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ حضورؐ نے فرمایا: پھر ام سلیم نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟ اندر جا کر دریافت تو کرو۔ ابو طلحہ آئے اور ام سلیم سے پوچھا کہ حضورؐ کو کیوں بلایا تھا؟ اس نے بتایا کہ میرے پاس جو کی دو روٹیاں تھیں ہمسایہ سے دودھ لے کر ان پر چھڑکا اور انس کو کہا تھا ابو طلحہ کو بلا لاؤ تاکہ مل کر کھالیں۔ ابو طلحہ واپس آئے، جو کچھ ام سلیم نے کہا تھا بتا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا: کچھ بات نہیں ہمیں گھر لے چلو۔ جب حضورؐ ابو طلحہ کے گھر آئے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ ہی تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ام سلیم! وہ اپنی روٹیاں لے آؤ۔ وہ لے آئیں تو آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک ان پر رکھ دیا اور انگلیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ پھر فرمایا: ابو طلحہ جاؤ اور دس صحابہ کو بلا لاؤ۔ جب آ گئے تو آپؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور میری دس انگلیوں کے درمیان سے روٹی کھاؤ۔ وہ کھانے لگے حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: تم جاؤ اور دس کو بھیج دو۔ وہ بھی آئے اور گئے۔ اسی طرح بہتر آدمیوں نے کھانا کھایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابو طلحہ اور انس! آؤ اور تم بھی کھاؤ۔ اور پھر اٹھا کر ام سلیم کو کہا کہ تم بھی کھاؤ اور جو کوئی مانگے اسے بھی دیتے جاؤ۔

عبدالرحمٰن ابی بکر کا بیان ہے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ ایک سو تین آدمی جا رہے تھے

آپؐ نے فرمایا: کسی کے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ ایک صحابی کے پاس ایک صاع آٹا تھا۔ اسے گوندھا گیا۔ اس کے بعد ایک مشرک آیا اور اس کے پاس ایک بکری تھی حضورؐ نے اسے پوچھا: کیا یہ بیچو گے؟ کہنے لگا کہ ہاں بیچوں گا۔ اسے اس سے خرید لیا گیا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس کے جگر کو بھونا جائے۔ خدا کی قسم ایک سو تین آدمیوں میں سے ایک بھی نہ رہا جس کے لیے آپؐ نے ایک ٹکڑا نہ کاٹا ہو۔ جو کوئی موجود تھا اسے وہاں ہی دے دیا جو غائب تھے ان کے لیے رکھ لیا گیا اور انہیں دو پیالوں میں رکھ دیا۔ ہم سب کھا کر سیر ہو گئے اور جو کچھ باقی بچ گیا ہم نے اونٹ پر رکھا اور روانہ ہوئے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگ کھانے کا ایک پیالہ آنحضرتؐ کے پاس لائے صبح سے لے کر نماز ظہر تک جوق در جوق لوگ آتے گئے اور کھانا کھاتے گئے۔ سمرہؓ سے لوگوں نے پوچھا: کیا اس پیالے میں ساتھ ساتھ کھانا ڈالا جاتا ہے؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ بتایا۔

ام اوس رضی اللہ عنہا نے گھی کا ایک مٹکا آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ نے قبول کرتے ہوئے تھوڑا سا گھی اس میں ڈال دیا اور دم کر دیا اور دعائے برکت کی۔ اور کہا اسے واپس بھیج دیا جائے۔ جب اسے واپس ملا تو اسے خیال پیدا ہوا شاید آپؐ نے گھی قبول نہیں فرمایا۔ فریاد کرتے ہوئے آپؐ کی خدمت میں آئیں اور بتانے لگیں یا رسول اللہؐ اسے میں نے محض آپؐ کے استعمال کے لیے بھیجا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے تو میں نے کھا لیا ہے مگر تمہارے لیے دعائے برکت کی ہے۔ ام اوس بتاتی ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی زندگی سے لے کر سیدنا صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت تک اسی برتن سے گھی استعمال کرتی رہی۔

ام سلیمؓ نے جو حضرت انس بن مالک کی والدہ تھیں آنحضرتؐ کی خدمت میں گھی کا ایک بھرا ہوا برتن بطور تحفہ بھیجا۔ اسے قبول کر کے آپؐ نے برتن خالی واپس بھیج دیا۔ ایک دوسری عورت نے ام سلیمؓ کے گھر آ کر تھوڑا سا گھی مانگا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے سارا گھی آنحضرتؐ کو دے دیا ہے۔ اس عورت نے کہا: دیکھو تو سہی شاید برتن میں کچھ باقی بچا ہوا ہو۔ ام سلیمؓ نے اپنی لڑکی کو کہا کہ برتن دیکھے۔ لڑکی نے دیکھا کہ برتن گھی سے بھرا پڑا ہے۔ ام سلیمؓ آنحضرتؐ

کی خدمت میں آئیں اور کہنے لگیں، یا رسول اللہؐ! آپؐ نے وہ گھی قبول کیوں نہیں فرمایا؟ آپؐ نے بتایا کہ ہم نے تو سارا برتن خالی کر لیا تھا۔ ام سلیمؓ نے بتایا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو سچا رسول بنا کر بھیجا وہ برتن منہ تک بھرا پڑا ہے۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا کہ اس کو استعمال کرتے جاؤ اور اپنی جگہ سے نہ ہلاؤ۔

ام شریکؓ نے اپنی کنیزک کو ایک برتن گھی دیا اور حضورؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضورؐ نے اسے خالی کر لیا اور استعمال کر لیا اور کنیزک کو کہا کہ اسے لٹکا دو، اور دیکھنا اس کا سر نہ ڈھانپنا۔ دوسرے دن ام شریک نے وہ برتن دیکھا تو گھی کا بھرا ہوا تھا۔ کنیزک کو ڈانٹ کر کہا: تمہیں میں نے کہا تھا کہ اسے حضورؐ کے پاس لے جاؤ۔ مگر اس نے قسم کھا کر بتایا اسے میں لے گئی اور حضورؐ نے اسے خالی کر کے مجھے دے دیا اور میں نے اسے وہیں الٹا کر کے دیکھ لیا تھا ایک قطرہ بھی باقی نہیں تھا مگر آپؐ نے فرمایا تھا اسے لٹکا دینا اور سر نہ باندھنا۔ ام شریک ساری عمر اس برتن سے گھی کھاتی رہیں ایک دفعہ بہتر آدمیوں نے کھایا مگر کوئی فرق نہ آیا۔

دکین بن سعید المزنی نے کہا تھا کہ ایک دفعہ ہم چار سو چالیس آدمی حضورؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے کھانا مانگا۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ انہیں کھانا کھلاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا صرف ایک صاع کھجوروں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے پھر کہا: جاؤ اور انہیں کھلاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ سن کر اُن کے ساتھ چلا گیا اور ایک چابی نکال کر دروازہ کھولا۔ میں نے دیکھا کہ اس کمرہ میں اتنی کھجوریں پڑی ہیں جتنا کہ ایک اونٹ کا بوجھ ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ان سے اٹھا لو جس قدر چاہو۔ انہوں نے ایک مقدار اٹھالی۔ مگر ابھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان سے کچھ کم ہوا ہے۔

جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ ہم مدینہ میں ایک یہودی کے پاس کھجوریں بیچا کرتے تھے کھجوروں کے موسم میں اسے مال دیتے اور روپے لے لیتے۔ ایک سال کھجوریں کم گئیں وہ یہودی کھجوروں کی فصل کے موقعہ پر میرے پاس آیا اگرچہ میں نے دوسرے سال کی مہلت طلب کی مگر اس نے ایک بات بھی نہ مانی۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ نے صحابہؓ کو کہا آؤ ہم مل کر یہودی سے مہلت مانگیں۔ چنانچہ سب میرے نخلستان میں آئے۔ حضورؐ نے اس

یہودی سے میرے لیے مہلت مانگی۔ وہ کہنے لگا: یا ابا القاسم اسے میں مہلت نہیں دوں گا۔ حضورؐ نے پھر یہودی سے مہلت مانگی۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ میں اٹھا اور تھوڑی سی تازہ کھجوریں آنحضرتؐ کے سامنے رکھ دیں۔ آپؐ نے کھا کر پوچھا کہ تمہاری بیٹھنے کی جگہ کہاں ہے؟ وہاں میرے لیے بستر بچھا دو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ آپؐ وہاں جا کر سو رہے۔ جب اُٹھے تو میں نے تھوڑی سی اور کھجوریں پیش کیں۔ آپؐ نے کھانے کے بعد باغ کا ایک چکر لگایا اور مجھے کہا کہ کھجوریں توڑ کر قرض کی ادائیگی کر دو۔ میں نے جب کھجوریں اکٹھی کیں تو پہلے سے بھی زیادہ نکلیں۔ میں نے آپ کو اطلاع بھیجی کہ اس دفعہ تو پہلے سے بھی زیادہ ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا کہ کہو اشھد انی رسول اللہ۔

جابر بن عبداللہ کا بیان ہے، میرے باپ کی وفات کے وقت مجھ پر بھاری قرضہ تھا موسم خرما میں قرض خواہوں کو سارا پھل سپرد کر دیا گیا تاکہ اس سے رقم وضع کر لیں۔ مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے، یہ کھجوریں ہمارے قرضہ کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپؐ قرض خواہوں کو یقین دلائیں کہ مالِ خرما کافی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کھجوروں کی علیحدہ علیحدہ ڈھیریاں لگا دو۔ جب میں نے ایسا ہی کیا اور قرضخواہوں کو بلایا۔ مجھے دیکھتے ہی جھگڑنے لگے۔ حضورؐ نے انہیں دیکھا تو ایک بڑی ڈھیری کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ ان قرضخواہوں کو بلاؤ۔ جب سارے آ گئے تو اسی ڈھیری سے سب کو کھجوریں تول کر دیں۔ سب کا قرض ادا ہو گیا اور مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرے باپ کا قرضہ بیباق ہو گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان تمام کھجوروں سے ایک بھی کم نہ ہوئی اور آنحضرتؐ کی ڈھیری اسی طرح موجود تھی۔

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریکِ سفر تھا شام کی نماز ادا کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج ہم ساری رات چلتے رہیں گے اور علی الصبح پانی کے چشمہ پر پہنچ جائیں گے۔ میں آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ آدھی رات ہوئی تو حضورؐ سو گئے اونٹ کی پشت سے ایک بار نیچے گرنے لگے تو میں نے سنبھالا دیا اور پھر میں نے نگاہ میں رکھا کہ کہیں پھر نہ گر پڑیں۔ حضورؐ اونٹ کی پشت پر کھڑے ہو گئے اور پھر ساری رات سفر جاری رہا۔ آخر شب آپؐ کو پھر نیند نے غلبہ کیا تو آپ پھر گرنے لگے۔ میں نے پھر سنبھالا دیا تو آپؐ کی آنکھ

کھل گئی۔ آپؐ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ابوقتادہ ہوں اور ساری رات آپؐ کے ساتھ ساتھ رہا۔ آپؐ نے فرمایا: احفظك الله بما حفظت بنبيته۔ حضورؐ نے فرمایا: ہم دوسرے لوگوں سے پیچھے رہ گئے ہیں اور وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ کیا تمہیں ان میں سے کوئی دکھائی دیتا ہے؟ میں نے بتایا وہ فلاں سوار ہے وہ فلاں ہے۔ حتیٰ کہ ہم سات ہو گئے۔ ہم راہ سے ہٹ کر ایک طرف ہو گئے اور ذرا آرام کرنا چاہا۔ سب سے پہلے جو شخص اٹھا وہ حضورؐ تھے۔ ہم سب بڑی جلدی سے بیدار ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم سوار ہو کر چلتے رہے حتیٰ کہ آفتاب بلند ہو گیا۔ میرے پاس پانی کا ایک لوٹا تھا، لا کر وضو کیا اور باقی تھوڑا سا پانی بچ گیا تو آپؐ نے فرمایا اسے محفوظ رکھیں۔ بہت کام آئے گا۔ آپؐ نے صبح کی دو سنتیں ادا کیں، اس کے بعد حسبِ معمول دو رکعت نمازِ فرض ادا کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم دورانِ سفر ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ کہتے جا رہے تھے کہ افسوس ہماری نماز فرض رہ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھ لینے کے بعد بھی اطمینان نہیں ہوا۔ افسوس تو جب تھا کہ ہم دوسری نماز تک نماز نہ پڑھ سکتے۔ یاد رکھو! آئندہ کے لیے جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تم نماز ادا کر لو۔ ہم سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم سے آگے جانے والے کس حال میں ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا: جب صبح ہو گی تو اپنے پیغمبر کو نہ دیکھ سکیں گے اور کہیں گے۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہو گا کہ آپؐ پیچھے ہوں گے اور دوسرے کہہ رہے ہوں گے کہ وہ آگے نکل گئے ہوں گے۔ اگر لوگ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے کہنے پر چلیں تو راہِ راست پالیں۔

جب دن چڑھا تو ہم سب ملے۔ لوگوں نے فریاد کی: یارسول اللہ! ہم پیاسے مر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، لاھلاك عليكم۔ آپؐ نے نیچے اتر کر کہا: ہمارا چھوٹا پیالہ لے آؤ۔ اور جس لوٹے میں تھوڑا سا پانی بچ گیا تھا طلب کیا۔ جب میں لے کر آیا تو اس پیالے میں پانی انڈیلا اور مجھے حکم دیا کہ لوگوں کو پلاتا جاؤں۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ لوٹے میں تھوڑا سا پانی ہے تو ایک دوسرے سے پہلے پینے کے لیے تقاضا کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: جھگڑو نہیں سب کو پانی ملے گا۔ آپؐ پیالہ بھرتے گئے اور میں پلاتا گیا۔ حتیٰ کہ میرے اور حضورؐ کے بغیر

کوئی بھی پیاسا نہ رہا۔ حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں بھی پانی پی لوں۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! پہلے آپؐ پی لیں، میں بعد میں پی لوں گا۔ آپؐ نے فرمایا:

انا ساقی القوم اٰخرھم شربًا۔

اس کے بعد میں نے پیا تو آخر میں آپؐ نے بھی پانی پی لیا۔ ہم سب سیراب ہو کر چلے اور چشمے پر پہنچے تو تھکاوٹ قطعاً نہ تھی۔

مقداد بن اسود کا بیان ہے کہ میں اپنے دو دوستوں کے ساتھ مدینہ میں پہنچا۔ ہم راستہ کی تھکاوٹ سے اس قدر نڈھال تھے کہ آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں اور کان بند ہو رہے تھے ہم صحابہ رسول کے پاس گئے مگر کسی نے ہمیں منہ نہ لگایا۔ ہم حضورؐ کے پاس پہنچے تو آپؐ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ آپؐ کے پاس تین بکریاں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کا دودھ نکال کر آپس میں تقسیم کر لو۔ ہم دُودھ پیتے اور حضورؐ کا حصہ رکھ دیتے۔ حضورؐ رات کو تشریف لاتے اور آہستگی سے سلام کہتے تاکہ سونے والے بے آرام نہ ہوں۔ اور مسجد میں جا کر نماز ادا فرماتے۔ پھر آپؐ وہاں سے فارغ ہو کر آتے اور اپنے حصے کا دودھ پی لیتے۔ ایک دن شیطان نے میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا کر دیا کہ آنحضرتؐ کو انصار نے کھانا کھلا دیا ہے انہیں دودھ کی کیا ضرورت؛ میں نے اسی خیال سے آپؐ کا حصہ پی لیا۔ پھر میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا گیا کہ میں نے بہت بُرا کیا کہ صاحبِ خانہ کا حصہ پی لیا۔ ابھی وہ آ رہے ہوں گے اور دُودھ نہ پا کر تیرے لیے دعائے بد فرمائیں گے اور تیری دنیا و عاقبت تباہ ہو جائے گی۔

میرے سر پر شملہ تھا اور یہ کپڑا اس قدر چھوٹا تھا کہ اگر منہ پر لیتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں چھپاتا تو منہ ننگا رہتا۔ اس طرح مجھے نیند نہیں آ رہی تھی حالانکہ میرے ساتھی خوب گہری نیند سو رہے تھے کیونکہ جو میں نے کیا تھا وہ انہوں نے نہیں کیا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضورؐ تشریف لائے اور آہستہ سے سلام کہہ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز ادا کرنے کے بعد دُودھ پینے کے لیے آئے تو دودھ نہ ملا۔ آسمان کی طرف مُنہ کر کے کچھ کہنے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ اب میرے لیے دعائے بد کریں گے مگر آپؐ کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلے؛

اطعم اللّٰہ من اطعمنی وسقّی من سقانی۔

جب میں نے یہ الفاظ سُنے تو اُٹھ کر اپنے کپڑے کو مضبوط کر کے باندھ لیا اور ایک چھری لے کر باہر نکلا تاکہ موٹی تازہ بکری کو ذبح کروں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تمام بکریوں کے پستان دودھ سے بھرے پڑے ہیں۔ پیالہ لے کر میں نے دوہنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بالائی پر روغن آگیا۔ میں حضورؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا: آج تم نے اپنا دودھ نہیں پیا۔ میں نے عرض کی، آپؐ پی لیں۔ آپؐ نے پی کر پیالہ مجھے لوٹا دیا۔ میں نے پھر کہا: آپؐ پی لیں۔ آپؐ نے پھر پی کر پیالہ مجھے واپس کر دیا۔ میں بے اختیار ہو کر ہنسنے لگا اور لوٹتے لوٹتے زمین پر گر پڑا۔ آپؐ نے فرمایا: مقداد! یہ بھی تمہاری ایک بُری عادت ہے۔ میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔ تم نے مجھے خبر کیوں نہیں کی تاکہ دوسروں کو بھی بیدار کرتا تاکہ انہیں بھی حصہ ملتا۔ میں نے کہا: مجھے خدا کی قسم جب آپؐ پہنچ گئے تو مجھے کچھ فکر نہ رہی کہ دوسرا کوئی پہنچا ہے یا نہیں۔

ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں: میری ماں اور ایک خالہ تھی۔ میری خالہ مجھے بہت پیار کرتی۔ میں نے کچھ بکریاں پال رکھی تھیں جنہیں اکثر چرانے جاتا تو خالہ کہا کرتی: "بیٹا! محمدؐ نامی شخص سے بچے رہنا، کہیں تجھے گمراہ نہ کر دے۔" ایک دن بکریوں کو چراگاہ میں چھوڑ کر میں حضورؐ کی مجلس میں چلا گیا اور سارا دن وہیں بسر کر دیا۔ شام جب بکریوں کو لے کر گھر لوٹا تو ان کے پیٹ بھوک سے ساتھ لگے تھے اور پستان خشک۔ میری خالہ نے پوچھا: تمہاری بکریوں کا کیا حال ہے؟ میں نے بتایا مجھے علم نہیں۔ دوسرے روز میں نے پھر ایسا ہی کیا اور حضورؐ کی مجلس میں شریک ہوگیا۔ میں نے سُنا آپؐ فرما رہے تھے:

یاایہا الناس ھاجروا وتمسکوا بالاسلام فان الھجرت لا تنقطع مادام الجہاد۔

رات کے وقت بکریاں گھر میں لایا۔ ان کا حال ویسے ہی تھا۔ تیسرے دن میں وہاں گیا اور وہاں ہی تھا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ بیعت کرتے وقت میں نے اپنی خالہ اور بکریوں کا شکوہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

"اپنی بکریوں کو میرے پاس لے آؤ۔" جب لایا تو آپؐ نے اُن کی پشت پر ہاتھ پھیرا

اور دعائے خیر کی، فی الفور موٹی تازہ ہوگئیں اور پستان دودھ سے بھر گئے۔ جب میں خالہ کے پاس لے کر آیا تو اس نے کہا:

"بیٹا! ایسے ہی چرایا کرو۔"

میں نے بتایا میں تو حسبِ معمول چراتا رہا ہوں۔ مگر آج یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ وہ دونوں یہ واقعہ سن کر مسلمان ہوگئیں۔

رکن پنجم

ان دلائل و شواہد کے بارے میں جن کا کسی خاص وقت سے تعلق نہیں بلکہ یہ واقعات حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ظہور میں آئے ہیں۔

آپ کے جسم کے متناسب اعضاء کی رعنائی اور چہرۂ اقدس کے حسن و جمال کی دلآرائی کے متعلق کوئی تقابلی تصور پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اکثر احادیثِ صحیحہ میں جو آپ کے محامد و محاسن پر مشتمل ہیں، آتا ہے کہ آپ کا قد درمیانہ تھا اور اس متوازن قد کے باوجود کوئی دراز قامت انسان بھی آپ سے بلند نظر نہیں آتا تھا۔ اور جب آپ تکلم فرماتے تو آپ کے دندانِ مبارک سے نور کی کرنیں نمودار ہوتیں۔ چودھویں رات کو جب لوگ آپ کے چہرۂ اقدس اور ماہِ تمام کا موازنہ کرتے تو آپ کے حسن و جمال کے آگے چاند ماند نظر آتا۔ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں کوئی چیز گم ہوگئی جو باوجود تلاش کے نہ مل سکی۔ اسی اثناء میں حضورؐ اندر تشریف لائے تو آپ کی پیشانی کے نور سے حجرہ منور ہو گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گم شدہ چیز مل گئی۔[1]

جسمِ اقدس سے خوشبو آمیز پسینہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوئی سے کپڑے سی رہی تھیں جو آپ کے ہاتھ سے گر گئی۔

جسم کی خوشبو سے کسی عنبر و مشک کو خوشتر نہیں پایا سکتے ہیں جس آدمی نے بھی آپ سے مصافحہ کیا تمام دن اس کے ہاتھوں سے خوش کن خوشبو آتی رہتی اور آپ جس بچے کے سر پر دست شفقت رکھتے وہ دوسرے لڑکوں میں خوشبوئے سر کے باعث ممتاز ہو جاتا تھا۔ ایک دن حضورؐ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر پر آرام فرمارہے تھے کہ آپؐ کو پسینہ آگیا۔ حضرت انسؓ کی والدہ محترمہ ایک بوتل لاکر اس میں آپؐ کا پسینہ جمع کرنے لگیں حضورؐ بیدار ہو کر پوچھنے لگے کہ اسے کیا کروگی؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسے میں اپنی خوشبو میں ملاؤں گی کیونکہ آپؐ کے پسینہ کی خوشبو تمام خوشبوؤں سے بہتر ہے اور بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کسی راہ سے گزرتے تو بعد میں گزرنے والے فوراً سمجھ جاتے کہ حضورؐ ابھی اس راہ سے گزرے ہیں سبحان اللہ! ؎

گزرے جس راہ سے وہ سیّد والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

حضرت انسؓ کا رومال

اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ وہ خالص الخاص خوشبو ہوتی تھی اور عام مستعمل خوشبو کی طرح نہیں ہوتی تھی۔

جو رومال آپؐ کے چہرۂ اقدس کو مس کر لیتا اُس پر آگ اثر نہ کرتی تھی۔ کچھ آدمی حضرت انسؓ کے ہاں مہمان ٹھہرے آپؐ ان کے لیے کھانا لائے۔ خورد و نوش کے بعد آپؓ نے اپنی کنیز کو بلایا اور رومال لانے کے لیے کہا۔ وہ کنیز ایک میلا سا رومال لے آئی اور حضرت انسؓ نے اسے آگ جلانے کے لیے کہا۔ بعد ازاں کہا کہ اس رومال کو آگ میں پھینک دے۔ کچھ دیر بعد جب رومال کو باہر نکالا گیا تو وہ دودھ کی طرح سفید ہو چکا تھا اور ذرا بھی نہ جلا۔ انہوں نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ حضرت انسؓ کہنے لگے: یہ وہ رومال ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ مبارک صاف فرمایا کرتے تھے۔ جب میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے آگ میں ڈال کر پاک کر لیتے ہیں اور آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ حضورؐ اس کی بچی کی شادی کرنے میں اس کی مدد فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا: اس

وقت کوئی چیز موجود نہیں۔ جب صبح ہو تو ایک چوڑے منہ والی شیشی اور درخت کی ٹہنی لے آنا۔ صبح ہوئی تو وہ شیشی اور ٹہنی لے کر حاضر ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی کلائی مبارک سے پسینہ اس شیشی میں ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ شیشی بھر گئی۔ پھر فرمایا کہ اپنی لڑکی سے کہو جب وہ خوشبو کا استعمال کرنا چاہے تو اس ٹہنی سے شیشی میں سے جو بھی نکلے اپنے جسم پر مل لے۔ کہتے ہیں جب بھی وہ لڑکی ایسا کرتی تو تمام مدینے والے آپؐ کے پسینہ کی خوشبو سے لطف اندوز ہوتے اور اس لڑکی کے گھر کو "بیت السلام" اور "بیت السرور" کے نام سے پکارنے لگے۔

کسی شخص نے کبھی آپؐ کے بول و براز کو نہ دیکھا۔ جب آپؐ کو بول و براز کی حاجت ہوتی تو زمین پھٹ جاتی اور آپؐ کا پاخانہ نیچے چلا جاتا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ جب بیت الخلاء سے واپس آتے ہیں تو میں وہاں کوئی نشان نہیں پاتی۔ آپؐ نے فرمایا؛ تجھے معلوم نہیں کہ ہر چیز جو انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوتی ہے اسے زمین نگل جاتی ہے۔

ابو رکانہ چت گر گیا

آپؐ جسمانی لحاظ سے تمام لوگوں سے طاقت ور تھے۔ ابو رکانہ کو جو دورِ جاہلیت میں طاقت کے لحاظ سے یگانۂ عصر تھا آپؐ نے دعوتِ اسلام دینے سے پہلے زمین پر دے مارا تھا۔ ابو رکانہ کے باپ نے بھی آپؐ سے کشتی لڑی آپؐ نے اسے بھی پٹخ دیا۔ ابو رکانہ اپنی خفت مٹانے کے لیے آپؐ سے تین بار کشتی لڑا لیکن آپؐ نے اسے ہر بار زمین پر گرا دیا۔

پیدل چلنے میں آپؐ کی تیز رفتاری

جب آپؐ پیدل سفر کرتے تو کوئی شخص آپؐ کے ساتھ قدم نہ ملا سکتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا۔ گویا چلتے وقت زمین آپؐ کے قدموں کے نیچے کھچی چلی جاتی تھی۔ آپؐ سے ہم قدم ہونے کے لیے ہم بڑی محنت کرتے مگر آپؐ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

حضورؐ کے لعاب دہن سے کھارا پانی میٹھا ہو گیا

آپؐ کے لعاب دہن سے کھارا پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔ حضرت

انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے گھر میں کنویں کے پانی میں لعابِ دہن ڈالا وہ پانی ایسا ٹھنڈا اور میٹھا ہو گیا کہ تمام مدینہ میں ایسا شیریں پانی نہ تھا۔

حضورؐ کے وضو کے پانی کی برکت

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص یمامہ سے حضورؐ کی خدمت میں آ کر کہنے لگے کہ میں ایک بڑے گاؤں میں رہتا ہوں جہاں مسجد نہیں ہے۔ آپؐ نے پانی منگایا اور اس سے اپنا چہرہ، منہ، کلائی اور ہتھیلی دھوئے۔ اور مستعمل پانی اس شخص کو دے کر فرمایا کہ وہاں جا کر مسجد کی بنیاد رکھے اور اس پانی کو مزید پانی میں ملا کر اس جگہ چھڑکاؤ کر دے۔ اس سے بہت برکت ہوگی۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ مسجد میں بڑی برکت ہوئی۔ اس میں سبزہ اُگ آیا جو موسم گرما اور سرما میں کبھی خشک نہیں ہوتا تھا۔

کنویں سے خوشبو آنے لگی

کچھ لوگ ایک کنویں سے ایک ڈول پانی آپؐ کی خدمت میں لے آئے۔ آپؐ نے اس ڈول کے پانی سے کچھ پی لیا اور تھوڑا سا لعابِ دہن اس میں ڈال دیا۔ اس ڈول کو اسی کنویں میں ڈال دیا اس سے خوشبو آنے لگی۔

نگاہِ رسولؐ کی وسعت

آپؐ کی بصارت ایسی تھی کہ آپؐ پس و پیش کی ہر چیز کو برابر دیکھتے تھے اور اسی طرح جو چیز آپؐ اُجالے میں دیکھتے اندھیرے میں بھی ویسی ہی نظر آتی تھی۔ کہتے ہیں آپؐ کو "ثریا" میں گیارہ ستارے نظر آتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمالِ فصاحت

آپؐ کی فصاحت لسان اور بلاغت کلام "جوامع کلم" اور "بدائع حکم" سے مخصوص تھی۔ آپؐ عرب کے تمام قبائل کی زبانیں اچھی طرح سمجھتے تھے اور ہر شخص سے اسی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کے اصحابی مشکل میں پڑ جاتے اور پھر آپؐ سے شرح کی درخواست کرتے تھے۔

جس گروہ نے آپؐ کے اُوپر نیچے کے چار دانت شہید کر دیئے تھے ان کی اولاد کے یہی دانت اُگنا بند ہو گئے[1]۔

---

[1] یہ روایت محلِ نظر ہے۔ مستند کتابوں میں چار دانتوں کے شہید ہونے کی روایت نایاب ہے۔ (مترجم)

حضور اکرمؐ کے دستِ اقدس کی خیر و برکت آپؐ جس چیز کو اپنا دستِ اقدس لگا دیتے اس میں خیر و برکت آ جاتی۔ آپ نے ایک بکری کے پستانوں کو ہاتھ لگایا تو وہ دودھ دینے لگی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ میں ایک بکری کو دیکھ رہا تھا کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں میرے پاس سے گزرے اور پوچھا: اے بچے! کچھ دودھ ہے؟ میں نے عرض کی، ہاں حضورؐ! ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا: کوئی ایسی بکری ہے جو جفت شدہ نہ ہو؟ میں ویسی ہی بکری لے آیا۔ آپؐ نے اسے اپنے دستِ اقدس سے دوہا تو اس کے تھنوں سے بہت سا دودھ نکل آیا۔ جو آپؐ نے خود پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا۔ بعدازاں میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی: حضور صلی اللہ علیک وسلم! مجھے کچھ تعلیم دیجئے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اے بچے! تو تو خود معلّم ہے۔

آپؐ کے کمالات عالیہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپؐ کی قوتِ رجولیت چالیس مردوں کے برابر تھی۔ آپؐ کی ایک کنیز سلمیٰ نامی کہتی ہیں کہ آپؐ اپنی ازواج مطہرات سے مباشرت فرماتے تو ایک دوسری کے پاس جانے سے پہلے غسل فرما لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ یہی پاکیزہ و خوشتر ہے۔

خون کے پیاسوں کو دعائیں آپؐ کی حشمت و عظمت دل و نگاہ میں کھُبی جاتی تھی بعثت سے پیشتر و بعد مشرکین مکہ آپؐ کی تکذیب کرتے اور آپؐ کے اصحاب کو ایذاء دیا کرتے اور دل ہی دل میں کہا کرتے کہ ہم آپؐ کی تکذیب کرتے ہیں لیکن جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو نہایت ادب و احترام سے حاضر ہوتے۔ آپ سے حاجتیں طلب کرتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جس شخص نے آپ کو نہ دیکھا ہوتا، آپ کو دیکھتا تو اس پر ایک ہیبت سی چھا جاتی اور ایک کپکپی سی پیدا ہو جاتی — کہتے ہیں کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں آیا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اپنا آپ سنبھالو! میں بادشاہ نہیں ہوں۔

مُہرِ نبوت آپؐ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ ایک گوشت پارہ پر تھی جو جلد سے اُبھرا ہوا تھا اس پر چند بال تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق اس گوشت پارہ پر "لا الٰہ الا اللہ" کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ ایک اور روایت سے ثابت ہے کہ "محمد رسول اللہ" کے الفاظ تھے۔

اُمّی و دقیقہ دان عالم آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کمال علم وعقل اور کمال معرفت سے نوازا تھا جو کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اُمّی ہونے کے باوجود کسی سے علم حاصل نہیں کیا۔ آپ کے اعمال و احوال اور سیرت و شمائل کی اساس اس بات پر تھی کہ آپ سے کسی شخص سے کچھ علم وعقل زیادہ راسخ نہ تھے۔

ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ کو توریت و انجیل اور تمام کتب سابقہ کے علوم بغیر کسی کے تعلّم کے حاصل تھے حالانکہ آپ نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا نہ اہل کتاب سے مجالست کی۔ اور اسی طرح آپ حکمتِ حکماء اور سیرِ امم سابقہ کو اچھی طرح جانتے تھے اور ضرب الامثال اور سیاسیات مخلوق اور تقریرِ شرائع و احکام اور تعیینِ آدابِ شریفہ اور خصائل حمیدہ آپ سے اس وجہ سے صادر ہوتے تھے کہ یہ آپ کے علم و فضل وعقل اس کی دلیل کامل تھے۔ اسی بنا پر ہی آپ حلم و عفو، سخاوت و شجاعت، شرم و حیا، مخلوق سے حسنِ معاشرت اور تمام مخلوق سے شفقت و رافت و رحمت اور عہد، صلہ رحمی، تواضع، عدل و امانت، عفت پاکیزگی، صدق و راستی، وقار و مروت اور زہد و قناعت کے ایسے اعلیٰ اوصاف سے اس شان سے متصف تھے کہ اس سے زیادہ تصور کرنا محال ہے۔ آپ کے ایسے تمام محامد و محاسن کی تفصیلات کتبِ سیر میں موجود ہیں اس لیے یہاں اجمالی طور پر ہی بیان کی گئی ہیں۔

قرآن کریم حضور اکرمؐ کا معجزہ ہے قرآن کریم و فرقانِ حکیم آپؐ کے معجزاتِ ظاہرہ و باہرہ میں سے ہے اور یہ ایک معجزہ ہی نہیں بلکہ یہ ہزارہا معجزوں کا حامل ہے کیونکہ اس کی ایک چھوٹی سی سورۃ (مثال کے طور پر سورۂ کوثر) ایک بڑا معجزہ ہے جس کی مثال بیان کرنے میں قوتِ بشری عاجز و قاصر رہی ہے اور رہے گی۔ اس فصاحت و بلاغت نظام کلام کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ عرب کے تمام فصیح و بلیغ

ادیب اس کی مثال بیان کرنے سے عاجز آ گئے اور انہیں ایسا کلام نزولِ قرآن سے پہلے یا بعد اور کہیں نہ ملا۔ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن حکیم تلاوت فرما رہے تھے۔ فصحائے عرب میں سے جب ولید بن مغیرہ نے قرآن سُنا تو اس پر رقت طاری ہو گئی۔ ابو جہل نے دیکھ کر اسے سرزنش کی لیکن وہ بولا: خدا کی قسم! تم لوگوں میں سے کوئی شخص بھی کلام عرب اور اس کے استعاروں کو مجھ سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ دراصل (محمدؐ) جو بھی پڑھتا تھا اس میں ہر چیز آ گئی تھی۔ کسی اور دن جب عرب کے مختلف قبیلے کسی رسم کو ادا کرنے جمع ہوئے تو ولید بن مغیرہ نے معشر قریش سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوچ سمجھ کر ایک رائے قائم کرو جس سے ایک دوسرے کی تکذیب نہ ہو اور اس رائے کے مطابق عرب کے تمام قبیلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت پھیلائیں۔ قریش نے کہا: وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا: خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہے کیونکہ اس کا کلام زمزمہ اور سجع کے لحاظ سے کاہنوں کے کلام کے مانند نہیں۔ پھر کہنے لگے وہ (معاذ اللہ) پاگل ہے۔ ولید بولا: بخدا وہ دیوانہ نہیں ہے اور اس پر کسی جادو اور وسوسہ کا اثر نہیں۔ وہ بولے: پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہے۔ ولید بن مغیرہ نے پھر قسم کھائی اور کہا کہ وہ شاعر بھی نہیں ہے کیونکہ میں اشعار کی تمام اقسام سے اچھی طرح آشنا ہوں لیکن اس کا کلام ان میں سے کسی کی بھی مانند نہیں۔ پھر کہنے لگے: وہ جادوگر ہے۔ اس نے کہا: وہ جادوگر بھی نہیں ہے کیونکہ جیسے جادوگر پھونک جھاڑ اور گانٹھیں دیتے ہیں وہ نہیں دیتا۔ قریش کہنے لگے: پھر آخر کہیں کیا؟ وہ کہنے لگا: تم جو کچھ بھی کہو وہ جھوٹ اور بودی بات ہے لیکن جو بات کارگر ہو سکتی وہ یہ ہے کہ اسے اس قسم کا جادوگر کہا جائے جو ان انسانوں میں باپ بیٹے، بھائی، بیوی اور رشتہ داروں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔ اس پر تمام متفق ہو کر واپس گھروں کو چلے گئے۔ اس کے بعد وہ برسرِ راہ بیٹھ کر حضورؐ کے خلاف نفرت پھیلاتے تھے۔

اعجاز قرآن کریم کی وجوہات میں سے ایک وجہ ان تاریخی واقعات کی صداقت ہے جو صدیوں پہلے واقع ہو چکے تھے اور سابقہ اُمتوں اور اُن کی شریعتوں کے متعلق تھے۔ اہلِ کتاب کو ان واقعات کو سمجھنے میں عمریں گزر گئیں لیکن باوجود قیل و قال اور تجسس و تحقیق کے وہ ان باتوں کو سوائے چند لوگوں کے نہ سمجھ سکے۔ ان کے علم میں یہ بات بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اُمّی ہیں۔ اور کچھ لکھ بھی نہیں سکتے تھے آپ نے کسی کتاب کو بھی نہیں پڑھا اور پھر اہلِ کتاب کے پاس نشست و برخاست بھی نہ کی۔ اہل کتاب میں سے بہت سے ایسے بھی تھے جو آپ سے ان باتوں کے متعلق پوچھتے تھے۔ چنانچہ آپ پر قرآن حکیم نازل ہوا جس کی آیات ان کے سوالوں کے جوابوں پر مشتمل تھیں۔ ان آیات کے نزول کے بعد سب لوگوں نے آپ کی تصدیق کی اور انہیں انکار کی مجال نہ رہی۔ قرآن کے معجزہ ہونے میں غیب کی باتیں بھی شامل ہیں۔ مستقبل کے وہ امور جو واقعہ ہوئے ہیں یا ہوں گے ان کا قرآن حکیم میں جابجا تذکرہ ہے۔ اُن سے ایک ارشادِ خداوندی اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ[1] ہے۔ نزول قرآن کو آج آٹھ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں[2] اور ملحدین اور زندیقین بالخصوص قرامطیوں نے از حد کوشش کی اس کو ضائع کر دیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ ایک حرف یا کلمہ بھی تبدیل نہ کر سکے۔

یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ کلام کریم کا محفوظ رہنا از روئے معجزہ بھی ہے کیونکہ ایک لمبی مدت تک کسی کلام کی حفاظت اس کے ہزاروں معارضوں اور معاندوں کی کثرت کے باوجود قوتِ البشری سے باہر ہے اور اس میں ایسی خبریں ہیں جو مغیبات اور اہلِ کتب کے اسرار و رموز کا واضح بیان ہیں۔

قرآنی معجزات قرآن کریم کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ تلاوت کے وقت قاری و سامع پر ہیبت و خوف کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ کہتے ہیں ایک دن ربیعہ بن عتبہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلام کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا جو حضور پر اپنی قوم کے خلاف نازل ہوا تھا۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے سورہ حٰم کی چند آیات جن میں قوم عاد و ثمود پر بجلی گرنے کا ذکر ہے تلاوت فرمائیں۔ عتبہ نے سن کر اپنا ہاتھ حضور کے دہانِ اقدس پر رکھ دیا اور آپ کو قرأت سے

---

[1] بے شک ہم نے قرآن حکیم نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ (اعلیٰ) ہیں۔

[2] یہ جامی کا زمانہ جس میں قرآن کو نازل ہوئے صرف آٹھ سو سال گزرے تھے۔ آج پونے چودہ سو سال ہو چکا

باز رہنے کی قسم دی۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورہ کو تلاوت فرماتے اور عتبہ سنتا جاتا تھا۔ اس دوران میں اس نے اپنے ہاتھ پس پشت رکھے ہوئے تھے جب آیت سجدہ آئی تو حضور علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ عتبہ اٹھا لیکن اسے پتہ نہ چلا کہ آپ کیا کر رہے ہیں وہ اٹھ کر سیدھا اپنے گھر گیا جہاں سب قوم اکٹھی ہو گئی۔ عتبہ نے ہر آدمی سے معذرت چاہی اور کہا: خدا کی قسم! حضور علیہ السلام نے جس کلام بلاغت نظام میں مجھ سے گفتگو فرمائی ہے۔ میں نے آج تک ایسا کلام پڑھا ہے نہ سنا ہے۔ حضورؐ کے سامنے مجھے کچھ جواب ہی نہیں سوجھتا تھا۔

ابن مقنع کا کلام الٰہی کے سامنے اعتراف عجز

اسی طرح بہت سے دیگر فصحائے عرب پر جو اسی جگہ معارضہ کیلئے آئے سخت ہیبت و رعب طاری ہوا۔ ایک دن ابن مقنع جو اپنے وقت کا بلیغ ترین انسان تھا اس جگہ آکر معارضہ قرآن کیلیے اپنا کلام ترتیب دینے لگا تو ناگاہ ایک لڑکا یہ آیت پڑھنے لگا: "قیل یاارض ابلعی ماء ک و یاسماء اقلعی۔" لڑکا یہ آیت پڑھ کر چلا گیا تو ابن مقنع نے اپنا ترتیب دادہ کلام مٹا دیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ کہتے ہیں یحیی ابن الغزالی نے جو اندلس کا بہت فصیح و بلیغ انسان تھا، سورہ اخلاص ایسی آیات گھڑنے کا ارادہ کیا تو اس پر رقت و ہیبت عظیم غالب و مستولی ہوگئی۔ اس نے فوراً توبہ کی اور رجوع الی اللہ کیا۔

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی دوسری وجوہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے پڑھنے اور سننے والے کے دل پر تلاوت و سماعت سے کبھی نفرت و ملامت کے آثار پیدا نہیں ہوتے جتنا ہی اسے زیادہ پڑھتے سنتے ہیں اتنی ہی اس کی محبت و حلاوت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اس کے برعکس دوسرے لوگوں کے کلام کی یہ حالت ہے کہ خواہ کتنا ہی بلیغ و فصیح ہو، بار بار پڑھنے سے ملامت و نفرت پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ مختلف علوم و معارف جن سے عرب

ل تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاءِ عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

نابلد تھے کا اشتمال بھی ہے بلکہ اس میں ایسے علوم بھی ہیں جو قبل از بعثت و نزولِ قرآن جناب رسالتمآب پر منکشف ہوئے تھے۔ یہ وہ علومِ غریبہ ہیں جو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائے ہیں اور بعض خاص انسانوں کو ان سے مطلع فرمایا ہے۔

قسمِ دوم

اب ہم ان دلائل و شواہد کا ذکر کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ظہور پذیر ہوئے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی بشارت

ایک روز ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ اس نے آپ سے کوئی چیز مانگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: پھر آنا۔ وہ بولی: حضورؐ ہو سکتا ہے میں آؤں تو آپ نہ مل سکیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نہ ملوں تو ابوبکرؓ کے پاس آجانا جو میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو کھجوروں کے لدے ہوئے چند اونٹ دیے۔ اس نے عرض کی: حضور ہو سکتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی آپ ایسی بخشش و جُود کا مظاہرہ نہ کرے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: شاید تیرے ساتھ ایسا ہی کریں۔ اس نے کہا: حضورؐ! کون؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس شخص نے یہی بات حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کی۔ انہوں نے اسے واپس کر دیا تاکہ پوچھے کہ ابوبکرؓ کے بعد مجھے ایسی عطا سے کون نوازے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن خطابؓ۔ پھر امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا: جاؤ جا کر پوچھو سیدنا عمرؓ کے بعد کون ایسی بخشش کرے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمانؓ بن عفان۔ حضرت علیؓ نے جب یہ سُنا تو خاموش ہو گئے۔

ایک اعرابی چند تلواریں مدینہ منورہ میں فروخت کرنے کے لیے لایا۔ حضورؐ نے اس سے چند دنوں کی مہلت پر وہ تلواریں خرید لیں۔ حضرت علیؓ نے اس اعرابی سے پوچھا: تم نے تلواروں کا کیا کیا۔ کہا: میں نے وہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فروخت کر دی ہیں

حضرت علیؓ بولے : اگر اسی دوران حضور علیہ السلام کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو تمہاری تلواروں کی قیمت کون ادا کرے گا؟ اعرابی نے کہا : مجھے کیا پتہ ۔ میں جا کر پوچھتا ہوں ۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا : تمہارے مال کی ادا ، میرے دین کی قضاء اور میرے عہد کی وفا ابوبکر صدیقؓ کریں گے ۔ اعرابی نے آ کر یوں ہی حضرت علیؓ کو بتا دیا ۔ حضرت علیؓ نے کہا : اگر ابوبکرؓ کو حادثہ پیش آ جائے تو پھر تمہارا مال کون دے گا؟ کہنے لگا : میں پوچھتا ہوں ۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا : اگر مجھے اور ابوبکرؓ کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو عمرؓ بن خطاب میرے قائم مقام ہوں گے اور میری دینی قضائیں دیں گے اور میرے وعدوں کا ایفاء کریں گے ۔ اعرابی نے پھر حضرت علیؓ کو آ کر بتا دیا ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : اگر حضرت عمرؓ کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو پھر کیا ہو گا؟ اعرابی پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور پوچھا ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا : جس وقت مجھے ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کو کوئی حادثہ پیش آئے گا تو تجھے بھی موت آ لے گی ۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں ایک دن میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا تھا مکان کا دروازہ بند تھا ۔ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا ۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا : کون ہے؟ میں نے باہر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ۔ میں نے حضورؐ کو اُن کی آمد کی اطلاع دی ۔ حضورؐ نے فرمایا : ان کے لیے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی خوشخبری و بشارت دو اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے ۔ اس کے بعد کسی اور شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا ۔ حضورؐ نے فرمایا : اے انس ! دیکھو کون ہے؟ میں نے باہر جا کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے ۔ میں نے حضور علیہ السلام کو بتایا تو حکم ہوا ، اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے بہشت کی خوشخبری دو اور کہہ دو کہ ابوبکر صدیق کے بعد تم خلیفہ ہو گے ۔ پھر ایک تیسرا آدمی آیا اور دروازے پر دستک دی ۔ حضورؐ نے فرمایا : اے انس ! دیکھو کون ہے؟ میں نے دیکھا تو حضرت عثمانؓ تھے ۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں بھی جنت کا مژدہ سنا کر دروازہ کھول دو اور کہو کہ حضرت عمرؓ کے بعد وُہ خلیفہ ہوں گے پھر فرمایا : جب وُہ خوب پھلیں پھولیں گے تو انہیں شہید کر دیا جائے گا ۔

حضرت سفینہؓ کہتے ہیں جب رسالتمآبؐ نے اپنے دستِ مقدس پر ایک پتھر رکھ کر مسجد کی اساس و بنیاد رکھی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا: تم اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ پھر حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم اپنا پتھر ابوبکرؓ کے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ پھر فرمایا: یہ میرے بعد بالترتیب خلیفہ ہوں گے۔

جب جنگِ حنین میں گھمسان کا رن پڑا تو حضرت جُندبؓ[1] حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے: حضورؐ! ہمیں بتائیے کہ آپ کے اصحاب سے گرامی ترین شخص کون ہے! جسے ہم کسی امرِ واقعہ کے بعد آپؐ کا خلیفہ منتخب کر لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہیں میرے وزیر۔ ابوبکر صدیقؓ جو میرے بعد قائم مقام ہوں گے۔ ان کے بعد میرے دوست عمرؓ کی باری ہے جو نہایت صائب باتیں کرتے ہیں۔ ان کے بعد عثمانؓ بن عفان ہیں جو مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہُوں۔ اور پھر علیؓ میرے بھائی ہیں جو محشر میں میرے مصاحب ہوں گے رضی اللہ عنہم۔

حضرت سفینہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ میرے بعد مدتِ خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت اور سلطانیت کا تسلط ہو جائے گا۔ پھر حضرت سفینہؓ نے کہا: دو سال مدتِ خلافت ابوبکرؓ، دس سال مدتِ خلافت سیدنا فاروقِ اعظمؓ، دس سال حضرت سیدنا عثمانؓ کی مدتِ خلافت اور چھ سال حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کی مدتِ خلافت[2]

ایک دن جنابِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ساتھ جبلِ حرا پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ کانپنے لگا تو حضورؐ نے فرمایا: آرام کر! تجھے پتہ نہیں میرے ساتھ کون ہے؟ وہ میرا صدیق و شہید ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: حضورؐ! مجھے بعد از وفات اپنے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ حضور علیہ السلام نے

---

[1] جُندب حضرت سیدنا ابوذر غفاریؓ کا اسم گرامی ہے آپ کے والد کا نام جناد

[2] اس حساب سے صرف اٹھائیس سال ہوتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدت عام شماری کی بنا پر ہے۔

فرمایا: تو وہاں کیسے دفن ہو سکتی ہے؛ وہاں تو صرف میرے لیے، ابو بکرؓ کے لیے، عمرؓ کے لیے اور حضرت عیسٰی ابن مریم علیہما السلام کے لیے جگہ ہے۔

شہادتِ عثمانؓ کی پیشگوئی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی طرف نظرِ رحمت کی اور فرمایا: ربّ العزت عثمانؓ پر رحمت فرمائے یہ شہید ہوگا۔ پھر آپؐ نے جناب علی المرتضیٰؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف دیکھا تو فرمایا: تم دونوں ایک دوسرے سے لڑو گے۔ لیکن اے زبیرؓ! تم حق پر نہیں ہو گے۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت طلحہؓ کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ خداوند جہاں طلحہؓ کے قاتل پر رحمت نہ کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ آج میرے بعض صحابہ یہیں رہیں تاکہ میں بعض امور اُن کو بتلا سکوں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضرت ابوبکرؓ کو بلا بھیجوں حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سمجھی کہ آپ حضرت ابوبکرؓ کو نہیں چاہتے۔ میں نے کہا: حضورؐ! عمر کو بلا بھیجوں حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سمجھی آپ اسے بھی نہیں چاہتے۔ میں نے کہا: عثمانؓ بن عفان کو بلا لیجئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں بلا لو۔ میں نے حضرت عثمانؓ کو بلا بھیجا۔ آپ آکر حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضور علیہ السلام آپ سے کچھ باتیں کہہ رہے تھے اور ان کا رنگ زرد ہوا جاتا تھا۔ جس روز حضرت عثمانؓ کا گھر پر محاصرہ کیا گیا تو آپ کے متوسلین نے باغیوں کے ساتھ آپ کو جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ آپؓ نے فرمایا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد لیا ہوا ہے اور باتیں بھی کی ہیں۔ لہٰذا میں اِن مصائب میں بھی صابر و شاکر رہوں گا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: مجھے یوں معلوم ہُوا جیسے حضور علیہ السلام نے انہیں ان کے روزِ شہادت کی خبر دے دی تھی۔

شہادتِ علیؓ کی پیش گوئی حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا: اے علیؓ! میں تجھے ایک بدبخت ترین انسان کے متعلق بتاؤں وہ حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کی کونچیں

کاٹنے والا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے جو تمہارے سر پر تلوار سے وار کرے اور تمہارے محامد و محاسن میں رنگ بھر جائے۔

حضرت ابوالاسود دیلمیؓ سے روایت ہے۔ میں نے حضرت سیدنا علیؓ سے سُنا، آپ نے کہا ایک روز میں مدینہ سے باہر جا رہا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سلام گھوڑے پر سوار ہوتے ہی مجھ سے ملاقی ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سلام نے مجھ سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: عراق جا رہا ہوں۔ اس پر وہ کہنے لگے: خبردار! اگر آپ عراق گئے تو آپ کا سر نیزے پر چڑھ جائے گا۔ پھر حضرت علیؓ نے ان سے کہا: بخدا جو کچھ آپ نے کہا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی سُن رکھا ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیؓ ینبع میں بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کی: حضورؓ! آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اگر یہاں آپ کو موت نے آلیا تو آپ کی تجہیز و تکفین کا کفیل کون ہوگا عراقیوں سے یہ توقع نہ رکھئے۔ اس لیے بہتر یہی ہے آپ مدینہ منورہ تشریف لے جائیں تاکہ وہاں کے بعد آپ کے بھائی بند آپ کی خبرگیری کر سکیں اور آپ کی نمازِ جنازہ بھی ادا کریں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا: میں ابھی نہیں مروں گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک امیر نہ بن جاؤں۔ اور میرے محاسن میری شہادت سے رنگین ہوں گے۔

حضرت امیرالمومنین جناب علیؓ کا بیان ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ ایک باغ سے گزرا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ کیسا اچھا باغ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے علیؓ! تیرے لیے بہشت میں اس سے بہتر ہوگا۔ اسی طرح ہم سات باغوں سے گزرے اور میں اسی طرح کہتا گیا۔ حضورؐ بھی یہی فرماتے گئے کہ تیرے لیے بہشت میں اس سے بھی بہتر باغ ہوگا۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیک وسلم! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے خلاف بعض لوگ اپنے سینوں میں بغض رکھتے ہیں جو وہ میری وفات کے بعد ظاہر کریں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا وہ لوگ اس جہاں سے سلامتی سے جائیں گے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا: ہاں سلامتیِ دین کے ساتھ۔

حضرت طلحہؓ کی شہادت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام نے حضرت طلحہؓ کو دیکھ کر فرمایا: جس نے زمین پر شہید دیکھنا ہے وُہ طلحہؓ کو دیکھ لے۔

حضرت صدیقہؓ کا مستقبل

ایک دن حضور علیہ السلام نے اپنی ازواجِ مطہرات سے پوچھا، تم میں سے کون اس اُونٹ پر چڑھ کر باہر نکلے گی۔ جس کی پیشانی بالوں سے بھری ہوگی اور حوآب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔ بہت سے لوگ اس کی بائیں جانب اور بہت سے اس کی دائیں جانب مارے جائیں گے اور قریب ہوگا کہ اسے بھی مار ڈالیں لیکن وہ بچ جائے گی۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عراق جاتے ہوئے بنی عامر کے چشموں پر پہنچیں تو وہاں کتے بھونکے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پُوچھا: یہ کون سی جگہ ہے۔ ساتھیوں نے کہا: یہ مقام حوآب ہے۔ آپ نے فرمایا: میں واپس جاتی ہُوں۔ حضرت ابن زبیرؓ نے کہا: آپ واپس تشریف نہ لے جائیں۔ ہو سکتا ہے آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کو فریقین کی اصلاح مقصود ہو۔ آپ نے پھر فرمایا: بس میں واپس جاتی ہُوں اور آپ نے وُہ سب کچھ بیان کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے فرمایا تھا۔

حضور علیہ السلام نے اس ہونے والے واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہُوئے کہا: ایک قوم خروج کرے گی جس کے افراد ہلاک ہوں گے۔ ان کی قائدہ ایک عورت ہو گی اور وُہ اہل بہشت سے ہو گی۔

حضور علیہ السلام نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا: جو کوئی تم سے میرے بعد مہربانی کرے وہ راست گو اور نیک کردار ہوگا۔ اے خداوند جہاں! عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بہشت کی نہر سلسبیل سے سیراب کر۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آپ کی وفات کے بعد بعض اپنی چیزیں چالیس ہزار دینار کے عوض فروخت کر دیں اور وُہ دینار آپ کی ازواجِ مطہرات میں تقسیم کر دیئے۔

حضرت زبیرؓ کی شہادت

حضرت علیؓ ایک دن حضرت زبیرؓ سے بعض راز کی باتیں کر رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم زبیرؓ سے راز کی باتیں کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے خلاف جنگ جمل میں لڑیں گے اور ظلم کا ارتکاب کریں گے۔ حضرت علیؓ نے یہ باتیں حضرت زبیرؓ کو یاد دلائیں تو آپ حضرت علیؓ کے ساتھ مقاتلہ سے دست کش ہو گئے۔ لیکن ایک شخص نے آپ کے پیچھے سے جاکر آپ کو ایک ہی وار میں شہید کر دیا اور سر کاٹ کر حضرت علیؓ کے پاس لے گیا۔ حضرت علیؓ نے دیکھ کر فرمایا: زبیرؓ کے قاتل کو عذابِ دوزخ کی خوشخبری ہو۔

عمار بن یاسرؓ کی شہادت

جناب رسالتمآب علیہ التحیۃ والثناء نے جنگ خندق سے پہلے خندق کھودتے ہوئے حضرت عمار بن یاسر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: تمہیں باغی لوگ شہید کریں گے۔ چنانچہ ایک روز جب جنگِ صفین اپنے زوروں پر تھی تو حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت علیؓ سے حلفیہ کہا کہ آج وہی دن ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے مجھے بتایا تھا۔ حضرت علیؓ نے ان کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ عمار بن یاسرؓ نے دوبارہ قسم دی تو حضرت امیرؓ نے پھر بھی کچھ نہ کہا۔ جب تیسری دفعہ انہیں قسم دی گئی تو حضرت علیؓ نے انہیں فرمایا: ہاں! یہ وہی روز ہے۔ حضرت عمارؓ بن یاسر نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو گئی۔ انہوں نے یہ کہہ کر آج ہماری ملاقات جنت میں محمد علیہ السلام سے ہو گی، ہتھیار اٹھائے اور لشکر امیر معاویہؓ میں گھس گئے اور مقاتلہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے حضرت معاویہؓ کے کئی فوجیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے لیکن آپ پر تشنگی غالب آگئی۔ آپ نے پانی طلب کیا تو آپ کو دُودھ کی لسی پیش کی گئی۔ حضرت عمارؓ نے دیکھا تو اللہ اکبر کہہ کر کہا: لاؤ مجھے کچھ یہ پلا دو کیونکہ رسالت مآب علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ اے عمار! تجھے باغی لوگ قتل کریں گے اور تمہارا قتل جبرئیل اور میکائیل کے درمیان ہو گا۔ اس کی نشانی یہ ہو گی کہ تم اس وقت پانی مانگو گے تو دودھ کی لسی پلائی جائے گی۔

سیدِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے

فرمایا: اے عبداللہ! عمار بن یاسر کے قاتل کو عذاب جہنم کی خوشخبری دے دو۔ کہتے ہیں لوگوں نے حضرتِ عمار کو شہید کر دیا تو دو شخص آپ کے سر کو لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس لے گئے اور دونوں اُن کے قتل کے مدعی بن گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جس نے بھی اسے شہید کیا ہے میں اسے ایک تھیلی درہم دوں گا۔ چنانچہ آپ نے تحقیق کے لیے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مقرر کیا تو حضرت عبداللہ نے ایک سے پوچھا:

تُو نے انہیں کیسے مارا؟

اس نے کہا:

میں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: لیکن تُو تو اس کا قاتل معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے بعد آپ نے دوسرے مدعی سے پُوچھا کہ تم نے انہیں کیسے شہید کیا؟

اس نے کہا: میں نے آپ پر حملہ کیا تو میرے نیزے کا وار موثر ثابت ہوا اور جب اپنے مرکب سے نیچے گرے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہا اس شخص کو کہیں بھی کامیابی و کامرانی نصیب نہ ہو گی جس نے حضرت میکائیل اور حضرت جبرائیل کے سامنے ندامت و خسارت اٹھائی۔ ان کی زبان پر یہی الفاظ تھے اور دائیں بائیں دیکھ رہے تھے کہ میں نے ان کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: یہ لے تھیلی درہموں کی اور ساتھ ہی تجھے عذاب جہنم کی خوشخبری ہو۔ اس نے کہا: یہ عجیب بات ہے اگر ہم مارے جائیں تو بھی واحسرتا! اور اگر ہم کسی کو مار دیں تو بھی واحسرتا! یہ کہہ کر اس نے تھیلی پھینک دی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: اے عبداللہ! اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کا کیا مقصد؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا: میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ جس دن حضور علیہ السلام نے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا تو ہر شخص ایک ایک پتھر اٹھا کر لا تا رہا۔ حضرت عمارؓ بن یاسر دو دو پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔ میں نے دریں اثناء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا جو حضرت عمارؓ سے فرما رہے تھے: اے عمارؓ! تجھے باغیوں کی جماعت قتل کرے گی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: اے عبداللہ! عمار بن یاسر کے قاتل کو عذاب

دوزخ کی بشارت دے دو۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا، خاموش رہئے تمہیں اس کلام کی تاویل کا پتہ نہیں۔ عمارؓ کا قاتل وہ شخص ہے جو انہیں میدانِ جنگ میں لے آیا۔ یہ بات حضرت امیرالمومنین علیؓ نے سُنی تو فرمایا؛ اس طرح تو پھر حضرت حمزہؓ کے قاتل (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نہ کہ وحشیؓ۔[1]

جنگِ جمل کی خبریں

حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ سے قبل از وقت فرما دیا تھا کہ جلد ہی حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان کوئی چیز واقعہ ہوگی۔ آپ کا یہ اشارہ جنگِ جمل کی طرف تھا۔ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ چیز خاص کر آپ کے اصحاب کے درمیان واقعہ ہوگی؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا؛ ہاں۔ حضرت علیؓ نے کہا؛ پھر تو میں نہایت بدبخت صحابیوں سے ہونگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا؛ نہیں ایسا نہیں ہے۔ لیکن جب اس واقعہ کے بعد تمہیں اپنے حریف پر غلبہ حاصل ہو تو اسے اپنی جائے حفاظت پر لوٹا دینا۔ لہٰذا جب حضرت علیؓ کو جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ کی فوج پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے حضرت عائشہؓ کو نہایت اکرام و احترام سے مدینہ منورہ پہنچا دیا۔

خوارج کی نشان دہی

حضرت عمار بن یاسرؓ جس روز حضرت معاویہؓ سے مقاتلہ کے لیے میدانِ جنگ میں جا رہے تھے تو کہتے تھے کہ مجھے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا ہے کہ میں حضرت علیؓ سے بیعت و عہد شکن لوگوں یعنی حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ سے اور ان کی جماعت سے لڑوں۔ اب ان سے تو ہم فارغ ہو چکے ہیں۔ اب ہم ان لوگوں سے لڑیں گے جو حق عدول اور ستمگر ہیں۔ یہ لوگ حضرت معاویہؓ اور ان کے پیروکار ہیں۔ پھر ہم مارقین کے ساتھ جنگ کریں گے جنہیں ہم نے ابھی تک دیکھا ہی نہیں۔ ان لوگوں سے

---

[1] ان شواہد کو قلم بند کرنے سے قبل جامیؒ نے خود اعتراف کیا ہے کہ ان حالات و واقعات کے مآخذ دستیاب نہیں ہو سکے۔ یعنی جن کتابوں میں یہ حالات و واقعات مرقوم ہیں اُن کے نام کا انہیں پتہ نہیں۔ شاید جامیؒ یہ واقعہ تفضیل علیؓ کو مدِ نظر رکھ کر کہہ گئے ہیں۔

مراد خوارج ہیں جن سے حضرت علیؓ حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد لڑے۔

حضرت سیدنا علیؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں یمن سے کچھ گرد آلود سونا بھیجا۔ حضور علیہ السلام نے وہ سونا اہل نجد میں تقسیم کر دیا۔ قریش وانصار کہنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ہمیں نظر انداز فرما رہے ہیں اور اہل نجد کو عطا فرما رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ سونا ان میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ ان کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کے لیے الفت ومحبت پیدا ہو جائے۔ ابھی آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، گال ابھرے ہوئے تھے، داڑھی گھنی تھی، آیا اور کہا، اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! خدا سے ڈریئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے زیادہ کون خداوند کریم سے ڈرنے والا ہے۔ اس وقت حضرت خالد بن ولیدؓ حضور علیہ السلام کے پاس ہی تھے۔ انہوں نے اسے جہنم واصل کرنے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہ ملی۔ وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلتا بنا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا وہ لوگ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بتوں کی پوجا کرنے والوں سے درگزر کریں گے۔ یہ لوگ دینِ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکاری کی کمان سے تیر۔ یہ لوگ خوارج سے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہی لوگوں کو مارقین کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ تجھ سے میری امت میں سے تین افراد نکاح کریں گے۔ یہ جعفر بن ابی طالبؓ، ابوبکر بن ابی قحافہؓ اور علیؓ ابن ابی طالب ہونگے تو جسے چاہے پسند کر لے۔ اس نے حضرت جعفرؓ کو پسند کیا کیونکہ اُن سے سب سے پہلے نکاح حضرت جعفرؓ نے ہی کیا تھا۔ اور اس طرح جس طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا واقع ہو گیا۔ حضرت جعفرؓ کی وفات کے بعد اسماء نے حضرت ابوبکرؓ سے شادی کی خواہش کی اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے شادی کر لی۔

ایک خارجی کا قتل

حضور رسالتمآب علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو بتلا دیا تھا کہ تم ایسے لوگوں سے جنگ کرو گے جو خارج از دین ہوں گے اور ان میں سے ایک ایسا شخص ہو گا جس کے کندھوں پر عورتوں کے پستانوں کی مانند گوشت کے

ٹکڑے ہوں گے اور اس گوشت پر چند بال ایسے ہوں گے جیسے چوہے کی ناک پر ہوتے ہیں۔
چنانچہ جب حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے خوارج پر فتح و ظفر پائی اور ان میں سے بہت ترتیغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی تلاش کرو جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ آپ کے متوسلین نے ہر گاہ اسے ڈھونڈھا لیکن اس کا کہیں نشان نہ ملا۔ حضرت امیر المومنین علیؓ نے قسم کھا کر کہا میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے سچ بتایا تھا۔ اسے پھر ڈھونڈا گیا تو چالیس آدمیوں کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس شخص کی وہی نشانیاں تھیں جو حضور علیہ السلام فداہ امی و ابی نے بتلائی تھیں۔

محمد بن حنفیہؒ کی پیدائش

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ بنی حنفیہ میں سے تجھے ایک لونڈی ملے گی اس سے اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھنا اور اسے میری کنیت سے پکارنا۔ چنانچہ جب حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران میں فتح یمامہ ہوئی تو بنی حنفیہ میں سے بہت سے افراد قید ہو کر مدینہ آئے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے جناب حنفیہ کو جو امام محمد بن حنفیہ کی والدہ ہیں، حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا۔ انہی میں سے حضرت امام محمد بن حنفیہ متولد ہوئے۔

یمامہ سے ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمتِ مقدس میں ایک بچہ لے کر آئی جس کے سر پر زخم تھا۔ حضور علیہ السلام نے اپنا لعابِ دہن اس بچے کے سر پر لگایا وہ زخم اچھا ہو گیا اور آئندہ اس کی نسل سے کسی بچے کو ایسی بیماری نہ لگ سکی۔ یہی عورت اپنے ایک اور بچے کو جسے یہی بیماری لاحق تھی مسیلمہ کذاب کے پاس لے کر آئی تو اس کا سر اس کے لعابِ دہن کی وجہ سے گل گیا اور یہ بیماری نسلاً بعد نسل چلتی گئی۔

حضرت ابوذرؓ کی وفات

حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں حضرت ابوذر غفاری مدینے سے باہر ایک مقام رُبذہ پر رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ کو ایک بیماری لاحق ہو گئی۔ یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی بیوی حضرت امِ ذرؓ آپ پر بہت روئیں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، کیوں روتی ہو؟ تو انہوں نے کہا: کیوں نہ روؤں؟ تمہاری وفات بالکل قریب ہے اور حالت یہ ہے کہ کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی نہیں جس میں آپ کو

دفن کیا جائے۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا، غم نہ کرو میں ایک روز حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں تھا تو آپ نے اصحاب سے فرمایا تم میں سے ایک اُجاڑ بیابان میں اللہ کو پیارا ہوگا اور اس کی وفات کے وقت اہلِ اسلام جمع ہوں گے۔ حاضرین میں سے سوائے میرے اور کوئی باقی نہیں رہا اس لیے تم جلدی سے اس ٹیلے پر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھو حضور علیہ السلام نے جیسا فرمایا ہے ایک ایسی جماعت ضرور حاضر ہوگی۔ حضرت اُمِ ذرؓ نے کہا، حاجیوں کی آمد و رفت کا موسم تو ختم ہوگیا ہے اب اس جماعت کی امید کہاں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے دوبارہ کہا، دیکھو تو سہی۔ اُمِ ذرؓ نے دیکھا کہ ایک جماعت اُونٹوں پر سوار آ رہی ہے اور لوگ اس کی طرف کپڑے ہلا ہلا کر اشارہ کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس آئے تو اُمِ ذرؓ نے اُن سے کہا، حضرت ابوذر غفاریؓ مصاحبِ رسول علیہ السلام حالتِ نزاع میں ہیں انہوں نے سُن کر کہا، ہمارے باپ اس پر قربان ہوں۔ پھر وُہ ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کو مرحبا کہا اور ان سے گزشتہ حدیث بیان کرنے کو کہا۔ اس کے بعد آپ نے اُن سے کہا میرے پاس کفن نہیں۔ میں چاہتا ہوں میری تکفین وُہ کرے جو کبھی عامل، امیر اور نقیب نہ رہا ہو۔ انصار میں سے ایک جوان بولا، اے عم من! میں کبھی امیر و عامل و نقیب نہیں رہا۔ میرے پاس کپاس کا بُنا کپڑا ہے جو میری والدہ نے کاتا اور بُنا تھا۔ ابوذر غفاریؓ نے اسے دعائے خیر دی اور بعد ازاں جانِ جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ان لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ان میں سے ایک حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ تھے اور دُوسرے مالک بن اُشترؓ تھے۔

رجال کی موت کا واقعہ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے علاوہ رجال بن عنفوہ بھی تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن سب سے زیادہ عذابِ جہنم میں مبتلا کیا جائے گا۔ لوگوں نے جب یہ کلمات سُنے تو میرے اور رجال کے سوا سب وفات پا گئے۔ مجھ پر ایک عجیب خوف طاری ہوگیا اور ہمیشہ میں لوگوں سے رجال کی احوال پرسی کرتا رہا۔ لیکن جب مجھے اس کے ارتداد اور امدادِ مسیلمہ کذاب کی خبر ملی تو میرا خوف بہت حد تک کم ہوگیا۔

تیر و پیکان کی آزمائش حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ میں جنگِ اُحد یا خیبر میں ایک تیر آکر پیوست ہو گیا۔ وہ حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں آئے اور عرض کی: حضورؐ! اس تیر کو کھینچ لیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے رافع! اگر چاہو تو تیر و پیکان دونوں کھینچ لوں۔ اور اگر چاہو تو تیر کھینچ لوں اور پیکان رہنے دوں تاکہ تو شہادت پائے اور قیامت میں تیری شہادت کی گواہی دُوں۔ حضرت رافعؓ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! تیر کھینچ لیجئے اور پیکان رہنے دیجئے اور روزِ محشر میری شہادت کی گواہی دیجئے۔ جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیر کھینچ لیا اور پیکان رہنے دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد تک جئے اور زخم تازہ ہونے سے وفات پائی۔

رکن ششم

"رکن ششم میں ایسے دلائل وشواہد بیان کیے گئے ہیں جو صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظام سے ظہور میں آئے۔ حضرت امام ہمام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا حضرت اس کا سبب کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے صحابہؓ سے اتنی کرامات وخوارقِ عادات واقعہ نہیں ہوئیں جتنی اولیاء اور علمائے اُمت سے ظہور میں آئیں۔ آپ نے فرمایا، صحابہ کا ایمان اس قدر پختہ اور محکم تھا کہ انہیں اپنے ایمان کو خوارقِ عادات اور کرامات سے زیادہ مضبوط ومستحکم بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن دوسرے لوگوں کا ایمان اتنا مضبوط نہ تھا لہذا انہوں نے اسے کرامات وخوارقِ عادات سے مضبوط بنایا۔"

خرقِ عادت کیا ہے

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ خرقِ عادت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار منجانب اللہ ہوتا ہے۔ یہ بھی اس وقت جب عبادت گزار بندوں میں ضعفِ یقین پیدا ہو جائے اور خرقِ عادت سے اُن کی عبادت ومحنت کا ایک فوری نتیجہ اُن کے مشاہدہ میں آجائے۔ عباد وزہاد سے کچھ لوگ ارفع واعلیٰ ہیں (یعنی صحابہ کرامؓ) ان کے دلوں سے حجابات اُٹھ گئے اور اُن کے باطنوں میں قوتِ یقین اور معرفت خالص مکمل مل گئی اس لئے اُن کے لیے خرقِ عادت اور کرامت کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بہت سے ایسے ہیں جن سے کوئی کرامت منقول نہیں۔ صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب آپؐ کی صحبت کی برکات سے اور نزولِ وحی کے ماحول میں رہتے اور فرشتوں کی آمد ورفت کے اثر سے منور تھے جن کے باعث اُنھوں نے عالمِ آخرت کا مشاہدہ کر لیا تھا۔ اُن کے نفوس مزکّٰی ہو چکے تھے اور ان کی عادات قیود اسباب سے رہا ہو چکی تھیں اُن کے قلوب کی آئینوں کی طرح تصقیل ہو چکی تھی اسی وجہ سے

وہ کرامات اور انوارِ قدرت کے مشاہدہ جو بعد والوں کے لیے ضروری تھے مستغنی ہو چکے تھے اور جو شخص قوتِ یقین کے اس مرتبہ پر پہنچ جائے گا وُہ کائنات کی ہر شے میں قدرت کو اس طرح دیکھے گا جس طرح دُوسرے لوگ اس عالمِ اسباب میں حکمت دیکھتے ہیں اور حکمت کے حجابات میں سے انوارِ قدرت اس پر متجلّی ہوں گے تو جب کبھی قدرت مجرّد ہو کر اس پر منکشف ہوگی تو یہ بات اس کے لیے اجنبی نہ ہوگی ۔ جو شخص قدرت کے ظہور کو مستبعد سمجھنے والا ہوگا اس کے یقین کو اظہارِ کرامت سے قوت پہنچائی جاتی ہے کیونکہ وہ محجوب ہوتا ہے اور اس کے اور قدرت کے مابین حجابِ حکمت حائل ہوتا ہے ۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفا عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سیّد المتقین چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰحضرت بریلویؒ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام احوال و اعمال اور اقوال دلیل نبوت اور شاہد رسالت ہیں ۔ جب حضور علیہ السلام ہجرت کے لیے مامور ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پُوچھا : میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا ؟ جبریل علیہ السلام نے کہا : "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ اس روز سے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھ دیا[1] ۔ آپ سے جو شواہد ظہور میں آئے وُہ حسب ذیل ہیں ۔

حضرت صدیقؓ کا خواب

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام وحی کا شبیہ ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ بعثتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں نے خواب میں ایک نورِ عظیم دیکھا جو آسمان سے اُتر کر کعبۂ معظمہ کی چھت پر نازل ہوا اور مکۂ معظمہ میں کوئی ہی

---

[1] ایک دوسری روایت کی روشنی میں اس واقعہ سے قبل یعنی بعد از واقعہ معراج جناب رسالتمآبؐ نے حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب عطا فرمایا کیونکہ آپ نے آپؐ کے واقعۂ معراج کی بلاحیل وحجت تصدیق کی تھی ۔

ایسا گھر ہوگا جو اس نور سے فروزاں نہ ہوا ہو۔ ہر گھر کے انوار ایک جگہ جمع ہو کر ایک ہی نور ہو گئے۔ یہ نور سب سے پہلے میرے گھر چلا آیا اور میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ صبح ہوئی تو میں نے اپنی خواب یہودیوں کے ایک اُسقف کو سُنائی اور اس کی تعبیر کے لیے بھی کہا۔ اس نے کہا، یہ ایسی خواب ہے جس کا مجھے کوئی علم و اعتبار نہیں۔ چند دن گزرے تھے میں (ابو بکرؓ) تجارت کے سلسلے میں بحیرا کے کلیسا میں جو بحیرو راہب کا مسکن تھا، پہنچا اور تعبیرِ خواب پوچھی۔ اس نے کہا: "تم کون ہو؟"

میں نے جواب دیا: "میں قریش میں سے ہوں"

اس نے کہا؛

خداوند تعالیٰ تمہیں میں سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا اور تم اس کے وزیر ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

حضرت صدیقؓ ایمان لاتے ہیں

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو مجھے دعوتِ اسلام دی۔ میں نے کہا، ہر نبیؑ اپنی نبوت کے لیے کوئی نہ کوئی دلیل و برہان رکھتا ہے آپ کی کیا دلیل ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا؛ میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور پھر راہب کا یہ کہنا کہ اس خواب کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور بحیرہ کا کہنا کہ اس خواب کی تعبیر یوں ہے اور اسی طرح میں نے تم سے کہہ دیا ہے جس کی مجھے جبرائیلؑ نے اطلاع دے دی تھی۔ میں نے کہا؛ حضورؐ! میں آپ سے کوئی دلیل ماسوائے اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ طلب نہیں کرتا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں نے پہلے پہل جس شخص کو بھی دعوتِ اسلام دی اس نے تھوڑا بہت ضرور تامل و توقف کیا لیکن ابو بکرؓ ہیں کہ دعوتِ اسلام کے بعد فوراً بغیر کسی دلیل و برہان کے مجھ پر ایمان لے آئے اور میرے مصدق بنے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

درخت شہادتِ رسالت دیتے ہیں

حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک روز زمانۂ جاہلیت میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اس درخت کی ایک شاخ میری طرف جھکی یہاں تک

کہ میرے سرتک آگئی۔ میں نے دیکھا تو دل میں کہا اب کیا ہوگا۔ اس درخت سے میرے کانوں میں آواز آئی کہ فلاں وقت ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ تمہیں چاہیے کہ سعادت مندترین ہستی بن جاؤ۔ میں نے کہا ذرا بات کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیجئے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ ان کا نام کیا ہے؟ درخت سے آواز آئی: وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ میں نے کہا وہ تو میرے دوست اور محبوب ہیں۔ میں نے اس درخت سے عہد لیا کہ جب وہ مبعوث ہوں تو مجھے ان کی بعثت کی نوید و خوشخبری دینا۔ جب حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اس درخت سے آواز آئی: اے ابن ابو قحافہؓ! نہایت سعی و کوشش کیجئے اس کے مبعوث ہونے کا وقت قریب آگیا ہے اور ربِ موسیٰ کی قسم! تجھ سے دینِ اسلام قبول کرنے میں کوئی سبقت حاصل نہیں کرے گا۔ صبح ہوئی تو میں حضور علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں پہنچا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: اے ابوبکرؓ! میں تجھے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے فوراً اشهد ان لا اله الا الله واشهد انك رسول الله بعثك بالحق سراجًا منيرًا[1] پڑھ لیا اور آپ پر ایمان لے آیا، اور آپ کی تصدیق کی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر کا بیان ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بقصدِ تجارت ملکِ شام کو گیا اور قبیلہ ازد کے ایک رئیس کے ہاں ٹھہرا۔ یہ شخص آسمانی کتابوں کا عالم تھا اور اس کی عمر چار سو سال کے قریب بتائی جاتی تھی۔ جونہی اس نے مجھے دیکھا تو کہا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم حرمِ مکہ سے آئے ہو؟

میں نے کہا: ہاں!

اس نے پوچھا: کیا قریش سے ہو؟

میں نے کہا: ہاں۔

اس نے پوچھا: بنی تیم سے ہو؟

---

[1] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ سراج منیر ہیں۔

میں نے کہا: ہاں! بنی تیم سے ہوں۔
اس نے کہا: ایک نشانی اور باقی رہ گئی ہے۔
میں نے پوچھا: وہ کون سی ہے؟
اس نے کہا: ذرا اپنا پیٹ ننگا کرو۔
میں نے کہا: جب تک مجھے اپنے ارادہ سے مطلع نہ کرو گے میں پیٹ ننگا نہیں کروں گا۔
اس نے کہا: آسمانی کتابوں میں مرقوم ہے کہ حرم شریف میں ایک پیغمبر مبعوث ہونگے جن کے دو معاون ہوں گے، ایک جواں سال اور دوسرا جوانی کی عمر سے کچھ ڈھلتا ہوا۔
جو جوان ہوگا اس کی خصوصیات یہ ہوں گی کہ وہ دین کے نشہ میں سرشار ہوگا لیکن دوسرے کا چہرہ چاند کی طرح روشن اور جسمانی طور پر نحیف و کمزور ہوگا۔ اس کے پیٹ پر ایک خاص نشان ہوگا۔
میں نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھایا تو اس نے دیکھا میری ناف کے اوپر کچھ سیاہ جگہ ہے۔
اس نے کہا: ربّ کعبہ کی قسم! تو وہی شخص ہے۔
پھر اس نے مجھے چند نصیحتیں کیں اور کہا: اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے رشد و ہدایت کی طرف مائل ہوجا اور بے مثل طریقہ پر گامزن ہوجا۔ اللہ تجھ پر وہ چیز آسان کرے جو تجھے عطا کرے۔
جب یمن میں میرے تمام کام ختم ہوگئے تو میں اس سے رخصت ہونے کے لیے آیا۔
اس نے مجھے چند اشعار دیئے اور کہا: یہ اشعار اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دینا جب میں مکہ پہنچا تو حضور علیہ السلام مبعوث ہوچکے تھے۔ رؤسائے قریش مجھے ملنے کے لیے آئے میں نے اُن سے پوچھا: کیا تم نے کوئی عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے؟
انہوں نے کہا: اس سے عجیب بات اور کیا ہوگی کہ ابو طالب کا یتیم بھتیجا دعوئ نبوت کر بیٹھا ہے۔ ہم تمہارے ہی منتظر تھے۔ جب تم آؤ گے تو کچھ فیصلہ کرو گے۔ میں نے انہیں کسی طرح ٹال دیا اور حضور علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ پتہ چلا آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر پر ہیں۔ میں نے جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے تو میں نے

پُوچھا: یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ اپنے گھر پر نہیں ملے۔ لوگ کہتے ہیں آپ نے اپنے آباو اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبکر صدیق! میں خدا کا رسول ہوں جو تمہاری اور تمام مخلوقِ خدا کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ ایمان لے آؤ۔ میں نے کہا: آپ کے اس دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہی جو یمن میں ایک بوڑھے نے تجھ سے کہا تھا۔ میں نے عرض کی: یمن میں بہت سے شیوخ سے ملا ہوں۔ آپ کس شیخ کی بات کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں اس شیخ کی بات کرتا ہوں جس نے تجھے چند شعر دیئے ہیں۔ میں نے عرض کی: اے میرے محبوب! آپ کو اس کی کیسے خبر ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس فرشتہ نے بتایا ہے جو مجھ سے پہلے انبیاء پر وحی لاتا رہا ہے۔ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و انت رسول اللّٰہ"۔ ؎

پھر میں گھر لوٹ آیا۔ اس وقت کوئی شخص مجھ سے زیادہ خوش و خرم نہ تھا اس لیے کہ مجھے دولتِ ایمانی نصیب ہو چکی تھی۔

سرکارِ دو عالم خواب میں تشریف لاتے ہیں

ایک دن اپنی بیماری کے دوران میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق نے فرمایا: اس رات میں نے خلافت کی سپردگی کے لیے متواتر استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی مجھے ایسے شخص کو امرِ خلافت تفویض کرنے کی توفیق دے جس سے وہ خوش ہے۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو میں دروغ گوئی سے کام نہ لوں گا۔ اور ایسا کون عقلمند ہے جو لقائے ربانی کے وقت اس پر افتراء و بہتان باندھے۔ اور مسلمانوں میں جھوٹ بولنے کو جائز نہ سمجھے۔ تمام حاضرین بولے: اے خلیفۂ رسولِ خدا! آپ کی راستگوئی اور صدق و صفا میں کس کو شک ہے؟ آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہئے۔

؎ میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: رات کے آخری حصے میں مجھے سخت نیند آئی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُرانوار سے مشرف ہوا۔ آپ نے دو سفید کپڑے پہن رکھے تھے اور میں اُن کپڑوں کے دونوں کناروں کو ملا رہا تھا ناگاہ وہ دونوں کپڑے سبز ہونا اور چمکنا شروع ہو گئے ان کی درخشانی و تابانی سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا ئی جاتی تھیں او حضور علیہ السلام کے دائیں بائیں دو نہایت حسین و جمیل نوجوان کھڑے تھے جن کی دید سے دل و جان مسرور ہوئے جاتے تھے۔

حضور علیہ السلام نے مجھے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ سے مشرف فرمایا اور اپنا دستِ مقدس میرے سینے پر رکھ دیا جس سے میرا اضطراب و خفقانِ دل دُور ہو گیا۔

پھر فرمایا: اے ابوبکرؓ! ہمیں تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم میرے پاس آ جاؤ۔ میں خواب میں بہت رویا یہاں تک کہ میرے اہل خانہ کو بھی میرے رونے کی خبر ہو گئی، جنہوں نے مجھے بعد ازاں اس گریۂ و زاری سے مطلع کیا۔

پھر میں نے کہا، یا رسول اللہ! وہ دونوں آپ کے قریب ہوئے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: ابھی کچھ قربت باقی ہے کیونکہ وصال بھی تمہارے بغیر جُدائی ہے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت سپرد کرنے کا اختیار دے دیا ہے میں نے عرض کی: حضورؐ! آپ ہی کسی کو پسند فرمائیں حضور علیہ السلام نے فرمایا: حضرت فاروق اعظمؓ کو رعیت کا والی بنایا ہے جو صادق و قوی ہیں اور وہ زمانے بھر کے زمین و آسمان میں پاکیزہ ترین شخص ہیں۔

پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ دونوں آدمی وفات کے وقت تمہارے وزیر ہوں گے اور بہشت میں تمہارے ہمسایہ ہوں گے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے السلام علیکم کہا۔ پھر ان دونوں جوانوں نے بھی السلام علیکم کہا اور بولے کہ تمہیں ناپسندیدہ چیز سے مخلصی حاصل ہو گئی ہے تو آسمان میں بھی صدیق ہے، انسانوں میں بھی صدیق ہے، فرشتوں میں بھی صدیق ہے اور زمین میں بھی،

صدیق ہے۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ دونوں نوجوان کون ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ دونوں معزز و مکرم فرشتے ہیں جن کے نام جبرائیل و میکائیل علیہما السلام ہیں۔ یہ فرما کر حضور علیہ السلام تشریف لے گئے اور میں بیدار ہو گیا۔ میری گالوں پر آنسو بہہ رہے تھے اور میرے گھر والے میرے سرہانے کھڑے ہو کر رو رہے تھے۔

حضرت صدیق ؓ پہلوئے رسول ؐ میں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آپؓ کو شہداء کے درمیان دفن کر دیں اور بعض کہتے تھے کہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ میں نے کہا: میں تو انہیں اپنے حجرے میں اپنے محبوبؐ کے پاس دفن کروں گی۔ ابھی ہم اسی اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی۔ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "محبوب کو محبوب کی طرف لے آؤ۔" جب میں بیدار ہوئی تو پتہ چلا کہ تمام حاضرین نے اس آواز کو سن لیا تھا یہاں تک مسجد میں موجود لوگوں نے بھی اس آواز کو گوشِ ہوش سے سنا۔

مرقدِ رسول ؐ سے آواز

وفات سے پہلے سیدنا صدیق اکبر ؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے تابوت کو حضور علیہ السلام کے روضۂ انور کے پاس لا کر رکھ دینا اور السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہہ کر عرض کرنا کہ حضورؐ! ابوبکر ؓ آپ کے آستانۂ عالیہ پر حاضر ہوا ہے۔ اگر اجازت ہوئی تو دروازہ کھل جائے گا اور مجھے اندر لے جانا ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوبکر ؓ کی وصیت پر عمل کیا گیا اور ابھی وہ کلمات پایۂ اختتام کو نہ پہنچے تھے کہ پردہ اٹھ گیا اور آواز آئی کہ "حبیب کو حبیب کی طرف لے آؤ۔" سبحان اللہ!

حضرت صدیق ؓ کا دسترخوان

راوی کا بیان ہے کہ ایک رات ہمارے مہمان آ گئے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ جنابِ رسالتمآب علیہ السلام کے پاس تھے اور عشاء تک آپ کے پاس ہی رہے۔ جب گھر آئے تو پوچھا: کیا مہمان کھانا کھا چکے ہیں؟ گھر والوں نے کہا: ہم نے کھانا پیش کیا تھا لیکن انہوں نے ! کیونکہ وہ آپ کے ساتھ کھانا چاہتے ہیں۔ آپ کو غصہ آ گیا اور قسم کھائی کہ وہ اس

کھانا سے ہرگز نہیں کھائیں گے۔ پھر آپؓ نے فرمایا: یہ قسم تو محض وسوسۂ شیطانی تھی، تو انہوں نے وہی کھانا کھا لیا۔ راوی کہتا ہے کہ ہر لقمہ جو ہم وہاں سے اٹھاتا تھا اس کے نیچے سے اسی طرح کا ایک اور لقمہ نکل آتا تھا یہاں تک کہ تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ جو کچھ باقی بچا اتنا ہی تھا جتنا کھانا کھانے کے وقت رکھا گیا تھا۔ اسی میں سے اور بہت سے افراد نے کھایا جن کی تعداد مجھے معلوم نہیں ہے۔

وقتِ رحلت آپ نے اپنے بچوں (ایک لڑکی ایک لڑکا) کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کیا، اس وقت سوائے حضرت عائشہؓ کے آپ کی کوئی لڑکی نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: میری دوسری بہن کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری بیوی حاملہ ہے اور مجھے گمان ہے کہ اس کے ہاں لڑکی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سیدنا امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

"وہ عمرؓ جس کے اعداء پہ شیدا سقر — اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فارقِ حق و باطل امام الہدیٰ — تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبیؐ ہمزبان نبیؐ — جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام"

(اعلیٰحضرت بریلویؒ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سابقہ اُمتوں میں ایک ایسی جماعت تھی جنہیں محدثین کہا جاتا تھا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے۔ اگر اس امت میں ایسا کوئی شخص ہوگا تو وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔ یہ بات اس حقیقت کی بھی مؤید ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان فرمائی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اگر کسی امر میں رائے دی تو وحیِ الٰہی حضرت عمرؓ کے کلام کے مطابق ہی نازل ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ خواب میں میں نے کارکنانِ قضاء و قدر کو ایک کنویں میں ڈول ڈالتے دیکھا، میں نے اس ڈول سے اس کنویں سے اتنا پانی نکالا جتنا اللہ کی مرضی تھی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ڈول پکڑ کر پانی نکالنا شروع کیا۔ وہ پانی آہستہ آہستہ نکالتے تھے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ان پر رحمت کرے۔ بعد ازاں حضرت فاروقِ اعظمؓ نے کنویں سے پانی نکالنا شروع کیا۔ میں نے اُن سے

بڑھ کر کسی کو آپ کشتی میں طاقتور نہ دیکھا۔ آپؓ نے تمام حوض بھر دیا، اور تمام لوگ پانی پی کر سیراب ہو گئے۔ یہ بات آپ کی خلافت کی دلیل ہے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں آپ سے بہت سی خوارقِ عادات بھی ظہور میں آئیں۔

ساریہؓ کے لشکر کی راہنمائی ایک روز آپ منبر پر چڑھ کر خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک آپ نے خطبہ ترک کر کے دو تین بار "یاساریة الجبل" فرمایا اور پھر خطبہ میں مشغول ہو گئے۔ خطبہ ختم ہوا تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ عمر ابن خطابؓ شاید دیوانے ہو گئے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے بعد از نماز اُن سے آکر پوچھا، اے عمرؓ! تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تم نے خطبہ میں ہی "یا ساریة الجبل" کہنا شروع کر دیا اور لوگوں کو اپنے آپ پر طعنہ زنی کا موقع دیا۔ آپ نے فرمایا جس وقت میں نے ایسا کہا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ ساریہؓ اور ان کے ساتھی کفار سے ایک پہاڑ کے دامن میں جنگ کر رہے تھے اور کفار آگے پیچھے سے ان پر ٹوٹ پڑنے کو تھے جب میں نے دیکھا تو میں بے اختیار ہو گیا اور مجھے یہ الفاظ بر زبان لانا پڑے تاکہ پہاڑ کی پشت کی طرف لوٹ کر وہ دشمنوں سے رہائی پائیں۔

کہتے ہیں مدینہ سے لشکر ساریہؓ تک ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔ جب حضرت ساریہؓ واپس مدینہ منورہ پہنچے تو بتایا ہم جمعہ کے روز کافروں سے صبح سے لے کر جمعہ کی نماز تک جہاد کرتے رہے دفعتاً ہم نے پکارنے والے کو "یاساریة الجبل" پکارتے ہوئے سنا۔ ہم مُڑ کر پہاڑ کی طرف گئے اور لڑتے رہے۔ کفار میں سے بہت سے مارے گئے اور بقیۃ السیف بھاگ گئے۔ یہ بات سنی تو جن جن لوگوں نے حضرت عمرؓ پر طعنہ زنی کی تھی، کہنے لگے کہ آپ کے اُنہی الفاظ سے تو ان کو فتح ہوئی ہے۔ کہتے ہیں سامعین نے یہی بات اسی روز حضرت علیؓ سے بھی کہہ دی۔ انہوں نے فرمایا: آپ ایسی کوئی بات نہیں کہتے جس سے آپ بخوبی عہدہ برآ نہ ہو سکتے ہوں۔

آپ نے ایک لشکر مدینہ منورہ سے کسی دُور دراز علاقہ میں بھیجا۔ ایک دن آپ نے اچانک لبیک لبیک کہنا شروع کر دیا لیکن اس معمہ کی حقیقت کا پتہ کسی کو معلوم نہ ہوا۔ یہاں تک وہ لشکر واپس مدینہ منورہ میں آگیا اور امیر لشکر نے تمام خداداد فتوحات کا حال سنایا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان احوال کو چھوڑ دو اور اس شخص کے متعلق جس کو تم نے زجراً دریا

میں پھینک دیا تھا کہو۔ امیرِ لشکر بولا: یا امیر المومنینؓ! میرا اس سے زیادتی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ میں ایک دریا پر پہنچا جس کی گہرائی کا مجھے علم نہ تھا۔ جب میں نے اسے پار کرنا چاہا تو اس شخص کے کپڑے اتروا کر اسے پانی میں اتار دیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جو اس پر اثر انداز ہو گئی۔ اور اس نے المدد المدد یا عمرؓ پکارنا شروع کر دیا۔ بعد ازاں وہ شدتِ سرما سے فوت ہو گیا جب لوگوں کو صورتِ حال سے آگاہی ہوئی تو پتہ چلا کہ آپ اس مظلوم کی پکار سن کر جواباً لبیک لبیک کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد آپؓ نے امیرِ لشکر سے فرمایا: اگر تم نیتاً اسے گزند ونقصان پہنچاتے تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔ جاؤ اور اس کے اہل خانہ کو خون بہا پہنچاؤ اور دیکھو آئندہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔

پھر فرمایا: میرے نزدیک ایک مسلمان کا قتل بہت سی غیر مسلم جانوں کے اتلاف سے زیادہ اہم ہے۔

دریائے نیل کے نام خط

جس وقت مصر فتح ہوا حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں کے حاکم تھے۔ اہل مصر کسی مہینے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ دریائے نیل ایک بات کا عادی ہے جو پوری نہ ہو تو یہ بہنا بند کر دیتا ہے اور اس کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرو ابن العاص نے پوچھا: وہ کون سی عادت ہے؟ انہوں نے کہا: جب اس ماہ کی بارہ تاریخ گزر جاتی ہے تو ہمیں ایک لڑکی کہیں سے ڈھونڈنا پڑتی ہے اور اس کے والدین کو اس کے حصول کے لیے بہت سا مال و دولت دیتے ہیں۔ پھر اسے نہایت عمدہ لباس زیب تن کرواتے ہیں اور اسے زیورات سے سجاتے ہیں اور اس حال میں اسے دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں۔ حضرت عمرو ابن العاص نے سنا تو فرمایا: یہ امر خلافِ اسلام ہے اب ایسا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ اسلام ایسی تمام رسومات قبیحہ کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ جب اس تاریخ سے تین دن زیادہ گزرے تو دریا خشک ہو گیا اور اہل مصر نے وہاں نقل مکانی شروع کر دی۔ حضرت عمرو ابن العاصؓ نے جو کچھ بھی مشاہدہ کیا وہ حضرت سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ حضرت امیر المومنین نے جواباً ایک کاغذ پر کچھ لکھ بھیجا اور ساتھ ہی ہدایت فرما دی کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے اسے

دریائے نیل میں پھینک دو۔ جب آپ کا مکتوب گرامی حضرت عمرؓو ابن العاص کے پاس پہنچا تو انہوں نے خط چاک کیا تو لکھا تھا:

"منجانب اللہ کے بندے امیرالمومنین۔ بجانب دریائے نیل۔

اما بعدہٗ! اگر تم اپنے آپ بہتے تھے تو آئندہ مت بہنا اور اگر اللہ تعالیٰ واحد القہار کے حکم سے بہتے ہو تو میں اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری و ساری کر دے۔"

حضرت عمرو ابن العاصؓ نے وہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اگلے دن صبح پانی تیرہ فٹ اونچا بہنے لگا۔ اس وقت سے مصری لوگ اس کی اس عادتِ بد سے محفوظ ہیں۔

شہادتِ حضرت عمرؓ

جس دن آپ شہید ہوئے تمام روئے زمین تاریک ہو گئی۔ بچے اپنی ماؤں کے پاس آکر کہتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے قیامت آگئی ہے۔ وہ کہتیں، نہیں بیٹا! حضرت سیدنا امیرالمومنین عمرؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

جس دن آپؓ کی وفات ہوئی لوگوں نے مندرجہ ذیل اشعار سنے لیکن اشعار کہنے والے کو نہ دیکھ سکے:

لبیک علی الاسلام من کان باکیا   فقد اوشکوا ھلکی وما قدم الھدیٰ

وادبرۃ الدنیا وادبر خیرھا   وقد ملھا من کان یامن بالوعدا

آپ کی وفات پر جنوں تک نے مرثیے کہے اور پڑھے:

ستبکین نساء الجن بکین شجیات
ویخمشن وجوھًا کالدنانیر النقیات
ویلبس لباس السعود بعد القصبات

آپ کی وفات کو تین دن گزر چکے تھے کہ جنوں نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

جزا اللہ خیرًا من امرء و بارکت
ید اللہ فی ذاك الادیم الممزق
فمن یسبع او یرکب جناحی نعامۃ
لیدرك ما قدمذ و الخیر یسبق

کراماتِ شیخین[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما

گستاخانِ شیخین کی سزائیں

جناب امام مستغفری دلائل النبوۃ میں ایک ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم تین آدمی یمن کے سفر پر نکلے۔ ہم میں ایک شخص کوفہ کا رہنے والا تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نہایت ناشائستہ باتیں کرتا تھا ہم نے اسے ہر چند سمجھایا لیکن وہ باز نہ آیا۔ جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ قیام کے بعد سو گئے۔ کوچ کا وقت آیا، ہم نے وضو کیا اور اس کوفی کو بھی جگایا۔ اٹھ کر کہنے لگا: مجھے افسوس ہے میں تم سے اس منزل میں پیچھے رہ گیا ہوں کہ تم نے مجھے عین اس وقت جگایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سرہانے کھڑے ہو کر فرما رہے تھے: "اے فاسق! خدائے تعالیٰ فاسق کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اسی سفر میں تمہاری شکل بدل جائے گی۔ میں نے کہا: اُٹھ، وضو کر۔ جونہی وہ وضو کرنے کے لیے بیٹھا تو اس کے پاؤں کی انگلیاں مسخ ہونا شروع ہو گئیں۔ اس کے دونوں پاؤں بندر کے پاؤں کے مشابہ ہو گئے پھر گھٹنوں تک بندر کی طرح ہو گیا۔ ہوتے ہوتے اس کا سراپا بندر کا ہو گیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ کے پالان کے ساتھ باندھ دیا اور سوئے منزل روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہم ایک جنگل میں پہنچے جہاں کچھ بندر جمع تھے۔ جب اس نے ان کو دیکھا تو نہایت مضطرب ہو کر رسی چھڑائی اور ان میں جا ملا۔ پھر ہماری طرف آیا تو دوسرے بندر بھی اس کے ساتھ ہمارے نزدیک آ گئے۔ ہم نے کہا کام تو خراب ہو گیا۔ اب تمام بندر اس کے دوست بن گئے ہیں۔ اب پتہ نہیں کیا کریں۔ وہ آیا اور ہمارے پاس آ کر بیٹھ گیا، پھر ہماری طرف دیکھتا رہا اور دراں

---

[1] (۱) شیخین سے مراد حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۲) امیرین سے مراد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۳) صاحبین سے مراد حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو یوسف ہیں جو حضرت سیدنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے۔

حال اس کی آنکھوں سے پانی بہتا رہا۔ ایک گھنٹہ کے بعد بندر واپس چلے گئے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہی چلا گیا۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

اسی طرح امام مستغفری نے حضرت علی بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب نے مجھ سے فرمایا کہ کسی آدمی کو بھیج کر فلاں شخص کا حال دریافت کرو۔ میں نے کہا: آپ ہی اس کا حال بیان فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں! کوئی آدمی بھیجو۔ میں نے ایک شخص کو بھیجا۔ حضرت سعید بن مسیب نے بتایا کہ وہ شخص بعض اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرتا تھا اور اس کے چہرے پر ایک ایسا زخم ہو گیا جس نے اس کے تمام چہرہ کو آ لیا اور بالآخر اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

اسی طرح امام مستغفری نے کسی نیک و سعید شخص سے روایت کی کہ کوفہ میں ایک شخص تھا جو سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ سفر کو ہو لیا۔ ہم نے اسے ہر چند سمجھایا لیکن اس نے سُنی ان سُنی کر دی۔ آخر ہم نے اسے کہہ دیا ہم سے دور ہو جاؤ۔ وہ ہم سے جدا ہو گیا۔

جب ہم واپس آنے لگے تو ہم نے اس کے نوکر سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو ہمارے پاس آ جائے۔ اس نے کہا: میرے آقا سے ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آ گیا ہے۔ اس کے دو ہاتھ سؤر کے ہاتھوں جیسے ہو گئے ہیں۔ ہم اس کے پاس گئے تو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی لیکن اس نے کہا میرے ساتھ ایک حادثۂ عظیم واقعہ ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ اپنی آستین سے باہر نکالے جو سؤر کی طرح تھے وہ ہمارے ساتھ ہو لیا اور چلتے چلتے ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں سؤروں کا ایک گلّہ تھا۔ وہ گھوڑے سے اترا اور سؤر بن کر سؤروں میں جا ملا۔ اس کے بعد ہم اسے پہچان نہ سکے۔ اس کا مال و متاع اور غلام کوفہ میں لایا گیا۔

اسی طرح ایک غازی سے روایت ہے کہ ہم ایک گروہ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو تمیم کے غلاموں میں سے تھا، اس کا نام ابو حیان تھا۔ یہ بھی حضرت سیدنا ابوبکر و عمر کو گالی دیتا تھا ہم نے چنداں اسے سمجھایا لیکن کوئی بات سُود مند ثابت نہ ہوئی۔ ہم اسے ایک حاکم کے پاس بھی لے گئے جو ہماری منزل کے

درمیان رہتا تھا۔ اس نے کہا: اسے میرے پاس ہی چھوڑ جاؤ اور خود چلے جاؤ۔ ہم اسے اس کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ اس حاکم نے اسے ایک گھوڑا اور پوشاک دی۔ جب وہ لے کر ہمارے پاس آیا تو اس نے پھر گالیاں دینا شروع کر دیں۔ پھر کہنے لگا: اے خدا کے دشمنو! کیا دیکھتے ہو؟ ہم نے کہا: بس تو ہمارا ساتھ چھوڑ دے۔ چنانچہ ایک طرف ہو کر چلنے لگا اور ہم دوسری طرف۔ اچانک وہ رستہ سے ہٹ کر قضائے حاجت کے لیے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ ہم نے دیکھا کہ مکھیوں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کر دیا تو ہم واپس لوٹ آئے۔ انہوں نے اس کے چہرہ کا تمام گوشت نوچ لیا اور صرف اس کی ہڈیاں رہ گئیں۔ ہم نے شور مچایا کہ ابو حیان میں سے کوئی ہے جو اس کا ترکہ سنبھالے۔

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور روایت اکابرین سلف سے نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میرا ایک ہمسایہ تھا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا ایک رات میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں طرف ہیں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا ایک ہمسایہ ہے جو ان دو بزرگوں کی شان میں گستاخی کر کے مجھے دکھ دیتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا: چلو، چل کر دیکھیں تو سہی کہ اس کا کیا بنا ہے۔ جب میں اس کے محلہ میں پہنچا تو اس کے گھر سے شور و شیون اٹھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہاں کیا ہوا ہے؟ معلوم ہوا کہ کل اس کے گھر آ کر کسی نے اسے قتل کر دیا ہے۔

اہل بصرہ سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے اپنا مال و متاع اہواز کے رئیس کے ہاتھ فروخت کیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ رافضی ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ جب میرا اس کے ہاں مسلسل آنا جانا ہوا تو ایک دن میری موجودگی میں اس نے شیخین رضوان اللہ علیہما کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں اس کے ہاں سے بہت مغموم و محزون ہو کر اٹھا۔ اس اندوہ و غم کے باعث میں نے اس

رات انطار نہ کی حضور علیہ السلام کو میں نے خواب میں دیکھا اور عرض کی : یا نبی اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! دیکھئے وہ شخص حضرت ابوبکر ، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں کیا بکتا ہے ۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا اس کی باتیں تجھے اچھی نہیں لگتیں ؟ میں نے عرض کی : ہاں ، یا رسول اللہ علیک وسلم ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا : جاؤ اسے میرے پاس لے آؤ ۔ میں گیا اور اسے لے آیا ۔ پھر فرمایا : اسے سلا دو ۔ میں نے اسے سُلا دیا ۔ پھر آپ نے مجھے ایک چھری دی اور فرمایا اسے قتل کر دو ۔ میں نے عرض کی ، حضور صلی اللہ علیک وسلم ! اُسے مار دوں ؟ میں نے تین بار اسی طرح پُوچھا کیونکہ کسی کو قتل کرنا میرے لیے کارِ عظیم تھا ۔ حضور علیہ السلام نے تیسری دفعہ فرمایا : "اسے مار دو" ۔ میں نے اسے قتل کر دیا ۔ صبح ہُوئی تو مجھے اس خبیث کا حال دریافت کرنے کا خیال آیا ۔ جب میں محلہ میں پہنچا تو اس کے گھر سے ہا و ہُو اور شور و فغاں کی آوازیں آ رہی تھیں ۔ میں نے پُوچھا ، یہاں کیا ہُوا ہے ؟ لوگوں نے بتایا کہ کل رات ی شخص نے اُسے بستر پر ہی ختم کر دیا ہے ۔ میں نے کہا ، بخدا میں نے حضور علیہ السلام کے حکم سے اسے قتل کیا ہے ۔ جب اس کے بیٹے کو صورت حال کا پتہ چلا تو کہا "تم اپنا مال و اسباب سنبھالو اور اسے چھوڑ دو میں اسے دفن کرنے لگا ہوں ۔ میں اپنا مال و متاع لے کر وہاں سے چل دیا ۔

اسی طرح امام مستغفری نے دلائل النبوۃ میں ایک سلف صالح کا بیان نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں : میں بچپن میں ایک ایسے شخص کا شاگرد تھا جو مجھے مذہب شیعہ کی طرف مائل کرتا تھا اور میں اس کے کہنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا بھلا کہتا ۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور لوگ حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہیں ۔ اچانک میری نظر حضور علیہ السلام پر پڑی ۔ آپ ایک جگہ جلوہ افروز تھے ۔ آپ کی دائیں طرف دو زلفوں والا ایک عمر رسیدہ شخص بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف ایک اور دو زلفوں والا کمسن شخص بیٹھا ہوا تھا اور لوگ حضور علیہ السلام کو السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہہ رہے تھے ۔ میں بھی آپ کے قریب ہُوا تاکہ آپ کو السلام علیکم عرض کروں ۔ ان دو بزرگوں میں سے ایک نے کہا : یا رسول اللہ ! یہ شخص ہم سے

کیا چاہتا ہے ۔ اس پر حضور علیہ السلام نے مجھے پکڑنا چاہا تو میں خواب سے بیدار ہو گیا ۔ اسی وقت میرے سر، ڈاڑھی اور بھوؤں کے بال جھڑ گئے اور میں چار ماہ تک اسی حالت میں رہا ۔ ایک روز میرا ایک دوست مجھے ملنے آیا اس نے مجھ سے پوچھا : تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ تمام طبیبوں سے تیرا علاج نہیں ہو سکا ۔ مجھے ایسا لگا کہ اس کے تصور میں میرے کسی عشق و محبت کا معاملہ تھا ۔ میں نے اُسے سچ سچ بتا دیا ۔ اس نے کہا، تُو نے حضور علیہ السلام کے سامنے توبہ اور معذرت کیوں نہیں کی شاید تجھے پتہ نہیں کہ صلوٰۃ و سلام جو حضور علیہ السلام کی رُوح پُر فتوح پر بھیجا جاتا ہے وہ حضورؐ کی خدمت میں ہی پہنچتا ہے ۔ میں نے اسی وقت ایک طشتری اور لوٹا منگایا اور وضو کیا ۔ پھر دو رکعت نماز ادا کر کے کہا ، اے خداوندِ جہاں ! میں توبہ کرتا ہوں اور فضیلتِ شیخین رض کا قائل ہوتا ہوں ۔ ابھی تائب ہوئے ہوئے ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ میرے سر، ڈاڑھی اور بھوؤں کے بال پھر اُگ آئے ۔

اسی طرح ایک سلفی بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے شام کے سفر میں صبح کی نماز ایک مسجد میں گزاری ۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا تو اس نے شیخین رض کو بد دعائیں دینا شروع کر دیں ۔ ل جب میں دوبارہ شام گیا تو اتفاق سے پھر صبح کی نماز اسی مسجد میں ادا کرنا پڑی ۔ جب امام امامت سے فارغ ہُوا تو اس نے حضرت شیخین رض کے حق میں دعائے خیر کی ۔ میں نے نمازیوں سے پوچھا : یہ کیا بات ہے کہ گزشتہ سال تو یہ حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر رض کو بُرا بھلا کہتا تھا اور اب دعائیں دیتا ہے ۔ انہوں نے کہا : آیا تم سابقہ امام کو دیکھنا چاہتے ہو؟ مَیں نے کہا : ہاں ۔ وہ مجھے ایک سرائے میں لے گئے جہاں ایک کُتا بندھا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں ۔ میں نے اس کتے سے دریافت کیا : کیا تم وہی امام ہو جو پارسال حضرات شیخین رض کو گالیاں دیتا تھا ۔ اس نے سر سے اشارہ کیا : ہاں میں وہی ہوں ۔

اسی طرح ایک سلف صالح رض کا بیان ہے کہ جو کچھ عرصہ مدائن قیام پذیر رہا مجھے جب بھی پتہ چلتا کہ فلاں جگہ کسی کی موت واقع ہو گئی ہے میں وہاں جا کر مردہ کی تکفین کر دیتا ۔ ایک دن ایک شخص نے بتایا کہ فلاں جگہ کوفہ کے چند آدمی ٹھہرے ہوئے ہیں اُن میں سے ایک مر گیا ہے اور اس کے لیے کفن موجود نہیں ۔ میں نے اپنے غلام کو اس کے لیے کفن خریدنے کے لیے

پہنچا۔ میں وہاں پہنچا، دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے اور اس کے پیٹ پر ایک اینٹ رکھی ہوئی ہے وُہ اچانک زندہ ہوکر بیٹھ گیا اور وائے حسرتا وائے حسرتا کہنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: تم لا الٰہ الا اللّٰہ کیوں نہیں کہتے؟ اس نے کہا: اس وقت لا الٰہ الا اللّٰہ سے کیا فائدہ؟ میں اس گروہ سے تعلق رکھتا ہُوں جو شیخین رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرتے تھے اور میں بھی ان کی ہم نوائی کرتا تھا اب جبکہ مجھے موت نے آلیا تو کارکنانِ قضا وقدر نے دوزخ میں میرا مقام مجھے دکھایا۔ اب انہوں نے مجھے انگیخت کیا ہے کہ میں ایسے تمام لوگوں کو ڈراؤں دھمکاؤں جو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دیتے ہیں۔

میں یہ باتیں سُن کر واپس چلا آیا اور اس کے ساتھیوں کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ کہنے لگے: شیطان اس کی زبان سے گویا ہُوا ہے۔

فتوحاتِ مکیہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی سے مذکور ہے کہ اہل اللہ کی ایک جماعت ہے جسے "رجبیون" کہتے ہیں۔ یہ بلا کم وکاست چالیس افراد ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ رجب کی پہلی تاریخ کو وہ ایسے بوجھل ہوجاتے ہیں گویا ان پر آسمان گر گیا ہو۔ وہ مطلقاً حرکت نہیں کر سکتے۔ ان کے دست وپا بالکل بے حس ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ آنکھ بھی نہیں پھیر سکتے۔ پہلی رجب کو ان کی ایسی حالت ہوتی ہے پھر روز بروز یہ بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے جب شعبان شریف کا آغاز ہوتا ہے تو یہ لوگ بالکل ہلکے پھلکے ہوجاتے ہیں اور انہیں ہر قسم کی گرانی وثقل سے خلاصی حاصل ہوجاتی ہے۔ ان لوگوں کو رجب کے مہینے میں بے شمار کشف ہوتے ہیں۔ ان کے دل تجلیوں سے منور ہوتے ہیں اور اُن پر بہت سے اسرارِ غیوب کھل جاتے ہیں۔ شعبان میں یہ اسرار و رموز سلب ہوجاتے ہیں لیکن بعض دفعہ بعض احوال سارا سال باقی رہتے ہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ ایسے بزرگوں میں سے مَیں نے ایک کی زیارت کی ہے جس پر رافضیوں کے احوال و واقعات روشن تھے۔ رافضی لوگ ان کو بصورت خنزیر نظر آتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی مستور الحال شخص ان کے پاس سے گزرتا اور اس کا مذہب رافضیوں کا مذہب ہوتا تو وُہ اسے بصورت خنزیر دیکھ کر بلا لیتے اور تائب ہونے

اور رجوع الی اللہ کے لیے کہتے۔ وہ شخص تعجب میں پڑ جاتا۔ اگر وہ صدق دل سے توبہ کر لیتا تو وہ اس رجبی بزرگ کو بصورت انسان نظر آتا اور آپ اسکی توبہ کی تصدیق کرتے۔ اگر بصدقِ دل تائب نہ ہوتا تو بدستور انہیں بصورت خنزیر نظر آتا اور اسے اس کی دروغگوئی پر مطلع کرتے۔ اور اُسے کہتے کہ تم نے صدقِ دل سے توبہ نہیں کی۔

ایک دن چند آدمی مذہب شافعیہ چھوڑ کر اس بزرگ کے پاس آئے۔ ان میں سے کسی کو بھی رفض کی سمجھ بوجھ نہ تھی اور وہ شیعہ بھی نہ تھے بلکہ بغیر کسی کی انگیخت اور اپنے فکر و نظر سے مذہب رافضیہ اپنا بیٹھے تھے اور حضرت سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے متعلق عقیدہ بد رکھتے تھے اور حضرت علیؓ کی شان میں نہایت مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ جب یہ دو مرتد اُس رجبی بزرگ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کو باہر نکال دو۔ انہوں نے باہر نکالنے کا سبب پوچھا تو وہ فرمانے لگے: تم مجھے بصورتِ خنزیر نظر آتے ہو۔ اور میرے اور خدا کے درمیان ایک راز ہے جس سے رافضی لوگ مجھے سؤر کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اس وقت غیر اعلانیہ توبہ کر لی تو وہ کہنے لگے: تم نے ابھی ابھی توبہ کر لی ہے کیونکہ اب تم مجھے بصورت انسان نظر آنے لگے ہو۔ وہ اس حقیقت حال سے بہت متعجب ہوئے اور مکمل طور پر اس مذہب سے توبہ کر لی۔

حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"دُرِّ منثورِ قرآں کی سِلک بھی — زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیصِ ھُدیٰ — حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام"
(اعلیٰحضرت بریلویؒ)

حضرت سیدنا عثمانؓ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب ذوالنورین ہے۔ یہ اس لیے کہ حضور پُرنور سیدیوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت سیدہ رقیہؓ نے وفات پائی تو اُمِّ کلثومؓ آپ کے نکاح میں آئیں۔ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر میری کوئی اور تیسری بچی ہوتی تو میں اس کا

بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیتا۔ کہتے ہیں انسانوں میں سے کسی کو یہ دولت سعادت حاصل نہیں ہوئی جس کے نکاح میں پیغمبرِ خدا کی دو صاحبزادیاں ہوں۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل و کرامات ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں :

حضرت عثمانؓ کی نگاہ بصیرت صحابہ میں سے ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو آپؓ نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ایک شخص تم میں سے میرے پاس آتا ہے جس کی آنکھوں میں زنا کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس صحابیؓ نے عرض کی: یا خلیفۂ رسول اللہ! کیا حضور علیہ السلام کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وحی نہیں بلکہ نورِ قرآن ہے۔

حضرت عثمانؓ کو شہادت کی بشارت جس رات کی صبح کو آپ شہید ہوئے آپ کو حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے عثمانؓ! کل تم میرے ساتھ ہی افطاری کرو گے۔ اگلے دن آپ نے اپنے کسی ساتھی کو اپنے مخالفوں سے مقاتلہ کی اجازت نہ دی اور خود شہید ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ کی دل آزاری انہی ایام میں جہجاہ بن سعید غفاری نے حضرت عثمانؓ سے حضور علیہ السلام کا عصائے مبارکہ چھین لیا اور اپنے گھٹنے پر رکھ کر اسے توڑ دیا۔ لوگوں نے اس کے فعل قبیح پر واویلا کیا۔ اسی وقت اس کے گھٹنے میں ایک بیماری پیدا ہو گئی جس کے سبب سال کے اندر اندر مر گیا۔

قاتلان عثمانؓ کا حشر ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک نابینے شخص کو طواف کرتے ہوئے دیکھا، دوران طواف وہ کہتا تھا: اے خدا! مجھے بخش دے، اگرچہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں نے سن کر کہا: ارے ایسی جگہ ایسی باتیں۔ کہنے لگا، مجھ سے ایک گناہِ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون سا؟ اس نے کہا: جس روز حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ ہوا میں نے ایک صحابی کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اگر حضرت عثمانؓ شہید ہو جائیں تو ہم ان کے ننگے چہرہ پر طمانچہ ماریں گے۔ جب لوگوں نے انہیں شہید کر دیا تو ہم آپ کے گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ کا سر آپ کی بیوی کی گود میں تھا۔ میرے ساتھی

نے آپ کی بیوی سے کہا، ذرا ان کا چہرہ ننگا کرو۔ آپ کی بیوی نے ہم سے مقصد پوچھا۔ میں نے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے منہ پر طمانچہ ماروں۔ آپ کی بیوی نے کہا، تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی صحبت و رفاقت اور آپ کی دو بیٹیوں سے نکاح کا کوئی پاس نہیں۔ آپ کی بیوی نے آپ کے بہت سے اور فضائل بیان کیے۔ میرا ساتھی سن کر واپس چلا گیا لیکن میں نے ان کی باتوں کی طرف چنداں التفات نہ کیا اور آپ کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ آپ کی بیوی نے کہا، اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہ کرے، تیرا ہاتھ سوکھ جائے اور تیری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ خدا کی قسم! میں ابھی آپ کے گھر کی دہلیز سے باہر نہ آیا تھا کہ میرا ہاتھ سوکھ گیا، آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ اب مجھے یقین نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ مجھے معاف کرے گا یا نہیں۔

جب حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا تو جن تین دن مسجد نبوی کی چھت پر نوحہ کرتے رہے اور آپ کی شان میں اشعار بھی پڑھتے رہے۔

حضرت عدی بن حاتم طائیؓ کا بیان ہے جس دن حضرت عثمانؓ شہید ہوئے میں نے ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا،

"ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راحت و آسائش کی نوید دے دو۔ وہ بے قصور و غضب شہید ہوئے۔ انہیں بخشش و مغفرت اور باغ رضوان کی خوشخبری دے دو۔"

جب میں نے دوبارہ دیکھا تو کوئی شخص موجود نہ تھا۔

جب حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو تین دن تک آپ کی تدفین نہ ہو سکی۔ ناگاہ ہاتف نے آواز دی کہ،

"اسے دفن کر دو لیکن اس کا جنازہ نہ پڑھو کیونکہ اس کا جنازہ تو اللہ جل وعلا نے پڑھ دیا ہے۔"

تین دن بعد جب رات کے وقت آپ کو جنت البقیع کی طرف تدفین کے لیے لے جانے لگے تو چند سوار جنازہ اٹھانے والوں کے پیچھے ظاہر ہوئے۔ جنازہ اٹھانے والوں پر خوف و ہراس چھا گیا چنانچہ قریب تھا کہ وہ آپ کے جنازہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے کہ ان سواروں میں سے ایک نے کہا، جمع خاطر رکھو اور خائف و ہراساں نہ ہو ہم آ گئے ہیں۔ ہم ان کے دفن میں شریک ہوں گے۔ آپ کو دفن کرنے والوں میں سے بعض کا بیان ہے بخدا وہ سوار فرشتگانِ رحمت تھے جو کہ

موسم میں ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا، اس قافلہ میں ایک شخص ایسا تھا جو حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو عزت و توقیر کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا تھا اچانک وہ قافلہ سے جدا ہو گیا اور قافلہ کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مشہد پر اس بہانہ سے حاضر نہ ہوا کہ وہ دور رہے۔ تمام اہل قافلہ وہاں گئے اور سلامتی سے واپس آ گئے۔ واپسی پر وہ بھی ان سے ملا۔ اچانک قافلہ میں ایک درندہ آ دبکا جس نے آتے ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اہل قافلہ سمجھ گئے کہ یہ سب کچھ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے حرمتی کی وجہ سے ہوا ہے۔

اصحاب ثلاثہ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کرتے رہتے تھے اور کہتے تھے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ بکلمۂ خیر ہی یاد کروں گا۔ یہ اس لیے کہ ایک دن حضور علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے اور کہیں چل دیئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک جگہ جا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: ابوذر! کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور حضور علیہ السلام کے دائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا: ابوبکر! کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ و اعلم رسولہٗ۔ بعد ازاں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ نے ان سے بھی یہی سوال جواب کیے۔ پھر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام نے سات سنگریزے اٹھائے اور ہاتھ میں لے کر تسبیح پڑھنا شروع کر دی۔ میں نے سنا کہ آپ کے منہ سے شہد کی مکھی کی طرح آہستہ آہستہ آواز آ رہی تھی۔ پھر حضور علیہ السلام نے وہ سنگریزے زمین پر پھینک دیئے اور خاموش ہو گئے۔ پھر سنگریزے اٹھا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ کر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ جب سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا تو خاموش ہو گئے۔ پھر حضور علیہ السلام نے سنگریزے اٹھائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ کر مشغول تسبیح ہوئے۔ پھر سنگریزے زمین پر رکھ دیئے اور خاموش ہو گئے۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے سنگریزے اٹھا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھے اور تسبیح کرنا شروع کر دی۔ اور پھر ان سنگریزوں کو زمین پر رکھ کر خاموش ہو گئے۔[1]

[1] اس واقعہ سے حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے شاید یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرات اصحاب ثلاثہ کی ترتیب وار (باقی اگلے صفحہ پر)

انصار میں سے ایک شخص کو مسیلمہ کذاب کے قتل کے دن شہادت نصیب ہوئی تو شہادت سے پہلے اسے لوگوں نے یہ کہتے ہوئے سنا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل و علا کے رسول ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ حلیم و رحیم ہیں۔

حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین — ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصلِ نسلِ صفا وجہِ وصلِ خدا — بابِ فضلِ ولایت پہ لاکھوں سلام
اولین دافعِ اہلِ رفض و خروج — چارمی رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن، شاہِ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام (اعلیحضرت بریلویؒ)

خطاب ابُوتراب آپ بارہ اماموں میں سے پہلے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن رضی اور ابوتراب ہے۔ آپ کو ابوتراب سے زیادہ کوئی نام پسندیدہ نہ تھا۔ جب آپ کو اس نام سے پکارا جاتا تو آپ بہت مسرور و شادماں ہوتے۔

ایک دن حضور علیہ السلام حضرت سیدہ زہرا رضی کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی کو گھر پر نہ پایا۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی سے پوچھا: میرا عم زاد بھائی کہاں ہے؟ حضرت سیدہ زہرا نے جواب دیا: ہمارے درمیان کوئی بات واقع ہو گئی تھی جس سے آپ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اور میرے ہاں قیلولہ بھی نہیں کیا۔ حضور علیہ السلام نے کسی سے فرمایا: دیکھو علی رض کہاں ہیں؟ اس شخص نے آکر جواب دیا: "حضورؐ! آپ رض مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں پہنچے تو آپ کو اس حال میں سویا ہوا پایا کہ آپ کی چادر کندھے سے سرکی ہوئی تھی اور آپ کے کندھے خاک آلود تھے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ شفقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خلافت کا فیصلہ حضور علیہ السلام نے اپنے عینِ حیات میں ہی فرما دیا تھا۔ اور یہ تینوں حضرات مامور من اللہ و رسولؐ تھے۔

سے ان کے کندھے سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: اے ابوتراب اٹھیے! اے ابوتراب اٹھیے! آپ کے فضائل و شمائل اتنے زیادہ ہیں جتنے کہ زبانِ تقریر و قلم ادا نہ کر سکے۔

حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ سے زیادہ کسی کے فضائل و شمائل دستیاب نہیں۔

حضرت علیؓ کی علمی بصیرت حضرت جنید البغدادیؒ فرماتے ہیں اگر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے مخالفوں کے ساتھ جھگڑوں سے فرصت ملتی تو ہمارے لیے علمی اور روحانی معلومات کا وہ ذخیرہ چھوڑتے جسے دل برداشت کرنے کے متحمل نہ ہوتے۔ شرحِ تعرف میں ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ سرِ عارفاں ہیں۔ آپ کے حقائق آمیز کلمات کسی دوسرے سے بیان نہیں ہوئے اور آپ کے بعد بھی کوئی شخص بیان نہیں کر سکے گا۔ حتیٰ کہ ایک دن آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے "سلونی عما دون العرش فان مابین الجوانح علماء بماھذا لعاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زقا زقا فوالذی نفسی بیدہ لو اذن للتوریت والانجیل ان یتکلما لرضعت وصادۃ فاجرت بما فیہا فصدقوا الذی علی ذٰلک۔"

اسی مجلس میں ایک شخص موجود تھا جو دعلب یمنی کے نام سے مشہور تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ شخص بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا تھا مجھے اس کے دعوے کبھی بھی اچھے نہ لگے۔ چنانچہ وہ مجلس میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدنا علیؓ نے فرمایا: تم صرف فقہ و دانائی کے متعلق سوال کرنا امتحان اور آزمائش قابلیت کے متعلق بات نہ پوچھنا۔ دعلب نے کہا: اب آپ نے مجھے اس کا پابند بنا لیا ہے چنانچہ آپ بتائیں۔ کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے۔ فرمایا: یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں اور اسے نہ دیکھوں؛ اس نے کہا: آپ نے اسے کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا: آنکھوں کے مشاہدے سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے بلکہ بصیرت قلب اور حقائق و ایقان سے دیکھ سکتے ہو۔ وہ واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ بے نظیر بے مثال ہے۔ اس کا کوئی مکان نہیں اور نہ وہ کسی زمانے کا پابند ہے

اسے حواس سے پہچانا نہیں جا سکتا اور نہ اسے دوسرے انسانوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

دعلب یہ باتیں سن کر چیخنے لگا اور بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا: اب میں نے اپنے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ کسی سے برسبیل امتحان و آزمائش سوال نہیں کروں گا۔

امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران چند مشکل سوال بھیجے (تفصیل کتاب مذکور میں درج ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پڑھا اور لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے۔ جب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پڑھا تو قلم و دوات طلب فرما کر ان کا جواب لکھا۔ پھر کاغذ لپیٹ کر قیصر کے سفیر کو دے دیا۔ قیصر کے سفیر نے استفسار کیا کہ جواب لکھنے والا کون ہے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زادہ ہیں، آپ کے داماد اور دوست ہیں۔ ان کی جائے ولادت مکہ معظمہ ہے۔ آپ واقعہ فیل سے سات سال بعد پیدا ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ آپ حضور علیہ السلام کی بعثت کے وقت پندرہ سال کے تھے لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے۔ ابن جوزی کتاب صفۃ الصفوۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ بعض ان کی عمر تریسٹھ سال، پینسٹھ سال، ستاون سال یا اٹھاون سال کی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

کہتے ہیں ایک روز آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کا ایک اجتماع عظیم حاضر ہوا۔ لوگوں کی اس بھیڑ میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں خون آلود ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی: بار الٰہا! مجھے یہ لوگ پسند نہیں اور نہ ہی یہ لوگ مجھے پسند کرتے ہیں۔ مجھے اُن سے اور انہیں مجھ سے خلاصی بخش چنانچہ اسی رات وقتِ سحرگاہی آپ کو مجروح و زخمی کیا گیا۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات

روایات صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوتِ قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو ختم کلام مجید کر لیتے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے قرآن کریم ختم کر لیتے۔

اسماء بنت عمیسؓ نے حضرت سیدہ زہراؓ سے روایت کی کہ جس رات حضرت سیدنا علیؓ نے میرے ساتھ شبِ زفاف گزاری مجھے آپ سے بہت خوف لاحق ہُوا کیونکہ میں نے زمین کو آپؓ سے ہمکلام ہوتے ہوئے سنا۔ صبح ہوئی تو میں نے یہ سارا قصہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل سجدہ کیا اور سر اٹھا کر فرمایا، اے فاطمہؓ! تجھے پاکیزہ اولاد کی خوشخبری ہو جس کو خدائے تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم دیا کہ وہ آپ کو ایسے تمام واقعات بتلائے جو مشرق و مغرب تک اس پر واقعہ ہونے والے ہیں۔

ایک حیرت انگیز واقعہ امیرالمومنین حضرت علیؓ کوفہ میں آئے تو آپ کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔ ایک روز حضرت امیرؓ نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں قصبہ میں جاؤ وہاں ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے اس میں ایک عورت اور مرد باہم لڑ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں گیا اور ان دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آج تمہارا جھگڑا طول پکڑ گیا تھا۔ نوجوان نے جواب دیا: اے امیرالمومنین میں نے اس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی۔ اگر یارا ہوتا تو میں اسے اسی لمحہ اپنے پاس سے دُور کر دیتا۔ اس نے میرے ساتھ جھگڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ کا فرمان پہنچ گیا۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مجلس کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص بہت سی باتیں کہنا چاہتا ہے لیکن یہ نہیں چاہتا کہ اس کی باتیں کوئی اور بھی سُن لے۔ یہ سنا تو تمام حاضرینِ مجلس وہاں سے چلے گئے اور صرف وہ دونوں باقی رہ گئے۔ حضرت علیؓ نے اس عورت کی طرف مُنہ کر کے پوچھا: اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟

اس نے جواب دیا: نہیں جناب۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: میں تمہیں بتاؤں تاکہ تُو اسے پہچان لے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خواہ مخواہ انکار نہ کرنا۔

اس نے عرض کی، حضورؓ! آپ کی بات کا بلاوجہ انکار نہ کروں گی۔

فرمایا: تم فلاں بنت فلاں نہیں ہو؟

اس نے کہا: ہاں حضورؓ! وہی ہوں۔

فرمایا: کیا تمہارا ایک چچازاد بھائی نہ تھا اور تم ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے؟

اس نے کہا: ہاں جناب۔

آپ نے فرمایا: ایک رات تم کسی کام کو باہر آئی تو اس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے جماع کیا جس کے نتیجہ کے طور پر تو حاملہ ہوگئی۔ یہ واقعہ تو نے اپنی ماں کو تو بتا دیا لیکن باپ سے اس راز کو پوشیدہ ہی رکھا۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو رات کا وقت تھا تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی تیرے ہاں بچہ پیدا ہوا تو تو نے اُسے ایک کمبل میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے پھینک دیا جہاں سے آدمی آتے جاتے تھے۔ وہاں ایک کُتا آیا جس نے اُسے سونگھا۔ تُو نے اس کُتے پر ایک پتھر دے مارا جو بچے کے سر پہ لگا جس سے وُہ زخمی ہوگیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا۔ پھر تم دونوں واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔

اس عورت نے جواب دیا: ہاں سرکار! ایسا ہی ہوا تھا لیکن اسے امیرالمومنین! اس واقعہ سے میرے اور میری ماں کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔

آپؓ نے فرمایا: جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اور اس کی تربیت کی یہاں تک کہ وُہ جوان ہوگیا اور ان کے ساتھ ہی کوفہ میں آیا اور اب تجھ سے شادی کر لی پھر آپ نے اس نوجوان سے کہا: ذرا اپنا سر ننگا کرنا۔ اس نے سر کو ننگا کیا تو زخم کا اثر نمایاں تھا آپ نے فرمایا: یہ تمہارا لڑکا ہے۔ رب العزت نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ اب جا اسے لے جا۔

دریائے فرات میں پانی آگیا

اہل کوفہ نے عرض کی: یا امیرالمومنین! امسال فرات میں طغیانی کے باعث ہماری کھیتیاں ضائع ہوگئی ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔ آپ اُٹھ کر گھر تشریف لائے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک آپؓ حضور رسالتمآب

صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ پہنے، عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ایک گھوڑا منگا کر اس پر سوار ہوئے۔ اپنے اور بیگانے سب لوگ آپ کے پیچھے پیچھے پا پیادہ چل دیئے۔ جب فرات کے کنارے پر پہنچے تو آپ گھوڑے سے اُتر آئے اور جلدی سے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اُٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لیا اور فرات کی پُل پر آ گئے اس وقت حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ تھے۔ آپؓ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک فٹ کم ہوگئی۔

آپؓ نے فرمایا: کیا اتنا کافی ہے؟

لوگوں نے کہا: نہیں اے امیرالمومنین!

آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا۔ پانی ایک فٹ پھر کم ہو گیا۔ جب تین فٹ سطح آب گر گئی تو لوگوں نے کہا، یا امیرالمومنین! بس اتنا کافی ہے۔

جنگِ جمل کا ایک واقعہ

جُندب بن عبدالازدی کہتے ہیں کہ میں جنگ جمل اور جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ مجھے اس بات میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ آپ حق پر ہیں۔ لیکن جب ہم نہروان میں ٹھہرے تو مجھے کچھ شک گزرا کہ ہمارے مخالف سب کے سب قاری اور نیک لوگ ہیں ان کا قتل کرنا تو کارِ عظیم ہے۔ صبح ہوئی تو میں لشکر سے باہر آیا، میرے ہاتھ میں لوٹا تھا۔ میں نے اپنے نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور اپنے سر کی اس سے ٹیک لگا کر اس کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ اچانک جناب امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہاں تشریف لے آئے اور پوچھا؛ کچھ پانی ہے؟ میں نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ لوٹا لے کر اس قدر دُور چلے گئے کہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر ظاہر ہوئے تو وضو فرما کر سایۂ آسمان میں بیٹھ گئے۔ اسی اثنا میں ایک گھوڑ سوار آ کر مجھ سے آپؓ کے متعلق پُوچھنے لگا۔ میں نے کہا: اے امیرالمومنینؓ! یہ سوار آپ کی کیوں جستجو کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ میں اسے بُلا لایا۔ اس نے عرض کی: اے امیرالمومنینؓ! مخالفین نے نہروان سے گزر کر پانی کاٹ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہو نہیں سکتا کہ وہ وہاں سے گزر چکے ہوں۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص اور آیا جس نے

مخالفوں کے نہروان سے گزرنے کی اطلاع دی۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بخدا وہ نہیں گزرے۔ وُہ بولا: حضورؓ! میں تو انہیں دیکھ کر آیا ہُوں۔ پانی کے اس جانب ان کے جھنڈے گڑے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: خدا کی قسم وہ نہیں گزرے۔ جب گزریں گے تو ان کی شکست اور خونریزی کا مقام تو یہی ہے۔ اس کے بعد آپ اُٹھے اور آپ کے ساتھ میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے دل میں کہا: الحمدُ للہ! اب میرے ہاتھ میزان آگیا ہے جس سے میں اس شخص کے احوال جان لوں گا۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھُوٹا ہے یا اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس پر عیاں ہے یا حضور علیہ السلام نے اسے ہر بات سے مطلع فرما دیا ہوا ہے میں نے دل میں عہد کر لیا بار الٰہا! اگر مخالفین کو نہروان سے گزرتا ہوا دیکھ لوں تو پہلا شخص میں ہُوں گا جو اس شخص سے لڑوں گا اور اگر مخالفین نہروان سے نہ گزرے ہوں گے تو میں ان کے ساتھ میدانِ کارزار میں ثابت قدم رہوں گا۔ جب ہم صفوں سے آگے بڑھے تو ان کے جھنڈے ویسے کے ویسے ہی زمین میں گڑے تھے۔ حضرت امیر المومنینؓ نے مجھے پیچھے سے پکڑ کر جھنجوڑا اور فرمایا: اے فلاں! حقیقتِ کار تجھ پر روشن ہو گئی ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کی، ہاں اے امیر المومنین۔ پھر فرمایا: اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔ میں نے لڑتے لڑتے ایک آدمی مارا، پھر دوسرا مارا، پھر تیسرے سے گتھم گتھا ہو کر اُسے زخمی کر دیا۔ مجھے اس نے زخمی کر دیا۔ ہم دونوں زمین پر گر پڑے۔ میرے ساتھی مجھے پکڑ کر محفوظ جگہ پر لے گئے اور مجھے اس وقت ہوش نہ آیا جب تک امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ سے فارغ نہ ہو گئے۔

جب آپ نے خوارج کی طرف توجہ کی تو فرمایا کہ جب تک وہ اس جگہ سے نہ گزرینگے کبھی بھی قتل نہ ہوں گے اور وُہ سب کے سب قتل ہو جائیں گے اور صرف نو آدمی بچیں گے اور میرے ساتھیوں میں سوائے دس افراد کے کوئی بھی شہید نہ ہوگا۔ پھر آپ خوارج سے جنگ میں مشغول ہُوئے اور اس طریقے سے جنگ کی کہ ان میں سے صرف نو افراد باقی بچے اور آپ کے صرف نو افراد شہید ہُوئے۔

حضرت امیر المومنین علی نے ایک شخص کو قبل از وقت خبردار کیا کہ تُم سے سُولی پر

چڑھا دیا جائے گا۔ آپ نے وُہ درخت جس کے ساتھ اُسے سُولی چڑھایا جانا تھا اور وہ مقام جہاں پر یہ واقعہ ہونا تھا بھی بتا دیئے۔ چنانچہ جس طرح آپؓ نے فرمایا ویسے ہی ہوا۔

حجاج بن یوسف نے حضرت کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ کو بلایا لیکن انہوں نے ان کے پاس کنے سے گریز کیا اور تمام مراعات و وظائف جو انہیں حاصل تھے واپس کر دیئے۔ پھر اپنے آپ سے کہا میں تو اپنی عمر کے آخری ایام پُورے کر رہا ہوں۔ یہ مناسب نہیں کہ میں اپنی قوم کو بھی ان مراعات سے محروم کر دوں۔ چنانچہ آپ حجاج کے پاس چلے گئے۔ حجاج نے کہا: میں تجھے سیدھا کر دوں گا۔ حضرت کمیلؓ بولے: میری عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے تو جو دل چاہے کر لے ہمارا موعد پروردگار ہے لیکن یہ بات یاد رہے میرے قتل کے بعد حساب ہوگا اور مجھے امیر المومنین علیؓ نے بتا دیا ہوا ہے کہ میرا قاتل حجاج ہوگا۔ یہ سنتے ہی حجاج نے انہیں شہید کر دیا۔

حضرت قنبرؓ کی شہادت

ایک دن حجاج کہنے لگا: میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے کسی مقرب سے مل کر تقربِ ربانی حاصل کروں۔ حجاج کے حاشیہ برداروں نے کہا ہم قنبرؓ کے سوا کسی اور شخص کو نہیں جانتے جس نے ان کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو۔ حجاج نے حضرت قنبرؓ کو بلایا اور پُوچھا: کیا تم ہی قنبرؓ ہو؟

قنبرؓ بولے: ہاں۔

پھر حجاج نے پوچھا: کیا تو غلامِ علیؓ ہے؟

قنبرؓ نے جواب دیا: میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور حضرت علیؓ میرے ولی نعمت ہیں۔

حجاج بولا: ان کے مذہب سے بیزار ہو جاؤ۔

قنبرؓ نے جواب دیا: ان کے مذہب سے بہتر مذہب کون سا ہے؟

حجاج کہنے لگا: میں تمہیں قتل کر دوں گا جس طریقے سے مرنا چاہتے ہو تمہیں اختیار ہے۔

قنبر بولے: میرے قتل کا ہر طرح تمہیں اختیار ہے آج کر دو یا کل۔ مجھے تو جناب امیر المومنین علیؓ نے پہلے ہی خبر دے دی ہوئی ہے کہ تمہیں ظلم و ستم کے ہاتھوں شہادت حاصل ہوگی۔

یہ سن کر حجاج نے جلاد سے کہا جس نے قنبرؓ کو شہید کر دیا۔

مقامِ کربلا کی نشان دہی

حضرت امیرالمومنین علیؓ نے براء بن عازبؓ سے قبل از واقعہ کرب وبلا کہہ دیا تھا کہ میرے لختِ جگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیری آنکھوں کے سامنے شہید کریں گے لیکن تو ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ جب حضرت امیرالمومنین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو براء بن عازبؓ کہنے لگے۔ جناب امیرالمومنین علیؓ نے سچ فرمایا تھا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے اور مجھ سے ان کی کوئی مدد نہ ہو سکی۔ وُہ یہ کہتے ہوئے اظہارِ ندامت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سیدنا علیؓ سرزمینِ کربلا سے گزرے تو گریہ وزاری کرتے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے گزرے اور کہا، بخدا! ان کی شہادت اور ان کے اونٹوں کے مرجانے کے یہی موضع ومحل ہیں۔ آپ کے ساتھیوں نے پوچھا، یہ کون سا مقام ہے؟ آپؓ نے فرمایا، یہ کربلا ہے یہاں ایک ایسی جماعت کو شہید کیا جائے گا جو بغیر حساب وکتاب جنت الفردوس میں داخل ہو گی یکہہ کر وہاں سے چلے آئے اور کسی کو ان باتوں کی تاویل سمجھ میں نہ آئی یہاں تک کہ حضور حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ سامنے آیا۔

جس روز آپؓ نے کوفہ سے لشکر طلب کیا تو اہل کوفہ نے بعجلت و قلیل لشکر بھیجا اس سے پیشتر کہ لشکر آپ کے پاس آتا آپ نے فرمایا کہ کوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آرہے ہیں۔ آپ کے ایک ساتھی نے جب آپ کی یہ بات سُنی تو لشکر کی گزرگاہ پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک ایک آدمی گِنا اور اتنے ہی آدمی نکلے جتنے آپ نے بتائے تھے ان میں ایک کم تھا نہ ایک زیادہ۔

جنگِ صفین میں چشمۂ آب

جس وقت آپ جنگِ صفین میں مشغول تھے آپ کے ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگ دائیں بائیں دوڑے لیکن پانی دستیاب نہ ہوا۔ حضرت امیرالمومنینؓ نے اپنی توجہ ایک کنویں سے ہٹائی تو لق ودق صحرا میں ایک کلیسا نظر آیا۔ آپؓ نے اس کلیسا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق پوچھا اس نے کہا، یہاں دو فرسنگ کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا: اے امیرالمومنینؓ! ہمیں اجازت دیجئے شاید ہم اپنی قوت ختم ہونے سے پہلے پانی تک رسائی حاصل کرلیں۔ حضرت امیرالمومنینؓ نے فرمایا، اس کی کیا حاجت ہے، پھر آپ نے اپنے خچر کو مغرب کی طرف

مہمیز لگائی اور ایک طرف اشارہ کرکے فرمایا: یہاں سے زمین کھود و۔ ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تو نیچے سے ایک بڑا پتھر نکلا جسے ہٹانے کے لیے کوئی ہتھیار بھی کارگر نہ ہو سکا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: یہ پتھر پانی پر واقع ہے ذرا ہمت کرکے اسے اکھاڑ پھینکو۔ آپ کے ساتھیوں نے ہرچند کوشش کی لیکن اسے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ اس پر جناب امیرؑ اپنے خچر سے نیچے تشریف لائے اور اپنی آستین چڑھا کر اپنی انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا۔ اس پتھر کو پانی سے ہٹایا تو نیچے سے نہایت ٹھنڈا، میٹھا اور صاف پانی نکل آیا۔ ایسا صاف کہ تمام سفر میں انہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔ سب نے پانی پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر حضرت امیرؑ نے اس پتھر کو اٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا: اس پر خاک ڈال دو۔ جب راہبِ دَیر نے ان احوال کا مشاہدہ کیا تو کلیسا سے نیچے اتر کر حضرت امیرالمومنینؑ کے حضور میں آیا اور سامنے کھڑا ہو کر پوچھا: کیا آپ پیغمبر و مرسل ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا: نہیں۔

اس نے پوچھا: کیا آپ کوئی ملک مقرب ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا: نہیں۔

اس نے پوچھا: پھر آپ کون ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا: میں وصی پیغمبر مرسل جناب محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

راہب کہنے لگا: ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔

حضرت امیرؑ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو راہب نے کہا: اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله و اشهد انك عليٌّ وصي رسول الله۔

بعدازاں حضرت امیرؑ نے اس سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے کہ تم مدت سے اپنے دین پر کاربند تھے اور اب تم ایمان لے آئے ہو؟

اس نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! اس کلیسا کی بنیاد اس پتھر ہٹانے والے کیلیے تھی مجھ سے پہلے کئی راہب یہاں رہتے رہے ہیں کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے

علماء سے سنا ہے کہ اس جگہ پر چشمہ ہے اور اس پر ایک نادیدہ پتھر ہے جسے کسی پیغمبر یا وصی پیغمبر کے سوا کوئی اکھاڑ نہ سکے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ آپؓ نے اس پتھر کو اکھاڑ پھینکا ہے تو میری مراد پوری ہو گئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مل گئی۔ جب حضرت امیرؓ نے یہ بات سُنی تو اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ پھر فرمایا، سب تعریف اللہ رب العزت کے لئے ہے کہ میں اس کے ہاں بُھولا بِسرا نہیں ہُوں بلکہ اس کی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔

اس کے بعد وہ راہب حضرت امیرؓ کا ملازم بن گیا اور آپ کے ساتھ اہل شام سے مقاتلہ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ حضرت امیرؓ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔ اس کے لیے دعاء مغفرت کی۔ جس وقت بھی اس کا ذکر ہوتا آپ اسے اپنا غلام کہہ کر پکارتے۔

حبہؓ عرنی جو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کے متوسلین میں تھے کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ سے جنگ کے دوران میں حضرت علیؓ نے دریا کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا، اچانک وہاں ایک آدمی آیا اور کہا:

"السلام علیک یا امیرالمومنینؓ!"

حضرت علیؓ نے کہا: "وعلیک السلام"۔

اس نے بتایا: میں سمعوم بن یُوحنّا ہوں اور اس کلیسا میں رہتا ہُوں۔ اس نے کلیسا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پھر کہا: ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے میراث در میراث چلی آ رہی ہے اگر آپ چاہیں تو پڑھ کر سناؤں اور اگر آپ چاہیں تو حاضرِ خدمت کروں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: پڑھو۔

اس نے پڑھنا شروع کی۔ اس کتاب میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت تھی اور آپ کے اوصافِ حمیدہ تھے۔ اور آخری مضمون یہ تھا: ایک دن اس دریا کے کنارے وہ شخص اُترے گا جو اس زمانہ میں دین اور قرابت داری کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین ہوگا۔ وہ اہلِ مشرق کے ساتھ اہل مغرب سے مقاتلہ کرے گا۔ اس کے سامنے دنیا کی قدر و قیمت ریت سے بھی کمتر ہو گی۔ وہ شدتِ جنگ میں طوفانوں سے

بھی زور دار ہوگا اور اس کی نگاہوں میں موت اتنی عزیز ہوگی جتنا شربت ہوتا ہے۔ اللہ کی مدد اس کے شاملِ حال ہوگی اور اس کے ساتھ قتل ہونا شہادت ہوگا۔

پھر اس نے کہا: جب وہ نبی مبعوث ہوئے تو میں ان پر ایمان لے آیا اور اب جبکہ آپ نے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں تاکہ زندہ و مُردہ آپ کے ہی پاس رہوں۔

حضرت علیؓ رو دیئے اور آپ کے ساتھ حاضرین بھی رونے لگے پھر فرمایا: سب تعریفیں اس ذاتِ اقدس کے لیے ہیں جس نے میرا تذکرہ نیک لوگوں کے صحیفہ میں کیا۔

پھر حبۃ عرنی سے کہا: اے حبۃ! اس کی صبح و شام نگہداشت کرتے رہو۔ اس کے بعد آپ جب بھی کھانا کھاتے اسے طلب فرماتے۔ وہ راہب اس وقت لیلۃ الھریرہ میں شہید ہوا جب حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ سے شدید جنگ کر رہے تھے، حضرت علیؓ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور اس کی قبر میں اتر کر فرمایا: "یہ شخص اہل بیت میں سے ہے۔"

حضرت علیؓ وادی جنات میں

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے جب سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے دن مکہ معظمہ کو مراجعت فرمائی تو مسلمان سخت پیاسے تھے کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے بمقام حجفہ قیام کیا اور فرمایا: تم میں سے کون ہے جو فلاں کنویں پر جا کر مشکیں بھر کر پانی لے آئے تاکہ خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنت کی ضمانت دے دے۔ ایک شخص اٹھا اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں جاتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے اسے سقوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بھیجا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں ان کے ساتھ تھا۔ جب ہم اس کنویں کے نزدیک پہنچے تو وہاں بہت سے درخت دیکھے جن سے طرح طرح کی آوازیں آ رہی تھیں اور وہ درخت عجیب طرح سے حرکت کر رہے تھے۔ ہم نے ان سے آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے بھی دیکھے جن سے ہم سخت خائف ہوئے۔ اس ڈر کے باعث ہم ان درختوں سے گزر نہ سکے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں واپس چلے آئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ جنّوں کا ایک گروہ تھا جو تمہیں ڈراتا تھا۔ اگر تم میرے کہنے کے مطابق چلتے رہتے تو تمہیں کوئی گزند

نہ پہنچتی۔

یہ سن کر ایک اور صحابی اٹھے اور عرض کی ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں جاتا ہوں۔ وہ بھی سقوں کی اسی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن انہیں بھی اسی حالت میں واپس آنا پڑا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم میرے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے تو کوئی مکروہ چیز تمہیں آڑے نہ آتی۔ اسی حیص بیص میں شام ہوگئی اور صحابہؓ پر پیاس کا غلبہ ہونے لگا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت سیدنا علیؓ کو بلایا اور فرمایا: فلاں کنویں سے پانی بھر لاؤ۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں ہم اپنے کندھوں پر مشکیں اور ہاتھوں میں تلواریں لیے ہوئے باہر آگئے۔ حضرت علیؓ ہمارے آگے آگے چلتے گئے اور مندرجہ ذیل رجز پڑھتے گئے:

اعوذ بالرحمٰن ان ابیلا ۔ عن غرف جن اظہرت تنویلا ۔ و واقدۃ نیرانھا تعویلا ۔ وقرعۃ مع غرفھا الطویلا۔

جب ہم اس جگہ پہنچے تو وہی آوازیں آنے لگیں اور درختوں نے ہلنا شروع کر دیا۔ ہم پر خوف وہراس چھانے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ علیؓ بھی پہلے دو آدمیوں کی طرح واپس لوٹیں گے اس پر حضرت علیؓ نے میری طرف دیکھا اور کہا میرے قدم بہ قدم چلتے آئیے جو تمہیں نظر آرہا ہے اس سے مت ڈرو کیونکہ اب تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ جونہی ہم درختوں کے جھنڈ میں آئے تو ان میں آگ کے بھیانک شعلے نکلنے شروع ہوگئے۔ ان شعلوں میں سے کٹے ہوئے سر ظاہر ہونے لگے جن میں سے سخت ہولناک آوازیں آتی تھیں۔ ان آوازوں سے ہمارے اوسان خطا ہوگئے۔ لیکن حضرت امیر المومنین علیؓ ان سروں سے گزرتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔ میرے قدم بہ قدم چلتے آؤ اور دائیں بائیں مت دیکھو۔ اب کوئی خوف نہیں رہا۔ ہم آپؓ کے پیچھے چلتے گئے یہاں تک کہ اس کنویں تک جا پہنچے۔ ہم نے ایک ڈول کنویں میں ڈالا براء بن مالکؓ نے ایک یا دو ڈول ہی پانی نکالا تھا کہ رسی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر گیا۔ کنویں سے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں حضرت علیؓ نے کہا: کوئی ہے جو لشکر اسلام میں جا کر ایک اور ڈول لے آئے؟ ساتھیوں نے کہا: ہمارے بس سے باہر ہے کہ ہم ان درختوں کے درمیان سے گزریں۔ حضرت علیؓ کمر سے پٹکا باندھ کر کنویں میں اتر گئے۔ کنویں سے قہقہوں کی آوازیں اور زیادہ زوردار لہجے سے آنے لگیں جب

حضرت علیؓ کنوئیں کے درمیان میں پہنچے تو آپ کا پاؤں پھسل گیا اور آپؓ نیچے گر گئے۔ کنوئیں سے عجیب وغریب غلغلہ اٹھا اور اس طرح آواز آنے لگی جیسے کسی کا گلا گھونٹا جا رہا ہو۔ اچانک حضرت علیؓ نے اللہ اکبر اللہ اکبر انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکارا۔ اور کہا: مشکیں نیچے پھینکو۔ آپ نے تمام مشکیں پانی سے بھر لیں۔ اُن کے مُنہ باندھے اور ایک ایک کر کے باہر نکالیں بعدازاں آپ نے دو مشکیں اٹھائیں اور ہم نے صرف ایک ایک۔ جب اُن درختوں کے پاس پہنچے تو جو کچھ ہم نے پہلے دیکھا اور سُنا تھا وقوع میں نہ آیا۔ ہم درختوں سے گزرنے لگے تو ہمیں ایک سہمگیں آواز سنائی دی۔ ہاتف نے حضور علیہ السلام کی نعت اور حضرت علیؓ کی منقبت پڑھنا شروع کی۔ جناب امیر المومنینؓ نے تمام قصہ حضور علیہ السلام کو آ سنایا۔ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہاتف عبداللہ جن تھا جس نے بتوں کے شیطان مسعر کو کوہِ صفا میں قتل کیا تھا۔

سُورج پھرا اُلٹے قدم

خدا تعالیٰ نے آپؓ کے لیے[1] سُورج کو مغرب سے لوٹایا۔

پہلی دفعہ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دوسری دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد۔ حضرت اُمّ سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن آپ کے ہاں مقیم تھے اور آپؓ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے اچانک حضرت جبریل علیہ السلام وحی لائے۔ حضور علیہ السلام نے گرانیِ وحی کے باعث اپنا سرِ انور حضرت علیؓ کی ران سے نہ اٹھایا۔ جناب امیر المومنین علیؓ نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز ادا کر لی۔ جب حضور علیہ السلام کی ذاتِ گرامی سے ثقل وگرانیِ وحی ختم ہوئی تو پوچھا: اے علیؓ! تمہاری عصر کی نماز فوت ہوگئی ہے۔ انہوں نے عرض کی: حضورؐ! میں نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے ادا کر لی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دعا کرو کہ رب العزت سورج کو لوٹا دے تاکہ تم نمازِ عصر بروقت ادا کرلو۔ حضور علیہ السلام نے دُعا فرمائی تو آفتاب پلٹ آیا اور ایسا معلوم ہوا جیسے نمازِ عصر کا وقت تھا۔ اس طرح حضرت علیؓ نے نماز بروقت ادا کی۔

[1] تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چِر گیا (اعلیٰحضرت بریلوی)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں جب سُورج غروب ہُوا تو آرا چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ قصہ چونکہ پہلے گزر چکا ہے اور چونکہ روایتوں میں تفاوت تھا اس لئے دوبارہ مذکور و مرقوم ہُوا۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جو واقعہ پیش آیا وُہ یُوں ہے:

آپؓ بابل کی طرف جا رہے تھے تو فرات سے گزر کر نمازِ عصر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ ہُوا۔ آپ کے ساتھیوں نے دریائے فرات سے اپنی سواریاں گزارنی شروع کر دیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ان کی نماز قضا ہو گئی۔ وہ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے سُنا تو اللہ تعالیٰ سے سُورج کو لوٹانے کی التجا کی تاکہ ان کے ساتھی نماز گزار لیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے آپ کی دعا قبول فرمائی، آفتاب نکل آیا اور عصر کا وقت ہو گیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو سورج غروب ہو گیا اور اس میں سے ہولناک آواز آنے لگی۔ لوگوں پر خوف و ہراس چھا گیا اور وُہ سُبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ اور استغفر اللہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

بارگاہِ علیؓ میں جھُوٹے کی سزا

حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ نے ایک شخص پر الزام لگایا کہ وُہ ان کی خبریں حضرت معاویہؓ کو پہنچاتا ہے اس نے صحتِ اتہام سے انکار کر دیا۔ حضرت علی نے فرمایا: قسم کھاتے ہو! اس نے قسم کھائی حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر تم اس قسم کھانے میں جھُوٹے ثابت ہُوئے تو خدا تعالیٰ تمہیں اندھا کر دے گا۔ ابھی ہفتہ ہی گزرا تھا کہ وہ عصا پکڑے ہُوئے گھر سے باہر نکلا۔ اسے نظر نہیں آتا تھا۔

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؓ نے رحبہ میں ایک شخص سے کسی بات کے متعلق پوچھا اس نے سچ نہ بتایا۔ حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو۔

کہنے لگا: نہیں جناب۔

آپؓ نے فرمایا: میں تمہارے حق میں دُعا کرتا ہُوں اگر تم نے جھوٹ بولا ہو گا تو خداوند کریم تمہیں اندھا کر دے گا۔

کہنے لگا: ہاں! آپ دُعا کریں۔

ابھی وہ شخص رحبہ کی حدود میں ہی تھا کہ اندھا ہو گیا۔

من کُنتُ مَولاہُ فعلیٌ مولا ایک دن آپؓ نے حاضرینِ مجلس کو قسم دی کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "من کُنتُ مولاہ فعلی مولاہ" سُنا ہو وہ گواہی دے۔ اس وقت انصار سے بارہ افراد موجود تھے جنھوں نے گواہی دی۔ لیکن ایک شخص جس نے حضور علیہ السلام سے یہ حدیث سنی تھی نے گواہی نہ دی۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا: تم گواہی کیوں نہیں دیتے تم نے بھی تو حضور علیہ السلام سے یہ سُن رکھا ہے وہ بولا: میں نے سُنا ہے لیکن بھول گیا ہوں۔ حضرت علیؓ نے دُعا کی: اے پروردگار! اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کے چہرہ پر برص کے نشان ظاہر کر دے جسے عمامہ بھی نہ ڈھانپ سکے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے بخدا وہ شخص دیکھا ہے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کے نشان تھے۔

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں: میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا میں نے بھی یہ حدیث سُن رکھی تھی لیکن اس کی گواہی نہ دی اور بات چھپائے رکھی۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے بصارت سے محروم کر دیا تھے وہ ہمیشہ گواہی نہ دینے پر اظہارِ شرمندگی کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔

ایک دن آپ نے برسرِ منبر فرمایا: "انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" نیز فرمایا: نبی رحمت کا وارث میں ہوں، سیدۃ النساء العالمین کا خاوند میں ہوں، وصیوں کا سردار میں ہوں، اوصیاء کو ختم کرنے والا ہوں۔ میرے علاوہ جو بھی اس بات کا دعویٰ کرے خدا تعالیٰ اسے بدی میں مبتلا کر دے۔ ایک شخص کہنے لگا: اس سے خوش کون ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو انا عبد اللہ و اخو رسول اللہ کہتا ہے۔ وہ شخص ابھی اپنی جگہ سے بھی نہ اٹھا تھا کہ اس کے دماغ میں جنون و دیوانگی واقع ہو گئے۔ چنانچہ لوگ اُسے پکڑ کر مسجد سے باہر لے گئے۔ بعد ازاں جب اس کے رشتہ داروں سے پوچھا گیا کہ اُسے اس سے پہلے کبھی ایسا عارضہ لاحق ہوا یا نہیں تو انھوں نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں۔

جنگِ صفین کے دوران ایک دن فرمانے لگے: ابومسلم کہاں ہے؟ محمد بن حنفیہؓ نے عرض کی: آخری صفوں میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میری مراد ابومسلم خولانی

سے نہیں۔ میرا مقصد تو صاحب جیش سے ہے جو مشرق کی طرف سے فوج کے علم لے کر نکلے اور اس طرح جنگ کرے کہ خداوند تعالیٰ اس کی مدد سے حق کو اپنی جگہ برقرار رکھے۔ کیسے اچھے ہیں وہ لوگ جو دین کی سربلندی کے لیے اس سے موافقت کر کے ظالموں کی نگونساری کے لیے سعی و کوشش کریں گے۔

اہلِ کوفہ کو حضرت علیؓ کی بددعا جب حضرت علیؓ نے اہلِ کوفہ سے حضرت محمد بن ابوبکرؓ کی فریادرسی کے لیے کہا تو انہوں نے آپؓ کی بات نہ مانی۔ حضرت امیرؓ نے کہا:

"بارِ خدایا! ان لوگوں پر کسی ایسے شخص کو مسلط فرما جو ان پر ہرگز رحم نہ کرے۔"

آپ نے مزید بددعا کی کہ ان پر بنی ثقیف کے کسی غلام کو حاکم بنا دے۔ اسی شب حجاج بن یوسف طائف میں متولد ہوا اور اہلِ کوفہ کو اس کے ہاتھوں جو فائدہ و نقصان ہوا سبھی جانتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ ایک روز حضرت امیر معاویہؓ کہنے لگے: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم بالآخر اپنی عاقبت سے آگاہ ہو جائیں۔ حاضرین مجلس نے کہا: ہم تو ایسے کسی طریقے سے آشنا نہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: میں اس طریقہ کو علیؓ سے معلوم کر سکتا ہوں کیونکہ وہ جو بھی کہیں سچ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے تین با اعتبار اشخاص کو بلایا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ ایک دوسرے کے بعد اکیلے اکیلے کوفہ جائیں اور میری موت کی خبر مشہور کر دیں۔ لیکن یہ امر ضروری ہے کہ تم میری بیماری، یومِ وفات، وقتِ اجل، جگہ، قبر اور نمازِ جنازہ پڑھانے والے کے تذکرہ میں باہم متفق رہو۔ یہ سن کر وہ روانہ ہوئے۔ کوفہ کے نزدیک پہنچے تو پہلے روز ایک آدمی کوفہ میں وارد ہوا۔ اہلِ کوفہ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟

کہنے لگا: شام سے۔

انہوں نے پوچھا: وہاں کے احوال و واقعات کیا ہیں؟

اس نے کہا: امیر معاویہؓ وفات پا گئے ہیں۔

اہل کوفہ نے جناب امیر علیہ السلام (علیؓ) کے پاس آکر امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر سنائی لیکن آپ نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔

دوسرے روز دوسرا آدمی وارد کوفہ ہوا۔ اس نے بھی امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر سنائی۔

حضرت علیؓ نے پھر اس طرف چنداں التفات نہ فرمایا۔

تیسرے روز ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی اُن کی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی۔ حضرت علیؓ کے متوسلین کہنے لگے کہ اب یہ خبر پایۂ تحقیق وصحت کو پہنچ چکی ہے۔ آج ایک شخص پھر آیا ہے جس نے پہلوں کی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنی داڑھی مبارک اور سر جس پر خضاب لگا ہوا تھا، کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ وفات پا جائیں جب تک کہ میری داڑھی اور سر رنگین نہ ہو جائیں امد ابن اکجۃ الا بکا دان سے ملاعبت نہ کریں۔ ان تینوں نے اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ سے جا کہا۔

حضرت علیؓ کی پیشگوئی آپؓ نے اپنے خطبوں میں سے ایک خطبے میں واقعہ بغداد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں بنی عباس میں سے ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں جسے وہاں کے لوگ قربانی کے اونٹوں کی طرح ذبح کر رہے ہیں لیکن اُسے طاقت نہیں کہ وہ اُن سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ اس پر نہایت افسوس ہے کہ اپنے پروردگار کے احکام کو پسِ پشت ڈال کر اس قوم میں نہایت ذلیل و خوار ہو گیا ہے اور بندۂ دنیا ہو کر رہ گیا ہے۔

اسی خطبہ میں آپؓ نے فرمایا کہ اگر مَیں چاہوں تو تمہیں اُن کے ناموں، ان کے قاتل و قتیل، اُن کے حیلے بہانے اور قتل گاہیں بتا دوں۔

حضرت علیؓ اور عبدالرحمٰن ابن ملجم ایک دن عبدالرحمٰن ابن ملجم کو جو آپ کا قاتل ہے (اس پر خدا کی لعنت ہو) کوفہ کی مسجد میں دیکھا تو اپنے آپ کو یُوں مخاطب کر کے کہنے لگے: ؎

اشدد حيازيمك للموت لاقيك

ولا تجزع الى الموت اذا احل بواديك

سب سے زیادہ بُری خبر موت کی ہے جو تجھے ملنے والی ہے۔ جب یہ تجھ پر روشن ہو جائے تو اس کی طرف جزع نوش نہ ہو۔

بعدازاں آپؓ نے اسے طلب فرمایا اور کہا: اے ملجم کے بیٹے! زمانۂ جاہلیت یا زمانہ صبا میں تیرے دل میں کوئی خیال گزرا ہے؟

اس نے کہا: مجھے کچھ پتہ نہیں۔

جناب امیرؓ نے فرمایا: اے بدبخت وصالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے! کیا تیری کوئی یہودی دایہ تھی؟

اس نے کہا: ہاں۔

اس پر حضرت علیؓ خاموش ہو گئے۔

ایک روز فرمایا: مجھے کل حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی امت کی تمام سختیاں اور دشمنیاں مجھ پر آ پڑی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: دُعا کرو۔ میں نے کہا: اے خداوند عالم! مجھے ان سے بہتر لوگ عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر حاکم۔ آپ اسی روز شہید ہوئے۔

حضرت امیرالمومنین حسین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ نے وفات پائی تو ہم نے ایک کہنے والے کو کہتے ہوئے سُنا کہ باہر چلے جاؤ۔ اس بندۂ خدا کو ہمارے پاس چھوڑ دو۔ میں گھر سے باہر نکل آیا۔ اندر سے آواز آئی: "حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد وصی رسول اللہ بھی شہید ہو گئے جو دین کی نگہبانی کرتے تھے، حضورؐ کی سیرت پر عمل پیرا ہوتے تھے اور ان کی اتباع کرتے تھے۔" جب یہ آواز آنا بند ہوئی تو ہم اندر آ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی تغسیل و تکفین ہو چکی تھی۔ چنانچہ ہم نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور آپ کو دفن کر دیا۔

حضرت علیؓ کا مدفن

حضرت علیؓ نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد مجھے ایک چارپائی پر لٹا کر باہر لے جانا اور غریین پہنچا دینا وہاں تم ایک سفید پتھر پاؤ گے جس سے نور کی شعاعیں نمایاں ہوتی ہوں گی اسے ذرا ہٹاؤ گے تو وہاں سے کشادہ جگہ ظاہر ہوگی مجھے وہیں دفن کر دینا۔

ہارون الرشید مرقد علیؓ پر

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کا نشان مٹا دیا گیا۔ ایک دن ہارون الرشید شکار کی غرض سے غریین کے آس پاس جا پہنچا کیونکہ ہرنوں نے غریین کے قریب پناہ لے لی تھی۔ شکاریوں نے ہرچند ان ہرنوں کو ڈرانے کے لیے کتوں کو چھوڑا لیکن وہ ان تک نہ پہنچ سکے۔ غریین کے بعض بوڑھے سرداروں سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ یہاں امیر المومنین علیؓ کی قبر شریف ہے۔ ہارون الرشید نے ان کی زبان پر اعتبار کر لیا اور زندگی بھر وہاں حاضری دیتا رہا اور قبر کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔

خارجیوں کا بابائے آدم

کتاب دلائل النبوۃ میں امام مستغفریؒ حضرت خراسؒ بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں سر درد کا عارضہ ہو گیا حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں کے درمیان میں سے کھال پکڑ لی۔ حضور علیہ السلام نے جہاں اپنی انگلیاں رکھیں وہاں سے خار پشت کی طرح بال اُگ آئے اور درد کافور ہو گیا۔

جس دن خوارج جناب امیرؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے خراسؒ نے بھی ان کی موافقت کی۔ چنانچہ خراسؒ کی پیشانی سے بال گر گئے۔ وہ سخت بے قرار ہوئے۔ لوگ کہنے لگے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا ہے۔ انہوں نے توبہ و استغفار کیا تو نئے بال اُگ آئے۔ راوی کہتا ہے میں نے پہلی دفعہ بال اُگے ہوئے دیکھے پھر گرنے کے بعد دوبارہ اُگے ہوئے دیکھے۔

شاتمِ علیؓ کا حشر

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صالح شخص سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق مقامِ حساب پر جمع ہے میں پُل صراط کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے گزر گیا۔ اچانک میری نظر حضور علیہ السلام پر پڑی جو حوضِ کوثر کے کنارے جلوہ فگن ہیں اور حضرات حسنینؓ لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس گیا اور پانی کے لیے عرض کی لیکن انہوں نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! انہیں فرمائیے مجھے پانی پلائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تجھے پانی نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کی: کیوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپؐ نے فرمایا: اس وجہ سے کہ تمہارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو علیؓ کی بدگوئی کرتا ہے اور تُو اسے منع نہیں کرتا۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ڈرتا ہوں کہ وُہ مجھے جان سے نہ مار دے اس لیے مجھے اس کو منع کرنے کی طاقت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چھُرا دیا اور فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب میں ہی اسے قتل کر دیا اور واپس حضورؐ کی خدمت میں چلا آیا اور عرض کی: حضورؐ! میں نے آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کر دی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے حسنؓ! اسے پانی دو۔ حضرت حسنؓ نے مجھے پانی دیا۔ میں نے پیالہ پکڑا لیکن مجھے پتہ نہیں کہ میں نے پانی پیا یا نہیں۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ میں نے اس خوف کی حالت میں وضو کیا اور نماز ادا کرنے میں مشغول ہو گیا یہاں تک صبح ہو گئی۔ لوگوں میں ایک کہرام مچا ہُوا تھا کہ فلاں شخص کو آج رات سوتے ہی قتل کر دیا گیا ہے اور حاکمِ وقت کے اہل کار آ کر بے گناہ ہمسائیوں کو پکڑ لے گئے ہیں۔ مَیں نے دل میں کہا: سُبحان اللہ! یہ خواب تو میں نے دیکھا ہے جو خدا تعالیٰ نے سچا کر دیا ہے۔ پھر میں اُٹھ کر حاکم کے پاس گیا اور کہا: یہ کام تو میں نے کیا ہے اور یہ لوگ بالکل بے گناہ ہیں۔ حاکم نے کہا: ظالم یہ کیا کہتے ہو! میں نے کہا: یہ خواب میں نے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کر دیا ہے۔ میرا بھی کیا گناہ ہے۔ پھر مَیں نے وہ خواب حاکم کو سنایا۔ جس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اُٹھ اور چلا جا۔ تو اور یہ سب لوگ بے گناہ ہیں۔

شاتمانِ علیؓ کی سزا

اسی طرح امام مستغفریؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت سعید بن مسیبؓ نے علیؓ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک شخص دکھایا اور کہا اسے ذرا اٹھ کر دیکھو۔ علی بن زیدؓ نے کہا! آپ مجھے اس کے احوال سے آگاہ فرمادیں مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا؛ یہ وہ شخص ہے جو حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام علیؓ اور ان کے بیٹوں کے خلاف بدکلامی کیا کرتا تھا۔ میں نے دُعا کی؛ اے خداوند عالم! اگر اس پر کوئی تیری عنایت ہے تو اس سے مجھے باخبر کردے۔ اس پر اس شخص کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

دلائل النبوت میں مرقوم ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی بدگوئی کیا کرتا تھا۔ سعد بن مالکؓ نے اس کے حق میں بد دعا کی۔ وہ شخص ایک دن اپنے اونٹ مسجد نبویؐ کے باہر چھوڑ کر اندر آگیا اور لوگوں میں بیٹھ گیا۔ اس کا اُونٹ کودتا ہوا مسجد میں آیا اور اس شخص کو اپنے سینے سے زمین پر خُوب رگڑا یہاں تک کہ وُہ مر گیا۔

حضرت حسینؓ بن علیؓ بن حسینؓ سے روایت ہے کہ ابراہیم بن ہشام المخزومی والیٔ مدینہ تھا وہ ہر جمعہ کو ہمیں اپنے منبر کے پاس جمع کرتا اور جناب امیر المومنین علیؓ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا۔ ایک جمعہ اس جگہ بہت سے لوگ جمع تھے اور میں منبر کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ مجھ پر خواب غالب آگئی۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پھٹی اور اندر سے ایک شخص نکلا جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھا مجھے فرمایا؛ اے ابو عبد اللہ! جو یہ شخص کہتا ہے تو اس سے اندوہگیں ہوتا ہے؛ میں نے کہا؛ ہاں! اس نے کہا: اپنی آنکھیں کھولو اور دیکھو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو وہ ذکرِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہا تھا جو بعد ازاں منبر سے گرتے ہی مر گیا۔

حضرت امیر المومنین حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس | اہلبیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے | اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر | ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی | چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام
ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود | ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام"

(اعلیٰحضرت بریلویؒ)

شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپؓ بارہ ائمہ میں سے دوسرے امام ہیں۔ آپؓ کی کنیت ابو محمد اور القاب تقی و سید ہیں۔ آپؓ ہجرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے سال نصف رمضان المبارک مدینہ منورہ میں متولد ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے نام کو بہشت سے ایک نہایت عمدہ کپڑے پر لکھ کر حضورؐ کی خدمت میں ہدیۃً لائے۔ آپ شکل وصورت میں سر سے پاؤں تک حضور علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ ایک دن حضرت سیدنا صدیقؓ نے آپؓ کو اپنے کندھوں پہ اٹھایا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ ہم شکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم شکل علیؓ ہیں۔ حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ آپؓ نے پچیس پیدل حج کیے۔

حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کے تعلقات

حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت حسنؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ حضور علیہ السلام کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی حضرت حسنؓ کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے جس کی وساطت سے خداوند کریم مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ اس سے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف اشارہ تھا جو جانتے تھے کہ امیر المومنین حضرت حسنؓ ان کے پکے دشمنوں میں سے ہیں۔ چنانچہ جناب امیر المومنین حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے

حضرت سیدنا حسنؓ سے مصالحت کر لی اور عہد کیا کہ اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اُن کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ نے خطبہ دیا اور کہا کہ اے لوگو! میری ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ میں فتنہ کو بُرا جانوں اس لیے میں نے آج مصالحت کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے اور اس کارِ عظیم (خلافت) کو امیر معاویہؓ پر چھوڑ دیا ہے اور اگر اس کا حق تھا تو اسے مل گیا اور اگر میرا تھا تو میں نے اپنا حق صرف اصلاحِ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اسے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر حضرت معاویہؓ کو حاکم بنایا اس بھلائی کی خاطر جو اسے معلوم ہے اور اس بدی کی خاطر جو اس نے تم میں دیکھی ہے۔ میں جانتا ہوں یہ ایک مدت کے لیے فتنہ ثابت ہو یا منفعت۔ بعد ازاں وہ منبر سے نیچے اُتر آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ کی طرف منہ کر کے کہا "اے مسلمانوں کا مُنہ کالا کرنے والے! تُو نے معاویہؓ سے بیعت کر کے مال و منال اس کے حوالے کر دیا ہے۔"

حضرت حسنؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی امیہ کی مملکت حضور علیہ السلام کو دکھا دی ہے اور آپؐ نے مشاہدہ کر لیا ہے کہ بنی اُمیہ آپ کے منبر اقدس پر یکے بعد دیگرے بشکل تمام چڑھ رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف انا اعطینٰک الکوثر اور انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰك ما لیلۃ القدر ۞ لیلۃ القدر خیر من الف شھر وحی بھیجی۔

"الف شھر" سے مراد ملکِ بنی امیہ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے بنو امیہ کی مملکت کے ماہ و سال شمار کیے تو پورے ہزار مہینے نکلے۔ جب خلافت کی ذمہ داری حضرت امیر معاویہؓ کے کندھوں پر آئی تو حضرت امیرؓ نے فرمایا: "اے حسنؓ! تُو نے وہ بہادرانہ کام کیا ہے جو کسی بھی شخص سے ممکن نہیں تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ایک رات حضرت حسنؓ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ حضور علیہ السلام آپ پر بڑی شفقت فرما رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت حسنؓ سے فرمایا: اپنی امی کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی: حضورؐ! میں اُن کے ہمراہ جاؤں؟ حضور علیہ السلام نے منع فرما دیا۔ اچانک آسمان سے بجلی چمکی جس کی روشنی میں حضرت حسنؓ اپنی امیؓ کے پاس چلے گئے۔

کرامات حضرت امیرالمومنین حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حج کے کسی موسم میں جب آپ پیدل مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کے پاؤں میں ورم آگیا۔ آپ کے کسی غلام نے عرض کی کاش کہ آپ کسی سواری پر سوار ہو جائیں تاکہ ورم کم ہو جائے۔ آپ نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور فرمایا: جب تم گھر پہنچو گے تو تمہیں ایک حبشی ملے گا جس کے پاس کچھ تیل ہوگا، تم اس سے خرید لینا اور حجامت کرنا۔

آپ کے غلام نے کہا: میرے ماں باپ آپؓ پر قربان! ہم نے کسی جگہ بھی کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس کے پاس ایسی دوا ہو۔ اس جگہ کہاں دستیاب ہو گی۔ جب وُہ اپنی منزل پر پہنچے تو وہ حبشی دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا: یہ ہے وُہ حبشی جس کے متعلق میں نے بتایا تھا۔ جاؤ اور اس سے تیل خرید لاؤ اور قیمت ادا کر آؤ۔ جُونہی وُہ غلام اس حبشی کے پاس گیا اور تیل طلب کیا تو اس نے کہا: اے غلام! یہ تیل کس کے لیے خرید رہے ہو؟ غلام بولا: حضرت حسنؓ کے لیے! اس نے کہا: مجھے ان کے پاس لے چلو میں ان کا غلام ہُوں۔ جب وُہ حبشی آپ کے پاس پہنچا تو کہا میں آپ کا غلام ہُوں تیل کی قیمت نہیں لُوں گا۔ آپ بس میری بیوی کے لیے جو دردِ زِہ میں مبتلا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح الاعضا بچہ عطا کرے۔ آپ نے فرمایا: اپنے گھر لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا کرے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ ہمارا پیروکار ہوگا۔ حبشی گھر گیا تو گھر کی حالت ویسی ہی پائی جیسی سُنی تھی۔

ایک دن آپ حضرت زبیرؓ کے کسی بچے کے ساتھ کہیں سفر پر تھے کہ ایک خشک باغ میں ڈیرا ڈال دیا۔ حضرت حسنؓ کے لیے باغ کے ایک دامن میں اور ابن زبیرؓ کے لیے باغ کے دوسرے دامن میں فرش بچھایا گیا۔ ابن زبیرؓ بولے: کاش کہ اس نخلستان میں تازہ کھجوریں ہوتیں جنہیں ہم کھاتے۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا: کیا تازہ کھجوریں چاہتے ہو؟ ابن زبیر بولے: ہاں۔ آپ نے دستِ دعا اٹھایا اور زیرِ لب کچھ پڑھا جو کسی کو معلوم نہ ہُوا۔ فوراً کھجور کا ایک درخت تر و تازہ اور بار آور ہو گیا اس میں تازہ کھجوریں لگ گئیں ان کا ساتھی شتربان بولا: بخدا یہ تو جادو ہے حضرت حسنؓ نے کہا: یہ جادو نہیں یہ اس دعائے مستجاب کا اثر ہے جو پیغمبر علیہ السلام کے بیٹے

نے مانگی تھی۔ اس کے بعد لوگوں نے اس درخت خرما پر چڑھ کر تمام کھجوریں توڑلیں جن سے تمام سیر ہوگئے۔ آپ کے علم، سخاوت، فیاضی کے علاوہ جتنے بھی اور اعلیٰ اخلاق احاطہ تحریر میں آسکتے ہیں سب درست ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔

حضرت حسنؓ پر زہر کا اثر کہتے ہیں ان کو زہر دیا گیا تھا۔ آپ کی وفات کے وقت حضرت حسینؓ آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا: اے میرے بھائی! تمہیں زہر خوارانی کا کس پر شبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: بھائی اس لیے پوچھتے ہو کہ تم اسے جان سے مار ڈالو۔ حضرت حسینؓ نے کہا: ہاں۔ آپ نے کہا: اگر وہی شخص ہے جس پر مجھے شک وشبہ ہے تو بدلہ لینے کے لیے خداوند تعالیٰ کافی ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کا خون ہو۔ عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپؓ کو حضرت امیر معاویہؓ کے کہنے پر آپؓ کی بیوی جعدہ نے زہر دی تھی۔ آپ کی وفات ربیع الاوّل کے اوائل میں ۵۰ھ میں ہوئی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت امیر المومنین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"درمیانِ اُمّت آں کیواں جناب ۔۔۔ ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب
سِرِّ ابراہیم و اسماعیل بود ۔۔۔ یعنی آں اجمال را تفصیل بود
رمزِ قرآں از حسین آموختیم ۔۔۔ ز آتشِ اُو شعلہ ہا اندوختیم"

(علامہ اقبالؒ)

آپؓ امام سوم ہیں اور ابو الائمہ ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور لقب شہید و سیّد تھا۔ آپ کی ولادت بروز سہ شنبہ چار شعبان المبارک ۴ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی مدتِ حمل چھ مہینے تھی۔ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اور آپؓ کے سوا کوئی بچہ زندہ نہ رہا جس کی مدتِ حمل چھ ماہ ہوئی ہو۔

آپ حضرت حسنؓ کی ولادت سے علوقِ فاطمہؓ تک صرف پچاس دن کے تھے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کا نام حسینؓ رکھا۔ آپؓ کا حسن وجمال کچھ اس طرح کا تھا کہ جب آپؓ

اندھیرے میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی اور رخساروں سے روشنی نکل کر قرب و جوار کو منور کر دیتی۔
آپؓ حضور علیہ السلام سے سینہ سے پاؤں تک اور امام حسنؓ سے سینہ سے سر تک مشابہ تھے۔
حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ جو حسینؓ کو دوست رکھتا ہے تو بھی اسے دوست رکھ کیونکہ حسینؓ میرے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے۔

حسنینؓ کشتی کرتے ہیں

ایک دن حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کشتی لڑنے لگے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت حسنؓ سے فرمایا: اسے حسنؓ! حسینؓ کو پکڑ لو۔ حضرت سیدہ فاطمہؓ بولیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپؐ بڑے کو کہتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جبرائیلؑ بھی تو حسینؓ سے کہہ رہے ہیں کہ حسنؓ کو پکڑ لو۔

اُم الحارث کا خواب

حضرت اُم الحارثؓ سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: حضورؐ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں ڈر گئی ہوں۔
حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا دیکھا ہے تُو نے؟
میں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپؐ کے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔
حضور علیہ السلام نے فرمایا: ابھی فاطمہؓ ایک بچہ لائیں گی جو تمہاری گود میں ہوگا۔
اس واقعہ کے بعد حضرت حسین علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حسینؓ نگاہِ رسولؐ میں

ایک دن حضور علیہ السلام حضرت حسینؓ کو اپنے دائیں بازو اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کو بائیں بازو پر بٹھائے ہوئے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا: خداوند تعالیٰ ان دونوں کو آپؐ کے پاس یکجا نہ رہنے دے گا۔ ان میں سے ایک کو واپس بلا لے گا۔ اب ان دونوں میں سے آپؐ جسے چاہیں پسند لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر حسینؓ رخصت ہو جائیں تو ان کے فراق میں حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ اور میری جان سوزی ہو گی اور اگر ابراہیمؓ وفات پا جائیں زیادہ

الم میری جان پر ہی ٹوٹے گا۔ اس لیے مجھے اپنا غم ہی پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے۔

جب بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آتے تو حضور علیہ السلام ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور خوش آمدید کہتے ہوئے فرماتے، اس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کردیا۔

حضرت اُمِ سلمہؓ اور خاکِ کربلا

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ایک رات حضور علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لے گئے اور کافی عرصہ کے بعد واپس گھر آئے۔ میں نے آپ کے بال پریشان و غبار آلود دیکھے تو عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آج آپ کو کس حال میں دیکھ رہی ہوں! حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے آج (کارکنانِ قدرت) ایک ایسے مقام پر لے گئے جو عراق میں ہے اور جسے کربلا کہتے ہیں یہی حسینؓ کی شہادت گاہ ہے۔ وہاں میں نے اپنی اولاد کا مشاہدہ کیا اور ان کے خون کو زمین سے اٹھا لیا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے مٹھی کھولی اور فرمایا: اسے پکڑ لو اور حفاظت سے رکھو۔ میں نے اُسے لے کر دیکھا تو یہ سُرخ مٹی تھی۔ پھر میں نے اسے بوتل میں رکھ لیا اور اس بوتل کا سرا اچھی طرح سے باندھ دیا۔ جب حضرت حسینؓ بن علیؓ نے عراق کا سفر اختیار کیا تو میں ہر روز اس شیشی کو باہر لا کر دیکھتی رہی۔ اس میں مٹی اسی طرح تھی۔ جب میں نے اسے عاشورے کے روز دیکھا تو اس میں خون تازہ ہو چکا تھا۔ میں سمجھ گئی کہ لوگوں نے حضرت حسینؓ کو شہید کر دیا ہے۔ میں بہت روئی لیکن دشمنوں کی فوری شماتت سے میں گریہ وزاری سے رُک گئی۔ جب آپؓ کی شہادت کی خبر آئی تو وہی دن تھا۔ آپؓ کی شہادت عاشورہ کے روز ۶۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپؓ کی عمر ستاون برس کی تھی۔

شہادتِ حسینؓ کی خبر

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پاس تھے۔ اچانک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آ گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت حسینؓ کو اپنی گود میں

بٹھا لیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: انہیں بہت جلد شہید کر دیا جائے گا۔

حضور علیہ السلام نے پوچھا: انہیں کون شہید کرے گا؟

جبرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ کی اُمت۔ اگر آپ فرمادیں تو آپ کو وہ مقام بھی بتادوں جہاں انہیں شہید کیا جائے گا۔

بعد ازاں جبرائیل علیہ السلام نے کربلا کی طرف اشارہ کیا اور کچھ سُرخ مٹی پکڑ کر حضور علیہ السلام کو دکھائی۔ اور کہا یہ مٹی حسینؓ کی شہادت گاہ کی مٹی ہے۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدینؓ سے روایت ہے کہ جب ہم کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو ہمارے کوچ اور قیام کی کوئی ہی جگہ ہوگی جہاں جناب حسین علیہ السلام نے حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام کا ذکر نہ کیا ہو۔ ایک روز فرمایا کہ دنیا کی ذلّت و پستی کی یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سرِ مبارک کو ایک عورت کی وساطت سے بنی اسرائیل کے نابکاروں کو ہدیۃً پیش کیا گیا۔

سعید بن جبیرؓ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو وحی آئی کہ ہم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بدلہ میں ستر ہزار افراد کو ہلاک کیا اور آپ کے فرزند کے بدلے دوگنا افراد کو ہلاک کریں گے۔ یہ بات بصحت ثابت ہو چکی ہے کہ قاتلانِ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی ایسا شخص نہ رہا جو موت سے پہلے ذلیل نہ ہُوا ہو۔ وہ سب کے سب قتل ہوئے یا اکثر مصائب میں گرفتار ہُوئے۔

قاتلانِ حسینؓ کا حشر

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر کوفہ کی مسجد میں لائے گئے تو انہیں رحبہ میں رکھا گیا۔ میں بھی وہاں گیا۔ میں نے لوگوں کی زبان سے "آگیا آگیا" کے الفاظ سنے۔ آخر ایک سانپ آیا اور ان کے سروں کے درمیان بیٹھ گیا۔ پھر عبیداللہ بن زیاد کی ناک میں گھس گیا اور کچھ دیر کے بعد باہر نکل کر چلا گیا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر لوگوں نے "آگیا آگیا" کہنا شروع کر دیا۔ دوسری دفعہ وہی سانپ پھر آگیا اور جس طرح پہلے کیا تھا اسی طرح

اب بھی کیا۔

شمر بن ذی الجوشن کو حضرت امام حسینؓ کے سامان سے کچھ سونا مل گیا جس میں کچھ اس نے اپنی لڑکی کو دے دیا تھا۔ اس کی لڑکی نے وہ سونا ایک زرگر کو دے دیا تاکہ وہ اس کے لیے کوئی زیور بنا دے۔ جب زرگر نے سونے کو آگ میں ڈالا تو وہ اس میں بھسم ہو کر رہ گیا۔ شمر نے سُنا تو زرگر کو بلا کر باقی سونا بھی اسے دے دیا اور کہا کہ میرے سامنے اس آگ میں ڈالو۔ جب زرگر نے اُسے آگ میں ڈالا تو وہ بھسم ہو گیا۔ اسی طرح روایت ہے کہ امام حسینؓ کے چند اُونٹ جو بچ گئے تھے انہیں ظالموں نے ذبح کر دیا اور کباب بنائے۔ ان کا ذائقہ اس قدر تلخ تھا کہ ان کے گوشت میں سے کسی کو کھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

شہادت حسینؓ پر اظہارِ غم ایک ثقہ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص سے جو قبیلۂ سلط سے ہمارے پاس آیا تھا پوچھا آیا تم نے جناب حسین علیہ السلام پر جنوں کو نوحہ کرتے سُنا ہے؟

اس نے کہا: ہاں۔ لیکن اس قبیلہ کے ہر آدمی سے نہ پوچھتے رہنا ورنہ ہر آدمی تمہیں اس بارے میں کچھ بتانے لگے گا۔

میں نے کہا میں تو صرف تم سے پوچھنا بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ تُو نے بھی تو اُنہی سے سنا ہے اس نے کہا: میں نے انہیں یہ کہتے ہُوئے سنا ہے ؎

مسح الرسول جبینہ فلہٗ بریق فی الخدود
ابواہ من علیا وجد خیر الجدود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا جس کے رخسار تاباں و درخشاں ہیں ـــ اس کے آباؤ اجداد اعلیٰ و اخیر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

شہادتِ حسینؓ کا مدینہ میں ردِّ عمل جب مدینہ منورہ میں بعض بدبختوں نے خطبہ دیتے ہُوئے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا تو اس شب مدینہ منورہ میں مندرجہ ذیل اشعار سنائی دینے لگے

لیکن ان کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا ۔

ایھا القاتلون جھلا حسیناً ابشروا بالعذاب و التنکیل

کل من فی السماء یدعوا علیکم من نبی و ملاك وقبیل

قد لعنتم علی لسان ابن داؤد وعیسٰی صاحب الانجیل

اے حسین علیہ السلام کو جہالت سے قتل کرنے والو تمہیں سخت رسواکن عذاب کی خوشخبری ہو۔ آسمان میں جتنی بھی مخلوق ہے خواہ وہ انبیاء ہوں یا ملائکہ وہ سب تم پر بددعا کرتے ہیں۔ تم پر لعنت ہو بزبان سلیمٰن بن داؤد اور عیسٰی علیہ السلام جو صاحب انجیل ہیں۔

سرزمین روم کے غازیوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے ایک کنیسہ میں مندرجہ ذیل شعر لکھا ہوا دیکھا ۔

اترجوا امۃ قتلت حسیناً

شفاعۃ جدہٗ یوم المعاد

کیا وہ قوم جس نے حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے اس کے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم سے بروز حشر شفاعت کی امید رکھتی ہے؟

میں نے پوچھا، یہ شعر کس نے لکھا ہے تو کنیسہ والوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

سرِ حسینؓ نوکِ سناں پر

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت حسین علیہ السلام کے سرِ انور کو نیزہ پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں پھرایں تو اس وقت میں اپنے مکان کی کھڑکی میں کھڑا تھا۔ جب آپ کا سرِ انور میرے پاس سے گزرا تو میں نے اس میں یہ آواز سنی :

حَسِبْتَ ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبًا۔

اس آواز کی ہیبت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں پکار اٹھا خدا کی قسم یہ سر تو ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس میں سے ایسی آواز کا صادر ہونا عجیب بات ہے۔

آسماں راحق بود گر خوں ببارد برزمیں

معمر و زہری رحمہما اللہ تعالیٰ ایک دن عبدالملک بن مروان کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ولید پوچھنے لگا:

"تم میں سے کون بتا سکتا ہے کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے دن بیت المقدس کے پتھر کس حال میں تھے؟"

امام زہریؒ نے کہا: "مجھے یوں اطلاع ملی ہے کہ اس دن جس پتھر کو بھی اٹھاتے تھے اس کے نیچے تازہ خون پاتے تھے۔"

ایک اور صاحب سے روایت ہے کہ جب حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسنے لگا اور ہماری ہر چیز خون آلود ہو گئی نیز آسمان کئی روز تک خون آلود نظر آتا تھا۔

ائمہ اہل بیت کے تذکرے کے بعد اب ہم ان تمام ائمہ کا ذکر کرتے ہیں جنہیں اگرچہ حضور علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن سلسلہ اہل بیت سے منسلک تھے اس سلسلہ کو علمائے دین اور عرفائے اہلِ یقین نے اس کی نفاست و نظافت کے باعث سلسلۃ الذہب کا نام دیا ہے۔ ان ائمہ کا ذکر یہاں ضروری ہے تاکہ سلسلۂ مضمون جاری رہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ امام چہارم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، ابوالحسن اور ابوبکر ہے اور لقب سجاد و زین العابدین ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں ہجری کے تینتیسویں ۳۳ سال پیدا ہوئے۔ بعض روایتوں میں آپ کا سالِ پیدائش چھتیس ۳۶ یا اڑتیس ۳۸ ہجری ہے۔ آپ کی والدہ کا نام شہر بانو ہے۔ آپ سے بہت سی کرامات وخرقِ عادات صادر ہوئیں جو ذیل میں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں:

امام زین العابدینؒ بنو امیہ کی قید میں

امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کے پاؤں باندھے گئے، ہاتھوں میں زنجیریں اور

گردن میں طوق ڈالے گئے اور ان پر پاسبانوں کو مقرر کیا گیا میں نے انہیں سلام وداع کرنے کے لیے اجازت چاہی۔ آپ اس وقت ایک خیمہ میں تھے۔ میں انہیں اس حال میں دیکھ کر رو دیا اور کہا: کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی جگہ مجھے پابندِ سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔ آپؓ نے فرمایا: اے زہریؒ! تو سمجھتا ہے کہ میں ان طوق و سلاسل سے تکلیف میں ہوں۔ اگر میں چاہوں تو یہ فوراً اتر جائیں مگر ایسی مثالیں رہنی چاہئیں تاکہ تم عذابِ خداوندی کو یاد رکھو اور محشر میں تم پر آسانیاں واقعہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے زنجیر کو اپنے ہاتھوں سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھندے سے آزاد کر لیا۔ پھر فرمایا: اے زہری! میں ان کے ساتھ اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ نہ جاؤں گا۔ جب چار دن گزرے تو آپ کے نگہبان مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔ پھر آپؓ کو مدینہ بلاتے رہتے لیکن آپ کو نہ پا سکے۔ ان میں بعض کا بیان ہے کہ ہم ایک جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو محل میں ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔

امام زہریؒ بیان کرتے ہیں اس کے بعد میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا اس نے مجھ سے حضرت زین العابدینؓ کا حال دریافت کیا۔ مجھے جو علم تھا اس کے مطابق کہہ دیا۔ وہ کہنے لگا جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کر دیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور کہنے لگے: میرے اور تمہارے درمیان کون سی چیز واقعہ ہوئی ہے۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہریئے۔ تو آپ نے فرمایا: میں بالکل نہیں ٹھہروں گا۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور میں خدا کی قسم ان کے دبدبہ و جلال سے ڈر گیا۔ امام زہریؒ جب بھی حضرت علی بن حسینؓ کو یاد کرتے تو رو دیتے اور کہتے: وہ واقعی زین العابدینؓ ہیں جو ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی ہیں۔ یزدگرد نوشیروانِ عادل کی اولاد میں سے تھے۔ آپ اٹھارہ محرم ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔ بعض روایتوں میں سال وفات ۹۵ھ بھی ہے۔ آپ زین العابدین کے نام سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک رات آپ نمازِ تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تاکہ اس ہیبت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھ کر لہو و لعب میں مشغول کر دے۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا لیکن آپ نے پھر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت

سختی سے کاٹا جس سے آپ کو بہت درد محسوس ہُوا۔ اس پر بھی آپ نے نماز قطع نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے اسے بُرا بھلا کہا اور مارا۔ پھر کہا: اے ذلیل و کمینے دُور ہو جا۔ جونہی سانپ دُور ہوا آپ کھڑے ہو گئے تاکہ درد ختم ہو جائے۔ دریں اثناء آپ نے ایک آواز سُنی لیکن قائل نظر نہ آیا۔ کہنے والا کہتا تھا آپ زین العابدینؓ ہیں، آپ زین العابدینؓ ہیں، آپ زین العابدینؓ ہیں۔

امام زین العابدینؓ حالتِ وضو میں

جب آپ وضو فرماتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور جسم میں کپکپی پیدا ہو جاتی۔ جب آپ سے اس کی وجہ پُوچھی گئی تو فرمایا: تم جانتے ہو کس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔

امام زین العابدینؓ حالتِ نماز میں

ایک دفعہ آپ گھر میں نماز ادا کر رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ سجدہ میں ہی پڑے رہے۔ لوگوں نے ہر چند شور مچایا: اے ابن رسول اللہ! اے ابن رسول اللہ! آگ بھڑک اٹھی، آگ بھڑک اٹھی۔ لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی تو آپ سے پوچھا گیا: آپ آگ سے غافل کیوں رہے؟ آپ نے جواب دیا: آخرت کی آگ کے ڈر سے۔

حضرت خضر سے گفتگو

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن مَیں حضرت علی بن حسینؓ کے ہاں گیا۔ میرا جی نہ چاہا کہ میں انہیں آواز دوں۔ میں باہر بیٹھا رہا یہاں تک وہ باہر تشریف لے آئے۔ میں نے السلام علیکم کہا اور دُعا دی۔ آپ نے بھی مجھے وعلیکم السلام کہا۔ پھر ایک دیوار کے قریب آئے اور فرمایا: اے فلاں! اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں یا ابن رسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں ایک دن اس دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر غمگین بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک ایک خوب صورت و خوشحال ہستی جس کے کپڑے نہایت عمدہ اور نفیس تھے اپنے سامنے کھڑی دیکھی جو میری طرف دیکھ کر کہہ رہی تھی، اے علی بن حسینؓ! تم مجھے غمگین کیوں نظر آ رہے ہو؟ اگر دنیا کے باعث غمناک و غمگین ہو تو دنیا ایک روزی ہے جسے ہر نیک و بد کھاتا ہے۔ میں نے کہا، میرا دُکھ درد دنیا کے لیے نہیں ہے کیونکہ دنیا کا معاملہ

وہی ہے جو آپؓ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر اس ہستی پاک نے فرمایا: اگر تمہارا غم واندوہ آخرت کے لیے ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے جس میں ایک بادشاہ قاہر فیصلہ کرے گا۔ میں نے کہا: میرا غم اس وجہ سے بھی نہیں ہے آخرت تو ویسی ہی ہو گی جیسا آپ فرماتے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا: اے علیؓ! پھر تمہارا غم و اندوہ کس وجہ سے ہے؟ میں نے کہا: میں فتنۂ ابن زبیرؓ سے ترساں ہوں۔ وہ ہستی بولی: اے علیؓ! کیا تُو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جس نے خدا سے کوئی چیز مانگی ہو اور خدا نے اسے نہ دی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر کہا: کیا تُو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو خدا سے ڈرتا ہو اور خدا نے اس کے لیے کفایت کار نہ کی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ بعد ازاں وہ ہستی غائب ہو گئی۔ پتہ چلا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے جو آپ سے حرف ہائے راز کہہ رہے تھے۔

حیوانات شہادت دیتے ہیں

اسی راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت علیؓ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا کہ ان کے ارد گرد بہت سی چڑیاں ذبح کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں کچھ پتہ ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں؟

میں نے کہا: مجھے کچھ پتہ نہیں۔

آپ نے فرمایا: یہ پروردگار کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور آج کی روزی طلب نہیں کرتیں۔

ایک رات ایک سائل یہ کہہ رہا تھا:

"این الزاھدون فی الدنیا الراغبون فی الآخرۃ۔"

"وہ دنیا کے زاہد کہاں ہیں جو آخرت کی طرف راغب ہیں۔"

جنت البقیع کی طرف سے ایک غیر مرئی شخص کی آواز سنائی دی کہ وہ علی بن حسینؓ ہیں۔

ایک دن آپ اپنے غلاموں، بچوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ صحرا میں آ گئے اور چاشت کے کھانے کے لیے دستر خوان بچھا دیا، وہیں ایک ہرن آ کر ٹھہر گیا۔ آپؓ نے اس کی طرف منہ کر کے کہا: میں علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ہوں اور میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تم چلے آؤ اور ہمارے ساتھ چاشت کھاؤ۔ ہرن آیا اور آپ کے ساتھ جو کچھ چاہا کھایا۔ پھر ایک طرف چلا گیا۔ غلاموں میں سے ایک نے کہا: اسے ذرا پھر بلائیے۔

آپ نے فرمایا: ہم اسے پناہ دیں گے تم اس کی پناہ نہ ٹھکرانا۔
انھوں نے کہا: ہم ہرگز نہیں ٹھکرائیں گے۔

حضرت زین العابدین بولے: میں علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ہوں۔ میری والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہے۔ وہ ہرن پھر آ گیا اور دسترخوان کے نزدیک ٹھہر گیا اور ان کے ساتھ کچھ کھانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں میں سے ایک نے اس ہرن کی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ بھاگ گیا۔

حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا: تم نے میری پناہ کو ٹھکرا دیا ہے اب میں تم سے کوئی بات نہ کروں گا۔

ایک دن آپ کی اونٹنی راہ میں سستی و کاہلی کرنے لگی۔ آپ نے اسے بٹھایا اور اسے تازیانہ و عصا دکھا کر کہا: تیز تیز چلو ورنہ اس تازیانے اور ڈنڈے سے تمہیں سزا دوں گا۔ اونٹنی نے تیز چلنا شروع کر دیا اور اس کے بعد چلنے میں سستی سے کام نہ لیا۔

ایک دن آپؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک ہرنی آ گئی اور آپ کے متصل کھڑی ہو گئی اور اپنا پاؤں زمین پر مار کر زور سے چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا: اے ابن رسول اللہ یہ ہرنی کیا کہتی ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اٹھا لایا ہے اور میں نے کل سے دودھ نہیں پلایا۔

یہ سن کر بعض حاضرین کے دل میں شک گزرا۔ آپ نے اس قریشی کو بلا بھیجا۔ وہ آ گیا تو آپ نے فرمایا: یہ ہرنی شکایت کرتی ہے کہ تم اس کا بچہ اٹھا لائے ہو جسے اس نے ابھی دودھ نہیں پلایا تھا۔ اب وہ مجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ میں تجھے اس کا بچہ واپس کرنے کے لیے کہوں تاکہ وہ اسے دودھ پلا لے۔ دودھ پلانے کے بعد واپس کر دے گی۔ اس قریشی نے بچہ لا کر حاضر کر دیا ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت زین العابدینؑ نے قریشی سے کہا کہ وہ بچہ کو چھوڑ دے۔ اس نے بچہ کو چھوڑ دیا اور حضرت سجاد نے اس کی ماں سمیت آزاد کر دیا۔ وہ چوکڑیاں بھرتی شور مچاتی چلی گئی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا: یا ابن رسول اللہ! یہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہیں بالفاظ

"جزاك الله خيرا" دعا دیتی ہے۔

جس رات آپ کی وفات ہوئی آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد باقرؓ سے فرمایا: بیٹا! میرے لیے وضو کے لیے پانی لاؤ۔ وہ پانی لائے تو آپ نے مزید پانی منگایا کیونکہ پہلے پانی میں کوئی چیز مُردہ تھی۔ رات اندھیری تھی حضرت باقرؒ دیا لائے اور احتیاط سے دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا۔ آپ کے لیے اور پانی لایا گیا جس سے آپ نے وضو کیا اور کہا: اے بیٹا! آج رات میرا وقت رحلت ہے اس کے بعد اپنے بیٹے سے کچھ وصیتیں کیں۔

آپ کی ایک ناقہ تھی جو مکہ معظمہ جاتی تو آپ اس کے پالان کے آگے تازیانہ لٹکا دیتے۔ بریں وجہ تمام راستہ اسے مارنے کی ضرورت پیش نہ آتی یہاں تک آتی دفعہ بھی اسے مارنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ جب حضرت زین العابدینؓ نے انتقال کیا تو وہ اونٹنی آپ کی قبر کے سرہانے آکر اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر آہ و زاری کرتی تھی۔ حضرت باقرؓ نے آکر دیکھا تو فرمایا: اُٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ وہ نہ اٹھی تو انہوں نے فرمایا: اسے چھوڑ دو وہ جا رہی ہے۔ اس کے بعد وہ تین دن زندہ رہی اور پھر مر گئی۔

حجر الاسود فیصلہ کرتا ہے

حضرت امیر المومنین حسینؓ کی شہادت کے بعد محمد بن حنفیہؓ حضرت زین العابدین کے پاس آئے اور کہا: میں تمہارا چچا ہوں اور تم سے عمر میں بھی بڑا ہوں اس لیے امامت کا زیادہ حقدار میں ہوں۔ آپ حضور علیہ السلام کے سلاح مجھے دے دیں۔ حضرت زین العابدینؓ نے کہا: اے چچا! خدا سے ڈرو اور جس چیز کے تم سزاوار نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو۔ دوسری دفعہ محمد بن حنفیہؓ نے مبالغہ سے کام کیا تو آپ نے فرمایا اے چچا! آؤ حاکم کے پاس چلیں جو ہمارے مابین فیصلہ صادر کرے۔ محمد بن حنفیہؓ نے کہا: وہ کون سا حاکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ حجر الاسود ہے۔ دونوں وہاں پہنچے تو حضرت زین العابدینؓ نے کہا اے چچا! بات کرو۔ انہوں نے بات کی تو کوئی جواب نہ ملا۔ بعد ازاں آپؓ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکارا جس سے حجر الاسود باتیں کرنے لگا پھر آپ نے اپنا چہرہ حجر الاسود کی طرف کر کے کہا: تجھے اس پروردگار کی قسم ہے جس نے اپنے بندوں کے وعدے تجھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں اطلاع دو کہ حسین علیہ السلام کے بعد امامت و

وصایت کا کسے حق ہے، حجرالاسود کانپ اٹھا قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑے۔ لیکن پھر فصیح وبلیغ زبان میں کہا: اے محمد بن حنفیہؓ! یہ چیز مسلّم ہے کہ حسین علیہ السلام کے بعد امامت و وصایت کا حق علی بن حسین علیہما السلام کو ہے۔

ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کے ہاتھ حجرالاسود سے چمٹ گئے ہر چند کوشش کی گئی لیکن وہ چمٹے ہی رہے۔ لوگوں نے رائے دی کہ ان کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔ اسی اثناء میں حضرت زین العابدینؓ وہاں آنکلے اور انہیں دیکھ کر آگے آ گئے۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا تو ان کے ہاتھ چھوٹ گئے اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

عبدالملک اور امام زین العابدینؓ

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ وہ بنی عبدالمطلب کے قتل سے باز آجائے کیونکہ آلِ ابوسفیان اس بارے میں مبالغہ کرتی ہے کہ ان (بنوامیہ) کی سلطنت جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ عبدالملک نے یہ خط صیغۂ راز میں رکھ کر ارسال کیا جس سے حضرت زین العابدینؓ مطلع ہو گئے۔ آپؓ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ کیا تم نے فلاں دن اور فلاں وقت حجاج بن یوسف کو کوئی ایسا ویسا خط تحریر کیا ہے۔ مجھے حضور علیہ السلام نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ خط اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے جس کے باعث تیرے ملک کو اس نے ثبات و دوام بخشا ہے۔ آپ نے وہی عبارت لکھ کر خط ایک غلام کو دیا اور اسے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے عبدالملک کی طرف بھیج دیا۔ عبدالملک نے خط کی تاریخ کو اپنے خط کے مطابق پایا تو اسے آپؓ کے حق پر ہونے کا اعتبار آگیا بہت خوش ہوا اور اسی اونٹنی پر اتنے درہم و دینار لاد کر آپ کو بھیج دیئے جن کی وہ متحمل ہو سکتی تھی۔

مختار ثقفی کی انتقامی کارروائیاں

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں مَیں حضرت زین العابدینؓ کو ملنے گیا تو آپ نے مجھ سے خزیمہ بن کاہل الاسدی کے متعلق پوچھا۔ مَیں نے عرض کی کہ وہ کوفہ میں موجود ہے۔ آپؓ نے اس کے لیے بدیں الفاظ بد دعا کی:

اللّٰھمّ اوقدہ حرّاً بحدید اللّٰھمّ اوقدہ حرّا النّار۔

اے اللہ اسے لوہے کی حرارت سے جلا دے۔ اے اللہ اسے آگ کی حرارت سے جلا دے۔

جب میں کوفہ میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار[1] بن ابی عبید خروج کر چکا تھا۔ میں نے اس سے رشتۂ دوستی مضبوط کیا اور اس سے ملنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ اس کے ہاں گیا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ میں اس کی معیت میں ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس نے ایک شخص کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اچانک خزیمہ کو حاضر کیا گیا۔ مختار نے کہا: الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم پر حاوی کیا ہے اس نے جلاد کو بلایا تاکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے۔ اس کے بعد اس نے آگ لانے کے لیے کہا جس میں خزیمہ کو پھینک دیا گیا اور وہ جل گیا۔ میں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تو کہا سبحان اللہ۔

مختار نے مجھ "سبحان اللہ" کہنے کی وجہ پوچھی تو میں نے حضرت زین العابدینؓ کی بددعا کا قصہ سنا دیا اس نے مجھے قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی۔ میں نے کہا: ہاں میں نے اُن سے خود سنا ہے۔ مختار گھوڑے سے نیچے اُترا دو رکعت نماز نفل ادا کی اور بعد ازاں دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ سر سجدے سے اٹھا کر وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں

---

[1] مختار بن ابی عبیدہ ثقفی ایک مکار اور شیاد شخص تھا جو حضرت حسین علیہ السلام کا قصاص لینے کے بہانے حبِّ جاہ کے حصول کے لیے منصۂ شہود پر آیا اس شخص نے مختلف طریقوں سے لوگوں کو اپنی روحانی طاقتوں کا معتقد بنایا کبھی کہتا مَیں مہدی ہوں کبھی کہتا میں نبی ہوں۔ اس نے حصولِ شہرت کے لیے امام محمد بن حنفیہ کو مہدی موعود قرار دیا اور خود ان کا خلیفہ بن کر مشغولِ کار رہا۔ لوگوں میں شہرت وعزت حاصل کرنے کے لیے اس نے قاتلانِ حسین علیہ السلام کو سخت سزائیں دیں۔ اس نے بعض بے گناہ انسانوں کو بھی اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ جعدہ بن ہبیرہ سے حضرت علیؓ کی کرسی طلب کی تو اس نے ایک روغن فروش سے اسی طرح کی کرسی لا کر دے دی۔ مختار اس کے سامنے نماز ادا کرتا اسے بوسے دیتا اور اسے نشانِ فتح وظفر سمجھتا۔ اس کرسی کو تابوتِ سکینہ کا ہم پایہ سمجھ کر مریدوں کو اُسے بوسہ دینے اور اس کی وساطت سے طلب فتح ونصرت کے لیے تلقین کرتا۔ اس نے بہت سے لوگوں سے محاربہ کیا۔ آخر اس کا پول کھل گیا اور ایک جنگ میں طرفہ وطراف پسران عبداللہ بن دجاجہ حنفی کے ہاتھوں ۶۷ھ میں مارا گیا۔ مصعب بن زبیر نے اس کے دونوں ہاتھ کٹوا کر جامع مسجد کوفہ کے دروازے پر لٹکا دیئے جو حجاج کے عہدِ امارت تک وہاں لٹکے رہے۔

میرا گھر تھا میں نے ازراہِ اخلاق اُسے گھر پر ٹھہرنے کے لیے کہا تاکہ کھانا حاضر کروں۔ مختار بولا: اے منہال! جب تم نے مجھے خود بتایا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت زین العابدینؓ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا ہے تو پھر مجھے کچھ کھانے کے لیے کیوں کہتا ہے میں تو آج شکرانے کا روزہ رکھوں گا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے اس کی توفیق بخشی ہے کہ میں نے حضرت زین العابدینؓ کی فرمائش کے مطابق حرزمہ کو سزا دی ہے۔

حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ امام پنجم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ مختلف علوم میں وسعتِ نظر کے مالک تھے اور ان کی خوب تشریح و تصریح فرماتے آپ کی والدہ کا نام فاطمہؓ تھا جو حسنؓ بن علیؓ کی بیٹی تھیں۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ماہِ صفر کی تیسری تاریخ کو بروز جمعہ المبارک ستاون ہجری میں ہوئی۔ یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین سال پہلے۔ آپ نے ۱۱۴ ہجری میں ستاون سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی قبر جنت البقیع میں اپنے والد محترم کے پاس ہے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت آکر سلام کیا جب ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: آپ کون ہیں؟ میں نے بتایا کہ میں محمد بن علی بن حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں۔ جابرؓ نے کہا: اے میرے بیٹے! میرے نزدیک آؤ۔ میں قریب گیا تو انہوں نے میرے ہاتھ چوم لیے اور پاؤں چومنے کے لیے بھی خواہش کا اظہار کیا۔ میں دور جا کھڑا ہوا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ میں نے کہا: حضورؐ پر بھی صلوٰۃ و سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ پھر میں نے پوچھا: اے جابرؓ! یہ سب کچھ کیونکر ہوا ہے؟ جابر نے کہا: ایک دن میں حضور علیہ السلام کے پاس تھا تو آپؐ نے مجھے فرمایا: اے جابر: شاید تمہاری ملاقات میرے ایک فرزند سے ہو جسے محمد بن علی بن حسینؓ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اسے انوار و حکم عطا کرے گا۔ تم اسے میرا سلام ارسال کر دینا۔

ایک اور روایت میں حضرت جابرؓ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھے فرمایا: اے جابرؓ! ہو سکتا ہے تو حسینؓ کے ایسے بیٹے سے ملاقات کرنے کے لیے زندہ رہے جس کا نام محمدؓ ہے اور جو علم دین کی خوب اشاعت و تصریح کرے گا جب تیری اس سے ملاقات ہو تو اسے میرا سلام کہنا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے فرمایا کہ تمہاری زندگی اس سے ملاقات کے بعد چند روز ہوگی۔ چنانچہ آپؓ سے ملاقات کے بعد حضرت جابرؓ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سی کرامات و خرقِ عادات صادر ہوئیں۔

کراماتِ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ہم محمد بن علی بن حسینؓ کے ہمراہ ہشام بن عبدالملک کے گھر کے پاس سے اس وقت گزرے جب وہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ گھر خراب و خستہ ہو جائے گا اور لوگ اس کی مٹی تک کو اکھاڑ لیجائیں گے یہ پتھر جن سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈرات میں تبدیل ہو جائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے آپ کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ہشام کے گھر کو کون خراب اور تباہ کر سکتا ہے۔ جب ہشام نے وفات پائی تو ولید بن ہشام کے کہنے پر اس کو مسمار کر دیا گیا اور مٹی کو اس حد تک کھودا گیا کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت باقر کے ساتھ تھا کہ آپ کا بھائی زید بن علیؓ ہمارے پاس سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: بخدا یہ کوفہ میں خروج کرے گا اور لوگ اسے قتل کر دیں گے اور اس کے سر کو گلی کوچوں میں پھراتے ہوئے یہاں لے آئیں گے اور نیزے پر لٹکا دیں گے۔ ہمیں آپ کی ان باتوں سے تعجب ہوا کیونکہ مدینہ میں کبھی کسی کو نیزہ پر نہیں لٹکایا گیا تھا لہٰذا جب ان کے سر کو لایا گیا تو اس کے ساتھ سُولی بھی لے آئے۔

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ امام جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے وصیت کی کہ جب میں مروں تو میری تغسیل و تدفین خود کرنا کیونکہ امام کے لیے یہ کام امام ہی سرانجام دیتا ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا کہ آپ کا بھائی عبداللہ جلد ہی دعویٰ امامت

کرنے والا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑو اس کی عمر بہت کم ہوگی۔ جب میرے والد نے وفات پائی تو میں نے انہیں غسل دیا اور میرے بھائی عبداللہ نے دعوئ امامت کیا اور اس مدت سے زیادہ زندہ نہ رہا جتنی کہ میرے والد نے بتائی تھی۔

فیض بن مطر کہتے ہیں میں حضرت امام جعفر امام باقرؓ کے ہاں حاضر ہوا تو میں نے چاہا کہ میں نمازِ عشاء گزارنے کے لیے جگہ کے بارے میں سوال کروں۔ میں نے ابھی سوال بھی نہ کیا تھا کہ آپ نے حدیث بیان کردی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی کشادہ زمین پر جہاں گھاس کثرت سے ہو نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت باقرؓ سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ لوگوں نے مجھے کہا عجلت سے کام نہ لو کیونکہ ان کے پاس تمہارے بھائی بند بیٹھے ہیں۔ ابھی وہ باہر نہ آئے تھے کہ بارہ افراد تنگ قباؤں میں ملبوس اور ہاتھ پاؤں میں دستانے اور موزے پہنے ہوئے باہر آئے۔ انہوں نے السلامُ علیکم کہا اور چلے گئے۔ اس کے بعد میں حضرت باقرؓ کے پاس حاضر ہوا میں نے پوچھا یہ کون تھے جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے گئے ہیں مجھے تو کچھ پتہ نہیں چلا یہ کون تھے آپؓ نے فرمایا: یہ تمہارے بھائی جن ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں جس طرح تم حلال و حرام کے متعلق استفسار کرتے ہو اسی طرح وہ بھی آ کے پوچھتے ہیں۔

حضرت جعفر بن محمدؓ سے روایت ہے کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے کہا میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے۔ جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ و سال شمار کیے وہی مدت نکلی جتنی آپ نے بتائی تھی۔

ایک اور راوی نے کہا ہے کہ ہم حضرت محمد بن علیؓ کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی درمیانی وادی میں سفر کر رہے تھے اس وقت آپؓ ایک خچر پر سوار تھے، میں ایک گدھے پر سوار تھا اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی شخص پہاڑی سے اُتر کر ان کے نزدیک آیا۔ وہ آپ کے خچر کی نگہبانی کرتا رہا اور ایک بھیڑیا اپنے ہاتھوں کو خچر کی زین کے آگے رکھ کر بہت دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا، وہ سنتے رہے۔ آخر آپؓ نے اس بھیڑیے سے کہا اب چلے جاؤ جس طرح تم چاہتے تھے میں نے کر دیا ہے۔ بھیڑیا چلا گیا۔ آپؓ نے مجھ سے کہا: تجھے پتہ ہے یہ کیا کہتا تھا۔ میں نے کہا

اللہ، اس کا رسول اور اس کا بیٹا زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ کہہ رہا تھا میری جفت اس وقت دردِ زِہ میں مبتلا ہے دعا کیجئے تاکہ خدا تعالیٰ اسے خلاصی دے اور میری نسل سے کسی کو بھی آپ کے ارادت کیشوں پر مسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے دُعا کی۔

بزرگانِ سلف میں سے ایک کا بیان ہے کہ مکہ میں مجھ پر محمد بن علی بن حسین کا شوقِ دید غالب آیا تو میں بالخصوص ان کے لیے مدینہ گیا۔ جس رات میں مدینہ منورہ پہنچا، سخت بارش ہوئی جس کے باعث سردی بڑھ گئی۔ نصف شب گزر چکی تھی تو میں آپ کے گھر پہنچا۔ میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ آپ کا دروازہ اسی وقت کھٹکھٹاؤں یا صبر سے کام لوں کہ صبح کو وہ خود ہی باہر تشریف لے آئیں اچانک آپؓ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے کہا: اے لونڈی! فلاں شخص کے لیے دروازہ کھولو کیونکہ آج رات اسے سخت سردی لگی ہے۔ لونڈی آئی اور دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔

ایک دوسرے شخص کا بیان ہے کہ میں آپ کے درِ دولت پہ گیا تو آپ نے میرے سوا ہر ایک کو ملنے کی اجازت دے دی میں بہت غمگین واندوہگیں گھر واپس آیا۔ مجھے اس رات نیند بھی نہ آئی۔ مجھے بہت تشویش ہوئی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ واپس مکہ مکرمہ چلا جاؤں۔ اگر مُرجیہ لوگوں کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں اگر قدریہ کی جماعت کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہیں گے۔ اگر حروریہ کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں۔ اگر زیدیہ کے ساتھ جاؤں تو وہ اس طرح کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی باتیں تخریب وفساد سے خالی نہیں۔ میں اسی ذہنی کشمکش میں تھا کہ صبح کی نماز کی اذان ہوگئی۔ اچانک کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا: کون ہے؟ وہ بولا: میں محمد بن علی بن حسین کا قاصد ہوں۔ میں باہر آیا تو اس نے کہا: آپؓ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر وہاں گیا اور جب آپؓ سے ملا تو آپؓ نے کہا: اے فلاں! تم نہ مُرجیہ کے ساتھ لوٹو، نہ قدریہ کے ساتھ، نہ یزیدیہ کے ساتھ نہ حروریہ کے ساتھ بلکہ تم ہماری طرف لوٹو۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مدینے میں تھا کہ اچانک دُور سے تاریکی ظاہر ہوئی۔ یہ تاریکی کبھی گہری ہو جاتی اور کبھی غائب ہو جاتی۔ جونہی میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سات آٹھ سالہ بچہ مجھے السلام علیکم کہہ رہا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے اس سے

پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟
اس نے جواب دیا: میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔
میں نے پوچھا: تمہارا زادِ راہ کیا ہے؟
اس نے کہا: میرا زادِ راہ تقویٰ ہے۔
میں نے پوچھا: تو کون ہے؟
اس نے کہا: میں ایک عربی انسان ہوں۔
میں نے پوچھا: تمہارا کس خاندان سے تعلق ہے؟
اس نے کہا: میں قریشی ہوں۔
میں نے پوچھا: آپ کا خاص کر کس قبیلے سے تعلق ہے؟
اس نے کہا: میں ہاشمی ہوں۔
میں نے پوچھا: آپ کس کے بیٹے ہیں؟
اس نے کہا: میں علوی ہوں۔

اس کے بعد اس نے گیت گانا شروع کر دیا۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت باقرؑ سے پوچھا کہ اللہ جل جلالہٗ پر بندے کا کیا حق ہے؟ آپ نے اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیا۔ میں نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ تیسری دفعہ آپ نے فرمایا کہ خدا پر میرا حق یہ ہے کہ وہ اس کھجوروں کے جھنڈ کو کہے کہ ادھر آ تو وہ آ جائے۔ آپ نے جونہی اس جھنڈ کو اشارہ کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ حرکت میں آ گیا تاکہ آپ کی طرف آ جائے۔ لیکن آپ نے اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہے کیونکہ آپ نے اسے اس طرح آنے کے لیے نہیں کہا تھا۔

ایک اور بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت باقرؑ کے ہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک کنیز باہر آئی، وہ جوانی میں قدم رکھ رہی تھی مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اس کے پستانوں کو چھوتے ہوئے کہا: اپنے آقا سے کہو فلاں شخص دروازے پر حاضر ہے۔ اندر سے آواز آئی کہ اندر آ جاؤ ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔ میں اندر گیا تو عرض کی: حضور! میرا بدی کا کوئی ارادہ

نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو لیکن یہ کبھی تصور نہ کرنا کہ یہ در و دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے ویسے ہی بحیثیت حجاب ہوتے ہیں جیسے تمہاری آنکھوں کے سامنے! اگر ایسا ہو تو تمہارے ہمارے درمیان فرق کیا رہا۔ اب کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ دو عورتیں بنام حُبابہ اور البیہ حضرت باقرؓ سے ملنے آئیں۔ آپ نے فرمایا: تم ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو؟

حبابہ بولی کہ میرے بال سفید ہو گئے ہیں میں انہیں ٹھیک کرنے میں مشغول رہتی ہوں۔

حضرت باقرؓ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ۔ اس نے دکھائے تو آپؓ نے اپنا دستِ مقدس ان پر پھیرا جس سے وُہ سیاہ ہو گئے۔

پھر فرمایا: اسے آئینہ دکھاؤ۔ اس نے آئینہ دیکھا تو اس کے بال سیاہ ہو چکے تھے۔

ایک راوی کہتا ہے کہ میں حضرت باقرؓ کے ساتھ مسجد نبویؐ میں بیٹھا تھا ان دنوں حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو چکا تھا۔ اچانک داؤد بن سلیمان اور منصور دوانقی آ گئے۔ داؤد حضرت باقرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن دوانقی کسی اور جگہ بیٹھا رہا۔ حضرت باقرؓ نے پوچھا: دوانقی میرے پاس کیوں نہیں آیا؟ داؤد نے معذرت پیش کی۔ آپ نے فرمایا: کچھ دنوں بعد دوانقی مخلوقِ خدا کا حاکم ہوگا اور مشرق و مغرب اُس کی مِلک ہوں گے۔ اس کی عمر بھی بہت طویل ہوگی اور اتنے خزانے جمع کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے بھی جمع نہ کیے ہوں گے

داؤد اُٹھے اور سارا قصہ دوانقی کو سُنایا۔ دوانقی حاضرِ خدمت ہُوا اور کہا: آپ کے ہاں آنے پر بجز آپ کے اجلال و اکرام کے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ پھر پوچھا: داؤد کیا کہتا ہے؟ فرمایا: سچ کہتا ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ پھر پُوچھا: آیا ہماری سلطنت آپ کی سلطنت سے پہلے ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے پھر پُوچھا: ہماری سلطنت زیادہ دیر چلے گی یا بنو امیّہ کی؟ آپ نے فرمایا: تمہاری سلطنت زیادہ دیر رہے گی لیکن بچوں کے ہاتھوں میں رہے گی جس سے کھیلتے رہیں گے جیسے گیند سے کھیلتے ہیں۔ بس یہی ہے جو میں نے اپنے والدِ محترم سے سنا ہے۔ چنانچہ جب دوانقی والیٔ مُلک بنا تو اُسے حضرت باقرؓ کی باتوں پر سخت تعجب ہوا (کیونکہ وہ حرف بحرف سچی نکلیں)

حضرت ابو بصیر جو آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت باقرؓ سے کہا : کیا آپ محافظِ دینِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؟ آپ نے فرمایا : ہاں ۔ میں نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں ؟ آپ نے کہا : ہاں آپ ان کے علوم کے وارث ہیں ۔ میں نے کہا : کیا تمہیں بھی وہ علوم میراث میں ملے ہیں ؟ آپ نے کہا : ہاں ۔ میں نے کہا : آپ کو یہ طاقت ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دیں ، مادرزاد اندھوں کو بینا کر دیں اور کوڑھیوں کو چنگا بھلا کر دیں نیز یہ بتائیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا کھاتے ہیں اور کیا بچا کر رکھتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا : ہاں میں اللہ کے حکم سے بتا سکتا ہوں ۔ پھر فرمایا : میرے سامنے آکر بیٹھ جاؤ ۔ میں بیٹھ گیا ۔ آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے چہرے پر پھیرا ۔ میری آنکھیں روشن ہو گئیں ۔ چنانچہ میں نے کوہ و بیابان اور زمین و آسمان کی وسعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا تو میں اپنی پہلی حالت پر آگیا آپ نے مجھ سے پوچھا : ان دو حالتوں میں سے کس حالت کو پسند کرتے ہو یہ کہ تمہاری آنکھیں درست ہو جائیں اور تمہارا حساب خدا کے سپرد ہو یا تمہاری آنکھیں ایسی ہی رہیں اور تم بغیر حساب کے جنت الفردوس میں جاؤ ۔ میں نے کہا : میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں کہ میں نابینا ہی رہوں اور جنت میں بے حساب و کتاب جاؤں ۔

ایک اور راوی کہتے ہیں کہ ہم تقریباً پچاس افراد حضرت امام باقرؓ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک اور شخص بھی حاضر ہوا جس کا کاروبار خُرما فروشی تھا ۔ اس نے حضرت باقرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ کوفہ میں ایک شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ آپؓ کے پاس ایک فرشتہ ہے جو کافر کو مومن سے اور دوست کو دشمن سے ممیّز کر کے آپ کو مطلع کر دیتا ہے ۔ حضرت باقرؓ نے اس سے پُوچھا ، تم کیا کام کرتے ہو ؟ اس نے کہا : میں کبھی کبھی جَو بھی بیچ لیتا ہُوں ۔ آپؓ نے فرمایا : یہ بھی غلط ہے تم تو کھجوریں بیچتے ہو ۔ اس شخص نے کہا : آپ کو یہ کیسے پتہ چلا ہے ؟ آپؓ نے فرمایا : مجھے فرشتۂ ربانی مطلع کر دیتا ہے کہ فلاں تمہارا دوست ہے یا دشمن ! ہاں دیکھو تم فلاں بیماری کے سوا کسی اور بیماری سے نہ مرو گے ۔ راوی کہتا ہے جب میں کوفہ واپس گیا اور اس شخص کے متعلق پُوچھا تو لوگوں نے کہا وہ اسی بیماری سے مر گیا ہے جو حضرت باقر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمائی تھی ۔

ایک دُوسرے راوی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت باقرؓ گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابھی تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ دُو آدمیوں سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت باقرؓ نے فرمایا: یہ چور ہیں انہیں پکڑ لو اور مضبوطی سے باندھ دو۔ آپ کے غلاموں نے انہیں اچھی طرح باندھ دیا۔ آپؓ نے اپنے ایک معتقد سے فرمایا: اس پہاڑ پر جاؤ وہاں ایک غار ہے اس میں سے جو بھی ملے وُہ لے آؤ۔ وُہ گیا اور وہاں سے دو صندوق سامان کے بھر کے لے آیا۔ ایک صندوق میں کسی اور جگہ سے سامان بھروایا۔ آپ نے فرمایا: ان کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے اور دوسرا موجود نہیں۔ جونہی ہم مدینہ واپس پہنچے تو ان میں سے ایک نے دوسرے پر استحقاق کا دعوٰی کر رکھا تھا اور مدینے کے گورنر اسے سرزنش کر رہے تھے۔ حضرت باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ ان کو سرزنش نہ کیجئے۔ پھر آپ نے دونوں صندوق ان کے مالکوں کو دے کر فرمایا کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دو۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ ان چوروں میں سے ایک چور نے کہا: اللہ کا شکر ہے میرا ہاتھ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کاٹا گیا اور ان کے دستِ حق پرست پر ہی میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ہاں توبہ کا عہد کر دکیونکہ ایک سال کے بعد تم اس دارِ فانی سے چلے جاؤ گے۔ اس شخص نے توبہ کرلی اور توبہ کے بعد پورا ایک سال جیا۔ اس کے تین روز بعد اس صندوق کا ایک اور مالک آموجود ہوا۔ آپ نے اس سے کہا: تمہارے صندوق میں ایک ہزار دینار ہے جو تمہارا ہے اور ایک ہزار دینار کسی اور کا ہے اور کچھ اس اس طرح کے کپڑے بھی ہیں۔ اس نے کہا: اگر جناب کو پتہ ہے تو اس کا نام بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اس کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے جو بہت صالح اور نیک بخت آدمی ہے۔ وہ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرتا ہے اور پابندی سے نماز ادا کرتا ہے۔ اب دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ جس شخص سے آپ یہ باتیں کر رہے تھے وُہ نصرانی تھا۔ اس نے یہ سچی باتیں سُنیں تو کہا: لاریب اللہ ہی ایک ایسی ہستی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہوگیا۔

جناب ابوبصیرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت باقرؓ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسے شخص کا حال معلوم ہے جو اگر دریا کے کنارے کھڑا ہو جائے تو دریا کے تمام جانوروں، ان کی ماؤں، چچیوں اور خالاؤں کے نام جان لیتا ہے۔

ایک راوی کہتا ہے ہم ایک گروہ کی شکل میں حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پر حاضر ہوئے تو ہمیں ایک شخص کی خوش الحانی سے کچھ سریانی زبان میں پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کوئی اہل کتاب کچھ پڑھ رہا ہے ہم اندر گئے تو آپ کے سوا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ ہم نے عرض کی کہ ہمیں ابھی ابھی ایک شخص سریانی میں کچھ پڑھتا ہوا سنائی دیا تھا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا؛ مجھے فلاں نبی کی مناجات یاد ہے جب میں اُسے پڑھتا ہوں تو وُہ مجھے رُلا دیتی ہے۔

ایک دن ابن عکاشہؓ حضرت باقرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپؓ کے فرزند ارجمند حضرت امام جعفرؓ بھی آپ کے پاس کھڑے تھے ابن عکاشہؓ نے کہا: اب تو ماشاء اللہ حضرت جعفرؓ جوان ہو گئے ہیں ان کی شادی ہونی چاہئے۔ آپ ان کی شادی کیوں نہیں کرتے؟ اس وقت حضرت باقرؓ کے پاس سربمہر سونے کی ایک تھیلی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ تھیلی لے جاؤ اور ایک لونڈی خرید لاؤ۔ ہم بردہ فروش کے پاس گئے تو اس نے کہا: میرے پاس جو تھی وہ بیچ چکا ہوں۔ ہاں البتہ ایک دو لونڈیاں ہیں جو ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ہم نے کہا؛ انہیں باہر لاؤ تاکہ دیکھ لیں۔ دونوں باہر آئیں تو ایک کو ہم نے پسند کر لیا۔ میں نے کہا؛ اس کی کیا قیمت لے گا؟ اس نے کہا؛ ستر ہزار دینار۔ ہم نے کہا: کچھ تو کم کیجئے۔ کہنے لگا؛ ایک کوڑی کم نہ ہوگی۔ آخر ہم نے اس سے کہا: ہم اس لونڈی کو اس تھیلی میں جو بھی ہے کے عوض خریدنا چاہتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ اس میں کتنے دینار ہیں۔ بردہ فروش کے پاس ایک سفید سر اور سفید ریش شخص تھا جس نے تھیلی کھولنے کے لیے کہا۔ بردہ فروش بولا؛ اسے مت کھولئے اگر ستر ہزار دینار سے ایک کوڑی بھی کم نکلی تو میں ہرگز فروخت نہیں کروں گا۔ اس پر اس بزرگ نے تھیلی کھول کر جو بھی اس میں تھا اس کا وزن کرنے کے لیے کہا۔ ہم نے تھیلی کو کھول کر وزن کیا تو سونا بے کم و کاست ستر ہزار دینار کی مالیت کا نکلا۔ چنانچہ ہم نے لونڈی خریدی اور لا کر حضرت باقرؓ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس وقت بھی حضرت جعفرؓ آپؓ کے پاس کھڑے تھے۔ ہم نے حضرت باقرؓ کو تمام ماجرا سنایا۔ آپ کی زبان پر فوراً الحمد للہ کے الفاظ آئے۔ پھر میں نے اس لونڈی سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا؛ میرا نام حمیدہ ہے۔ آپؓ نے فرمایا؛ تُو دنیا میں

حمیدہ ہے اور آخرت میں محمودہ۔ پھر آپؓ نے اس سے پوچھا: کیا تم کنواری ہو یا غیر باکرہ؟ اس نے کہا: میں کنواری ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی لونڈی بردہ فروشوں کے ہاتھوں سلامت رہ سکتی ہے؟ اس نے کہا، جب یہ بردہ فروش میرے نزدیک آ کر کسی بُرائی کا ارادہ کرتے تو یہ سفید سر اور سفید ریش بزرگ آگے آ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے اور اسے مجھ سے دُور کر دیتے۔ اور ایسا کئی بار ہوا۔ یہ سن کر حضرت باقرؓ نے لونڈی کو حضرت جعفرؓ کے حوالے کر دیا، جس کے شکم سے بہترینِ خلائق حضرت موسیٰ بن جعفرؓ پیدا ہُوئے۔

ایک دن آپؓ مدینہ میں چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ نے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ تمہاری حالت یہ ہوگی کہ کسی وقت کوئی شخص مدینہ میں چار ہزار افراد کے ساتھ آ کر تین روز تک قتل عام کرے گا۔ پھر تمہارے مقاتلوں کو قتل کرے گا۔ وُہ تمہارے لیے بہت سے مصائب پیدا کر دے گا جن کو تم دُور نہ کر سکو گے۔ یہ واقعہ آئندہ سال ہوگا تمہیں اس سے بچنا چاہئے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہُوں۔ اسے یقینِ محکم سے مانو۔ لیکن اہل مدینہ نے آپ کی ان حقیقت افروز باتوں کی طرف توجہ نہ دی اور چند آدمیوں کے سوا سب کہنے لگے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ بنی ہاشم کو معلوم تھا کہ آپؓ جو بھی کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ آئندہ سال حضرت باقرؓ تمام بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد نافع الارزق مدینہ میں آیا اور اس نے وہی کچھ کیا جو آپؓ نے فرمایا تھا۔ اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے کہا اب حضرت باقرؓ جو بھی فرمائیں گے ہم اس سے سرِ مُو تجاوز نہیں کریں گے کیونکہ یہ اہل بیت نبوت سے ہیں اور جو بھی کہتے ہیں حق و صداقت پر مبنی ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؓ

آپ امام ششم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور بعض کے نزدیک ابو اسماعیل ہے۔ آپ "صادق" کے اشہر ترین لقب سے معروف ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکرؓ الصدیق ہے۔ امِ فروہؓ کی ماں حضرت اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ الصدیق ہیں۔ اسی باعث حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو بار جنم دیا۔

آپ کی ولادت بمقام مدینہ منورہ ۸۳ھ میں بروز سوموار ماہ ربیع الاوّل کے آخری عشرہ میں ہُوئی اور وفات بروز سوموار نصف رجب المرجب ۱۴۸ھ میں ہُوئی۔ آپؓ کی قبر جنت البقیع واقع مدینہ منورہ میں ہے۔ اسی جنت البقیع میں آپ کے والد حضرت امام باقرؓ آپ کے دادا حضرت زین العابدینؓ اور اُن کے تایا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبریں ہیں اللہ تعالیٰ ان کی قبر سے ہر قسم کا فتنہ دُور رکھے اور وُہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم و مشرف ہو۔ آپ علمائے اہل بیت سے ہیں اور اُن میں سے تمام سے اعلم ہیں اور اس قدر کہ کثرتِ علوم مفیضہ جو ان کے قلب پر نازل ہُوئے ان کا احاطہ فہم و ادراک نہیں کر سکتے اور بھی علوم آپ سے روایت کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کتاب جفر جو عبد المومن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے آپ کا ہی کلام ہے۔ یہ کتابِ جفر کے نام سے مشہور ہے جو آپ کے اسرار علوم پر مشتمل ہے اور اس کا تذکرہ حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ کے ملفوظات میں صریحًا پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جس وقت مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ نے فرمایا: جفر و جامعہ دونوں ایک دوسرے کا خلاف ہیں۔ آپ اس دعویٰ میں سچے تھے کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علوم غابر و مزبور ہیں جنہیں ہم سینوں میں چھپائے رکھتے تھے اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر ہمارے پاس جفر احمر، جفر ابیض اور مُصحفِ فاطمہؓ بھی ہے۔ لیکن علم جامعہ میں وُہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے۔ ان کی تفسیر و تشریح بھی لوگ ہم سے پُوچھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: غابر وہ علم ہے جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور مزبور وُہ علم ہے جس کی روشنی سے گزشتہ واقعات کا علم ہوتا ہے اور وُہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے اس سے مراد الہام ہے اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے ہیں یہ ملائکہ کی باتیں ہیں جن کو ہمارے کان ہی سُن سکتے ہیں اور کوئی ان کی شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا، لیکن جفر احمر حضور علیہ السلام کا ایک قسم کا اسلحہ ہے اور ہم اہل بیت اس کو کبھی بھی ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ اہل بیت سے یمن و برکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ لیکن جفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے تمام علوم حاصل کیے جائیں، لیکن مُصحفِ فاطمہؓ سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات و اسماء

جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں موجود ہیں، اور جامعہ ایک ایسی کتاب ہے جو عقر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضورؐ نے ترتیب دی ہے، اس کو حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے حتیٰ کہ دیت سے لے کر کوڑے اور آدھے کوڑے تک کی سزا بھی ہے۔

آپ کی زبان گوہر فشاں سے جو بھی حقائقِ معارف اور دقائقِ حکم صادر ہوئے وہ زبان زدِ خاص و عام ہیں اور اہلِ اسلام نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ذیل میں ان کی خرق عادات اور کرامات کا بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفرؓ الصادق کی کرامات

خلیفہ منصور عباسی نے ربیع کو حکم دیا کہ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میرے دربار میں پیش کرو۔ جب ربیع ان کو لے کر آئے تو منصور نے کہا:

قتلنی اللّٰہ ان لم اقتلك جندٌ بحیلۃٍ۔

(اللہ تعالیٰ مجھے مار ڈالے اگر میں کسی حیلے یا کسی گروہ کے ذریعے کوئی فتنہ اٹھاؤں تم)

مگر تم فتنہ انگیزی کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی خونریزی ہو، حضرت جعفر صادقؓ نے فرمایا میں نے ایسی کسی بات کی خواہش کی ہے نہ عملی طور پر کچھ کیا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی ایسی بات پہنچی ہے تو محض کسی جھوٹ بکنے والے کی وساطت سے پہنچی ہے۔ اگر عیاذاً باللہ تمہارے بیان کے مطابق کوئی فتنہ انگیزی کی ہے تو اس کی مثال یوں ہے:

جناب یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم کیا تو انھوں نے معاف فرما دیا۔
حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے صبر کیا۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ عطا ہوا تو انہوں نے شکر ادا کیا۔
یہ سب پیغمبر تھے اور تمہارا نسب بھی ان سے ملتا ہے۔

منصور کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے آپ کو بلا کر تخت پر اپنے پاس بٹھا لیا پھر کہا، آپ کی یہ بات فلاں شخص نے مجھے بتائی تھی۔ خلیفہ نے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو اس سے پوچھا کیا تم نے یہ باتیں حضرت جعفرؓ الصادق سے سنی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں!

خلیفہ نے کہا. کیا تم اس کی قسم کھا سکتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں - پھر اس نے یُوں قسم کھانا شروع کی: باللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ (قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وُہ عالمِ غیب و شہادت ہے) حضرت جعفرؓ نے فرمایا، اے خلیفہ! میں اسے قسم دیتا ہُوں۔ خلیفہ نے کہا، ہاں آپ اسے قسم دیں۔ آپؓ نے اس شخص سے کہا، کہو: بریت من حول اللہ وقوتہ والنجات الیٰ حول وقوتی لقد فعل کذا وکذا جعفر وقال کذا وکذا جعفر۔

وہ اس طرح قسم کھانے سے احتراز کرنے لگا، آخر قسم کھا لی اور قسم کھاتے ہی حاضرین کے سامنے پھڑک کر مر گیا۔ منصور نے کہا: اس ملعون کو گھسیٹ کر باہر لے جاؤ۔ ربیع کہتے ہیں جب حضرت جعفر صادقؓ منصور کو ملنے آئے تو آپ نے زیرِ لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ اپنے لبوں کو جنبش دیتے رہے اور منصور کا غصہ فرو ہوتا رہا۔ اس نے آپ کو بڑی دیر تک اپنے پاس بٹھایا اور آپ سے خوشنودی کا اظہار کیا۔

جب آپ خلیفہ سے اٹھ کر باہر آئے تو میں نے (ربیع) کہا یہ شخص (خلیفہ) تو آپ پر سخت ناراض تھا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے زیرِ لب کیا پڑھا تھا جو خلیفہ کا غصہ یکدم فرو ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے دادا حسین علیہ السلام کی تلقین کردہ یہ دُعا پڑھ رہا تھا:

"یا عدتی عند شدتی ویا غوثی عند کربتی احرسنی بعینک التی لا تنام واکنفنی برکنک الذی لا یرام۔"

ربیع کہتے ہیں کہ میں نے یہ دُعا یاد کر لی اور جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی میں نے اسے پڑھا اور وہ مشکل آسان ہو گئی اور مجھے راحت نصیب ہُوئی۔ اسی طرح ربیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت صادقؓ سے پُوچھا: آپ نے اس شخص کو قسم پُوری کرنے سے پہلے دوسری قسم کیوں دی؟ آپ نے فرمایا: "بندہ خدا تعالیٰ کی یکسوئی سے عظمت بیان کرتا ہے تو اسے حلم کی دولت عطا ہوتی ہے جس سے وُہ اپنی سزا سے مطلع ہو جاتا ہے، چنانچہ میں نے اسے قسم دی تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے کانوں نے سُنا ہے کے سبب اس کا جلد ہی مواخذہ کر لیا۔"

۲ ــــــ ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی کہ حضرت جعفرؓ کو میرے پاس

پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا۔ اسی دن حضرت جعفرؓ تشریف لائے اور منصور کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ منصور نے دربان کو بلایا، اس نے دیکھا کہ حضرت جعفرؓ تشریف فرما ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بُلا کر کہا میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا؛ دربان بولا خدا کی قسم میں نے حضرت جعفرؓ کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے، بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔

۴ــــــ منصور کے ایک درباری کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز اسے غمگین و پریشان دیکھا تو کہا؛ اے خلیفہ! آپ متفکر کیوں ہیں؟ بولا؛ میں نے علویوں کے ایک بڑے گروہ کو مروا دیا ہے لیکن ان کے سردار کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے کہا؛ وہ کون ہے؟ کہنے لگا؛ وہ جعفرؓ بن محمدؓ ہے۔ میں نے کہا؛ وہ تو ایسی ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محو رہتی ہے اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں۔

خلیفہ بولا؛ مجھے معلوم ہے تم اس سے کچھ ارادت و عقیدت رکھتے ہو حالانکہ پورے ملک کو اس سے کوئی دلچسپی اور امید وابستہ نہیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک مَیں اس کا کام تمام نہ کردُوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

چنانچہ اس نے جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ جونہی جعفر بن محمدؓ آئیں، میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لُوں گا تم اُسے شہید کر دینا۔ پھر حضرت جعفر صادقؓ کو بلایا۔ میں آپؓ کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپؓ زیرِ لب کچھ پڑھ رہے تھے جس کا مجھے پتا نہ چلا لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ ضرور کیا کہ منصور کے محلوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا وہ ان سے اس طرح باہر نکلا جیسے ایک کشتی سمندر کی تند و تیز لہروں سے باہر آتی ہے۔ اس کا عجیب حلیہ تھا، وہ لرزہ براندام، برہنہ سر اور برہنہ پا حضرت جعفر صادقؓ کے استقبال کے لیے آیا اور آپ کے بازو کو پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا؛ اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا؛ تُو نے بلایا اور میں آگیا۔ پھر کہنے لگا؛ کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں؛ آپ نے فرمایا؛ مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں بلایا نہ کرو میں جس وقت خود چاہُوں آجایا کروں گا۔ آپ اُٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو منصور نے اسی وقت جامہائے خواب (SLEEPING SUIT) طلب کئے اور رات گئے تک سوتا رہا یہاں تک کہ اس کی نماز قضا ہو گئی، بیدار ہُوا تو نماز ادا کر کے مجھے بلایا اور کہا جس وقت میں نے جعفر بن محمد علیہما السلام کو بلایا تو میں نے ایک اژدہا دیکھا جس کے مُنہ کا

ایک حصہ زمین پر تھا اور دُوسرا حصہ میرے محل پر۔ وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر تم سے حضرت جعفر صادقؓ کو کوئی گزند پہنچی تو تجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا۔ اس کے میری طبیعت بغیر ہو گئی جو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ میں نے کہا یہ جادو یا سحر نہیں ہے یہ تو اسم اعظم (قرآن کریم) کی خاصیت ہے جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے جو چاہا وہی ہوتا رہا۔

۴ ـــــ ابن جوزی نے کتاب "صِفَۃُ الصّفوۃ" میں لیث بن سعد سے باسناد خود روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں موسم حج میں مکہ معظمہ میں نمازِ عصر ادا کر رہا تھا، فراغت کے بعد میں کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر چڑھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دعا مانگ رہا ہے یارب یارب کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا، پھر کہا یا ربّاہُ یا ربّاہُ۔ اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا اللہ یا اللہ کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا حیّ یا حیّ پڑھنے لگا، اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا پھر اُس نے یا رحیم یا رحیم پڑھا تو بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا ارحم الراحمین پڑھنے لگا اس دفعہ بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ اس نے سات بار اس طرح کیا، پھر کہا: اللّٰھم انی اشتھی من ھٰذا العنب اللّٰھم وان بردای قد اخلقا۔۔۔

ابھی اس کی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے وہاں ایک گچھا انگوروں کا اور دو نئی چادریں پڑی ہوئی دیکھیں اس وقت انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ جب وہ ان انگوروں سے کچھ کھانے لگا تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی، اس نے کہا تم کیوں شریک ہوتے ہو۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے دعا فرمائی اور میں نے آمین کہا۔

اس نے کہا میرے پاس آؤ، کھاتے جاؤ اور کوئی دانہ بچا کر نہ رکھنا۔ یہ ایسے انگور تھے جن کا بدل ملنا محال تھا، میں نے ایسے انگور کبھی نہ کھائے تھے، میں کھا کر سیر ہو گیا، لیکن ان میں ایک بھی کم نہ ہوا۔ پھر کہنے لگا: ان دونوں چادروں میں سے جو چاہو اٹھا لو۔ میں نے کہا: مجھے ضرورت نہیں۔ اس نے کہا ذرا اِدھر اُدھر ہو جاؤ میں ان چادروں کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف اوجھل ہو گیا تو اس نے ایک سے ازار بنا لیا اور دُوسری سے اوڑھنی بنا لی، اور دونوں پرانی چادروں کو جو نیچے بچھائی تھیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور چل دیا، میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا، جب صفا و مروہ پر پہنچے تو اسے ایک شخص ملا جس نے کہا اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا تن ڈھانپئے اللہ تعالیٰ

تمہارا تن ڈھانپے گا۔ اس نے وہ دونوں چادریں اُسے دے دیں۔ میں اس شخص کے پیچھے پیچھے چلتا گیا، میں نے پُوچھا: یہ چادریں دینے والے کون ہیں؟ تو اس نے کہا: یہ جعفر بن محمد علیہما السلام ہیں۔ بعد ازاں میں نے اُن سے حدیث سننے کے لیے بہت خواہش کی لیکن وُہ نہ مل سکے۔

۵ ــــــ کہتے ہیں داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت جعفر صادقؓ کے کسی غلام کو قتل کر دیا اور اس کا مال و منال ضبط کر لیا۔ حضرت جعفر صادقؓ اس کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی چادر کو زمین پر بچھا رہا تھا، آپ نے فرمایا: تُو نے میرے غلام کو قتل کر کے اس کا مال لُوٹ لیا ہے میں تمہارے لیے بخدا بددُعا کروں گا۔ داؤد نے بر سبیلِ مذاق کہا: کیا تم مجھے ڈراتے دھمکاتے ہیں۔ حضرت جعفر صادقؓ اپنے گھر چلے گئے اور تمام رات قیام و قعود میں گزار دی، صبح ہُوئی تو آپؓ نے داؤد کے لیے بددُعا کی، ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ لوگوں میں سے کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔

۶ ــــــ جناب ابُو بصیرؒ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میرے ساتھ ایک کنیز بھی تھی، میں نے اس سے جماع کیا، بعد ازاں حمام میں جانے کے لیے باہر آیا میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات حضرت امام جعفر صادقؓ کی زیارت کے لیے اُن کے مکان پر جا رہے ہیں۔ میں بھی اُن کے ہمراہ ہو لیا، جب حضرت امام صاحبؓ کے دولت کدہ پر حاضر ہُوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی آپؓ نے فرمایا: اے بصیرؒ! تمہیں شاید پتا نہیں کہ پیغمبروں اور اُن کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر جنابت کی حالت میں نہیں آتے۔ میں نے کہا: اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے احباب کو آپؓ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہُوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر ہاتھ نہ آئے اس لیے میں آ گیا۔ یہ کہہ کر میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا اور پھر باہر آ گیا۔

۷ ــــــ ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جسے منصور نے محبوس کر دیا، میری ملاقات حضرت جعفر صادقؓ سے حج کے موسم میں میدانِ عرفات میں ہُوئی آپ نے مجھ سے میرے دوست کے متعلق پُوچھا۔ میں نے کہا: حضور! وُہ ویسے ہی قید میں ہے۔ آپؓ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، ایک گھنٹہ کے بعد فرمایا: خدا کی قسم تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتا ہے جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو میں نے اپنے دوست سے پُوچھا: تمہاری کس دن رہائی ہُوئی؟ کہنے لگا: مجھے یومِ عرفہ کو بعد از نمازِ عصر چھوڑ دیا گیا تھا۔

۸۔۔۔۔۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ وُہ کسی دوست کو نہ دُوں گا تاکہ میری وفات کے بعد مجھے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ میں واپس آیا تو چادر گم ہو گئی، مجھے بہت دُکھ ہُوا۔ جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ میں آیا تو میں مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا تھا آ کر کہنے لگا کہ تجھے آپ بلاتے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کے پاس گیا اور السلامُ علیکم کہہ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں تمہاری چادر مل جائے جو تمہاری وفات کے بعد کفن کا کام دے۔ میں نے عرض کی: ہاں حضور دے دیجئے لیکن وُہ تو گم ہو گئی ہوئی ہے آپ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا۔ میں نے دیکھا تو یہ وہی چادر تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے لے لو اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

۹۔۔۔۔۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جا رہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہُوا جس کے سامنے ایک مُردہ گائے پڑی ہُوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ گریہ وزاری میں مصروف تھی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ خداوند تعالیٰ گائے کو زندہ کر دے۔ وُہ بولی: آپ مذاق کیوں کرتے ہیں؟ میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہُوں۔ آپ نے فرمایا: میں مذاق نہیں کرتا۔

بعد ازاں آپ نے دُعا فرمائی، گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا، پھر اُسے بلایا تو وہ جلدی سے اُٹھ کھڑی ہُوئی۔ بعد ازاں حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں مِل جُل گئے اور وُہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔

۱۰۔۔۔۔۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں ہمیں ایک جگہ کھجور کے سُوکھے درختوں کے پاس ٹھہرنا پڑا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے زیرِ لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ اچانک آپ نے ان سُوکھے درختوں کی طرف مُنہ کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں ہمارے لیے جو رزق ودیعت کیا ہے اس سے ہماری ضیافت کرو۔ میں نے دیکھا کہ وُہ جنگلی کھجوریں آپ کی طرف جُھک رہی تھیں جن پر تر خوشے لٹک رہے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: میرے پاس آؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہُوئے کھجوریں کھائیں۔

ایسی شیریں کھجوریں ہم نے پہلے کبھی نہ کھائی تھیں، اس جگہ ایک اعرابی بھی موجود تھا اس نے کہا آج جیسا جادو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم پیغمبروں کے وارث ہیں، ہم ساحر و کاہن نہیں ہوئے، ہم تو دعا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ قبول فرما لیتا ہے۔ اگر تم چاہو تو ہماری دعا سے تمہاری شکل بدل جائے اور تم ایک کتے میں متشکل ہو جاؤ۔ اعرابی چونکہ جاہل تھا اس لیے کہنے لگا: ہاں ابھی دعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی تو وہ کتا بن گیا اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: اس کا تعاقب کرو۔ میں اس کے پیچھے گیا تو وہ اپنے گھر میں جا کر بال بچوں اور گھر والوں کے سامنے اپنی دُم ہلانے لگا۔ انہوں نے اسے ڈنڈا مار کر بھگا دیا۔ میں واپس آیا تو تمام حال کہہ سنایا۔ اتنے میں وہ بھی آگیا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے زمین پر لیٹنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے پانی ٹپکنے لگا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس پر رحم کھا کر دعا فرمائی تو وہ شکلِ انسانی میں آگیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اعرابی! میں نے جو کہا تھا اس پر یقین ہے یا نہیں؟ کہنے لگا: ہاں جناب ایک بار نہیں اس پر ہزار بار ایمان و ایقان رکھتا ہوں۔

۱۱۔۔۔۔۔ ایک راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: جب خداوند قدوس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "خُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ"[1] کا حکم فرمایا تھا تو کیا وہ پرندے ہم جنس تھے یا ایک دوسرے سے مختلف؟ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہیں ویسا ہی کر کے دکھاؤں؟ ہم نے کہا: "ہاں"

آپ نے فرمایا: "اے مور! ادھر آجاؤ"۔ اسی وقت ایک مور حاضر ہو گیا۔

پھر کہا: "اے کوے ادھر آؤ"۔ فوراً ایک کوّا آگیا۔

پھر کہا: "اے باز ادھر آؤ"۔ اسی وقت ایک باز حاضر ہو گیا۔

پھر فرمایا: "اے [illegible] ادھر آؤ"۔ فوراً ایک کبوتر آگیا۔

چاروں پرندے آگئے تو آپ نے فرمایا: "ان کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، اور ایک کا

---

[1] القرآن پارہ: ۳، رکوع ۳، سورۂ بقرہ۔ پرندوں میں سے چار پرندے پکڑ لیجئے پھر انہیں اپنی طرف بلا لیجئے۔

گوشت دُوسرے میں ملا دو لیکن ہر ایک کے سر کو بحفاظت رکھو۔"

اُس کے بعد آپ نے مور کے سر کو پکڑ کر کہا: اے مور!

ہم نے دیکھا کہ اُس کی ہڈیاں، پَر اور گوشت اُس کے سر کے ساتھ مل گئے اور وُہ ایک صحیح و سالم مور بن گیا۔ اسی طرح دُوسرے تین پرندوں سے معاملہ کیا، وُہ بھی زندہ ہو گئے۔

۱۲ــــ ایک آدمی آپؑ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: میں حج کے لیے جا رہا ہُوں آپ میرے لیے اس پیسے سے کوئی سرائے خرید لیں تاکہ میں حج سے واپسی پر اپنے اہل و عیال سمیت اُس میں متوطن ہو جاؤں، حج سے واپسی پر وُہ حضرت جعفرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے بہشت میں سرائے خرید لی ہے جس کی پہلی حد حضورؐ پر، دوسری حضرت علیؓ پر، تیسری حضرت حسنؓ پر اور چوتھی حضرت حسینؓ پر ختم ہوتی ہے، اور یہ لو میں نے پروانہ لکھ دیا ہے۔ اُس نے یہ بات سُنی تو کہا میں اس پر خوش ہُوں۔ چنانچہ وُہ پروانہ لے کر اپنے گھر چلا گیا گھر جاتے ہی بیمار ہو گیا اور وصیت کی کہ اُس پروانے کو میری وفات کے بعد قبر میں رکھ دینا۔ لواحقین نے تدفین کے وقت اس پروانے کو بھی قبر میں رکھ دیا۔ دُوسرے دن دیکھا کہ وہی پروانہ قبر پر پڑا ہُوا تھا اور اس کی پشت پر یہ مرقوم تھا کہ امام جعفر صادقؓ نے جو وعدہ کیا تھا وُہ ایفا ہو گیا۔

۱۳ــــ ایک شخص نے آپؓ سے دُعا کی التماس کی کہ خدا تعالیٰ مجھے اتنا کچھ عطا کرے کہ میں بہت سے حج کروں۔ آپ نے دُعا کی: اے اللہ! اسے اتنا دے کہ یہ پچاس حج کرے۔ چنانچہ اس نے پُورے پچاس حج کیے۔ لیکن جب اکاونواں حج کرنے کے لیے مقامِ جحفہ پہنچا تو غسل کرنے کی خواہش کی۔ جونہی پانی کو ہاتھ لگایا تو پانی کی تُند و تیز موجیں اُسے بہا لے گئیں، اور وُہ انہی میں ڈوب گیا۔

۱۴ــــ جب زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے سُولی پر چڑھایا گیا تو حاکم عباس کلبی نے مندرجہ ذیل دُو بیت کہے: ؎

صَلَبنا لکم زیداً علیٰ جِذعِ نَخلَۃٍ ﮐ   وَلَم اَرَ مَھدِیّاً علی الجزع بصلبٍ

وقستم بعثمان علیاً سفاھۃً   وعثمانُ خَیرٌ مِن عَلِیٍّ وَ اطیبُ

ﮐ ترجمہ: ہم نے زیدؓ کو کھجور کے تنے پر پھانسی دے دی اور میں نے کبھی ہدایت یافتہ شخص کو (باقی اگلے صفحہ پر)

جب یہ دو بیت حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیے گئے تو آپ نے بددعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا "اللّٰھم ان کان عبدك كاذبًا فسلّط علیه کلبك"[1] ۔ کہتے ہیں اسے بنو اُمیہ نے کوفہ بھیج دیا لیکن اُسے راستہ میں شیر نے پھاڑ دیا۔ جونہی یہ خبر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ سر بسجدہ ہو گئے اور کہا: اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَنجَزَنَا مَا وَعَدَنَا[2]۔

حضرت مُوسیٰ بن جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ ساتویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت کاظم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کاظم کے لقب نے آپ کے حلم کو بڑھایا اور آپ نے حد سے بڑھنے والوں سے درگزر کیا۔ آپ کی والدہ اُمّ ولد حمیدہ بربریہ تھیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی ولادت مقام ابواء پر جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ کے درمیان واقع ہے ہوئی۔ یہ اتوار کا دن تھا، صفر المظفر کی نو راتیں گزر چکی تھیں اور سن ۱۲۸ھ تھا۔ آپ کو پہلی بار مہدی بن منصور کے حکم سے بغداد لاکر محبوس کیا گیا۔ ایک رات مہدی نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا۔

ربیع کہتے ہیں کہ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ اس نے مجھے بلایا۔ میں گیا تو سنا کہ وہ مذکورہ بالا آیت کو خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا پھر مجھ سے کہنے لگا: ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے آؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی اور آپ کو لے آیا۔ خلیفہ مہدی نے ان سے معانقہ کیا اور اپنے پاس بٹھا کر اپنی خواب سنائی، پھر کہا کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ آپ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: بخدا میرا تو کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی یہ بات مجھے زیب دیتی ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۳۵) تختۂ دار پر لٹکتے نہیں دیکھا۔ تم نے حماقت کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھا دیا حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ پاک اور بہتر تھے۔

[1] اے اللہ! اگر تیرا بندہ واقعی جھوٹا ہے تو اس پر اپنا کوئی کتا مسلط کر دے۔

[2] تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہم سے جو وعدہ کیا پورا کیا۔

میں ایسا کروں ۔ مہدی بولا : بالکل درست ہے ۔ پھر اس نے ربیع سے کہا کہ ان کو دس ہزار دینار دے دو اور سامانِ سفر بھی تیار کر دو تاکہ آپ مدینہ چلے جائیں ۔ ربیع کہتے ہیں کہ ہم نے راتوں رات تمام بندوبست کر دیا اور انھیں الوداع کہنے کے لیے ساتھ گئے تاکہ کوئی شخص آپ کی مزاحمت نہ کرے ، چنانچہ آپ بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے ۔

خلیفہ نے دُوسری بار آپ کو مدینہ منوّرہ سے بغداد بلایا اور محبوس کر دیا ۔ آپ بروز جمعۃ المبارک مطابق ۲۵ رجب المرجب ۱۸۶ھ میں ہارون الرشید کی قید میں فوت ہُوئے ۔ آپ کی قبر بغداد میں ہے ۔ کہتے ہیں آپ کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجوروں میں زہر ملا کر کھلائی تھی ۔

آپ سے مروی ہے کہ جب انہیں زہر دی گئی تو فرمایا کہ مجھے آج زہر دے دی گئی ہے اور کل میرا بدن زرد ہو جائے گا ، پھر نصف بدن سُرخ ہو جائے گا ، پھر سیاہ ہو جائے گا ۔ اس کے بعد میں فوت ہو جاؤں گا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا جیسا آپ نے کہا تھا ۔ کتابیں آپ کے فضائل و مناقب سے بھری پڑی ہیں ۔ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عبادت گزار ، فقیہہ ، سخی اور کریم تھے آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں جن میں سے چند بالاختصار یہاں رقم کی جاتی ہیں :

ا ـــــ معتبر کتابوں میں حضرت شفیق بلخیؒ سے روایت موجود ہے وُہ فرماتے ہیں کہ حج کے سفر کے دوران میں مَیں سرزمینِ قادسیہ میں جا نکلا ، وہاں میں نے ایک خوبصورت اور بلند قامت نوجوان کو دیکھا جس نے پشمینہ کے کپڑے پہنے ہُوئے تھے ، کندھے پر ایک شملہ ڈالا ہوا تھا اور پاؤں میں نعلین تھے ۔ وُہ بہت سے انسانوں میں سے نکلتا ہُوا ایک جگہ اکیلا آ کر بیٹھ گیا ۔ مَیں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان طبقۂ صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے اور شاید چاہتا ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں پر بار بن جائے ۔ اس لیے ضروری ہے کہ میں اُسے جا کر سرزنش کروں تاکہ وُہ اس کام سے باز آ جائے ۔ جونہی میں اس کے نزدیک پہنچا تو اس نے کہا : اے شفیق ! اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ [1] ۔ یہ کہہ کر وُہ چلا گیا ۔ میں نے دل ہی دل میں خیال کیا یہ عجیب بات ہُوئی ہے اس نے تو میرا نام اور ما فی الضمیر کہہ دیا ہے یہ کوئی بے ارتیاب نیک آدمی ہے

---

[1] القرآن ۔ زیادہ گمانوں سے اجتناب کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ۔

مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں نے ہر چند تیز چلنے کی کوشش کی لیکن اُسے نہ پا سکا۔ دوسری منزل پر پہنچے تو میں نے اسے مشغولِ نماز دیکھا اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بَہ رہے تھے۔ میں نے پھر چاہا کہ اس سے معافی مانگوں۔ چند منٹ توقف کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے کہا: اے شفیق! یہ آیت پڑھو، وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدٰی[1]۔ یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں سمجھا کہ یہ نوجوان ابدالوں میں سے ہے جس نے دو بار میرے دل کی بات بتادی ہے۔

جب ایک اور جگہ پہنچے تو میں نے اسے ایک کنویں پر کھڑا دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک چرمی ڈول تھا جس سے وُہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن وُہ ڈول ہاتھ سے کنویں میں جا پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف چہرہ کر کے کہا" انت ربی اذا ظمئت الماء وقوتی اذا اردت الطعام اللّٰھم سیدی الی غیرھا فلا تعدمنیھا"۔ بخدا میں نے پانی کو اُوپر آتے ہُوئے دیکھا۔ اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو سطحِ آب سے اٹھا لیا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کی، پھر وہ ایک ریت کے ٹیلے کی طرف چل دیا اور اپنی مٹھی میں تھوڑی سی ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی پھر اسے خوب ہلایا اور پی گیا۔ یہ دیکھا تو میں اس کے پاس گیا اور السلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا۔ میں نے کہا: مجھے کھانا کھلائیے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس نوجوان نے کہا: اے شفیق! ہمیشہ خداوند تعالیٰ کی ظاہر و باطن کی نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں اس لیے تو خدا تعالیٰ کے بارے میں نیک گمان رکھ۔ پھر اس نے مجھے وہی ڈول دیا جس میں سے مَیں نے پانی پیا۔ اس میں ستو اور شکر ہے۔ مجھے خدا کی قسم ان سے شیریں اور لذیذ چیز میں نے کبھی نہیں پی تھی۔ میں سیر و سیراب ہو گیا یہاں تک کہ چند دن تک مجھے اکل و شرب کی حاجت نہ رہی۔ اس کے بعد وُہ مجھے نظر نہ آیا۔

جب مکہ معظمہ پہنچے تو میں نے اسے تہجد پڑھتے ہُوئے دیکھا وُہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا۔ صبح ہُوئی تو نمازِ فجر کے بعد طواف کرنے لگ گیا۔ طواف کر کے باہر چلا گیا، میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ

---

[1] القرآن۔ اور میں تو ہر اس شخص کو بخشنے والا ہُوں جس نے توبہ کی، ایمان لایا، نیک عمل کیے اور پھر ہدایت پائی۔

اب اُن کے پاس کئی غلام اور خدّام تھے اور لوگوں نے اس کو گھیر رکھا تھا اور کہہ رہے تھے: السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ میرے منہ سے برجستہ نکلا کہ اس سیّد سے اس قسم کی عجیب و غریب باتوں کا صدور کوئی تعجب کی بات نہیں۔

۲۔ —— ہارون الرشید نے علی بن یقطین کو نہایت عمدہ کپڑے جن میں ایک گدڑی بھی تھی جو نہایت عمدہ ریشمی کپڑے سے بنی ہوئی تھی عطا کی۔ علی بن یقطین نے اس کمالِ محبت کے سبب جو اُسے حضرت موسٰی کاظمؑ سے تھی ان کپڑوں کے علاوہ بہت سی اور چیزیں ان کی خدمت میں بھیج دیں۔ آپؑ نے تمام چیزیں قبول کرلیں لیکن وہ گدڑی واپس کر دی اور فرمایا اسے سنبھال کر رکھنا تمہارے کام آئیگی۔ چند روز کے بعد علی بن یقطین اپنے کسی غلام پر سخت ناراض ہوگیا اور اس سے بھاگ کر ہارون الرشید کے ہاں پہنچ گیا۔ وہاں جاکر کہنے لگا: میرے آقا نے موسٰی بن کاظمؑ کو اپنا امام تسلیم کرلیا ہے اور اس کے لیے بہت سا مال و دولت بھیجی ہے اس میں ایک گدڑی بھی ہے جو آں جناب نے از راہِ اعزاز و اکرام بھیجی تھی رشید نے سنا تو بہت آگ بگولا ہوا۔ اسی وقت ایک گماشتہ بھیج کر علی بن یقطین کو بلایا۔ وہ دربار میں حاضر ہوا تو خلیفہ نے پوچھا کہ وہ گدڑی جو میں نے تجھے پہنائی تھی اس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: اے خلیفہ! وہ تو میرے پاس ہی ہے۔ خلیفہ نے کہا اسے حاضر کرو۔ اس نے غلام طلب کیا اور اسے کہا: فلاں گھر چلے جاؤ وہاں ایک صندوق ہے، فلاں کنیز سے اس کی چابی لے کر اس کا منہ کھولنا اس میں سے ایک سربمہر برتن نکلے گا اسے لے آؤ۔ غلام نے چند منٹ بعد وہ برتن حاضر کر دیا، رشید نے اس کی مہر توڑنے کو کہا۔ جب ڈھکنا اٹھایا تو اُسے وہی گدڑی نظر آگئی جسے اس نے خوب عطر و گلاب میں بسا کر رکھا ہوا تھا۔ خلیفہ کی تسلی ہوئی تو اس کا غصہ بھی فرو ہوگیا۔ پھر کہا اسے وہیں پہنچا دو اور خوش و خرم رہو آئندہ میں کبھی تمہارے بارے میں کسی کے کہنے میں نہ آؤں گا۔

۳ —— ایک شخص کی روایت ہے کہ جب حضرت کاظمؑ کو مہدی نے پہلی بار بغداد میں طلب کیا تو آپ نے مجھے ضروریاتِ زندگی بازار سے خرید لانے کو کہا۔ جونہی آپ کی نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی تو آپ نے بہت مغموم و پریشان دیکھ کر فرمایا: اے فلاں کیا بات ہے تم پریشان نظر آتے ہو؟ میں نے کہا: مغموم و محزون کیوں نہ ہوں آپ ایک ایسے ظالم کے پاس جا رہے ہیں جس کے

بٹنے کا انجام معلوم نہیں کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا، کوئی ڈر نہیں میں فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو واپس جاؤں گا لہٰذا تم اوّلِ شب میرا انتظار کرنا۔ میں نے اس دن سے روز و شب شمار کرنا شروع کر دیئے روزِ موعود آیا تو میری انتظار کشی کوئی رنگ نہ لائی۔ آفتاب غروب ہوگیا لیکن مجھے کوئی شخص آتا ہُوا دکھائی نہ دیا۔ میرے دل میں شیطان لعین نے وسوسے ڈالے۔ میں ان وسوسوں سے بہت ڈرا اور مجھ پر ایک عظیم اضطراب غالب آگیا۔ ناگاہ مجھے عراق کی طرف سے ایک تاریکی نظر آئی اور جناب موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تاریکی کے آگے آگے ایک خچر پر سوار یہ آواز دے رہے ہیں: اے فلاں! اے فلاں۔ میں نے کہا، اے ابن رسول اللہ! میں حاضر ہُوں۔ آپ نے فرمایا: قریب تھا کہ تم وہم و گمان میں پڑ جاتے۔ میں نے عرض کی: بالکل، حضور یہی بات تھی۔ پھر میں نے کہا: الحمدُللہ کہ آپ کو اس ظالم سے خلاصی حاصل ہُوئی۔ آپ نے فرمایا: وہ ایک بار اور مجھے بلائے گا لیکن اس سے مجھے خلاصی حاصل نہ ہوگی۔

۴ــــــایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں مجاور تھا۔ میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور زیادہ میں حضرت موسیٰ کاظمؓ کی خدمت میں ہی رہتا۔ ایک دن سخت بارش ہُوئی میں نے خدمت میں حاضر ہونے کا لباس پہنا۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو اَلسلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا، پھر فرمایا: اے فلاں! ابھی اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ تمہارے گھر کی چھت تمہارے مال و اسباب پر گر گئی ہے۔ میں واپس آیا تو دیکھا کہ میرے گھر کی چھت بہہ گئی تھی، میں نے چند آدمیوں کو کرایہ پر لیا جنہوں نے میرا سامان نیچے سے نکالا۔ میری کوئی چیز سوائے ایک طشتری کے گم نہ ہُوئی اس سے مَیں وضو کرتا تھا، آپ کو پتہ چلا تو آپ نے چند لمحوں کے لیے مراقبہ کیا پھر فرمایا: میرا خیال ہے تم اسے کسی جگہ بھُول گئے ہو، جاؤ اپنی سرائے کے مالک کی کنیز سے پُوچھو کہ میری طشتری تم نے تو نہیں اُٹھائی، اگر اٹھائی ہے تو مجھے واپس دے دو، وہ تمہیں واپس دے دے گی۔ میں نے واپس جا کر کنیز سے کہا میں فلاں جگہ اپنی طشتری بھُول گیا تھا تم آئی تھیں اور اٹھا کر لے گئی تھیں وُہ مجھے واپس کر دو تاکہ میں وضو کر لوں۔ وُہ اسی حالت میں گئی اور لا کر پیش کر دی۔

۵ــــــاسی راوی کا بیان ہے کہ جب آپ کو بصرہ لے گئے تو میں مدائن کے نزدیک آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہُوا۔ ہمارے عقب میں بھی ایک کشتی تھی جس میں ایک عورت تھی،

جس نے اپنے خاوند سے سہاگ رات منائی تھی، اچانک اس کشتی سے شور و غوغا سُنائی دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیسا شور ہے؟ میں نے عرض کی کہ کشتی میں دُلہن جا رہی ہے، ایک گھنٹہ گزرا تو پھر شور و شین سُنائی دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ آہ و فغاں کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ کشتی میں بیٹھی ہوئی دُلہن نے دریا سے تھوڑا سا پانی لینا چاہا تو اس کا طلائی کنگن پانی میں گر گیا ہے اور وُہ رو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کشتی کا خیال رکھنا۔ لوگوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ نیز آپ نے کہا کہ اس کشتی کے ملاح سے بھی کہہ دو کہ کشتی کو بحفاظت رکھے۔ کشتی کنارے پر لگی تو آپ نے زیرِ لب کچھ پڑھنا شروع کیا پھر ملاح سے فرمایا کہ وُہ لنگوٹا باندھ کر پانی میں کُود نے اور کنگن کو پکڑ لے۔ ہم نے دیکھا کہ کنگن سطحِ آب پر آ گیا اور ملاح نے پانی میں کُود کر کنگن کو پکڑ لیا۔

۶ـــــ ایک دُوسرے راوی کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کے پاس ایک سو دینار تھے جو اس نے مجھے دے تاکہ میں حضرت امام کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کروں۔ میرے پاس بھی ایک چیز تھی، جب میں مدینے پہنچا تو نہانے دھونے کے بعد اپنی چیزوں کو صاف کیا اور ایک شخص سے مشک وغیرہ لے کر اُن پر چھڑکا۔ پھر جب میں نے اس شخص کے مال کو گِنا تو ننانوے دینار نکلے، دوبارہ گنا تو اتنے ہی تھے لہٰذا ایک دینار میں نے اپنے پاس سے ان میں ملا دیا، رات ہوئی تو میں آپ کے پاس حاضر ہُوا اور عرض کی میری جان آپ پر قربان ہو میرے پاس کچھ رقم ہے جس سے قُربِ خدائے قدوس حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: لے آؤ۔ میں اپنے دیناروں کو آپ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کی: آپ کے ایک غلام نے بھی مجھے ایک چیز دی ہے۔ آپ نے فرمایا: لے آؤ۔ میں نے تھیلی پیش کی تو آپ نے فرمایا: زمین پر رکھ دو۔ میں نے رکھ دی۔ جونہی آپ نے اپنا دستِ اقدس اس پر پھیرا تو میرا دینار علیحدہ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے وزن پر اعتبار ہے عدد پر نہیں۔

۷ـــــ ایک راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین اور ایک اور صاحب نے مجھے کہا کہ فلاں آدمی کے ساتھ کوفہ جاؤ اور وہاں سے دو سواریاں خرید کر یہ خط اور یہ مال حضرت موسیٰ بن جعفرؓ کی خدمت میں پہنچا دو۔ میں کوفہ میں گیا اور اس شخص کے ہمراہ دُو سواریاں خریدیں۔ مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے کچھ کھانا شروع کر دیا اچانک ہماری نظر حضرت موسیٰ بن جعفرؓ

پر پڑی جو ایک خچر پر سوار آرہے تھے ہم اُٹھ کھڑے ہو گئے اور آپ کی خدمت اقدس میں سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے لے آؤ۔ ہم نے سب کچھ پیش کر دیا اور پھر وہ خط بھی آپ کو دے دیا۔ آپ نے کچھ خط اپنی آستین سے نکالے اور فرمایا یہ تمہارے خطوط کے جواب ہیں بہ امانِ خدا واپس چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ ہمارا زادِ راہ ختم ہو چکا ہے آپ اگر اجازت دیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنے کے بعد زادِ راہ بھی لے لیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس توشہ میں سے کچھ باقی ہے؟ ہم نے عرض کی، ہاں۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ ہم نے حاضر کر دیا۔ آپ نے اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ زادِ راہ تمہارے لیے کوفہ تک کافی ہے اتم بہ امانِ خدا واپس چلے جاؤ۔ آپ کے ارشاد کے مطابق ہم واپس لوٹ آئے اور وہ زادِ راہ کوفہ میں آکر بھی باقی بچ رہا۔

علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسن ہے جیسے آپ کے والدِ گرامی کی کنیت کاظم ہے حضرت کاظمؓ سے روایت ہے کہ "میں نے اپنی کنیت ان کو دے دی"۔ آپ کا لقب رضا ہے۔ ابی جعفر محمد بن علی رضا سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والدِ محترم نے مامون الرضا رکھا تھا اور انہیں عہدۂ ولایت کی بھی وصیت فرمائی تھی تو آپ نے کہا اللہ سبحانہٗ نے ان کا نام الرضا رکھا کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ کی رضا تھے اور زمین میں اس کے رسولِ مقبول کی رضا تھے۔ آپ کو گزشتہ ائمہ میں اس بنا پر خصوصیت حاصل ہے کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔ آپ کے والد موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میرے بیٹے کو رضا کہہ کر پکارو، اور جب وہ ان کو مخاطب فرماتے تو کہتے، اے ابو الحسن۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں بروز پنجشنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ میں ہوئی۔ یعنی اپنے دادا جعفر صادقؓ کی وفات کے ۵ سال بعد۔ اس کے علاوہ آپ کا انتقال طوس میں سناباد کے گاؤں میں ہوا۔ ان کا روضہ ہارون الرشید کی قبر کے مغرب کی طرف ہے جسے سرائے حمید بن قحطبۃ الطائی کہتے ہیں۔ آپ کا انتقال بروز جمعۃ المبارک رمضان ۲۰۲ھ میں ہوا۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں جن کے بہت سے نام ہیں مثلاً اُروی، نجمہ، شمانہ اور ام البنین سکتہ ہیں کہ حضرت حمیدہ حضرت کاظمؓ کی والدہ کی کنیز تھیں۔ ایک رات حضرت حمیدہ

نے جناب حضور نبی معظمؐ کو خواب میں دیکھا آپؐ نے فرمایا کہ نجمہ کی شادی اپنے بیٹے موسیٰ سے کر دو
کیونکہ اُن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تمام اہلِ زمین سے بہتر ہوگا۔ حضرت رضا کی والدہ سے
روایت ہے کہ جب میں حاملہ ہُوئی تو مجھے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہ ہُوا اور سوتے وقت مجھے اپنے پیٹ
سے سُبحان اللہ اور الحمد للہ کی آوازیں سُنائی دیتی تھیں۔ مجھ پر ایک ہیبت غالب آجاتی اور میں
بیدار ہوجاتی لیکن پھر کوئی آواز نہ آتی۔ پیدائش کے وقت آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دیئے
اور چہرہ آسمان کی طرف، لبوں کو جنبش دینے لگے، ایسے ہی جیسے کوئی باتیں کرتا ہے اور دُعا مانگتا ہے۔
حضرت کاظمؓ کے ایک خاص آدمی نے مجھ سے کہا: "کیا تم جانتے ہو کہ مغرب کے تاجروں میں سے
کوئی آیا ہے یا نہیں؟" میں نے کہا: "مجھے معلوم نہیں۔" اس نے کہا "آیا ہے۔" میں اس کے
ساتھ سوار ہو کر چلا آیا۔ یہاں تک کہ ہم اس تاجر کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے ہمارے سامنے
سات کنیزیں پیش کیں لیکن انہوں نے کسی کو قبول نہ کیا اور فرمایا، کوئی اور دکھاؤ۔ وُہ کہنے لگا، اور
تو کوئی نہیں، مگر ایک کنیز ہے جو بیمار رہتی ہے۔ آپ واپس چلے گئے۔ آپ نے دُوسرے دن مجھے
بھیجا اور فرمایا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ قیمت پوچھو، جو بھی کہے وُہ قیمت اُسے دے کر
خرید لو۔ میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اس قیمت سے ایک کوڑی بھی
کم نہ لُوں گا۔ میں نے کہا، جتنی قیمت چاہے لے لو میں خریدنے کو تیار ہُوں۔ کہنے لگا: جا میں نے
فروخت کر دی لیکن یہ بتا کہ اس کنیز کا شوہر کون ہوگا؟ میں نے کہا: قبل از وقت مَیں کیا کہہ
سکتا ہوں۔ اس نے کہا، تجھے ایک بات بتاتا ہُوں، جب میں نے اس کنیزک کو مغرب کے ایک
دُور دراز شہر سے خریدا تو ایک اہلِ کتاب عورت کی مجھ پر نظر پڑ گئی، اس نے مجھ سے پوچھا: یہ کنیز
کس کے لیے ہے؟ میں نے کہا: میں نے اپنے لیے خریدی ہے۔ وُہ بولی: یہ کنیز ایسی کنیز نہیں کہ
تیرے لیے ہو یہ تو کسی ایسے شخص کے لیے ہے جو اہل دنیا میں سے بہترین انسان ہو کیونکہ اس کے
بطن سے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک فرزند عظیم پیدا ہونے والا ہے جس کا مشرق و مغرب میں
مثیل نہیں ملے گا۔ راوی کہتے ہیں جب میں اس کنیزک کو لایا تو کچھ عرصہ حضرت کاظمؓ کے پاس
رہی اور حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ متولد ہُوئے۔ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب

امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تیرا بیٹا علی اللہ جل جلالہٗ کے نور سے ہے جو اس کی حکمتیں بیان کرے گا، اس کی رائے صائب ہوگی جس میں خطا نہ ہوگی، وُہ جاہل نہیں عالم ہوگا اور اس کی مجلس میں حکماء اور علماء ہوں گے۔

کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اور زبانوں پر جو کچھ بھی مذکور ہے حضرت رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے فضائل و مناقب میں سے ایک تھوڑا سا حصّہ ہے یا یُوں کہئے کہ بحرِ ذخار میں سے ایک قطرہ ہے جو اپنے اختصار کے باعث بھی کہیں سما نہیں سکتا۔ اسی باعث آپ کے خوارق و عادات اور کرامات کو بالاختصار پیش کیا جاتا ہے:

۱ ــــــ جب خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو جب بھی آپ اُسے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے خدام و حجاب آپ کا استقبال کرتے اور مامون کے دروازے پر جو پردہ آویزاں ہوتا اسے اٹھا دیتے تاکہ آپ اندر چلے جائیں۔ آخر کار اس بارے میں مخلص و باصفا افراد کے ساتھ چند بندگان حرص و ہوا اُلجھ گئے اور انہوں نے حضرت رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لانے تو وُہ بیٹھے ہُوئے تھے آپ کو دیکھ کر بے اختیار اُٹھ کھڑے ہُوئے اور استقبال کرکے پردہ کو اُٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو وُہ ایک دُوسرے کو کہنے لگے: ہم نے ایسا کیوں کیا؟ دُوسری بار پھر اس بات پر متفق ہُوئے کہ اب کے ایسا نہ کریں گے۔ جب آپ بارِ دیگر تشریف لائے تو وُہ اُٹھ کھڑے ہُوئے اور آپ کو السلام علیکم کہا لیکن پردہ اٹھانے میں کچھ لیت ولعل کی اللہ تعالیٰ نے پیشتر اس کے کہ وُہ پردہ اٹھاتے ایسی ہوا چلادی جس نے پردہ اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ہوا بند ہوگئی اور جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو ہوا پھر چلنے لگی اور پردہ اُٹھ گیا۔ ان (حاسدوں نے) دیکھا تو کہنے لگے جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ عزیز رکھے اس کی کوئی بھی سُبکی نہیں کرسکتا۔ بعدازاں وہ اسی طرح خدمت انجام دینے لگے۔

۲ ــــــ حضرت دعبل بن علی الخزاعی جو اپنے زمانے کے افصح ترین شعراء میں سے تھے کہتے ہیں کہ جب میں نے "مَدَارِسَ آیاتٍ خلت من تلاوۃٍ" قصیدہ لکھا اور حضرت علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت خراسان میں مامون الرشید کا ولیعہد بھی موجود تھا میں نے اُسے بھی سُنایا تو اس نے پسند کیا اور مجھے کہنے لگا اس قصیدہ کو کسی کے پاس مت پڑھنا

سوائے اس شخص کے جسے میں چاہوں۔ یہ خبر مامون الرشید کو پہنچی تو اس نے مجھے دربار میں طلب کیا اور تمام احوال پوچھنے کے بعد کہا، قصیدہ "مَدَارِسَ آیات" سناؤ۔ میں نے لیت ولعل کیا۔ پھر اس نے حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کو بلایا، وہ تشریف لائے تو کہا: اے ابوالحسن! میں نے دعبل رضی اللہ عنہ سے "قصیدہ مدارس آیات" کے متعلق کہا تھا لیکن اس نے نہیں سنایا۔ حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میں نے پڑھ دیا۔ آپ نے پسند فرمایا۔ مامون نے پچاس ہزار دینار عطا کیے اور اتنے ہی دینار حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے۔ میں نے عرض کی: یا سیّدی! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا عطا کریں جس سے میں اپنا کفن بناؤں۔ آپ نے مجھے ایک کُرتہ اور ایک تولیہ دیا۔ یہ دونوں چیزیں نہایت عمدہ تھیں، پھر فرمایا: انھیں سنبھال کر رکھنا کیونکہ ان سے تمہیں تمام آفات سے تحفظ ملے گا۔ اس کے بعد میں عازمِ عراق ہُوا۔ راستے میں ہمیں ڈاکوؤں نے لُوٹ لیا۔ میرے پاس صرف ایک پُرانا کُرتہ بچا اور مجھے اس کُرتے اور تولیے کا بہت افسوس تھا جو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیئے۔ آپ کے اس ارشاد پر کہ "انھیں سنبھال کر رکھنا یہ تمہاری حفاظت کریں گے" بہت متفکر تھا کہ اچانک میں نے چوروں میں سے ایک چور کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا اس نے میرا جامۂ بارانی پہنا ہوا تھا وہ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا۔ وہ سب آگئے تو اس نے "مدارس آیات خلت من تلاوۃ" پڑھنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ روتا بھی رہا۔ میں نے دل میں کہا: یہ عجیب ماجرا ہے کہ یہ ڈاکو بھی طریقِ محبتِ اہلِ بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کیے ہُوئے ہے۔ لہٰذا مجھے خواہش پیدا ہُوئی کہ حضرت رضا رضی اللہ عنہ کی دونوں چیزیں مجھے واپس مل جائیں۔ میں نے کہا: اے سردار! یہ قصیدہ کس نے کہا ہے؟ کہنے لگا: تجھے اس سے کیا؟ میں نے کہا: میں اس کے متعلق کچھ راز رکھتا ہُوں جو بتاؤں گا۔ اس نے کہا: اس کا مصنف اس سے بھی مشہور ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو اس نے کہا، وہ دعبل بن علی شاعرِ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ میں نے کہا: اے سردار! دعبل میں ہی ہُوں اور یہ قصیدہ میں نے ہی کہا ہے۔ اس نے بہت سی باتیں پُوچھیں اور اہلِ قافلہ کو بُلا کر تمام احوال پُوچھے۔ تمام لوگوں نے گواہی دی کہ دعبل رضی اللہ عنہ یہی ہے۔ اس پر اس ڈاکو نے قافلہ والوں سے جو بھی چھینا تھا، سب واپس کر دیا اور کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھی اور ہمارا

محافظ بن کر ہمیں خطرے کے تمام مقامات سے گزارا۔ اس طرح میں اور تمام اہلِ قافلہ سے ، ن رسے
اور تولنے کی برکت سے اس بلا سے مخلصی پائی اور ہمارا تحفظ ہوا۔ دعبلؒ کا قصیدہ مندرجہ ذیل ہے:

ذکرت محل الربع من عرفات ۔۔۔ فاسبکیت دفع العین بالعبرات
مدارس آیات خلت من تلاوة ۔۔۔ ومنزل وحی مقفر العرصات
لآلِ رسول اللہ بالخیف من منیٰ ۔۔۔ وبالبیتِ والتعریف والجمرات
دیارِ علی والحسین وجعفر ۔۔۔ وحمزت والسجاد ذی الثفنات
دیار عفاها جور کل معاند ۔۔۔ ولم تعف بالایامِ والسنوات
دیارِ عبد اللہ والفضلِ صنوه ۔۔۔ سلیل رسول اللہ ذی الدعوات
منازل کانت الصلوٰة والتقی ۔۔۔ والمعصوم والتطهیر والحسنات
منازل جبریل الامین یحلها ۔۔۔ من اللہ بالتسلیم والزکوٰة
منازل وحی اللہ معدن علمه ۔۔۔ سبیل الرشادِ واضح الطرقات
منازل وحی اللہ ینزل حولها ۔۔۔ علی احمد الروحات والغدوات
فاین الاولیٰ شطت بهم غربة النوی ۔۔۔ افانین فی الاقطار مختلفات
هم آلِ میراث النبی اذا انتموا ۔۔۔ وهم خیر سادات وخیر حمات
مطاعیم فی الاعسار کل مشهد ۔۔۔ لقد شرفوا بالفضل والبرکات
اذا لم شاخ اللہ فی صلوا تنا ۔۔۔ بذکر لم یقبل الصلوٰة
ائمة عدل یهتدی بفعالهم ۔۔۔ ولو من منهم زلة العثرات
فیارب زد قلبی وبصیرة ۔۔۔ وزوجهم یا ربِ فی الحسنات
دیارِ رسول اللہ اصبحن مبلقعا ۔۔۔ ودار زیاد اصبحت عمرات
وآلِ رسول اللہ هلب رقاب هم ۔۔۔ وآلِ زیاد غلظ القصرات
وآلِ رسول اللہ ند فی نحورهم ۔۔۔ وآلِ زیاد زینوا الحجلات
وآلِ رسول اللہ یسبی حریمهم ۔۔۔ وآلِ زیاد آمنوا السربات
وآلِ زیاد فی القصور مصونة ۔۔۔ وآلِ رسول اللہ فی الفلوات

فيا وارثي علم النبي و آله　　عليكم السلام دائم النفحات

لقد آمنت نفسي بكم في حياتها　　وانّي لأرجو الامن عند مماتي

بعض روایتوں کے مطابق اس قصیدہ کے پچاس بیت اور ہیں۔ جب دعبل علیہ الرحمۃ پڑھتے پڑھتے اس شعر پر پہنچا ؎

وقبر ببغداد لنفس زكية

تضمنها الرحمٰن في الغرفات

(ترجمہ: اگرچہ اس پاکیزہ جسم کو بغداد میں دفن کیا گیا تھا مگر خدائے رحمان نے آپ کی قبر کو میدانِ عرفات تک وسعت دے دی)

تو حضرت علی رضاؓ نے فرمایا: اے دعبلؓ! اس جگہ ایک شعر کا الحاق میری طرف سے کر لو تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔

دعبلؒ نے کہا: اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درست ہے۔

حضرت علی رضاؓ نے کہا: ؎

وقبر بطوس يالها من مصيبة الحت

على الاحشاء بالزفرات

دعبلؒ نے پوچھا: اے ابن رسول اللہ! یہ قبر کس کی ہو گی؟

آپؓ نے فرمایا: میری۔ اور بہت جلد طوس اہل بیت کے محبّوں اور دوستوں کے آنے جانے کی جگہ ہو گی۔ جو بھی میری زیارت کو آئے گا اس غربت میں میرے ساتھ ہو گا اور عرصہ محشر میں اس کی مغفرت ہو گی۔

۲ ـــــــ اہل کوفہ میں سے ایک کا بیان ہے کہ جب میں خراسان جانے کے لیے کوفہ سے باہر نکلا تو میری لڑکی نے مجھے ایک بہت اچھا کپڑا دیا اور کہا: اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ خرید لانا۔ جب میں مرو پہنچا تو غلامانِ علی رضاؓ نے آکر مجھ سے کہا: ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا ہے اس کے کفن کے لیے یہ کپڑا ہمارے پاس بیچ دو۔ میں نے کہا: میرے پاس کوئی کپڑا نہیں۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔ لیکن دوسری دفعہ پھر آگئے اور کہنے لگے: ہمارے آقاؓ نے تجھے سلام بھیجا ہے اور

فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ایک کپڑا ہے جو تمہاری لڑکی نے تمہیں دیا تھا تاکہ تم اسے بیچ دو، اور اس کے پیسے فیروزہ خرید سکو۔ ہم اس کی قیمت لائے ہیں۔ میں نے کپڑا انہیں دے دیا اور بعد ازاں دل میں کہا کہ چند مسئلے آپ سے پوچھتا ہوں دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے چند مسئلے ایک کاغذ پر لکھ لیے اور علی الصبح آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوگیا، وہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا کسی کو مجال نہ تھی کہ وہ اس بھیڑ میں آپ کو بآسانی مل سکے۔ میں حیرت و استعجاب کے عالم میں کھڑا تھا کہ آپؓ کا ایک غلام باہر آیا اور میرا نام لے کر ایک تحریر شدہ کاغذ مجھے دیا اور کہا، اے فلاں! یہ تیرے سوالوں کے جواب ہیں۔ میں نے دیکھا تو میرے سوالوں کے جواب تھے۔

۴ —— اہلِ نباخ میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ نباخ میں تشریف لائے ہیں اور جس مسجد میں حاجی ٹھہرتے ہیں وہاں قیام فرما ہیں میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر السلامُ علیک عرض کیا۔ آپ کے سامنے ایک طباق تھا جس میں صیحانی کھجوریں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں سے مُٹھی بھر مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے گنیں تو سترہ کھجوریں تھیں۔ میں نے ان سے یہ تعبیر لی کہ میری عمر سترہ سال باقی ہے اس واقعہ کے بیس روز بعد میں نے سُنا کہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ اس مسجد میں تشریف لائے ہیں تو میں فوراً آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو اُسی جگہ تشریف فرما دیکھا جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فرما تھے۔ آپؓ کے پاس بھی اسی طرح ایک طبق کھجوروں کا پڑا ہوا تھا، میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا آپؓ نے جواب دیا اور مجھے اپنے نزدیک بُلا کر مٹھی بھر کھجوریں دیں میں نے گنیں تو سترہ تھیں۔ میں نے کہا؛ اے ابن رسول اللہ! مجھے تو اس سے زیادہ کھجوریں چاہئیں۔ آپؓ نے فرمایا، اگر حضور علیہ السلام تجھے ان سے زیادہ دیتے تو میں بھی دے دیتا۔

۵ —— ایک راوی کا بیان ہے کہ ریان بن صلت نے مجھ سے کہا میری خواہش ہے تم میرے لیے حضرت علی رضاؓ سے حکم باریابی حاصل کرو تاکہ میں آپ کی اس اُمید سے حاضری دوں کہ آپؓ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا پہنائیں اور اپنے نام چند درہم بھی عطا فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا اور ابھی میں نے کچھ

یہی تو کہتا تھا کہ آپ فرمانے لگے: ریان بن صلت چاہتا ہے کہ یہاں اس اُمید سے حاضر ہو کہ میں اسے کپڑے پہناؤں اور وہ دراہم جو میرے نام سے جاری ہوتے ہیں ان میں سے چند اسے دوں۔ ریان بن صلت کو یہاں لے آؤ۔ ریان اندر گئے تو آپ نے انہیں دو کپڑے عطا کیے اور تیس درہم دیئے۔

۶۔۔۔ ایک قزاق نے کسی تاجر کو کرمان کے رستہ میں موسم سرما میں پکڑ لیا، اور اس کے مُنہ کو برف کی طرف کرکے لٹا دیا، یہاں تک کہ اس کی زبان بے کار ہوگئی اور وہ بآسانی بات کرنے سے محروم ہوگیا۔ جب وُہ خراسان پہنچا تو معلوم ہُوا کہ حضرت علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشاپور تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے اپنے آپ سے کہا وہ اہلِ بیت میں سے ہیں ان کی خدمت میں حاضری سے شاید کوئی علاج ہو سکے۔ اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امام رضؓ کی خدمت میں حاضر ہے اور طلب شفا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: کمونی، پودینۂ صحرائی اور نمک لے کر انہیں پانی میں بھگو لو اور دو تین بار منہ میں رکھو تو شفا پاؤ گے۔ خواب سے بیدار ہُوا تو اُسے اس پر اعتبار نہ آیا۔ جب نیشاپور پہنچا تو پتا چلا کہ آپؑ باہر تشریف لے گئے ہیں اور کسی رباط میں مقیم ہیں وہ تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اپنا ماجرا سُنایا لیکن خواب کا ذکر نہ کیا۔ جناب امام رضاؑ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری دوا وُہی ہے جو میں نے تمہیں خواب میں بتائی تھی۔ اس نے کہا: اے ابن رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ سنوں آپؑ نے فرمایا: تھوڑی سی کمونی، پودینۂ صحرائی اور نمک لے کر پانی میں تر کر لو اور دو تین بار منہ میں رکھو گے تو شفا پاؤ گے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور شفا یاب ہوگیا۔

۷۔۔۔ ایک دن آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا: اے بندۂ خدا! جو چاہتا ہے اس کی وصیت کر اور جس چیز سے گریز نہیں اس کے لیے تیار ہوجا۔ اس بات کو تین دن ہی گزرے تھے کہ وُہ شخص مر گیا۔

۸۔۔۔ ابو اسماعیل سندی کہتے ہیں کہ میں حضرت رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے گیا تو مجھے عربی کی الف، با بھی نہیں آتی تھی میں نے انہیں سندی میں سلام کیا آپ نے اسی زبان میں جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے اپنی زبان میں کئی سوال کیے آپ نے

تمام کا اسی زبان میں جواب دیا۔ پھر میں نے آتے وقت عرض کی: مجھے عربی نہیں آتی آپ دُعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اس سے مُلہم فرمادے۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے ہونٹوں پر پھیرا تو اسی وقت میں نے عربی بولنا شروع کر دی۔

۹ —— ایک راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حج کا ارادہ کیا تو میری لونڈی نے ایک نہایت عمدہ ریشمی کپڑے سے جامۂ احرام تیار کیا۔ جب وقت احرام آیا تو میرے دل میں ریشمی کپڑے کے احرام کی حلت وحُرمت کا اندیشہ پیدا ہوا میں نے ریشمی احرام ترک کر دیا اور کوئی اور کپڑا پہن لیا۔ جب میں مکہ پہنچا تو حضرت علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خدمت میں ایک خط کے ساتھ وہ کپڑا بھی بھیج دیا لیکن اس میں یہ لکھنا بُھول گیا کہ ریشمی کپڑے سے احرام باندھنا جائز ہے یا ناجائز۔ حالانکہ میں نے خط اسی نسبت سے ارسال کیا تھا یہاں تک کہ قاصد خط کا جواب لے کر آگیا۔ خط کے آخر میں لکھا تھا اگر محرم ریشمی احرام باندھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۰ —— ایک راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک باغ میں باتیں کر رہا تھا کہ اچانک ایک چڑیا آکر زمین پر گر پڑی اور اضطراب کی حالت میں آہ وفغاں کرنے لگی۔ حضرت امام رضؓ نے فرمایا: تجھے معلوم ہے یہ کیا کہتی ہے؟ میں نے عرض کی اللہ شانہٗ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کہتی ہے کہ اس گھر میں ایک سانپ ظاہر ہوا ہے جو چاہتا ہے کہ میرے بچوں کو چٹ کر جائے۔ آپ نے مجھے فرمایا: اُٹھو اور اس گھر میں جا کر سانپ کو مار دو۔ میں اُٹھا اور اس گھر میں جا کر دیکھا تو سانپ چکر کاٹ رہا تھا، میں نے اُسے ہلاک کر دیا۔

۱۱ —— ایک راوی کا بیان ہے کہ میری بیوی حاملہ تھی جسے میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کی: حضور دعا فرمادیں ربّ العزّت اسے فرزند عطا کرے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بیوی دُو بچوں سے حاملہ ہے۔ واپسی پر میں نے خیال کیا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا اور ایک کا نام علی۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: ایک کا نام علی رکھنا اور ایک کا نام عمر۔ جب دونوں بچے دنیا میں آئے تو ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی۔ علی اور اُم عمر بالترتیب نام رکھے گئے۔ ایک دن میں نے اپنی ماں سے پُوچھا: اُم عمر کیا نام ہے؟ میری

ماں نے جواب دیا کہ میری ماں کا نام اُمّ عمر تھا۔

۱۲۔۔۔۔۔۔ ایک راوی سے روایت ہے کہ میں نے خراسان میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا کہ آپ فرما رہے تھے جب مجھے مدینہ منورہ طلب کیا گیا تو میں نے اپنے تمام عمّال کو جمع کر کے کہا مجھ پر گریہ کرو تاکہ میں تمہاری گریہ و زاری کو سُنوں۔ بعدازاں میں نے بارہ ہزار درہم ان میں تقسیم کیے اور کہا کہ اب میں تمہارے پاس دوبارہ نہیں آؤں گا۔

۱۳۔۔۔۔۔۔ جب مامون الرشید نے آپ کو عہدۂ خلافت پیش کیا تو آپ نے قبول نہ کیا۔ اس کی یہ استدعا اور آپ کا انکار دو ماہ تک چلتا رہا۔ آخر بات جب حد سے بڑھ گئی تو وعید و تہدید تک پہنچی تو آپ نے قبول کر لیا۔ آپ نے اس معاملہ میں بہت کچھ لکھا جس کے آخر میں یہ الفاظ ثبت تھے،

والجفر والجامعہ یدلان علیٰ ذٰلك وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان الحکم الا للہ یقض الحق و ھو خیر الفاصلین لکنی امتثلت امر امیر المومنین و اثرت رضاء واللہ یعصمنی و ایاہ۔

۱۴۔۔۔۔۔۔ ابوالصلت بروی کے قصہ سے بھی آپ کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے وہ قصہ یوں ہے، وُہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑا تھا تو آپ نے مجھ سے کہا اس قبر پر جاؤ یہ قبر ہارون الرشید کی ہے۔ اس کی چاروں طرف سے مٹی اٹھا لاؤ۔ میں آپ کے حکم کے مطابق مٹی اٹھا لایا۔ آپ نے سُونگھی اور پھر پھینک دی، اور پھر کہا: جلدی ہی یہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جس میں سے ایک پتھر ظاہر ہو گا جسے خراسان کے تمام گورکن بھی نہیں ہلا سکتے۔ پھر آپ نے فرمایا: فلاں جگہ سے مٹی لے آؤ۔ میں لے آیا تو فرمایا: وہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جو سات ہاتھ گہرا ہو گا، پھر اس کے درمیان قبر شق کریں گے اور اگر فرمانِ شاہی پُرانہ ہُوا تو پھر لحد ہی بنائیں گے، جو دو ہاتھ ہو گی اسے خداوند کریم جلّ جلالہٗ جس قدر چاہے فراخ و کشادہ کر دے گا۔ یہ گڑھا کھودتے وقت میرے سرہانے کی طرف سے ایک قسم کی تری پیدا ہو گی۔ میں نے جس بات کی تمہیں تعلیم دی ہے وہی کرنا۔ پانی جوش کھائے گا اور لحد اس سے بھر جائے گی۔ اس میں تجھے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ یہ

روٹی جو میں تجھے دیتا ہوں چھوٹی چھوٹی کرکے پانی میں ڈال دینا تاکہ وہ کھا لیں۔ جب کچھ نہ بچے گا تو ایک بڑی مچھلی آئے گی جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی۔ جب اُن مچھلیوں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گی تو بڑی مچھلی غائب ہو جائے گی۔ جب غائب ہو جائے تو تم اپنا ہاتھ پانی پر رکھ دینا اور جو میں نے تمہیں کہا ہے وہی کہہ دینا یہاں تک کہ پانی کی سطح نیچی ہو جائے اور کچھ نہ بچے۔ یہ سب کچھ مامون الرشید کی موجودگی میں کرنا۔ پھر کہا: اے ابوالصلت کل میں مامون کو ملنے آؤں گا۔ اگر میں اپنے سر پر کوئی چیز پہن کر نہ آؤں تو مجھ سے بات کر لینا اور اگر میرے سر پر کوئی چیز ہوئی تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔ ابوالصلت کہتے ہیں: جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی رضاؓ نے کپڑے پہنے اور مامون الرشید کے غلام کا انتظار کرنے لگے۔ آپ مامون کے پاس گئے اس کے ہاں میووں کے طبق رکھے ہوئے تھے اور وہ ہاتھ میں انگور کے خوشے پکڑے ہوئے تھا، مامون الرشید آپؓ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے کودا اور آپ سے معانقہ کر کے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کو بٹھایا، پھر وہ انگور کے خوشے آپ کو دیئے اور کہا: اے ابنِ رسول اللہ! کیا آپ نے کبھی ان انگوروں سے بہتر انگور دیکھے ہیں؟ آپؓ نے کہا اچھے انگور تو بہشت میں دیکھے ہوں گے پھر مامون نے کہا: کھائیے۔ حضرت امامؓ نے فرمایا: مجھے معذور سمجھو۔ مامون نے بات کو ذرا بڑھا کر کہا: آخر کون سی چیز مانع ہے؟ شاید آپ مجھے متہم سمجھتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے آپ سے وہ خوشہ لے لیا اور چند دانے کھا کر دوسری دفعہ حضرت امام رضاؓ کو دے دیا۔ آپ نے اس میں سے دو تین دانے کھائے اور باقی کا رکھ دیا۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: جہاں تم نے بھیجا۔ پھر اپنے سر مبارک پر کوئی چیز باندھ کر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے آپ سے کلام نہ کی۔ آپ اپنی سرائے میں آئے اور فرمایا: سرائے کا دروازہ بند کر دو۔ تعمیل حکم پر آپ اپنے بستر پر سو گئے اور میں سرائے میں حیران و غمگین کھڑا رہا۔ اچانک میں نے ایک خوب صورت نوجوان کو دیکھا جس کے بال مشکبو اور عطر رسا تھے۔ اس کی شکل حضرت امام رضاؓ سے بہت ملتی جلتی تھی میں بھاگ کر اس کے پاس گیا اور عرض کی: آپ کہاں سے تشریف لائے دروازہ تو بند تھا؟ اس نوجوان نے کہا: مجھے وہ شخص لایا ہے جو ایک لمحہ میں مدینہ سے لے آتا ہے۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ تو کہا: میں حجۃ اللہ محمد بن علیؓ ہوں اور اپنے باپ کے پاس آیا ہوں۔ اور مجھے کہا کہ چلے آؤ۔ جب حضرت رضاؓ نے اُسے دیکھا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور

معانقہ کر کے اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے بستر پر لے گئے وُہ نوجوان اپنا چہرہ اپنے
والد کی طرف کر کے بیٹھ گیا اور کچھ راز کی باتیں کیں جن کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی بلبعدازاں میں نے حضرت رضاؓ
کے دونوں لبوں پر برف کی طرح سفید کچھ جھاگ دیکھی جسے محمد بن علیؒ نے چاٹ لیا۔ پھر اس نوجوان
نے اپنے والد کے کپڑوں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو چڑیا کی طرح اُن کے سینہ سے کوئی چیز باہر نکل آئی اور
یچے گر گئی۔ اسی وقت حضرت امام رضاؓ کا انتقال ہوگیا۔ جناب محمد بن علیؓ نے فرمایا: اے ابوالصلت
ٹھو اور بیت المال سے پانی اور تختہ لاؤ۔ میں نے عرض کی: بیت المال میں پانی ہے نہ تختہ۔ آپ
نے فرمایا: میں جو کہتا ہُوں اس کی تعمیل کرو۔ میں بیت المال میں گیا تو وہاں پانی اور تختہ موجود پایا
جسے میں لے آیا۔ میں نے یہ چاہا کہ آپ کی مدد کروں لیکن آپ نے فرمایا: اے ابوالصلت! میری کوئی
ور مدد کرنے کو حاضر ہے۔ آپ نے حضرت علی رضاؓ کو غسل دیا اور پھر کہا: بیت المال میں ایک کپڑوں کا
صندوق ہے اس میں کفن اور سامانِ حنُوط موجود ہیں وُہ لے آؤ۔ میں گیا اور دیکھا کہ وہاں وہ صندوق
موجود تھا جسے مَیں نے قبل ازیں کبھی نہیں دیکھا۔ اس صندوق کو لا کر رکھا تو آپ نے حضرت علی رضاؓ کو
کفن دے کر نمازِ جنازہ ادا کی، پھر کہا: تابُوت لے آؤ۔ میں نے عرض کی، میں جاتا ہُوں تاکہ بڑھئی کو
تابُوت بنانے کے لئے کہوں۔ آپ نے کہا: بیت المال میں جاؤ۔ میں گیا تو وہاں ایک تابُوت دیکھا
جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں وُہ تابُوت لے آیا جس میں آپ نے امام علی رضاؓ کو لٹا دیا، پھر
دو رکعت نماز پڑھنا شروع کی۔ ابھی نماز ختم نہ ہُوئی تھی کہ تابُوت اپنی جگہ سے اٹھنا شروع ہوا، مکان
کی چھت پھٹ گئی اور تابُوت اس میں سے نکل کر فضا میں چلا گیا۔ میں نے عرض کی: اے ابن رسول اللہ!
مامون کو بھی بُلا لینا چاہیے۔ آپ نے فرمایا: خاموشی سے کام لو تابوت ابھی واپس آجائے گا! پھر
فرمایا: اے ابوالصلت! کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس کا انتقال مشرق میں ہو اور اس کا وصی مغرب میں
واصلِ بحق ہو بجز اس کے کہ ان کی رُوحیں اور جسم آپس میں مل جائیں۔ یہ بات ابھی اتمام کو نہ پہنچی تھی
کہ گھر کی چھت پھٹی اور وُہ تابوت نیچے آگیا۔ آپ نے حضرتِ امام کو تابُوت سے باہر نکالا اور بستر پہ
اس طرح لٹا دیا گویا وہ بیٹھے ہُوئے ہوں اور ان پر کوئی کفن وغیرہ نہیں۔ پھر کہا: اٹھو اور دروازہ
کھولو۔ میں نے دروازہ کھولا تو مامون مع اپنے غلاموں کے گریہ وزاری کرتا ہُوا، گریبان چاک کرتا ہُوا
اور سر پر طمانچے مارتا ہُوا اندر آیا اور کہا: یا سیداہ فجعت بك یا سیداہ۔ اس کے بعد

ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے تو حضرت امام محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جاؤ آپ کی قبر کھودو۔ میں اس جگہ گیا تو جو کچھ حضرت امام رضا نے فرمایا تھا ویسا ہی مشاہدہ کیا۔ مامون الرشید نے پانی اور مچھلیوں کو دیکھا تو کہا امام رضا سے جس طرح زندگی میں عجیب باتوں کا صدور ہوتا تھا زندگی کے بعد بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ مامون کے ایک درباری نے سنا تو کہا: "اے خلیفہ! تجھے پتا ہے کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے؟ یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ تمہاری حکومت کثرت اور اطاعت میں ان مچھلیوں کی طرح ہے جب تمہارے مرنے کا وقت آئے گا اور تمہاری زبان کے بند ہونے کے آثار پیدا ہوں گے تو خداوند تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو تمہیں فنا کر دے گا۔" مامون نے کہا: آپ بجا فرماتے ہیں۔ ابو الصلت سے دوسری روایت ہے کہ جب مامون حضرت امام رضا کے دفن سے فارغ ہوا تو کہا: آپ نے جو باتیں تم سے کہی تھیں وہ مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا: وہ تو میں اسی وقت بھول گیا تھا چونکہ میں نے سچ بولا تھا اس لیے اس نے مجھے قید میں ڈال دیا۔ میں ایک سال قید میں رہا اور میری روزی سخت تنگ ہو گئی۔ میں نے کہا "بارِ خدایا! محمد و آلِ محمد کے صدقے میری روزی میں کشائش پیدا کر دے"۔ ابھی میری دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ میں حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کے دیدار سے مشرف ہوا۔ آپ فرما رہے تھے کہ اے ابو صلت! پریشان ہو گئے ہو۔ میں نے عرض کی، ہاں حضور! آپ نے فرمایا: اٹھو اور باہر جاؤ۔ آپ نے میرے ہاتھوں کے بند کو چھوا تو وہ کھل گئے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور سرائے سے باہر تشریف لے آئے نگہبان اور غلام دیکھتے رہے لیکن کسی کو مجھ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اب اللہ تعالیٰ کی امان و حفظ میں چلے جاؤ۔ اب تم مامون کو ملو گے نہ وہ تمہیں ملے گا۔ ابو الصلت کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سے مامون کو نہیں دیکھا۔

حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ کا نام اور کنیت حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے۔ اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور جواد ہے۔ آپ کی والدہ اُمّ ولد تھیں جن کا نام خیزران تھا۔ بعض نے ریحانہ بھی لکھا ہے۔ کہتے ہیں یہ حضرت ماریہ قبطیہ

کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بمطابق رجب المرجب ۱۹۵ھ میں ہوئی اور وفات بروز بدھ ۲۹ ذوالحجہ ۲۲۰ھ معتصم کے ایامِ خلافت میں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ آپ کی قبر بغداد شریف میں اپنے دادا حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر کی پچھلی طرف ہے۔ مامون الرشید آپ کے ادب اور فضل و کمال کا جو آپ کو بچپن میں ہی حاصل تھے معترف تھا اس لیے اس نے اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح آپؓ سے کر دیا اور اسے آپ کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیج دیا اور ہر سال ہزار ہزار درہم بھیجتا رہا۔

کہتے ہیں کہ اپنے والد حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جناب امام تقی رضی اللہ عنہ بارہ سال کی عمر میں بغداد کے کوچے میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ اتفاق سے مامون الرشید کا جو شکار کی غرض سے باہر جا رہا تھا وہاں سے گزر ہوا۔ تمام لڑکے ایک طرف بھاگ گئے لیکن حضرت جوادؓ ایک جگہ کھڑے رہے۔ مامون نے نزدیک آکر آپ کو دیکھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں حسنِ قبولیت بخشا تھا۔ مامون نے پوچھا: اے لڑکے: تو دوسرے بچوں کے ساتھ ایک طرف کیوں نہیں گیا؟ حضرت امام تقیؓ نے فی الفور جواب دیا: اے امیر المومنین! راہ تنگ تو نہیں جسے میں تمہارے چلنے کے لیے کشادہ کروں اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا جس سے میں ڈر کر بھاگ جاتا اور میں یہ حسنِ ظن رکھتا ہوں کہ آپ کسی کو بلا جرم سزا نہیں دیتے۔ مامون الرشید کو آپ کا یہ طرزِ تکلم بہت پسند آیا اور آپ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے کہا: میرا نام محمدؓ ہے۔ مامون نے پوچھا: آپ کس کے بیٹے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں امام رضا رضی اللہ عنہ کا لڑکا ہوں۔ مامون آپ کے والد کے نام پر بہت خوش ہوا اور جدھر جانا تھا چلتا بنا۔ اس کے پاس بہت سے شکاری باز تھے۔ جب شہر سے باہر نکلا تو ایک باز کو ایک چکور کے پیچھے چھوڑا۔ وہ باز غائب ہو گیا اور دیر تک غائب ہی رہا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک نیم زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی۔ مامون کو اس سے سخت تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھ میں لیے واپس آگیا۔ جب اس جگہ پہنچا جہاں حضرت امام تقیؓ لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے تو لڑکے حسبِ دستور ایک طرف ہو گئے لیکن حضرت امام تقیؓ کھڑے رہے۔ خلیفہ مامون نزدیک پہنچا تو کہا: اے محمدؓ! آپؓ نے کہا: لبیک یا امیر المومنین! خلیفہ نے آپ سے پوچھا: بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

آپؒ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بلحاظِ مشیّت اپنی قدرت کے سمندر میں ایک چھوٹی سی مچھلی ہے جو خلفاء اور بادشاہوں کے ہاتھوں میں جانے سے روک لی جاتی ہے اور اہلِ نبوت اس سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ مامون الرشید یہ بات سُن کر ششدر رہ گیا اور آپ کی طرف بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر کہا: آپ حقیقتاً ابنِ رضا ہیں۔ بعدازاں اس نے وہ انعام جو آپ کو دیا کرتا تھا دوگنا کر دیا۔

اور اسی طرح روایت ہے کہ اُمِّ فضل نے اپنے باپ مامون کو مدینہ منورہ سے شکایت لکھ بھیجی کہ حضرت جوادؓ مجھ سے لڑتے جھگڑتے ہیں اور دُوسری بیوی کے خواہشمند ہیں۔ مامون نے اسے جواب میں یُوں لکھا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے اس لیے نہیں کیا تھا کہ میں حلال چیز کو اس پر حرام کر دوں۔ آئندہ خبردار مجھے اس قسم کی باتیں کبھی نہ لکھنا۔

آپؓ کے کلماتِ قدسیہ

۱۔ العامل بالظلم والمعین لہٗ والراضی بہٖ شرکاءٌ۔

۲۔ العلماء یوم العدل علی الظالم اشد من یوم جورِ علی المظلوم۔

۳۔ العلماء غرباء لکثرۃ الجہال بینہم۔

۴۔ المصیر علی المصیبۃ علی الشامتۃ بہا۔

۵۔ من امل فاجراً کان ادنیٰ عقوبتہ الحرمان۔

۶۔ اثنان علیلان ابداً صحیح کتمی وعلیل مختلط۔

آپؓ کی کرامات

جب مامون الرشید نے اپنی بیٹی اُمِّ فضل کا نکاح کر کے مدینہ منورہ روانہ کیا تو آپ راستے میں چند روز کے لیے کوفہ میں ٹھہرے۔ آخری دن آپ ایک مسجد میں تشریف لے گئے جس میں بیری کا درخت تھا جو کبھی بھی بار آور نہیں ہُوا تھا آپ نے پانی کا کوزہ طلب فرمایا، اس درخت کی جڑ کے پاس بیٹھ کر وضو فرمایا۔ بعدازاں نمازِ مغرب ادا کرنے کے لیے چلے گئے۔ نماز ادا کر کے درخت کی جڑ کے پاس پہنچے، دیکھا تو اس پر بغیر گٹھلی کے میٹھا پھل لگا ہُوا تھا جسے لوگ بطور تبرک لیتے اور کھاتے۔

۲۔ اسلاف میں سے کسی نے روایت کی کہ جب میں عراق میں تھا تو سُنا کہ کسی نے مُلکِ شام میں دعویٰ پیغمبری کر دیا ہے اور اسے ایک جگہ پابجولاں لا کر قید کر دیا گیا ہے

میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں دربانوں کو کچھ دے کر اس کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وُہ بقائمی ہوش و حواس ہے۔ میں نے پُوچھا، تمہیں کیا ہُوا ہے؟ اس نے کہا: میں شام میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں اس مسجد میں جس میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک نیزے پر نصب تھا، مشغول تھا۔ ایک رات میں رُو بہ قبلہ ہو کر بیٹھا ہُوا تھا کہ وُہ ذکرِ الٰہی میں مُتوغِل تھا کہ ناگاہ ایک شخص سامنے سے ظاہر ہُوا جس نے مجھے کھڑا ہونے کو کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ ابھی تھوڑی دُور گئے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو مسجد کوفہ میں پایا۔ اس شخص نے مجھ سے پُوچھا: تمہیں پتا ہے یہ کونسی جگہ ہے؟ میں نے عرض کی، یہ مسجد کُوفہ ہے۔ وہ نماز کے لیے کھڑا ہو گیا میں نے بھی اس کی اقتداء کی۔ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آگیا میں اس کے ساتھ باہر آگیا۔ وُہ تھوڑی دیر چلا۔ میں بھی ساتھ چلتا گیا۔ میں نے دیکھا کہ میں مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام میں ہُوں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ انور پر صلوٰۃ و سلام پڑھا لیکن وُہ نماز میں مشغول ہو گیا۔ میں بھی نماز پڑھنے لگا۔ وُہ باہر آیا تو مَیں بھی باہر آگیا۔ ابھی تھوڑی دُور چلے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو مکۂ معظمہ میں پایا۔ اس نے طوافِ کعبہ کیا میں بھی طوافِ کعبہ سے مشرف ہُوا۔ وُہ باہر آگیا تو مَیں بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آگیا۔ وُہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور مَیں نے اپنے آپ کو ملکِ شام کی اسی مسجد میں پایا جہاں میں عبادت میں مشغول تھا۔ ان حالات میں مجھے بہت تعجب ہُوا اور کچھ سمجھ نہ آئی کہ ایسا کیسے ہُوا؟ آئندہ سال پھر یہی موقع آیا وُہ شخص پھر ظاہر ہُوا اور مجھے ساتھ لے کر پچھلے سال کی طرح بعینہٖ پھرتا رہا۔ جب میں اپنی جگہ پر واپس آیا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا: تجھے قسم ہے اس خدائے مقتدر کی جس نے تجھے وُہ چیز بخشی ہے جس کا میں نے مشاہدہ کیا ہے، بتا تُو کون ہے؟ اس نے کہا: میں محمّد بن علی بن موسیٰ بن جعفر ہُوں۔

صُبح ہُوئی تو مَیں نے ان لوگوں کو یہ واقعہ سُنایا جنہیں میرے متعلق کچھ تردد تھا۔ یہ خبر والیِ شام کو بھی پہنچ گئی۔ اس نے مجھ پر دعوائے نبوّت کا الزام لگا کر مجھے قید و بند میں ڈال دیا، اور اپنے ساتھ لے آیا۔ میں نے اندریں حالات بادشاہ کو رقعہ لکھا اور اس سے متعلق گزارشات کیں۔ بادشاہ نے اسی رقعہ کی پُشت پر لکھ دیا کہ جو شخص تجھے ایک ہی رات میں شام سے کوفہ، کُوفہ سے مدینہ منوّرہ اور مدینہ منوّرہ سے مکّۂ مکرمہ اور پھر وہاں سے واپس لے آیا ہے۔ اس سے

کو کر وُہ تمہیں قید و بند سے بھی نجات و خلاصی دلائے۔ مجھے اس کا یہ جواب بہت گراں گزرا اور میں بہت مغموم و محزون ہو گیا۔ صبح اُٹھ کر جیل خانہ کی طرف چل دیا تاکہ اُسے صورتِ حال سے آگاہ کروں۔ میں نے دیکھا کہ تمام لشکری اور محافظ اضطرابی حالت میں تھے۔ میں نے پوچھا: تمہیں کیا ہے۔ یہ اضطراب کیسا؟ کہنے لگے: جس شخص نے دعوئ نبوت کیا تھا کل سے قید خانے سے غائب ہو گیا ہے ہمیں کچھ پتا نہیں چلتا کہ اُسے زمین نگل گئی ہے یا آسمانی پرندے لے اُڑے ہیں؟

۳۔۔۔۔۔ مامون الرشید کا انتقال ہُوا تھا تو آپؓ نے فرمایا: میری موت آج سے تیس مہینے بعد ہوگی۔ جب مامون الرشید کی وفات کو تیس مہینے گزر گئے تو آپ نے بھی داعئ اجل کو لبیک کہا۔

۴۔۔۔۔۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت جواد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فلاں صالح نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وُہ آپؓ سے کفن کے لیے کسی کپڑے کا ملتجی ہے۔ آپ نے فرمایا: وُہ ان باتوں سے مستغنی ہو چکا ہے۔ یہ سُن کر میں باہر آگیا لیکن مجھے آپؓ کے ارشاد کی کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر پتہ چلا کہ وہ اس سے تیرہ چودہ روز پہلے ہی مر چکا تھا۔

۵۔۔۔۔۔ ایک اور شخص بیان کرتا ہے کہ ہم آپ کے اصحاب میں سے ایک کے ساتھ سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سفر اختیار کرنے سے پیشتر ہم حضرت جوادؓ کی خدمت میں حاضر ہُوئے تاکہ الوداع کہیں۔ آپ نے فرمایا: آج باہر مت جاؤ، کل تک رُکے رہو۔ باہر آئے تو میرا ساتھی کہنے لگا: میں تو جا رہا ہُوں کیونکہ میرا دوست تو باہر جا چکا ہے۔ یہ سُن کر میں حیران و پریشان کھڑا رہ گیا اور وُہ چلتا بنا۔ رات کو جس وادی میں ٹھہرا تھا سخت سیلاب آیا اور وُہ ڈوب کر مر گیا۔

حضرت سیّدنا علیؓ بن محمدؓ بن علیؓ بن مُوسیٰؓ بن جعفرؓ

آپؓ دسویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ آپ کو ابو الحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ آپ ہادی اور عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ اُمّ ولد ہیں جن کا نام شمانہ ہے۔ کہتے ہیں یہ اُمّ فضل بنت مامون کی لونڈی تھیں۔ آپ کی ولادت بمطابق ۱۳ رجب المرجب ۲۱۴ھ

مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ مستنصر کے زمانے میں بغداد کے مضافات میں قصبۂ سُرّ من راسئے میں بروز دوشنبہ جمادی الاُخریٰ کے آخری ایام میں ۲۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبرِ انور سُرّ من رائے کی اس سرائے میں ہی ہے جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ کہتے ہیں حضرت علی ہادیؓ کا مشہد قمؔ میں ہے لیکن یہ بات درست نہیں۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ فاطمہ بنتِ مُوسٰی بن جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کا مشہد شہر قمؔ میں ہے، اور حضرت رضا علی بن محمد مُوسٰی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جس نے ان کے مشہد کی زیارت کی وُہ جنت میں داخل ہو گیا۔

حضرت علی ہادیؓ کے مُناقب

ایک دن آپ سُرّ من رائے کے کسی گاؤں میں تشریف لے گئے ہُوئے تھے کہ ایک اعرابی آپ کی تلاش میں آ گیا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ آپؓ فلاں گاؤں میں گئے ہُوئے ہیں۔ وُہ اعرابی آپ کے پیچھے چلا گیا۔ آپ سے ملا تو آپ نے اسے پُوچھا: کیسے آئے ہو؟ اعرابی کہنے لگا: میں ان لوگوں میں سے ہُوں جن کا قلبی لگاؤ آپ کے جدِ امجد حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ سے تھا۔ اب میں ایک ایسے قرضِ خطیر کے زیرِ بار ہوں جسے ادا نہیں کر سکتا۔ اور آپ کے سوا کوئی اور میری گردن سے یہ بار اُتار نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: کبیدہ خاطر نہ ہو۔ آپ نے اسے وہیں ٹھہرا لیا صبح ہُوئی تو آپ نے اعرابی سے کہا: دیکھو میں تم سے کچھ باتیں کہوں گا لیکن تمہارا فرض ہے کہ میری کسی بات کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی نے عرض کی: حضرت! میں آپ کی کسی بات کی مخالفت ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت ہادیؓ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں کیوں اس کے ذمے قرض ہے پھر آپ نے فرمایا: یہ خط لے جاؤ۔ جب میں سُرّ من رائے واپس آؤں تو میرے پاس آ جانا اور مجلس میں بیٹھے ہُوئے مجھ سے ادائیگیِ قرض کا مطالبہ کرنا، اور بے شک دو چار سُنا بھی دینا۔ ہاں البتہ میری نصیحت کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی نے اس بات کا وعدہ کیا اور خط ہاتھوں میں تھام لیا۔

جب حضرت ہادیؓ سُرّ من رائے میں واپس آئے تو آپ کی خدمت میں بہت سے احباب و محبّین وغیرہم حاضر ہُوئے۔ وُہ اعرابی بھی حاضر ہو گیا اور خط باہر نکال کر حضرت کی نصیحت کے مطابق مطالبہ پیش کر دیا۔ آپؓ اس سے نرم نرم باتیں کرتے جاتے اور اظہارِ معذوری بھی کر کے

ائنگی قرض کا وعدہ بھی کرتے جاتے۔ اس واقعہ کی خبر خلیفہ متوکل کو پہنچی تو کہنے لگا: آپؓ کے پاس
یس ہزار درہم لے جاؤ۔ خدام پہنچے تو آپ نے انہیں اعرابی کے آنے تک سنبھال کر رکھ چھوڑا۔
عرابی آیا تو آپ نے فرمایا: لو یہ لے جاؤ اور اپنا قرض ادا کرو اور جو باقی بچے اسے اپنے اہل و عیال
خرچ کرنا، اور مجھے معذور ہی خیال کرنا۔ اعرابی یہ بات سن کر کہنے لگا: یا ابنِ رسول اللہ! بخدا
آپ نے مجھے مرحمت فرمایا ہے مجھے تو اس سے تیسرے سے بھی کم رقم کی امید تھی۔ سچ ہے
لہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ فلاں چیز کو کہاں بھیجنا ہے۔

پؓ کی کرامات

ایک بار خلیفہ متوکل بیمار ہو گیا، اس کے جسم پر پھوڑا نکل آیا جس کے علاج و معالجہ سے اطبا عاجز آ گئے۔ خلیفہ کو موت نظر آنے لگی۔ ایک
ن فتح بن خاقان جو خلیفہ کے مقربین میں سے تھا کہنے لگا: کسی کو حضرت ہادیؓ کے پاس بھیجو شاید
کوئی ایسی چیز جانتے ہوں جو منفعت بخش ثابت ہو، چنانچہ ایک شخص کو آپؓ کی خدمت میں
بھیجا گیا، آپؓ نے فرمایا: فلاں چیز کو اس کے پھوڑے پر رکھ دو ان شاء اللہ تعالیٰ نفع آور
ت ہو گی۔ مجوزہ چیز کو متوکل کے پاس لایا گیا تو حاضرین ٹھٹھا مخول کرنے لگے۔ فتح بن خاقان
لگا: تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ لاؤ وہ چیز۔ خادموں نے حضرت کی فرمودہ دوائی حاضر کی
پھوڑے پر رکھ دیا گیا بس رکھنے کی دیر تھی کہ پھوڑا بہنے لگا اور تمام گندا مادہ خارج ہو گیا۔ متوکل
صحت یابی کی خبر اس کی ماں کے گوش گزار کر دی گئی جس نے دس ہزار دینار ایک ہمیانی میں
رکھے اس پر مہر لگائی اور حضرت سیدنا ہادیؓ کی خدمت میں بھیج دی۔ متوکل کو صحتِ کاملہ
ئی۔ اس واقعہ سے چند روز بعد متوکل نے کسی سے شکایت کی کہ حضرت ہادیؓ کے پاس
ت سا مال و دولت اور اسلحہ ہے۔ متوکل نے اپنے دربان سعید سے کہا کہ تمہیں حضرت
یؓ کے گھر آدھی رات کے وقت گھس جانا چاہیے اور جو مال و دولت اور اسلحہ ہاتھ لگے
میں لے کر یہاں لے آنا چاہیے۔ سعید حاجب کا بیان ہے کہ میں سیڑھی اپنے ساتھ
لے گیا۔ جب آدھی رات کے وقت میں نیچے اترا تو گھر بالکل تاریک تھا اور مجھے پتہ نہیں چلتا تھا
کہاں جاؤں۔ اچانک اندر سے آواز آئی: اے سعید! اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ میں دیا
ہوں۔ کچھ وقفہ کے بعد دیا لایا گیا تو میں نیچے اتر کر آپؓ کے پاس چلا گیا۔ دیکھا کہ آپ پشم کے

کپڑے میں ملبوس ہیں، سر پر اُون کا کلاہ ہے اور ٹاٹ کے مصلّے پر قبلہ رُو بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے سامنے سب کچھ ہے۔ میں گھر میں اِدھر اُدھر پھرتا رہا لیکن جن چیزوں کی مخبری ہُوئی تھی اُن میں سے کوئی چیز نہ مل سکی۔ اور صرف متوکّل کی والدہ کی بھیجی ہُوئی ہمیانی موجود تھی اس پر اسی طرح مہر موجود تھی اور ایک دُوسرے کیسے پر بھی مُہر کے نشان تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ مصلّٰی بھی حاضر ہے۔ میں نے مصلّی اٹھایا تو اس کے نیچے ایک تلوار دیکھی جو میان میں بند تھی۔ میں یہ چیزیں پکڑ کر متوکّل کے پاس لے گیا۔ جب متوکل نے ہمیانی پر اپنی ماں کی مُہر لگی ہوئی دیکھی تو تمام کوائف دریافت کیے۔ حاضرین کہنے لگے کہ تمہاری بیماری کے دوران میں تمہاری ماں نے منت مانی تھی۔ متوکل کہنے لگا: اسی طرح کی ایک ہمیانی اور لو اور کیسہ و شمشیر کے ساتھ آپؓ کو واپس کر آؤ۔ سعید حاجب بیان کرتا ہے کہ جب میں یہ چیزیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو مجھ پر شرمندگی اور انفعالیت طاری تھی۔ میں نے عرض کی: میرے آقا! میرے لیے بہت مشکل تھا کہ آپ کے دولت سرا میں بغیر اجازت آ گھسوں لیکن مجبور تھا مجھے حکم ہی ایسا ہُوا تھا۔ آپؓ نے فرمایا: وسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

۲ ــــــــ جب متوکّل نے آپؓ کو مدینہ منوّرہ سے عراق میں طلب کیا تو آپؓ سُرمن رائے میں ایک ایسی جگہ قیام پذیر ہُوئے جسے خان الصعالیک کہتے تھے۔ یہ قیام گاہ کچھ اچھی نہ تھی آپؓ کے متوسّلین میں سے صالح بن سعید نامی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کی: اے ابن رسول اللہ! آپ کے قربان جاؤں، یہ گروہ تو آپ کی قدر و منزلت کو پردہ اخفاء میں رکھنے اور آپ کی آب و تاب کو مٹانے کے درپے ہے، اسی لیے آپ کو اس مکان میں قیام کے لیے ٹھہرایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے سعید! تُو بھی تو اسی جگہ ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے اشارہ کیا تو نہایت عُمدہ قسم کے باغات، بہتی ہُوئی نہریں اور ایسے محلات جن میں باعفت حسین و جمیل عورتیں اور چمکتے دمکتے موتیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے نظاہر ہو گئے۔ صالح بن سعید کہتا ہے کہ میں مشتُوبِ حیرت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابنِ سعید! ہم جہاں بھی ہوں یہ چیزیں ہمارے ساتھ ہوتی ہیں۔ یاد رکھو ہم خان الصعالیک میں نہیں ہیں۔

۳ ـــــــ ایک شخص کا بیان ہے کہ میرے ساتھ سفر میں میرا بچہ تھا۔ میں نے آپؓ کی خدمت میں دعا کی غرض سے عرض کی کہ میرے بیٹے کے ہاں بھی بچہ پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا، جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام "محمد" رکھنا بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھا گیا۔

۴ ـــــــ اسی طرح ایک اور شخص نے اپنے بیٹے کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کے لیے التجاء کی۔ آپؓ نے فرمایا، لڑکی کئی لڑکوں سے اچھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

۵ ـــــــ متوکل کے گھر بہت سے پرندے تھے جن کی چہچہاہٹ سے کسی کو کسی کی بات کی سمجھ نہ آتی تھی لیکن حضرت ہادیؓ جس وقت بھی اس کے ہاں جاتے تو پرندے خاموش ہوجاتے اور جب گھر سے باہر آتے تو بولنا شروع کردیتے۔

۶ ـــــــ ایک ہندوستانی شعبدہ باز متوکل کے ہاں آیا ہوا تھا جو عجیب وغریب شعبدے دکھاتا تھا۔ ایک دن متوکل نے اسے کہا کہ اگر تم محمد بن علیؓ کو شرمندہ و خجل کردو تو تمہیں ایک ہزار دینار دوں گا۔ شعبدہ باز نے کہا: اچھا چند پتلی پتلی روٹیاں دسترخوان پر رکھ دو اور مجھے اُن کے پہلو میں بٹھا دو۔ خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ہادیؓ نے روٹی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ شعبدہ باز نے ایک ایسا عمل کیا جس کے اثر سے روٹی اُٹھ کر حضرت ہادیؓ سے دُور چلی جاتی۔ اس نے اس طرح تین بار عمل کیا جس سے اہلِ مجلس ہنسنے لگے۔ اسی مسجد میں ایک قالین تھا جس پر شیر کی شکل کھنچی ہوئی تھی۔ حضرت ہادیؓ نے اس شیر کو اشارہ کیا کہ اسے پکڑ لو۔ وہ شکل سچ مچ کا شیر بن گئی۔ پھر اس شعبدہ باز پر جست لگائی اور اسے زمین میں گاڑ دیا اور پھر اسی قالین پر واپس چلا گیا۔ متوکل نے ہر چند عرض کی کہ آپؓ شعبدہ باز کو زمین سے نکال لیں مگر آپ نے عرض قبول نہ کی۔ اور فرمایا، خدا کی قسم تم اب اس شعبدہ کو پھر نہ دیکھو گے۔ لہٰذا وہ مجلس سے باہر آگیا اور اس کے بعد اسے کسی نے نہ دیکھا۔

۷ ـــــــ ایک دن دعوتِ ولیمہ تھی جس میں شرکت کے لیے خلیفوں کی اولاد آئی ہوئی تھی بہت سے لوگ اُن کی تعظیم کے لیے جمع تھے۔ اس مجلس میں ایک ایسا نوجوان بھی موجود تھا جو طریقہ ادب وآداب سے بالکل عاری تھا، ٹیں ٹیں باتیں کرتا اور ہنستا۔ حضرت ہادیؓ نے اپنا چہرۂ انور

اس کی طرف کرکے فرمایا: تم ہنسی کے گراں گھنٹے کیوں بے جاتے ہو۔ تمہیں اللہ کا ذکر بھول گیا ہے۔ یاد رکھو تم تین دن کے بعد اہلِ قبور میں سے ہو گے۔ یہ سن کر وہ نوجوان اس بے ادبی سے باز آ گیا۔ لیکن جب کھانا کھایا تو بیمار ہو گیا اور تیسرے دن فوت ہو گیا۔

۸ ــــــــ کسی اور دن اہلِ سامرہ کے ہاں دعوتِ ولیمہ تھی ان میں سے بھی ایک لڑکا ایسا تھا جو بے ادب تھا اور مجلس میں بیہودہ گوئی کرتا تھا اور آپؓ کی عزت کرنے سے بھی عاری تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ شخص اس کھانے سے کچھ نہ کھا سکے گا۔ اس کے کپڑوں سے یہ پتہ چل جائے گا کہ زندگی اس پر تلخ ہو چکی ہے۔ کھانا آیا تو اس شخص نے کچھ کھانے کے لیے ہاتھ دھوئے لیکن اس کا غلام روتا ہوا اندر آ کر کہنے لگا: تمہاری ماں کوٹھے سے گر کر مر گئی ہے جلدی کیجئے وہاں چلئے تاکہ اُسے زندہ رکھ سکو۔ وہ شخص بغیر کھانا کھائے اُٹھ کر چل دیا۔

حضرت سیدنا حسین بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم

آپؓ گیارھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب زکی ہے۔ دیگر القاب "خالص" و "سراج" ہیں۔ آپؓ اپنے والد محترم کی طرح عسکری کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ اُمِ ولد تھیں۔ ان کا نام سوسن تھا لیکن اور نام سے بھی پکاری جاتی تھیں۔ حضرت ہادیؓ نے اپنی بیوی کا نام حدیث رکھا تھا۔ حضرت کی ولادت مدینہ منورہ میں ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۲۳۲ھ بھی کہا ہے۔ آپ کی وفات سرمن رائے میں ۲۶۰ھ میں ہوئی اور آپ اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ آپ سے بہت سی کرامات کا صدور اور بے شمار خوارقِ عادات کا ظہور ہوا۔

آپؓ کی کرامات

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے کہ مجھ پر روزی بہت تنگ ہو گئی۔ میرے والد نے مجھے حضرتؓ کی خدمت میں حاضری کے لیے کہا کیونکہ آپ جود و سخا میں مشہور ہیں۔ میں نے والد سے پوچھا: کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں میں انہیں نہیں جانتا اور میں نے آپؓ کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ چنانچہ ہم مقصد بر آری کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ میرے والد نے رستے میں مجھے کہا ہم حاجت مند ہیں، اگر وہ ہمیں پانصد روپے دے دیں تو دو سو کے ہم کپڑے بنا لیں گے دو سو کا

آٹا دانہ خرید لیں گے اور باقی سو روپے دوسری اشیائے خوردنی وضروری پر خرچ کردیں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ہوسکتا ہے آپ مجھے تین سو روپے دیں، میں سو روپے کے کپڑے، سو روپے کے دیگر اخراجات اور سو روپے کا گدھا خرید کر کوہستان چلا جاؤں گا۔ جب ہم آپ کے دولتکدہ پر حاضر ہوئے اور کوئی بات نہ کی۔ آپؑ کا غلام باہر آیا اور کہنے لگا: علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد اندر آجائیں۔ ہم اندر گئے اور السلام علیکم عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اے علی تمہیں اس وقت تک یہاں آنے میں کون سی بات مانع رہی۔ میرے باپ نے عرض کی: میرے آقا مجھے شرم آتی تھی کہ اس حال میں آپ کے پاس آؤں۔ جب ہم باہر آئے تو آپ کا غلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ اس نے ایک ہمیانی جس میں پانصد درہم تھے میرے والد کو دی اور کہا اس میں پانصد درہم ہیں، دو سو کپڑوں کے لیے، دو سو آٹے دانے کے لیے اور بقایا دیگر خرچ کے لیے پھر ایک اور ہمیانی مجھے دی اور کہا: اس میں تین سو درہم ہیں، سو درہم کپڑوں کے لیے، سو دیگر اخراجات کے لیے اور سو گدھا خریدنے کے لیے، لیکن یہ ضروری ہے کہ بجانب کوہستان نہ جاؤ، کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ اس جگہ کی طرف اس نے اشارہ بھی کردیا۔ میں نے وہاں جاکر شادی کرلی اور اسی روز مجھے دو ہزار درہم ہاتھ آئے۔

۲ــــــ ایک شخص کہتا ہے کہ میرا والد سلوتری تھا اور وہ حضرت زکیؑ کے حیوانات کا علاج کیا کرتا تھا۔ خلیفہ مستعین کے پاس ایک خچر تھا جسے کوئی شخص بھی رام نہ کرسکا یعنی اسے زین ولگام دے کر سواری نہ کرسکا۔ مستعین کے مصاحبوں سے ایک نے خلیفہ سے کہا: آپ اپنے خدام سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ حسین بن رضاؑ کو تکلیف میں مبتلا کردیں، یعنی یہ خچر انہیں دے دیں، یا تو وہ اس پر سوار ہوکر اسے رام کرلیں گے یا پھر یہ خچر انہیں ہلاک کردے گا۔ مستعین نے آپ کو بلایا، آپ تشریف لائے۔ اس وقت خچر سرائے کے صحن میں کھڑا تھا۔ آپ اس کے قریب گئے اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اسے پسینہ آنے لگا۔ پھر آپ مستعین کے پاس گئے اور بہت عزت واحترام سے پیش آئے۔ اس نے آپ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر کہا: اے محمد! اس خچر کو لگام دے دو۔ حضرت زکیؑ نے میرے والد (سلوتری) کو لگام دینے کے لیے کہا۔ مستعین بولا: حضرت آپ خود لگام دیں۔ حضرت زکیؑ نے اس پر طیلسان ڈالی اور اسے لگام دی۔

اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ مستعین نے دوبارہ کہا، زین بھی آپ ہی کس دیں۔ آپ دوسری بار اُٹھے خچر پر زین کسی اور اپنی جگہ پر واپس چلے گئے۔ مستعین نے عرض کی: کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اس پر سواری بھی فرمائیں تو۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور سرائے کے صحن میں ہی دوڑانے لگے دریں اثنا خچر نے کوئی سرکشی نہ کی۔ آپ نیچے اُترے تو مستعین نے پوچھا: حضرتؓ! یہ خچر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس سے اچھا خچر نہیں دیکھا۔ مستعین نے آپؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؓ نے میرے والد سے کہا کہ اسے پکڑو اور لے جاؤ۔ میرا والد اس خچر کو بڑے آرام سے لے گیا خچر نے کسی قسم کی سرکشی نہ کی۔

۳ ــــــ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سید نا زکیؒ سے اپنی غربت کی شکایت کی۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں تازیانہ تھا۔ آپ نے اس سے زمین کھودی اور اسی سبب سے پانچسو درہم کا سونا نکل آیا۔ آپ نے وہ سارے کا سارا مجھے عطا کر دیا۔

۴ ــــــ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں قید خانے میں تھا۔ میں نے قید کی تنگی اور حیل کی گرانی کی شکایت حضرت زکیؒ کو لکھ بھیجی۔ میں چاہتا تھا کہ اپنی تنگ دستی کے متعلق کچھ لکھ کر بھیجوں لیکن شرم مانع تھی اس لیے اس ضمن میں کچھ نہ لکھ سکا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: آج ظہر کی نماز اپنے گھر پر ہی پڑھنا (اللہ کے فضل و کرم سے) میں قید سے رہا ہو گیا اور میں نے نمازِ ظہر گھر جا پڑھی۔ اچانک مجھے آپ کا قاصد آتا ہوا دکھائی دیا جو میرے لیے سو دینار لا رہا تھا اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں مرقوم تھا کہ جس وقت بھی تجھے پیسوں کی ضرورت ہو بغیر شرم و عار مانگ لیا کرو کیونکہ تم جس چیز کی بھی طلب کرو گے تمہیں وہی ملے گی۔

۵ ــــــ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک عریضہ لکھا۔ میں چاہتا تھا کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی آپ سے پوچھ لوں لیکن مجھے یہ بات لکھنا یاد نہ رہی۔ آپؓ نے جواب میں لکھا کہ تمہارے مسئلے کا جواب یہ ہے، تم یہ بھی چاہتے تھے کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی پوچھوں لیکن تم بھول گئے۔ دیکھو آیت شریف "یا نارُ کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم" کاغذ پر لکھ کر محموم (جسے حما، چڑھا ہوا ہو) کے گلے میں آویزاں کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور محموم کو آرام آ گیا۔

۶ ـــــــ ایک شخص کہتا ہے کہ میں آپؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آگیا۔ میں نے دل میں خیال کیا بھلا یہ کون ہوسکتا ہے؟ حضرت زکیؓ نے فرمایا: یہ میری بیوی کا چچا زاد بھائی ہے۔ اس کے پاس پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جس پر میرے آبائے کرام نے اپنی اپنی انگشتریاں رکھی ہیں اور اس پر مُہریں کندہ ہوگئی ہیں۔ یہ میرے پاس بھی اسی غرض سے آیا ہے تاکہ میں بھی اپنی انگشتری اس پر رکھوں۔ چنانچہ آپ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہُوئے اور فرمایا اپنا سنگ پارہ لاؤ۔ وُہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپؓ نے ایک جگہ اپنی انگشتری رکھی۔ یہ انگشتری سادہ تھی اس پر کوئی نقش نہ تھا لیکن مہر نکل آئی اس پر "الحسن بن علیؓ" کے الفاظ نقش ہوگئے جسے میں پڑھ رہا ہوں۔ بعدازاں جب وُہ نوجوان باہر آیا تو اس نے اس سے پُوچھا: کیا تُو نے کبھی آپؓ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا، خدا کی قسم میری مدت سے خواہش تھی کہ آپؓ کا دیدار کروں۔ اسی وقت ایک نوجوان آیا جسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا، اُٹھو اور اندر آؤ، تو میں اندر آگیا۔

۷ ـــــــ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ مَیں نے آپؓ کو خط لکھا تاکہ مشکوٰۃ کے معنی پُوچھوں۔ میری بیوی بھی حاملہ تھی اس لیے میں نے چاہا کہ اس کے لیے بھی دُعائے خیر کراؤں اور بچے کا نام بھی آپؓ ہی رکھیں۔ آپؓ نے جواب میں تحریر فرمایا: "مشکوٰۃ" قلبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔ لیکن فرزند خاتون کے بارے میں کچھ رقم نہ کیا۔ ہاں خط کے آخر میں یہ تحریر فرما دیا: عظم اللہ اجرك واخلف علیك۔ میری بیوی کے ہاں مُردہ بچّی پیدا ہُوئی لیکن دوسرے حمل میں بچہ پیدا ہُوا۔

حضرت سیّدنا محمّد بن حسین بن علی بن محمّد بن علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپؓ بارھویں امام ہیں۔ آپؓ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور آپ الامامُ بالحجّۃ، القائم، المہدی، المنتظر اور صاحبِ زمان کے القاب سے بھی ملقب ہیں۔ آپ خاتم دوازدہ ائمہ ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کسرمن رائے میں ایک غار میں داخل ہو گئے آپ کے پیرا ابھی تک

آپؑ کے منتظر ہی ہیں آپ ان کی طرف نکل کر نہیں آتے۔ یہ واقعہ ۲۶۵ھ کا ہے، بعض کہتے ہیں ۲۶۰ھ کا ہے یہی درست ہے۔ لیکن جو چیز لوگ خیال کرتے ہیں وہ ابھی تک مخفی ہی ہے۔

آپؑ کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔ ان کا نام صقیل یا سوسن تھا اور نرجس بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اُن کے اور بھی نام ہیں۔ حضرت کی ولادت رمضان المبارک کی تئیس۲۳ تاریخ کو ۲۵۸ھ میں سرمن رائے میں ہُوئی۔ حکیمہ عمّہؓ[1] ابوزکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہُوئی، آپؑ نے فرمایا: اے عمّہ! آج رات ہمارے ہاں قیام کرو کیونکہ آج رات اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ عطا کرے گا یعنی ہمارے ہاں کچھ پیدا ہوگا۔ میں نے کہا: حضرت! یہ بچہ کس سے پیدا ہوگا جبکہ بی بی نرجس سے تو حمل کے کوئی آثار ہی نظر نہیں آتے۔ آپؑ نے فرمایا، اے عمّہ! نرجس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ الیسی تھی اس لیے ان کا حمل ولادت سے پہلے ظاہر نہیں ہوگا۔ حضرت عمّہ کہتی ہیں، مَیں نے یہ رات وہیں کاٹی۔ جب آدھی رات ہُوئی تو میں نے اُٹھ کر نمازِ تہجّد ادا کی اور بی بی نرجس نے نوافلِ تہجّد پڑھے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا صبح ہونے کو ہے مگر جو حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا ہے اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مجھے آواز دی: اے عمّہ! جلدی مت کرو۔ مَیں اُسی کمرہ میں جس میں بی بی نرجس تھی واپس چلی گئی۔ آپ مجھے راہ میں ملیں، آپ پر لرزہ طاری تھا، میں نے انھیں پکڑ کر سینے سے لگایا اور قُل ھو اللہ احد، انّا انزلنا، آیۃ الکرسی پڑھ کر آپ پر دم کیا آپ کے شکم سے آواز آئی یعنی جو کچھ مَیں نے پڑھا تھا آپ کے بچے نے بھی وہی پڑھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ تمام گھر نورٌ علیٰ نور ہو گیا ہے اور بی بی نرجس کا بچہ زمین پر سجدہ ریز ہے۔ میں نے بچے کو اٹھا لیا۔ حضرت ابو محمد نے اندر سے آواز دی: اے عمّہ! میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ مَیں اُن کے پاس لے گئی۔ آپؑ نے اُسے اپنی گود میں بٹھایا اور اپنی زبان اس کے مُنہ میں ڈال دی۔ پھر فرمایا: اے میرے بچے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کر۔ پس بچے نے کہا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض

---

[1] حضرت حکیمہ عمّہؓ حضرت حسن عسکریؓ کی پھوپھی تھیں۔

ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سبز پرندوں نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سبز پرندے سے فرمایا، اسے پکڑ لو اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس بارے میں حکم دے۔ اللہ تعالےٰ ہی اپنے امر کو پہنچانے والا ہے۔ میں نے حضرت محمدؑ سے پوچھا: یہ دوسرے پرندے کیا ہیں، حضرتؑ نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں اور باقی ملائکۂ رحمت ہیں۔ پھر فرمایا، اے عمّہ! اسے اس کی والدہ کے ہاں واپس لے جاؤ۔ بفحوائے مضمون "تو آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کر اور محزون نہ ہو اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے۔" حضرت عمّہؓ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے گئیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو ناف بُریدہ اور مختون تھے۔ آپ کے دائیں جانب بالشت بھر لمبائی میں "جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً" کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

وہی روایت کرتی ہیں کہ پیدائش کے وقت زمین پر دو زانو حالت میں تھے اور انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ کو چھینک آئی، آپ نے کہا، الحمد للہ رب العلمین۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں ابو محمد زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا؟ آپ اندر گئے پھر کندھے پر ایک بچہ جو چودھویں رات کے چاند ایسا حسین تھا، اٹھا کر باہر آ گئے۔ بچے کی عمر تین سال تھی۔ آپؓ نے اس شخص سے فرمایا: دیکھو! اگر تم خدا کے ہاں معزز نہ ہوتے تو میں تجھے اپنا یہ بچہ ہرگز نہ دکھاتا، اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اور اس کی کنیت یہ ہے:-

"ھو الذی یملاء الارض قسطاً لما ملئت جوراً و ظلماً۔"

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کی دائیں جانب ایک گھر دیکھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا، میں نے کہا: اے آقا! آپؓ کے بعد صاحبِ امر کون ہوگا؟ آپؓ نے فرمایا: ذرا پردہ اٹھاؤ۔ میں نے پردہ اٹھایا تو ایک چھوٹا سا بچہ نہایت پاکیزہ و مطہر جس کے دائیں رخسار پر تل تھا، گیسو کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے، باہر آیا اور حضرت ابو محمدؓ کی گود میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابو محمدؓ نے فرمایا، یہ تمہارا صاحب امر ہے۔ اس کے بعد وہ بچہ آپ کے زانو سے اٹھا۔ حضرت ابو محمدؓ نے اس بچے سے کہا: "یابنی ادخلوا الی

الوقت المعلوم"۔ وُہ بچہ گھر چلا گیا۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اُٹھو اور دیکھو کہ گھر میں کون ہے؟ میں نے دیکھا تو گھر میں کوئی بھی نہ تھا۔

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ خلیفہ معتضد نے مجھے دو اور اشخاص کے ساتھ طلب کیا اور کہا کہ حسن بن علی سرمن رائے میں فوت ہو گئے ہیں جلدی جاؤ اور ان کے گھر میں جس شخص کو بھی دیکھو اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔ ہم آپ کے مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مکان نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا گویا اس کی تعمیر سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے۔ ہم نے اس مکان پر پردہ پڑا ہوا دیکھا۔ پردہ اٹھایا تو ایک گڑھا نظر آیا۔ وہاں آئے تو یہ گڑھا ہمیں دریا نظر آیا جس کے اُوپر بوریا بچھا ہوا تھا اور ایک خوب صورت شخص اس پر قیام کی صورت میں نماز پڑھ رہا تھا اس نے ہماری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک آگے بڑھا تاکہ آپ تک رسائی حاصل کرے لیکن وُہ پانی میں غرق ہو کر پھڑکتا رہا۔ آخر میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وُہ ڈوبنے سے بچ گیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص نے آپؑ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن اس کا بھی یہی حال ہوا اور میں نے اسے خلاصی دلائی۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ میں نے صاحبِ خانہ سے معذرت کرتے ہوئے کہا: "خدا کی قسم مجھے اس صورتِ حال سے آگاہی نہ تھی اور نہ ہی یہ پتہ تھا کہ ہم کہاں آرہے ہیں۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے خداوند قدوس کی طرف رجوع کر کے معافی مانگتا ہوں۔" میں نے جو کچھ کہا اس نے اس کی پروا نہ کی۔ ہم معتضد کے ہاں واپس چلے گئے اور تمام قصہ سُنا دیا۔ معتضد کہنے لگا: اس راز کو پوشیدہ ہی رہنے دو۔ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو تمہاری گردن مار دیں گے۔ ان حالات و واقعات سے قاریوں کو ان کی جلالت شان کا پتہ چل گیا ہوگا۔

امامیہ شیعہ حضرات آپؑ کی دو بار غیبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایک غیبتِ قصریٰ یعنی چند ...رسر کے لیے غیبت یعنی آپ کے زمانۂ ولادت سے لے کر انقطاعِ سفارت تک۔ دُوسری ...یبتِ طُولیٰ یعنی زمانۂ انقطاعِ سفارت سے لے کر اس زمانے تک جب خداوندِ قدوس نے آپ کے ...ہور کا وقت مقرر کیا ہے۔ غیبتِ قصریٰ میں آپ کے لیے سفیروں کا اثبات بھی کیا جاتا ہے جو ...کے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہ سفیر آپؑ اور تمام مخلوق کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ...ن سے لوگوں کی حاجات و سوالات پُورے ہوتے ہیں۔ یہ سفارت ایک شخص علی بن محمد نامی پر

ختم ہو چکی ہے جس کی وفات ۳۲۶ھ میں ہوئی اس سے روایت ہے کہ اس نے اپنی وفات سے چھ روز قبل ایک سرکاری دستاویز نکالی جسے حضرت محمد بن العسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا اس کی نقل مندرجہ ذیل ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا علی بن محمد اعظم اللہ اجر اخوانک فیک فانک میت ما بینک وبین ستۃ ایام فاجمع امرک ولا توص الی احد یقوم مقامک بعد وفاتک فقد وقعت الغیبۃ التامۃ فلا ظہور الا بعد اذن اللہ تعالیٰ وذالک بعد طول الامد وقسوۃ القلب وامتلاء الارض وسیاتی من شیعتی من یدعی المشاہدۃ الا فمن ادعی المشاہدۃ قبل خروج السفیانی والصیحۃ فھو کذاب مفتر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

چنانچہ چھٹے روز تک کسی سے وصیت سفارت نہ کی گئی بعد ازاں غیبت طولیٰ کا زمانہ آگیا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت تک چلے گا۔ آپ کی غیبت قصریٰ کے دوران میں طائفہ سفارت سے متعلقہ لوگوں نے آپ سے بہت سی حکایات بیان کی ہیں :

حکایت نمبر ۱ ایک دفعہ اہل حلہ میں سے ایک شخص جس کا نام اسماعیل تھا، کو زخم آگیا جس کے علاج و معالجہ سے حلہ اور بغداد کے حکماء عاجز آگئے اور کہنے لگے کہ اس کا علاج سوائے قطع وبرید کے کوئی نہیں لیکن یہ حصہ کاٹنے میں بہت زیادہ خطرہ ہے کیونکہ وہ نس جس پر زندگی کا دارومدار ہے اس کے پاس ہی ہے۔ اسماعیل کہتا ہے جب تمام اطبا مایوس ہو گئے تو میں (سترمن رائے) مشہد شریف چلا گیا۔ اماموں کی زیارت کے بعد میں ایک حوض میں کود گیا اور خدا سے استمداد و استعانت کرنے لگا۔ بعض راتوں میں قیام بھی کرتا رہا اور زیادہ وقت وہیں گزارا۔ ایک روز میں نے دجلہ کے کنارے جا کر غسل کیا، پاک و صاف کپڑے پہنے اور مشہد شریف کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس طرف چار سوار آ رہے ہیں دو تلوار بستہ تھے، ایک کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور چوتھے کے کندھے پر اتری ہوئی کمان تھی۔ یہ اب شرفائے مشہد میں سے معلوم ہوتے تھے۔ جب میرے پاس آئے تو انہوں نے السلام علیکم کہا

میں نے وعلیکم السلام کہا۔ نیزہ بردار کمان والے کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا اور وہ دُوسرے دو اس سے ذرا دُور کھڑے ہو گئے۔ جس شخص کے پاس کمان تھی مجھ سے کہنے لگا: کیا تُو اپنے اعزّہ و اقارب کے ہاں اکیلا ہی جائے گا۔ میں نے کہا: ہاں جناب۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے زخم کا معائنہ کروں۔ میں اُن کے پاس گیا۔ آپ نے میرے زخم کو اچھی طرح نچوڑ دیا جس سے مجھے سخت درد محسوس ہوا۔ نیزہ بردار کہنے لگا: اے اسماعیل! کیا تجھے فلاح حاصل ہُوئی۔ میں حیران تھا کہ وُہ میرے نام سے کیسے آگاہ ہو گئے۔ میں نے کہا: ہم فلاح پا گئے آپ بھی اِن شاء اللہ فلاح پائیں گے۔ نیزہ بردار کہنے لگا، یہ امامؑ ہیں۔ میں دوڑ کر آپ کے پاس گیا، آپؑ سے بغلگیر ہُوا پھر آپؑ کے زانو کو بوسہ دیا۔ آپؑ چل دیے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ آپ نے مجھ سے واپس چلا جانے کو کہا۔ میں نے عرض کی: میں آپ سے ہرگز جُدا نہیں ہُوں گا۔ آپ نے بارِ دیگر فرمایا: مصلحت اسی میں ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے وہی جواب دیا۔ نیزہ بردار نے کہا: تجھے شرم نہیں آتی تجھے امامؑ نے دو بار واپس جانے کو کہا ہے اور تُو خلافِ امر کر رہا ہے۔ یہ سُن کر مَیں کھڑا ہو گیا۔ آپ چند قدم چلے پھر مجھ سے کہا، دیکھو تم جب بغداد جاؤ گے تو مستنصر تمہیں دربار میں طلب کرے گا اس کی کوئی بات نہ ماننا۔ میں اسی حالت میں تھا کہ آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد مَیں مشہد شریف آ گیا اور ان سواروں کے حالات معلوم کئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وُہ اس شہر کے آس پاس کے گاؤں کے شریف لوگ تھے۔ مَیں نے کہا، وُہ تو امامؑ تھے۔ انہوں نے پُوچھا، امامؑ صاحبِ نیزہ تھے یا صاحبِ کمان! میں نے کہا: صاحبِ کمان تھے۔ پھر کہا، کیا تم نے انہیں اپنا زخم دکھایا۔ میں نے کہا، ہاں دکھایا تھا۔ لیکن آپؑ نے اسے نچوڑ دیا تھا۔ یہ زخم میری دائیں ران پر تھا۔ میں نے اُسے برہنہ کیا تو دائیں ران پر اس قسم کا کوئی نشان نہ تھا۔ مجھ پر دہشت کے مارے شک گزرنے لگا۔ میں کہتا تھا ہو سکتا ہے زخم بائیں طرف ہو۔ مَیں نے اُسے بھی برہنہ کر کے دیکھا تو کوئی نشان نہ تھا۔ اس پر لوگ میرے گرد جمع ہو گئے، میرے کپڑے پھاڑنے لگے۔ خادمانِ مشہد مجھے گھر لے گئے اور اس طرح لوگوں سے خلاصی دلائی۔ میرے پہنچنے سے پہلے خبر بغداد شریف پہنچ چکی تھی۔ یہاں بھی لوگ مجھ پر اُمڈ آئے قریب تھا کہ میں اس ہجومِ غفیر میں مارا جاتا لیکن مجھے خلیفہ کے پاس لے گئے۔ مستنصر نے مجھ سے

میری رام کہانی پُوچھی۔ میں نے کہانی دُہرائی۔ مستنصر کہنے لگا کہ اسے ہزار دینار دے دو۔ میں نے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ حضرت امامؓ نے اس بارے میں مجھے پہلے ہی وصیت فرمائی ہُوئی تھی کہ اس سے کوئی چیز نہ لینا۔ یہ حال دیکھ کر مستنصر رونے لگا لیکن میں اس کے ہاں سے باہر چلا آیا۔

جامع الاصول میں قیامت کی علامات و شرائط کے ذکر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا میں سے صرف ایک ہی دن باقی رہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دیں گے حتیٰ کہ مجھ سے یا میرے اہل بیت میں سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی پیدا فرمائیں گے جو میرا ہمنام ہوگا اور جو رُوئے زمین کو انصاف و عدل سے ایسا بھر دے گا جیسا کہ اس سے پیشتر رُوئے زمین ظلم و جَور سے مملو تھی۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ دنیا اس وقت اختتام پذیر نہ ہوگی جب تک کہ ایک آدمی میرا ہمنام میرے اہل بیت میں سے پُوری مملکتِ عرب کا مالک و قابض نہ ہو جائے۔ اس کو حضرت امام ابی داؤدؒ نے روایت کیا ہے۔

اور جامع الاصول میں ابُو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہوگا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو تمہارے نبیؐ کا ہمنام ہوگا جو خلقتاً اگرچہ مجھ سے مشابہ نہ ہوگا تاہم اخلاق میں وہ میرا شبیہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد مندرجہ بالا الفاظ دُہرائے یعنی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس کو بھی ابی داؤدؒ نے بیان کیا لیکن قصّے والا حصّہ بیان نہیں کیا۔

اور ابنِ عربی صاحبِ فتوحاتِ مکیّہ نے مہدی کے ذکر میں یہ کہا ہے کہ وُہ تین سو ساٹھ کاملین میں سے ہوں گے تمہیں معلوم ہونا چاہئے (اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں موید کرے) حق تعالیٰ اپنے نائب کو ایسے وقت میں ظاہر فرمائیں گے جبکہ تمام روئے زمین جَور و ظلم سے مملوء ہوگی۔ تو یہ خلیفہ اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا بالفرض اگر دُنیا کا ایک دن بھی باقی ہُوا تو حق تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا حتیٰ کہ یہ خلیفہ جو آلِ رسُول ہوگا اور اولادِ فاطمہ رضی

اور میرا ہمنام ہوگا۔ اس کی کنیت اس کے دادا حسنؓ بن علیؓ کے ساتھ ملتی ہوگی۔ وہ لوگوں سے مقام ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان بیعت لے گا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہ خلقت میں مشابہ ہوگا اور اخلاق میں کمتر ہوگا۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص بھی پیغمبرِ اسلام کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔

پھر فرمایا کہ اس شخص کے ہاتھ پر عرفاء، اہلِ حقائق اور اہلِ کشف و شہود بیعت کریں گے اور اس کی دعوت کو پھیلائیں گے اور اس کے مدد و معاون ہوں گے۔ وہ اس کے وزیر ہوں گے جو مملکت کا بوجھ اٹھائیں گے اور اس کی ہر معاملہ میں اعانت کریں گے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک ایسی جماعت کو ظاہر فرمائیں گے جو ابھی تک خزانۂ غیب میں چھپی ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کشف کے ذریعہ سے حقائق اور معاملاتِ مخلوق سے مطلع فرمائیں گے ان کے مشورے سے یہ شخص فیصلے کرے گا اور یہ لوگ حقیقتاً عارف ہوں گے اور اس کا نام اور جو کچھ اس کے دل میں ہوگا پہچانیں گے اور یہ صرف علم عطائی کی برکت ہوگی۔ اسی علم کی وجہ سے ہر اس چیز کو جس سے شخص موصوف کا مرتبہ اور منزلت معلوم کریں گے۔ اس لیے کہ وہ خلیفہ برحق ہے جو حیوانات کی زبان تک سمجھ لے گا اور اس کا عدل و انصاف جن و انس میں جاری و ساری ہوگا۔ حضرت علاءُ الدولہ احمد بن محمد سمنانیؒ نے ابدال و اقطاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ محمد بن حسن عسکریؓ واصل ہو چکے ہیں اور ان کے آباؤ اجداد اہل بیت بھی اس مرتبہ سے متصف ہیں۔ جب یہ لوگ آنکھوں سے مخفی و پوشیدہ ہو جاتے ہیں تو ابدال کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر تدریجی طور پر ترقی کرتے کرتے عظمت کی انتہائی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں اور علی بن حسینؓ بھی ایک قطب تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو انہیں شونیز کے مقام پر دفن کیا گیا تو ان کی نمازِ جنازہ محمد بن حسن عسکری نے پڑھائی اور ان کے قائم مقام بن گئے اور قطبیت کے رتبے پر تیئیس سال تک فائز رہے پھر بحکم پروردگار یہ بھی

لہ دوازدہ ائمہ کی قطبیتِ کبریٰ کی تسلیم و تصدیق کے لیے حضرت سیدی و مرشدی مخدوم العالم (باقی صفحہ ۳۷۴ پر)

وفات پاگئے تو اُن کے قائم مقام حضرت عثمان بن لیعقوب خراسانی جوینی ٹھہرے اور ان کے تمام ساتھیوں نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی اور انہیں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا۔ جب جوینی کا انتقال ہُوا تو احمد کوچک جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے ان کے قائم مقام ہُوئے۔ ان کا انتقال بیوں عرب ہُوا۔ ان بزرگوں کی قبور اونچی ہیں نہ پختہ۔ انہیں اقطاب کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا اور یہ ہر سال قبور مذکورہ کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال و احوال اور کرامات و خوارقِ عادات کے بیان کے اتمام کی توفیق بخشی ہے اس لیے اب بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بات جاننا ضروری ہے کہ فضیلت و کمال اہل بیتؓ کے ان بارہ نفوسِ قدسیہ پر ہی ختم نہیں ہوتے اہل بیت میں سے دیگر صاحبانِ فضل و کمال بھی ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ فضل و کمال کا بہرہ وافر دوازدہ ائمہ کو ہی ملا ہے۔ ائمہ مذکورین میں سے ہم نے بعض متاخرین کے احوال نفحات الانس میں اور سُلمی نے طبقاتِ صوفیہ میں بیان کر دیئے ہیں ان میں مشہور حضرت ابراہیم سعد علوی اور سیدی عبدالقادر گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بس یہ توفیق محض حق تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

حضرت سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپؓ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم نے انہیں جنّت کی بشارت دی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور علیہ السّلام کے کسی صحابیؓ کے پاس آکر شکایت کی کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری زمین پر قبضہ کر لیا اور اس پر مکان تعمیر کرنے لگے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۳) حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفتر ثالث کے مکتوب نمبر ۱۲۳ کا مطالعہ لابدی و ضروری ہے۔ یہ مکتوب آپ نے اپنے ایک ارادت کیش جناب نور محمد تہاری کے نام رقم فرمایا تھا۔

آپؓ حضرت زیدؓ سے کہیں کہ وہ میری زمین چھوڑ دیں ورنہ میں ان کے ظلم سے تنگ آکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جا کر فریاد کر دوں گی۔ اس صحابیؓ نے یہ بات حضرت سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔ آپؓ نے فرمایا: میں نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس نے کسی کی زمین کا ایک چپہ بھی بغیر حق قبضہ میں لے لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے سات زمینوں کا طوق پہنا دے گا۔ جائیے آپ اس عورت سے کہیں کہ اس کا جو حق ہے وہ مجھ سے آکر لے لے۔ بعدازاں حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا، اے پروردگار! اگر وہ مجھ پر کذب وافترا طرازی کرتی ہے تو اسے اندھا کیے بغیر نہ چھوڑ اور اسے موت بھی اسی پر ہی دے۔ یہ خبر اس عورت تک پہنچی تو وہاں آئی۔ حضرت سعیدؓ کے مکان کو گرا دیا اور وہاں اپنا مکان بنانا شروع کر دیا۔ ابھی مکان تھوڑا ہی بنا تھا کہ وہ اندھی ہوگئی۔ جب رات کو اٹھتی تو اپنی لونڈی کو بھی اٹھا لیتی جو اس کا ہاتھ پکڑتی اور اسے وہاں لے جاتی جہاں وہ جانا چاہتی۔ ایک رات اس نے لونڈی کو نہ جگایا اور اکیلی باہر آگئی۔ راستے میں ایک کنواں تھا جس میں گر گئی۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے اسے کنویں میں مُردہ پایا۔

حضرت عبادہ بن بشر و اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عبادہ بن بشر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ رات سخت اندھیری تھی آپؓ اور حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے آپؓ کا یا حضور علیہ السلام کا عصائے مبارک روشن ہوگیا اور آپ روشنی میں چلتے رہے۔ جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو دوسرا عصا بھی روشن ہوگیا۔ حضور علیہ السلام اور حضرت عبادہ بن بشر و اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے اپنے عصاء کی روشنی میں چلتے رہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا ہے ہم سفر میں تھے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو پانی لانے کے لیے بھیجا۔ شیطان لعین ایک سیاہ شخص کی صورت میں پانی اور حضرت عمار بن یاسرؓ کے درمیان حائل ہوگیا۔ حضرت عمارؓ نے اسے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ شیطان کہنے لگا، تو

مجھے چھوڑ دے تو میں تجھے چھوڑ دوں گا تاکہ تُو پانی لے جائے۔ آپؓ نے شیطان لعین کو چھوڑ دیا۔ دُوسری دفعہ پھر اسی طرح حائل ہُوا۔ آپؓ نے پھر اُسے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ شیطان کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ حضرت عمارؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا۔ حضرت عمارؓ نے پانی بھر لیا اور ابھی حضور علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر بھی نہیں ہُوئے تھے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا: شیطان لعین سیاہ شخص کی صورت میں پانی اور عمار بن یاسرؓ کے درمیان حائل ہو گیا تھا مگر خداوندِ قدوس نے عمارؓ کو فتح و نصرت عطا کی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ہم نے عمارؓ سے کہا کہ حضور علیہ السّلام نے کچھ اس طرح کی گفتگو فرمائی ہے۔ حضرت عمارؓ بولے، خدا کی قسم اگر مجھے پتہ ہوتا کہ وہ شیطان ہے تو میں اُسے مار ڈالتا لیکن میرا ارادہ تھا کہ میں اس کی ناک کاٹ کھاؤں مگر اس سے سخت بدبُو آ رہی تھی۔

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ مہاجرین میں سے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السّلام کے بحرین میں گورنر تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ[1] فرماتے ہیں، میں نے حضرت علاء الحضرمیؓ سے تین چیزیں مشاہدہ کیں جو ان سے پہلے یا ان سے بعد کسی میں بھی نہ دیکھ سکا۔ یہ عجیب و غریب چیزیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ہم ایک دفعہ دریا کے کنارے گئے تو آپ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر دریا میں اُتر جاؤ۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا، دریا میں اُتر گئے اور پار کر گئے۔ ہمارے اُونٹوں کے پاؤں کے سوا ہماری کوئی چیز نہ بھیگی۔

دُوسری یہ کہ دریا سے گزر کر ہم ایک صحرا میں پہنچ گئے۔ ہم پر تشنگی غالب تھی لیکن پانی سے محروم تھے۔ ہم نے آپؓ کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تو بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہُوا اور اتنا برسا کہ ہم سب سیراب ہو گئے۔ بعد ازاں پانی مشکیزوں میں بھی بھر لیا۔ تیسری یہ کہ آپ کی وفات کے بعد ہم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ آپ کی قبر پر اینٹیں رکھیں

---

[1] آپ قبیلۂ دوس سے تعلق رکھتے تھے زمانۂ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس تھا۔ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد عبدالرحمٰن کے نام سے پکارے جانے لگے مگر کنیت نام پر غالب آ گئی۔ (مترجم)

بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ ہم نے اُن کے کفن کے بند نہیں کھولے۔ ہم نے اینٹیں اٹھائیں تو آپ کو قبر میں موجود نہ پایا۔

کہتے ہیں بصرہ میں کسی شخص کے کان میں ایک سنگریزہ گھس گیا اور آہستہ آہستہ پردۂ گوش تک جا پہنچا۔ اس بیچارے کا رات کا آرام اور دن کا قرار لُٹ گیا اور تمام اطباء اس کے معالجے سے عاجز آ گئے۔ وہ شخص حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی دوست کے پاس گیا اور اپنی رام کہانی سُنائی۔ انہوں نے فرمایا، دیکھو اس ضمن میں اگر کوئی چیز تمہیں نفع آور ہو سکتی ہے تو وہ حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعا ہے۔ وُہ دُعا آپؓ بحر و بر میں پڑھتے تھے۔ وُہ کہنے لگا: خدا تم پر رحم فرمائے وُہ کون سی دُعا ہے؟ اُس نے کہا: "یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا عَلِیْمُ۔" راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے جُونہی یہ دُعا پڑھی وُہ سنگریزہ مخصوص آواز کے ساتھ کان سے باہر آ گیا اور بڑے زور سے دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔

حضرت سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ ان متاخرین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جو شام میں باقی رہ گئے تھے۔ آپ سے ایک روایت نقل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک گروہ کے ساتھ بھیجا تاکہ میں انہیں دعوتِ اسلام دُوں۔ انہوں نے مجھ سے اسلام کی دعوت قبول نہ کی۔ میں تشنہ لب تھا لہٰذا میں نے اُن سے پانی مانگا۔ انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے تمہیں اسی حالت میں رکھیں گے حتّٰی کہ تم مر جاؤ۔ میرے پاس ایک چادر تھی جسے اوڑھ کر میں دُھوپ میں ہی سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آنے والا آیا جس کے ہاتھ میں شیشے کا پیالہ تھا اور ایسا خوب صورت پیالہ کہ شاید ہی لوگوں نے کبھی ایسا پیالہ دیکھا ہو اس میں ایسا میٹھا شربت تھا کہ لوگوں کو شاید ہی ایسا میٹھا شربت نصیب ہُوا ہو اس نے یہ شربت مجھے دیا اور میں نے پی لیا۔ پینے کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں، خدا کی قسم جب سے میں نے وُہ شربت پیا ہے مجھے کبھی پیاس لگی ہے نہ بھوک۔

آپ کی ایک کنیز سے روایت ہے کہ ابو امامہ باہلیؓ صدقے کو اچھا سمجھتے تھے۔ آپ صدقہ کے لیے دینار و درہم اور خورد و نوش کی اشیاء جمع کر لیتے اور جو سائل بھی آتا اُسے دے دیتے۔

ایک دن گھر میں کچھ نہ تھا تو سائل نے آمدا کی۔ آپ نے اسے ایک دینار دیا۔ دُوسرے سائل کو بھی ایک دینار دیا۔ تیسرے کو بھی ایک دینار ہی دیا۔ مجھے غصہ آگیا کیونکہ ہمارے لیے گھر میں کچھ بھی باقی نہ رہا۔ آپ گھر میں ٹاٹ پر سو گئے۔ نمازِ ظہر کے لیے اذان ہُوئی تو میں نے آپ کو بیدار کیا۔ آپ مسجد میں چلے گئے۔ اس وقت روزہ رکھا ہُوا تھا۔ میں نے کچھ قرض لیا اور اس سے آپ کے لیے شام کا کھانا تیار کیا، چراغ جلایا اور اسے دستر خوان پر رکھا۔ پھر میں بستر پر لیٹنے کے لیے آگے بڑھی تو وہاں چند دینار رکھے ہُوئے دیکھے میں نے دل میں کہا، شاید آپ نے وہ دینار ان دیناروں کے اعتماد پر صدقہ کر دیئے تھے میں نے انھیں گنا تو سو دینار تھے جنھیں میں وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ جب نمازِ عشا کے لیے حضرت امامؓ تشریف لائے تو میں نے جو اہتمام کیا تھا اس کا ملاحظہ کر کے خدا کی حمد و ثنا کرنے لگے پھر متبسم ہو گئے۔ آپ نے کھانا کھا لیا تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے۔ آپ کیا لائے ہیں؛ پھر دینار آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے کہا یہ کیا چیز ہے؛ میں نے عرض کی کہ وہی جو آپ یہاں رکھ گئے تھے۔ آپ دینار دیکھ کر خوف کھانے لگے اور فرمایا: ہائے یہ کیا بلا ہے؛ میں نے عرض کی: مجھے کچھ پتہ نہیں میں نے جو پایا لے آئی اور آپ اسے دیکھ رہے ہیں اس کے بعد بھی آپ خائف و ترساں ہی رہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سیدنا ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکرِ خیر چھڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالد رضی اللہ عنہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے کفّار پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنی خلافت کے دوران میں حیرہ کی طرف بھیجا تو اہلِ حیرہ نے ایک شخص عبدالمسیح کو ایک ایسی زہر دے کر آپ کی طرف بھیجا جو ایک لمحہ میں اپنا اثر دکھا دیتی تھی۔ جب عبدالمسیح نے زہر آپ کو پیش کی تو آپ نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؛ اس نے کہا: پل بھر میں اثر دکھانے والی زہر۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے زہر کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور بسم اللہ و باللہ رب الارض والسماء بسم اللہ الذی لَا یَضُرُّ بِاسْمِہٖ دَاءٌ کہہ کر پی گئے۔ عبدالمسیح نے واپس جا کر کہا، اس سے مصالحت کر لو

وہ تو پل بھر میں تباہ کر دینے والی زہر کو پی گئے ہیں اور انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا اور یہ اُنہی کا کام ہے۔

آپ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک دن اپنے لشکر میں گشت کر رہے تھے آپ نے اپنے ایک فوجی کو دیکھا جس کے پاس شراب کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ سرکہ ہے۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار "اللّٰھمّ اجعلہُ خلا" پڑھا جب وہ لشکری اس مشکیزے کو اپنے احباب کے پاس لے گیا اور اس کا منہ کھولا اور دیکھا تو یہ سرکہ تھا ساتھی کہنے لگے بڑا افسوس ہے تم یہ کیا چیز لے آئے ہو۔ اس نے کہا: خدا کی قسم میں شراب ہی لایا تھا تمہارے امیرِ لشکر مجھے برسرِ راہ ملے تو میں نے کہا کہ یہ سرکہ ہے۔ آپ نے تین بار دُعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کو شرفِ اجابت بخشا تو شراب سرکہ بن گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ حضرت عمرؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے

آپؓ مکہ میں ایمان لائے۔ ابھی نابالغ ہی تھے کہ اپنے والدِ محترم کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر آئے آپ نے مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ لوگ کسی شخص کو رجم کر رہے تھے کہ آپ کے پاؤں کی دو انگلیوں پر کوئی چیز آلگی جس سے سخت زخم آگیا اور آپ داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ یہ ۷۴ھ کا واقعہ ہے، بعض ۷۳ھ کا بھی کہتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ سفر میں تھے کہ کچھ لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے آپ نے پُوچھا: کیا بات ہے؟ تو وُہ کہنے لگے جناب یہاں ایک شیر ہے جو یہاں کے لوگوں کے رستے میں مزاحم ہوتا ہے۔ آپ اپنی سواری سے اُترے اور سیدھے اس شیر کی طرف چل دیئے۔ آپ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اسس کو چپت ماری اور راہ سے دُور ہٹا دیا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ ابنِ آدمؑ پر تبھی خوف طاری ہوتا ہے جب وُہ اس کے سوا کسی اور سے ڈرنے لگتا ہے اور جب ابن آدم اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تو اسس پر کوئی خوف مسلط نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کی ولادت درّہ شعب میں ہوئی۔ اس وقت بنی ہاشم یہیں محصور تھے۔ یہ ہجرتِ نبوی سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ آپ کہتے ہیں، میں نے جبریل علیہ السلام کو دو دفعہ دیکھا ہے اور دو دفعہ حضور علیہ السلام نے میرے لیے علم و حکمت کی دُعا فرمائی ہے۔ آپؓ طائف میں ۶۸ھ میں داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپؓ کا سالِ وفات ۷۱ھ بھی کہا جاتا ہے۔ میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں کہ میں طائف میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے جنازہ میں شریک تھا۔ جب آپؓ کے تابوت کو نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے زمین پر رکھا گیا تو ایک سفید پرندہ آکر آپ کے کفن میں گھس گیا۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ اُسے ڈھونڈا جائے لیکن وُہ نہ مل سکا۔ جب آپ کی تدفین ہُوئی تو میں نے قبر سے آواز آتی سُنی صاحبِ قبر کہہ رہا تھا یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

نیز آپؓ سے روایت ہے کہ ایک دن مسجد کو جا رہے تھے کہ راستے میں آپؓ کو ایک خوبصورت عورت ملی۔ آپ کے دل میں اس کے لیے کچھ رغبت سی پیدا ہو گئی۔ اس پر آپ نے فرمایا: اے اللہ! تُو نے مجھے آنکھیں بطور نعمت عطا کی ہیں مجھے ڈر ہے وُہ کہیں عذاب نہ بن جائیں اور تو انہیں چھین لے۔ یہ کہنا تھا کہ آپ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ آپ جب مسجد میں جاتے تو اپنے ایک بھتیجے کو ہمراہ لے جاتے وہ منبر کے سامنے مُنہ کر کے آپؓ کو بٹھا دیتا اور چلا جاتا۔ اور جا کر لڑکوں سے کھیلتا رہتا۔ آپؓ کو جب بھی کوئی ضرورت لاحق ہوتی آپ اس لڑکے کو بُلا لیتے اور اُسے کبھی کبھی کھیل کُود میں مشغول ہونے کے سبب تنبیہہ بھی کر دیتے۔ ایک دن آپ کو کوئی حاجت درپیش ہُوئی تو آپ نے اس لڑکے کو بُلایا، چونکہ وہ اس وقت کھیل کُود میں مصروف تھا اس لیے آپ کے پاس نہ آیا۔ آپ لڑکے کی حکم عدولی کے سبب ڈرنے لگے کہ کہیں میری رُسوائی نہ ہو۔ چنانچہ آپؓ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: "اے اللہ! تُو نے مجھے آنکھیں بطور نعمت عطا کی تھیں مجھے خوف تھا کہ یہ کہیں عذاب نہ بن جائیں پس تُو نے انہیں قبض کر لیا اور اب مجھے اپنی رُسوائی کا ڈر ہے"۔ بس یہ کہنا تھا کہ آپؓ کی آنکھیں بعینہٖ روشن ہو گئیں۔ آپؓ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ راوی کا بیان ہے میں نے آپؓ کو بینا اور نابینا دونوں طرح دیکھا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی وفات بصرہ میں ۵۲ھ میں ہوئی۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو حضرت عمران بن حصینؓ سے مقدم نہیں دیکھا۔ آپؓ کے پیٹ میں تیس سال تک درد ہوتا رہا۔ ہر چند لوگوں نے کہا کہ آپ فلاں جگہ کو داغ دلوا لیں لیکن آپ نے اُن کی ایک نہ مانی۔ آخر وفات سے دو سال پہلے آپ کے پیٹ کو داغ دیا گیا۔ مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین کو ملائکہ السلام علیکم کہا کرتے تھے لیکن جب اُن کا پیٹ داغ دیا گیا تو ملائکہ نے آپؓ کو السلام علیکم کہنا ترک کر دیا۔ جب داغ اچھا ہو گیا اور اس کا اثر جاتا رہا تو آپؓ نے مجھ سے کہا کہ وہ لوگ جو مجھ پر سلام بھیجا کرتے تھے پھر سے سلام بھیجنے لگے ہیں۔

حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؓ سے روایت ہے کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں شریک تھے، رات اندھیری تھی، اُونٹ بھاگ گئے اور مال و متاع اِدھر اُدھر بکھر گیا۔ حضرت حمزہؓ کی دونوں اُنگلیاں شمع کی طرح روشن ہو گئیں۔ اس روشنی میں انہوں نے گم شدہ سامان اور اونٹ تلاش کر لیے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؓ کا وطن مالوف اصفہان تھا۔ آپؓ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ آپؓ کی وفات حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام مدائن ہوئی۔ اہلِ علم نے سیرت کی کتابوں میں حضرت سلمانؓ کا یوں ذکر کیا ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ایک وصی جو تقریباً اڑھائی سو سال کی عمر یا اس سے بھی زیادہ تک زندہ رہے سے ملنے والے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سابق چار ہیں جن میں سے ایک سابق العرب ہے اور سابق دوم حضرت صہیبؓ اور سابق فارس یعنی ایران حضرت سلمانؓ فارسی ہیں اور سابق جنت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن آپ کے حق میں یُوں فرمایا "سلمانؓ ہمارے اہل بیت میں سے ہے"۔ کہتے ہیں جب آپؓ کا وقتِ رحلت قریب پہنچا تو آپ نے اپنی بیوی سے کہا تمہارے پاس کچھ مشک تھا اس کا کیا ہُوا۔ اُسے پانی میں ڈال کر گھول دے اور پانی کو میرے سر کے اردگرد چھڑک دے کیونکہ ابھی کچھ لوگ آئیں گے جن کا تعلق انسانوں سے ہوگا نہ جنّوں سے۔ آپ کی بیوی کا بیان ہے جیسا آپؓ نے فرمایا تھا ویسا کر کے میں باہر چلی گئی۔ اندر سے السّلام علیك یا ولی اللّٰہ السلام علیك یا صاحب رسُول اللّٰہ کی آوازیں کنے لگیں۔ میں اندر آئی تو آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی اور آپ اپنے بستر پر ایسے پڑے ہُوئے تھے جیسے محوِ خواب ہوں۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن سلمانؓ نے مجھ سے کہا، اے بھائی پتہ نہیں ہم میں سے کون پہلے وفات پا جائے اس لیے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اپنی آرام گاہ دکھا دیں۔ میں نے کہا ہو سکتا ہے اور مُردے کو اختیار بھی ہے کہ وُہ اپنی خواب گاہ دوسرے کو دکھا دے۔ آپ نے فرمایا، ہاں، بندۂ مومن کی رُوح جہاں بھی چاہے جا سکتی ہے مگر کافروں کی رُوحیں مقامِ سجّین میں مقید رہتی ہیں۔ چنانچہ جب حضرت سلمانؓ نے وفات پائی تو میں اس دن قیلولہ کر رہا تھا۔ جب میری آنکھیں گرم ہُوئیں تو ناگاہ مجھے حضرت سلمانؓ نظر آئے آپ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کہہ رہے تھے میں نے وعلیکم السّلام کے بعد کہا، اے عبداللہ! آپ نے اپنی منزل کیسی پائی۔ سلمانؓ نے کہا، بہت اچھی۔ اور تجھ پر بھی اسی اچھی شئے کا توکّل کرتا ہُوں۔ آپ نے اس بات کو تین بار دُہرایا۔

طفیل عمرو الدوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مکّہ میں آیا تو بعض قریشی میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اے طفیلؓ! تُو ہمارے گاؤں میں تو آگیا ہے لیکن یہ شخص محمّد صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے درمیان مبعوث ہُوا ہے ہم میں تفرقہ ڈال رہا ہے۔ ہمارے کاروبار کو تباہ کر رہا ہے۔ اس کی باتوں میں ایسا جادو ہے کہ بھائی کو بھائی سے جُدا کر دیتا ہے' بیوی کو خاوند سے جُدا کر دیتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ جیسا حال ہماری قوم کا ہُوا ہے ویسا ہی تمہاری

قوم کا بھی نہ ہو جائے۔ اس سے قطعاً کوئی بات نہ کرنا اور اس کی باتوں پر ہرگز کان نہ دھرنا۔ انہوں نے کچھ اس مبالغہ سے کام لیا اور مجھے آمادہ کر لیا کہ میں آپ سے قطعاً کوئی بات نہ کروں اور کوئی بات نہ سُنوں۔ یہاں تک کہ جب میں مسجد حرام کی طرف جا رہا تھا تو میں نے اپنے کانوں میں رُوئی ٹھونس لی تاکہ میرے کانوں میں آپؐ کی کوئی بات نہ پڑے۔ صبح صبح میں مسجد حرام میں داخل ہُوا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز ادا کر رہے تھے، میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ اور چونکہ خدا کو منظور تھا کہ میں آپؐ کا کلام سُنوں لہذا میں نے آپؐ کا کلام سُنا جو بہت خُوب تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں تو زیرک اور شاعر آدمی ہُوں اور کلام کی اچھائی اور بُرائی کو بھی جانتا ہُوں مجھے اُن کے پاس جانا چاہیے اگر کوئی اچھی بات کہیں گے تو قبول کرُونگا ورنہ رَدّ کر دوں گا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ پر تشریف لے جانے لگے تو میں آپؐ کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور آپؐ سے ملاقات کر لی۔ میں نے عرض کی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قوم نے مجھے تمہارا کلام سننے سے اتنا ڈرایا کہ میں نے اپنے کانوں میں رُوئی ٹھونس لی۔ اب چونکہ خدا تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ میں آپؐ کا کلام سُنوں تو میں نے سُن لیا۔ لہذا آپؐ کے پاس جو بھی کوئی اچھی چیز ہے پیش کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے قرآن پاک کی آیات پڑھیں۔ خدا کی قسم میں نے اس سے اچھا کلام کبھی بھی نہیں سُنا تھا۔ میں اسلام لے آیا اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ پھر میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی قوم کا مخدوم وسردار ہُوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دُوں، آپؐ دُعا فرمائیں کہ مجھ میں ایسی علامات ونشانیاں پیدا ہو جائیں کہ جب میں اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دُوں تو وُہ میری معاون ومددگار ہو جائے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے پروردگار مجھے اس کے لیے نشانی بنا دے۔ لہذا میں اپنی قوم کے پاس گیا۔ جُونہی اُن کے قریب پہنچا تو میری دونوں آنکھوں سے ایک ایسا نور شعلہ بار ہُوا جو چراغ کی طرح چمکتا تھا۔ میں نے کہا: خداوندا! یہ نشانی میرے سوا کسی اور چیز میں بھی پیدا کر دے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میری قوم کے افراد کہیں گے کہ یہ تبدیلی صرف اپنے آبائی دین کو خیرباد کہنے کی وجہ سے ہے وہ نور میرے کوڑے کے سِرے میں منتقل ہو گیا اور قندیل آویزاں کی طرح چمکنے لگا۔ جتنا عرصہ مَیں اُن کے درمیان بیٹھا رہا

ان میں سے چند ایک کے سوا کوئی ایمان نہ لایا میں پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قبیلۂ دوس کے لیے بددعا فرمایئے کیونکہ ان میں زنا کی لعنت بہت زیادہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اے اللہ! انہیں ہدایت فرما۔ مجھے واپس جانے کے لیے فرمایا اور انہیں دعوتِ اسلام دینے کی تلقین فرمائی۔ میں ان کے درمیان جا کر تبلیغ کرنے لگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور بدر و اُحد و خندق کے غزوات واقع ہوئے تو میں غزوۂ خیبر میں ایک گروہ کے ساتھ جو مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا حضورؐ کی خدمت میں آیا اور فتح مکہ تک آپ کی خدمت میں ہی رہا آپ نے مجھے الکفن بُت کو جلانے کے لیے بھیجا۔ میں گیا اور اسے جلا کر خاکستر کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلا آیا۔ پھر پروردگار کے فضل و کرم سے زندگی کے تمام دن حضورؐ کی وفات تک حضورؐ کے پاس ہی گزارے۔

جب حضورؐ کی وفات کے بعد کچھ عرب مرتد ہو گئے اور مسلمانوں کی ایک جماعت یمامہ کو روانہ ہو گئی تو حضرت طفیلؓ دوسی نے بعض صحابہؓ سے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر مونڈ دیا گیا ہے میرے منہ سے پرندے نکل کر فضا میں اُڑنے لگے ہیں۔ ایک عورت نے مجھے دیکھا ہے جو مجھے اپنی فرج میں لے گئی۔ میرے لڑکے نے مجھے بُلایا لیکن نہ پایا۔ صحابہ کرامؓ نے خواب کی تعبیر کرتے ہوئے کہا: اچھی بات ہوگی۔ آپ نے کہا کہ میں تو اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ میں شہید ہوں گا اور وہ پرندہ جو میرے منہ سے باہر نکل کر فضا میں اُڑنے لگا تھا میری رُوح ہے جو مجھ سے جُدا ہو جائے گی۔ اس عورت جو مجھے اپنی فرج میں لے گئی سے مراد قبر ہے جس میں مجھے دفن کریں گے میرے بیٹے کا مجھے بلانا اس امر پر دال ہے کہ وہ اس بات کی ازحد کوشش کرے گا کہ میں جہاد میں شریک نہ ہوں اور مجھے شہادت نصیب نہ ہو۔ حضرت طفیلؓ معرکۂ یمامہ میں شہید ہوئے آپ کے لڑکے کو سخت زخم آیا لیکن جانبر ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جنگِ یرموک کے سال میں شہادت پائی۔

غلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ میں تا زندگی حضورؐ کی خدمت

میں رہوں۔ میں نے عرض کی: خدا کی قسم اگر آپ یہ شرط نہ بھی عائد کرتیں پھر بھی میں تاحیات حضورؐ کی خدمت میں رہتا۔ حضرت سفینہؓ نے حضورؐ کی دس سال تک خدمت کی۔ اُن سے پُوچھا گیا: تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا کوئی نام نہیں بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام سفینہ رکھا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: تمہارا نام سفینہ کیوں رکھا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس بہت سا سامان تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے چادر بچھائی تو حضورؐ نے اپنا سامان اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اٹھا لو۔ اس دن مجھ پر ایک اونٹ کا سامان لاد دیا گیا اور اگر ایسا سامان سات گنا بھی لاد دیا جاتا تو مجھے گراں نہ گزرتا۔

آپ فرماتے ہیں ایک دن میں کشتی پر سوار تھا کہ کشتی ناگہاں پارہ پارہ ہوگئی۔ میں ایک تختے پر پڑا رہ گیا۔ موجوں نے مجھے ایک جنگل کے کنارے پھینک دیا اس جنگل میں ایک شیر تھا میں نے اسے کہا: اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام سفینہ ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے سر کو بہ رسمِ تواضع نیچا کر لیا اور اپنے ایک پہلو کو میرے ساتھ ملنے لگا۔ پھر مجھے راہ دکھائی۔ میں راہ پر گامزن ہُوا تو پیچھے سے اس کی نرم نرم آواز بھی سُنتا گیا۔ میں سمجھا کہ وہ الوداع کہہ رہا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ سے روایت ہے کہ جب جبلہ غسانی مرتد ہو کر قیصرِ روم سے جا ملا تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آلِ جفنہ کے کچھ آدمی تھے۔ حضرت امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسان کے لیے تحفہ بھیجا اور پھر انھیں اپنے پاس طلب فرمایا۔ حضرت حسانؓ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جا کر کھڑے ہوگئے اور السلام علیکم کہا۔ پھر کہنے لگے: اے امیرالمومنین! کیا یہ درست ہے کہ مجھے آپ سے آلِ جفنہ کے تحفوں کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں درست ہے جبلہ غسانی نے تمہارے لیے کوئی چیز تحفتہً بھیجی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ بخدا میں اس عجیب و غریب چیز کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جو مجھے حضرت حسانؓ کے پاس نظر آئی۔ یہ ایسی چیز تھی جس سے آلِ جفنہ کی خوشبو آتی تھی حالانکہ حضرتِ حسان کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔

حضرت عمرو بن مرۃ الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے روایت ہے کہ جب آپ اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے میری قوم کے پاس بھیجا جائے ہو سکتا ہے کہ خداوند تعالیٰ میری وجہ سے انہیں دولتِ اسلام سے مشرف کر دے جس طرح میں آپ کے سبب سے مشرف بہ اسلام ہُوا۔ جب آپ اپنی قوم میں گئے تو ایک شخص کے سوا سب نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ شخص کہنے لگا: اے عمرو بن مرۃ! اللہ تیرے حکم کو دوام بخشے مجھے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے لیے کہتے ہو اور اپنے آبا و اجداد کے دین کی مخالفت کا حکم دیتے ہو۔ اس نے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت میں چند شعر بھی کہہ ڈالے۔ حضرت عمرو نے کہا: جھوٹ بولنے والا تجھ سے اور مجھ سے ہے اللہ تعالیٰ اس کے حکم کو دوام بخشے۔ وہ شخص اس حالت میں مرا کہ اس کے دونوں لب ایک دوسرے سے مل گئے، خوراک اندر نہیں جا سکتی تھی، آنکھوں سے بھی اندھا ہو گیا، زبان بھی گنگ ہو گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرضِ موت میں وصیت کی کہ اسے کپڑوں میں مکفون کیا جائے چنانچہ اسے دو کپڑوں اور ایک قمیص سے کفن دیا گیا۔ صبح ہُوئی تو دیکھا کہ وُہ قمیص اس لکڑی پر پڑی ہے جس پہ کپڑے رکھتے ہیں۔ لوگوں کو بہت حیرانی ہُوئی کہ آیا یہ وہی قمیص ہے یا کوئی اور۔ درزی سے پُوچھا گیا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی قمیص ہے جسے پہنا کر اسے دفن کیا گیا تھا۔

حضرت ابُو قرضافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک کملی پہنائی تھی جس سے لوگ خیر و برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ ان کے لیے دُعائے خیر کرتے۔ لوگوں پر آپ کی دعا کا بہت اثر ہوتا۔ ایک دفعہ آپ عسقلان میں تھے اور آپ کا بیٹا قرضافہ روم میں جنگ لڑ رہا تھا۔ جُونہی صبح ہوئی تو حضرت ابو قرضافہ نے عسقلان سے باآوازِ بلند کہا: اے قرضافہ! اے قرضافہ! نماز، نماز۔ قرضافہ نے روم سے ہی جواب دیا کہ حاضر ہُوں میرے باپ۔ قرضافہ کے ساتھیوں نے کہا: ارے کس سے باتیں کر رہے ہو؟ قرضافہ بولے: اپنے باپ سے باتیں کر رہا ہُوں۔ خدا کی قسم وُہ عسقلان سے مجھے نماز کے لیے بیدار کرتے ہیں۔ آپ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہُوئے سُنا کہ جو کوئی رات کو بسترِ خواب پر سورۂ تبارک الّذی پڑھتا ہے اور

مسجد میں چار مرتبہ یہ پڑھتا ہے: اے رب حل والحرام و اے رب بلدۃ الحرام و اے رب مشعر الحرام! تُو نے تمام آیات رمضان المبارک کے مہینے میں نازل فرمائی ہیں میری طرف سے حضور علیہ السّلام کی رُوحِ انور کو تحفۂ سلام بھیج۔ تو خداوند قدوس اس کے لیے دو فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو حضور علیہ السّلام کی خدمت میں جا کر کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم فلاں شخص آپ کو تحفۂ سلام پیش کرتا ہے۔ پھر حضور علیہ السّلام کا پیغام لے کر جاتے ہیں کہ اے فلاں ابن فلاں میری طرف سے بھی تجھ پر سلام و رحمت ہو۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت ابُوحمزہ ہے۔

آپؓ نے دس سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت انسؓ کی عمر دس سال تھی۔ آپؓ سب سے آخری صحابی ہیں جنہوں نے بصرہ میں وفات پائی۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غسل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرتِ مال و اولاد، لمبی زندگی اور بخشش و مغفرت کی دُعا دی تھی۔ آپ کا بیان ہے کہ میری کھجوریں سال میں دو بار بار آور ہوتی ہیں اور میری پشت سے ایک سو ایک (۱۰۱) بچے پیدا ہُوئے، اور مجھے اتنی لمبی زندگی عطا ہُوئی کہ میرا نام ہی "زندگی" پڑ گیا اور چوتھی چیز جو بخشش و مغفرت ہے مجھے اُمید ہے کہ میری عمر سو سال سے زیادہ ہو گی۔ کہتے ہیں کہ آپ ایک سو ترسٹھ یا ایک سو سترسٹھ ہجری میں فوت ہُوئے۔ کہتے ہیں آپؓ کے پاس ایک زمیندار آیا اور کہنے لگا، اے ابُوحمزہ! تیری زمینیں تشنۂ آب ہیں۔ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی تو یک دم آسمان پر بادل چھا گئے اور ایسا برسے کہ جل تھل ہو گیا۔ یہ واقعہ موسم گرما میں ہُوا۔ آپ نے اپنے غلام کو یہ پتہ کرنے کے لیے بھیجا کہ بارش کہاں تک ہوئی ہے۔ اس نے بتایا کہ بارش صرف آپ کی زمین پر ہی ہُوئی ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ فرماتے ہیں کہ ہم ایک لڑائی میں باہر نکلے تو دشمنوں کے جاسُوسوں کو دیکھا، ہم ان کی طرف چل دیئے۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کا گھوڑا لغزش پا گیا اس نے ان کی

مان پر گر پڑا جو ٹوٹ گئی۔ ہم نے چاہا کہ انہیں دوسری چارپائی پر لٹا دیں لیکن وہ چارپائی پر لیٹ نہیں سکتے تھے۔ کہنے لگے کہ مجھے قتل کر دو۔ ہم نے انہیں وہیں چھوڑ دیا اور برابر ایک دن اور رات سفر کرتے رہے۔ اچانک ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ اچھے بھلے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے پاؤں پر کسی قسم کی خراش نہ تھی۔ ہم نے پوچھا، تم کیسے صحت یاب ہوئے؟ تو اس نے کہا، ایک آنے والا سفید گھوڑے پر سوار ہو کر آیا جس نے میری ران پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ پڑھو:

"فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم" میرا زخم ٹھیک ہو گیا اور میں کلی طور پر صحت یاب ہو گیا۔

تمیم الدارمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ حضور کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا چکے تھے۔ آپ کے ساتھ دارمی لوگوں کا ایک گروہ تھا جو اسلام لے آیا۔ آپ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں گرمی کے موسم میں آگ لگ گئی۔ آپ کے پاس حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اٹھئے، اس آگ کے پاس چلئے۔ حضرت تمیم نے کہا، اے امیر المومنین! میری کیا حیثیت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ اٹھ کر آگ کی طرف چل دیئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ میں نے حضرت تمیم کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور آگ آگے آگے دوڑتی جاتی تھی یہاں تک کہ آگ ایک غار میں جا پہنچی۔ حضرت تمیم بھی اس کے پیچھے ہو لیے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

لیس من یری لمن لم یرہ۔

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے باصحت انسانوں میں سے تھے ناگاہ آپ کے گلے میں درد ہوا جس کے باعث آپ ظہر و عصر کے درمیان انتقال کر گئے۔ میں نے آپ کو لٹا دیا اور آپ پر ایک چادر ڈال دی۔ پھر مسجد میں جا کر میں نے عصر اور شام کی نمازیں اکٹھی ادا کیں۔ کسی نے مجھے آ کر بتایا کہ حضرت زید بن خارجہ بعد از وفات بھی باتیں کرتے ہیں۔ میں جلدی سے مسجد سے

نکلا اور وہاں پہنچ گیا۔ انصار کی ایک جماعت بھی وہاں موجود تھی۔ میں بیٹھا ہی تھا کہ انہیں باتیں کرتے سُنا۔ لوگ اُن کے حوالہ سے کہنے لگے کہ حضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی ملّت کی جلیل القدر ہستی تھی جسے کسی کا ڈر تھا نہ خوف۔ آپ (عمر رضی) نے راہِ خدا میں ملامتیں اٹھائیں، لوگوں کو برے کاموں سے منع کیا اور خاص کر ان لوگوں کا مواخذہ کیا جو نادار و ضعیف لوگوں کا مال کھاتے تھے اس کے بعد حضرت زید بن خارجہ رضی نے حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا حال بیان کر کے لوگوں کو ہونے والے تمام فتنہ و اختلاف سے آگاہ کیا۔ پھر جنّت و دوزخ والوں کا حال بیان کیا۔ بعض صحابہ بعد میں آئے تو حاضرین سے پُوچھنے لگے: آپ رضی نے کیا کہا ہے؟ حاضرین کہنے لگے، آپ رضی نے سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و واقعات سنائے ہیں اور حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال سے بھی آگاہ کیا ہے۔

ایک انصاری عورت رضی اللہ عنہا کا حال

حضرت انس بن مالک رضی کہتے ہیں کہ میں انصار میں سے ایک ایسے نوجوان کی عیادت کے لیے گیا جس کی ماں نابینا ہونے کے علاوہ بوڑھی ہو چکی تھی۔ میں اس کے سرہانے ہی کھڑا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کپڑے سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا اور اس کی نابینا ماں سے کہا خداوند تعالیٰ آپ کو اس مصیبت میں اجر دے۔ اُس نے پوچھا: کیا میرا بیٹا فوت ہو چکا ہے؟ میں نے کہا: ہاں انتقال کر گیا ہے۔ یہ سُنا تو کہنے لگی: اے خدا! اگر تُو جانتا ہے کہ میں نے تیری اور تیرے پیغمبر کی طرف ہجرت کی ہے تو تُو میری ہر سختی و آفت میں فریاد رسی کر، اور اس مصیبت کے بوجھ کو آج میرے لیے پسند نہ فرما۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ابھی باہر بھی نہیں آئے تھے کہ اس کا بیٹا اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کھانا کھانے لگا اور ہم نے بھی اس کے ساتھ ہی کھانا کھایا۔

حضرت زایدہ خادمۂ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہتے ہیں کہ حضرت زایدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس گئیں اور السلام علیک یا رسول اللہ کہا۔ حضور علیہ السّلام نے فرمایا: اے زایدہ! میرے پاس دیر بدیر کیوں آتی ہو؟ تُو تو میری

موقعہ ہے میں تجھے پسند کرتا ہوں۔ حضرت زائدہؓ کہنے لگیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آج میں ایک عجیب وغریب واقعہ سنانے کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا! وہ کون سا واقعہ ہے؟ آپؓ نے عرض کی کہ میں ایندھن کے لیے گئی ہوئی تھی۔ جب میں نے گٹھڑی باندھ کر اٹھانے کے لیے ایک پتھر پر رکھی تو ایک سوار کو آسمان سے زمین پر آتے دیکھا جس نے مجھے السلام علیکم کہا۔ پھر کہا کہ سیّد کو میری طرف سے سلام کہنا، اور یہ بھی کہنا کہ رضوان خازنِ جنّت کہتے تھے آپ کو بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اُمت کی تین قسمیں کی ہیں:

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو بغیر حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن پر حساب وکتاب بالکل آسان کر دیا جائے گا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو آپؐ کی شفاعت سے بخشے جائیں گے۔

یہ کہہ کر وہ آسمان کی طرف صعود کر گیا اور میری طرف دیکھتا جاتا تھا۔ میں کھجوروں اور لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھانے لگی تو مجھ سے اٹھائی نہ گئی۔ اس نے مجھ سے کہا: اے زائدہؓ! ان کھجوروں کو پتھر پر ہی پڑا رہنے دو۔ پھر پتھر سے کچھ کہا تو پتھر میرے ساتھ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کھجوریں اور ایندھن اٹھائے چلا آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائدہؓ کی بات سن کر حضرت سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے گھر تشریف لے آئے اور اس پتھر کو دیکھا۔ پھر فرمایا: الحمدُ للہ خداوند قدوس نے مجھے اپنی اُمت کی بخشش کی نوید دُنیا میں ہی دے دی ہے اور اس نے میری اُمت کی ایک عورت کو درجۂ مریم سے بھی نوازا ہے۔

رکن ہفتم

تابعین ——— تبع تابعین ——— اور صوفیہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت ربیع انحو ربعی بن خراشس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ربعی بن خراشس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے مگر حضرت ربیع انحو تمام بھائیوں میں سے زیادہ نماز و روزہ کا اہتمام فرماتے تھے۔ سخت گرمی کے روزے تھے کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ ہم نے ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ منہ کپڑے سے ڈھانپ دیا اور تمام چارپائی کے اردگرد بیٹھ گئے۔ ایک آدمی کو کفن لانے کے لیے بھیجا۔ اچانک ہم نے دیکھا حضرت ربیع نے کپڑے سے باہر منہ نکالا اور سارے حاضرین کو السلام علیکم کہہ کر مخاطب کیا۔ ہم نے وعلیکم السلام کہنے کے بعد دریافت کیا مُردے کیسے باتیں کر سکتے ہیں؟ وہ فرمانے لگے، ہاں میں نے آپ لوگوں سے جدا ہو کر اپنے اللہ کی زیارت کی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے نہایت مہربانی سے قبول فرمایا۔ میری رُوح کا استقبال کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کے ساتھ فرمایا: ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں تم ہمیشہ ہم پر درود بھیجا کرتے تھے، آج تمہیں انعامات سے نوازا جائیگا۔

جب یہ خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنی تو فرمایا: میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت سے جو شخص مرنے کے بعد گفتگو کرے گا وہ بہترین تابعی ہوگا۔

آپؐ نے مزید فرمایا کہ مرنے کے بعد کبھی کوئی شخص ہنس نہیں سکتا تاوقتیکہ اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا صحیح مقام کون سا ہے۔ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب انہیں غسل دیا گیا تو غسل دینے والے نے دیکھا کہ لبوں پر مسکراہٹ ہے۔ اسلاف میں سے ایک بزرگ کے متعلق

بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ نصرانی تھا۔ مرنے کے بعد دوسرے نصاریٰ اسے نہلا رہے تھے کہ وہ تختے پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کسی مسلمان کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں نے سنا تو اس کے پاس گیا وہ کہنے لگا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ" چند لمحوں بعد وُہ مر گیا، غسل دیا گیا، نماز جنازہ ادا کی گئی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

ابومسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا یہ معمول تھا کہ کبھی دنیاداری کی بات نہ کرتے۔ اگر کسی ایسی مجلس میں جا پہنچتے جہاں دنیا کی باتیں ہوتیں تو آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے جاتے۔ ایک دن مسجد میں آئے تو ایک مجمع دیکھا اس امید پر کہ شاید ان سے کوئی نیکی کی بات سُن سکیں۔ ان کے پاس چلے گئے۔ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میرا غلام تجارت کے سفر سے لوٹا ہے اور اس قدر نفع لایا ہے۔ دوسرا کہنے لگا، میرے پاس چار غلام ہیں جو فلاں شہر کو سفرِ تجارت پر جا رہے ہیں۔ ابومسلمؒ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ میری اور تمہاری کیسی مثال ہے۔ ہم اس شخص کی طرح ہیں جسے شدید بارش آ لے اور وہ پناہ لینے کے لیے ایک بہت بڑے مکان کی طرف دوڑے۔ جب نزدیک جائے تو یہ سوچنے لگے کہ میں کس دروازے سے مکان میں داخل ہوں۔ لیکن جب داخل ہو تو اسے یہ معلوم ہو کہ یہ مکان تو چھت ندارد۔ میں آپ لوگوں کے پاس اسی ارادے سے آیا تھا کہ کوئی نیک بات سنوں مگر آپ لوگ دنیا کی باتوں کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں۔

آپ کے متعلق ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں یمن میں اسود عنسی نے دعویٰ نبوت کیا تو اس نے ابومسلم خولانی کو بلایا اور کہا تم گواہی دو کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسود عنسی نے کہا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد رسول اللہ، رسولِ خدا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اسود عنسی نے یہ بات کئی بار دُہرائی تو آپ نے انکار کیا اور سرکارِ دوعالمؐ کی رسالت کا اعلان کرتے رہے۔ اسود عنسی نے حکم دیا کہ آگ جلائی جائے۔ آگ جلا کر حضرت مسلم کو اس میں پھینک دیا مگر آپ کو قطعاً کچھ نہ ہُوا۔ لوگوں نے اسود عنسی کو کہا: اس شخص کو یہاں سے نکال دو ورنہ ہم سب کے اعتقاد آپ کی نبوت سے دور ہو جائیں گے چنانچہ آپ کو یمن چھوڑ کر مدینہ منورہ جانا پڑا۔ ان دنوں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مسجد میں آکر نماز پڑھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا اور پوچھا کہ کس قوم اور قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ آپ نے بتایا کہ میں یمن سے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ اسود عنسی کذاب نے جس مسلمان کو آگ میں ڈال دیا تھا اس کے بارے آپ کچھ جانتے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ میں ہی وہ بندۂ خدا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم کھا کر بتاؤ کہ تم وہی ہو۔ جب حضرت مسلم نے یقین دلا دیا تو حضرت عمرؓ نے آپ کو بغل میں لیا، پیشانی کو چوما اور رونے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے گئے اور اپنے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان بٹھا لیا اور کہا: "الحمد للہ! میں نے آج اپنی آنکھوں سے ایک ایسے امتی کو دیکھا ہے جس کے ساتھ سیدنا ابراہیمؑ جیسا واقعہ ہوا۔"

آپ کی ایک کنیز تھی۔ ایک دن وہ بڑی حیرت سے کہنے لگی: ابومسلم! کب تک میں آپ کے کھانے میں زہر ملاتی رہوں گی۔ آپ پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ کنیز نے بتایا کہ میں ایک جوان سال عورت ہوں، نہ تو مجھے آپ اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے ہیں اور نہ مجھے آزاد کرتے ہیں کہ میں کسی دوسرے سے شادی کر لوں۔ ابومسلم نے فرمایا: میں جس وقت کھانا کھاتا ہوں تو یہ دعا پڑھ لیتا ہوں: بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ لا یضر مع اسمہ ورب الارض والسماء۔

آپ کے متعلق ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ روم کی جنگی مہموں پر جاتے تو راستہ میں ایک دریا آتا آپ بسم اللہ تعالیٰ کہہ کر دریا میں پاؤں رکھتے اور سارے ساتھیوں کو کہتے کہ پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اس طرح سارے صحیح سلامت پار ہو جاتے۔ کنارے پر پہنچ کر دریافت کرتے کہ کسی کی کوئی چیز تو دریا میں نہیں رہ گئی۔ ایک دفعہ ایک ساتھی نے قصداً اپنا توبرا دریا میں پھینک دیا تھا۔ کنارے پر پہنچ کر شکایت کی کہ میرا توبرا دریا میں گر گیا ہے۔ آپ نے اسے ساتھ لیا اور دریا کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ توبرا ایک درخت کی ٹہنی سے رکا ہوا ہے۔ ساتھی دریا میں گیا اور اپنا توبرا لے آیا۔

ایک بار آپ بازار گئے اور آٹا خریدنا چاہتے تھے۔ ایک سوالی نے نہایت ہی عاجزی سے آٹا مانگا۔ آپ تھوڑی دور تو اس سائل سے بچتے چلے گئے مگر وہ سائل آپ کے سامنے

آگیا۔آپ کے پاس جتنے روپے تھے سائل کو دے دیئے اور خود ایک لکڑی سکے گارے پر جاکر بُورے سے بوری بھر لی اور سر سے سی کر گھر لے آئے اور خود گھر سے باہر چلے۔ بیوی نے ضرورت کے وقت بوری کھولی تو آٹے سے بھری پڑی تھی۔ کھانا پکایا۔ کچھ دنوں بعد حضرت مسلمؓ نے اپنی بیوی سے پُوچھا کر اس بوری کا کیا کیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ اس بوری میں بہت عمدہ آٹا بھرا ہُوا تھا۔ آپ کا معمول تھا کر باہر سے آتے تو اپنے گھر کے دروازے کے سامنے ایک تکبیر کہتے اور کھانا کھاتے۔ ایک دن آپ کی بیوی کو آپ کی ایک ہمسائی نے کہا کہ آپ ابومسلم خولانیؓ کی بیوی ہیں۔ اپنے ہاتھ سے گھر کے کام کرتی ہیں ۔اگر ابومسلمؓ حضرت معاویہؓ کو ایک بار کہہ دیں تو وہ ایک خادمہ بھیج دے اور کچھ انعامات بھی دے دیں گے جس سے آپ لوگ خوشحال زندہ رہ سکیں گے۔ رات کے وقت حضرت ابومسلمؓ گھر آئے، تکبیر کہی مگر بیوی نے حسبِ دستور کھانا سامنے نہ رکھا۔ آپ نے معلوم کر لیا کہ کسی نے اسے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ! جس نے میرے گھر کو ویران کرنے کی کوشش کی ہے اسے اندھا کر دے۔ اُدھر وہ عورت اپنے گھر بیٹھی بیٹھی اہل خانہ کو کہنے لگی: چراغ تو جلاؤ مگر انہوں نے بتایا کہ چراغ تو جل رہا ہے۔ وہ کہنے لگی: میرے سامنے تو سب اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ابومسلمؓ کی بددُعا کا نتیجہ ہے تو توبہ کرنے لگی۔ حضرت ابومسلمؓ نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ سچے دل سے توبہ کرتی ہے تو اس کی آنکھوں کو روشنی بخش دے۔ آپ کے نزدیک سے ہرنوں کا غول گزرتا تو بچے کہتے، ابومسلمؓ! دُعا کرو یہ ہرن رُک جائیں اور ہم انہیں پکڑ لیں۔ آپ دُعا کرتے ہرن کھڑے ہو جاتے اور بچے ان کے گلوں میں رسیاں ڈال لیتے۔

عامر بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو جو کچھ ملتا اپنی جھولی میں ڈال لیتے۔ جو سائل مانگتا اسے آپ دیتے جاتے۔ جب گھر پہنچتے تو جھولی اپنی بیوی کے سامنے انڈیل دیتے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس چیز میں سے کچھ بھی کم نہ ہوتا۔ ایک دفعہ ایک قبیلہ کے لوگوں نے آپ کو ایک دعوت پہ بلایا۔ رخصت کے وقت ایک مشکیزہ دودھ بھر کر آپؓ کے حوالے کیا۔ آپ رخصت ہوئے۔ راستہ میں آپ کے دل میں خیال گزرا وضو کے لیے پانی نہیں میں دُودھ اٹھائے پھرتا ہُوں۔ واپس آئے اور اس قبیلہ والوں کو کہنے لگے: یہ دُودھ لے لو مجھے پانی کی مشک بھر دو۔ راستہ میں جب وضو کرنا چاہتے

تو مشک سے پانی برآمد ہوتا اگر پینا چاہتے تو دُودھ برآمد ہوتا۔ آپ جب نماز ادا کرنے لگتے تو شیطان سانپ کی شکل بن کر آپؒ کے دامن کے نیچے آگھستا اور آستین سے باہر نکل آتا۔ لوگوں نے کہا: آپؒ اس سانپ کو مار کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ سے شرم آتی ہے، وہ کہے گا کہ میں غیر اللہ سے بھی ڈرتا ہوں۔ واللہ مجھے تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ سانپ کب میرے پیراہن میں آتا ہے۔

زادان کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کوفہ شہر سے تعلق رکھتے تھے اور تابعی تھے۔ ایک دن کہنے لگے: اللہ! میں بھوکا ہوں، مکان کے روشندان سے ایک روٹی گری جو چکی کے پاٹ جتنی بڑی تھی۔

زرارہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرے کے تابعی تھے۔ ایک دن مسجد میں جماعت کرا رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے فاذا نقر فی الناقور تو زمین پر گر پڑے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے زمانہ میں اسلامی اقتدار یزید کے ہاتھ میں چلا گیا۔ یزید کے بعض امراء مدینہ پہنچے اور علی بن الحسین، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا۔ ایک گورنر نے ان بزرگوں سے پوچھا کہ سعید بن مسیبؓ کہاں ہیں؟

علی بن الحسین رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ مسجد میں ہی قیام فرما ہیں اور وہاں سے باہر نہیں آتے اور امراء کی صحبت میں آنا پسند نہیں کرتے۔

گورنر نے کہا: تم علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہو اور قاسم محمد بن ابی بکر کے بیٹے ہیں اور سالم عبداللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں۔ تم لوگ تو میرے سامنے کھڑے ہو مگر سعید بن مسیب کون ہوتا ہے، جو میرے پاس نہ آئے میں تو اس کی گردن اڑا دوں گا یہ بات اس نے تین بار دُہرائی۔

حضرت علی بن حسینؓ فرماتے ہیں کہ یہ مجلس ہمارے لیے تنگ ہوگئی۔ جب ہم باہر آئے تو سعید بن مسیبؓ کے پاس گئے اور سارا واقعہ سنایا۔ ہم نے مشورہ دیا ان حالات میں اگر آپ عمرہ کرنے چلے جائیں تو مناسب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: عمرہ کرنے کی نیت تو میرے دل میں نہیں ہے،

ہم نے مشورہ دیا کہ آپ کسی رشتہ دار کے گھر چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اذان جو مجھے پانچ بار سنائی دیتی ہے کہاں سے سنوں گا۔ پھر ہم نے کہا: آپ مسجد میں جس جگہ قیام کرتے ہیں وہاں سے کسی اور جگہ بیٹھا کریں کیونکہ یہاں سے آپ کو آسانی سے طلب کر لیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: میں اپنی مجلس ترک کرنا نہیں چاہتا مجھے یہاں عبادت کا مزہ آتا ہے۔ ہم نے پوچھا: آپ ڈرتے نہیں۔ آپ نے فرمایا: آپ کیوں پوچھتے ہیں جب کہ آپ کو پتہ ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ لیکن سب سے اوّل میں خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اپنے آقائے دو عالم پر ہزاروں درود بھیجتا ہوں اور اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ گورنر مجھے بھول ہی جائے۔ کہتے ہیں وہ گورنر ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں رہا مگر آپ کو طلب نہ کیا گیا حتیٰ کہ اس کی معزولی کے احکام آگئے اور وہ مدینہ چھوڑ کر چلا گیا وہ شام کو روانہ ہوا تو راستے میں ایک دن اسے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ یاد آئے اپنے نوکروں سے کہنے لگا: مجھے یاد آیا ہے کہ ایک دن میں نے علی ابن الحسین، قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے سامنے قسم کھائی تھی کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو قتل کروا دوں گا مگر خدا کی قسم وہ تو مجھے کبھی یاد ہی نہ آئے۔ ایک غلام نے کہا: جو اللہ چاہتا تھا وہ آپ کی خواہش سے بہتر تھا۔

ایام حرہ میں جب یزیدی لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا بہت سے مہاجر و انصار کو تہ تیغ کرتا گیا حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی شخص مسجد نبوی میں نہ ٹھہر سکا۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز کے وقت روضہ منورہ سے اذان کی آواز سنائی دیتی۔ میں اٹھتا اور نماز بروقت ادا کر لیتا۔ شامی لوگ مسجد میں آتے تو کہتے کہ اس دیوانے بوڑھے کو دیکھو۔"

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کوفہ کے تابعی تھے۔ فقیہہ، عابد و زاہد اور فاضل یگانہ تھے۔ آپ کو حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں شہید کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۹ سال کی تھی۔ مورخ آپ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے اپنی فوج کے دس خاص الخاص افراد کو حضرت سعید بن جبیر کے طلب کرنے کو بھیجا۔ وہ تلاش کرتے کرتے ایک راہب کے حجرے میں جا پہنچے اور راہب سے آپ کا پتہ دریافت کیا۔ جب آپ کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ مصلے پر سربسجود تھے۔ جب وہ اندر آئے تو آپ ابھی تک نماز میں مشغول تھے نماز پوری کر کے آنے والوں کے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے

حجاج بن یوسف کے بلانے کا ذکر کیا آپ نے حمد خداوندی ادا کی۔ سرکارِ دو عالم پر درود پڑھا اور اٹھ کر اُن کے ساتھ ہولیے۔ راستے میں راہب کے حجرے سے ہو کر گزرے تو راہب نے انہیں کہا کہ آؤ میرے حجرے کی چھت کی جانب دیکھو کہ چاروں طرف شیر اور بھیڑیئے پہرہ دے رہے ہیں۔ سب کے سب دیکھنے کو گئے مگر سعید بن جبیرؓ نہ گئے اور کہا: میں ایک مشرک کے گھر جانا پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ یہاں کھڑے رہو گے تو بھیڑیئے اور شیر چیر پھاڑ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو میرا اللہ حافظ و ناصر ہے ان کی بہیمیت ختم ہو جائے گی بلکہ وہ میری پاسبانی کریں گے۔ راہب نے کہا: ان سے عہد لے لو۔ سعید فرمانے لگے: میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ صبح تک یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ راہب نے ان دس افراد کو کہا کہ تم حجرے کی چھت پر بیٹھ کر تیر کمان تیار رکھو۔ جونہی کوئی درندہ ادھر آئے اسے نشانہ بنا دیا جائے۔ رات کے وقت ایک شیر ببر آیا۔ آپ نماز میں مشغول تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ اس کے بعد دوسرے شیر بھی آ کر حلقہ باندھتے رہے۔ راہب چھت سے یہ کیفیت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ علی الصبح نیچے اترا۔ حضرت سعید کے پاس بیٹھا اور گزارش کی کہ اسے اسلام سکھایا جائے اور سنتِ رسول کی تشریح کی جائے آپ نے اسے مسلمان کیا۔

حضرت سعید بن جبیر نے اپنے قتل ہونے سے پہلے حجاج کے لیے یہ بد دعا کی:

اللّٰھم لا تسلط علی احد بقتلہ بعدی۔

"یا اللہ! اسے میرے قتل کے بعد کسی دوسرے کو قتل کرنے کی توفیق نہ دے۔"

واقعہ یہ ہے حجاج آپ کے قتل کرنے کے بعد صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ ہر وقت دیوانوں کی طرح بڑبڑاتا تھا: ہائے میں نے سعید بن جبیر کو کیوں قتل کیا۔ ہر وقت وہ میرے پاؤں گھسیٹتے رہتے ہیں اور نیند حرام ہو گئی ہے۔

آپ کا ایک اور واقعہ ہے کہ آپ نے ایک مرغ پال رکھا تھا جو سحری کے وقت اذان دیتا۔ آپ بیدار ہوتے اور نمازِ تہجد ادا کرتے۔ ایک دن مرغ نے بانگ نہ دی تو آپ بیدار نہ ہوئے آپ نے صبح اٹھ کر مرغ پر غصے کا اظہار کیا۔

قطع اللّٰہ صوتہ۔ اے اللہ! اس مرغ کی آواز سلب کر لے۔

اس دن کے بعد وہ مرغ بانگ نہیں دے سکا۔ آپ کی والدہ نے کہا: سعید! اب کسی بچے کے لیے بددعا نہ کیا کرو سکتے ہیں جب آپ کا سر تن سے جدا کیا گیا تو لا الٰہ الا اللہ کی آواز سر کشتہ سے آتی تھی۔ یہ آواز دو بار بلند اور ایک بار آہستہ آتی رہی۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حج کے موقع پر باہر سے آنے والوں کے ایک مجمع میں گئے اور لوگوں کو کھڑے ہونے کے لیے کہا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: تمام کے تمام بیٹھ جائیں مگر کوفہ کے لوگ کھڑے رہیں۔ پھر آپ نے کوفہ والوں کو بھی بیٹھ جانے کی اجازت دی مگر کوفہ والوں میں سے قبیلہ مراد کے لوگ کھڑے رہے۔ آپ نے فرمایا: مراد والے بھی بیٹھ جائیں مگر ان میں سے صرف وہ کھڑے رہیں جو قرن سے آئے ہیں۔ سارے لوگ بیٹھ گئے مگر ایک شخص انیس نامی جو اویس کے چچا تھے اور قرن سے آئے تھے کھڑے رہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ اویس کو پہچانتے ہیں؟ انیس نے کہا: آپ اس کے متعلق کیوں دریافت کرتے ہیں؟ اے امیر المومنین! وہ تو ایک غریب دیوانہ سا آدمی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور فرمایا: میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایسے ہی لوگوں کی شفاعت سے قیامت کے روز لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی تو میں کوفہ میں گیا۔ مجھے حضرت اویس قرنی سے ملنے کے علاوہ کوئی کام نہ تھا۔ اچانک ایک دن دوپہر کے وقت میں دریائے فرات کے کنارے جا پہنچا۔ میں نے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وضو فرما رہے ہیں میں نے آپ کو پہچان لیا۔ کیونکہ میں نے لوگوں سے آپ کا حلیہ دریافت کر لیا تھا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ مجھے جواب ملا۔ مصافحہ کرنے کی کوشش کی لیکن آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے کہا: اویس! یرحمك الله، غفر لك كيف انت رحمك الله۔ یہ بات کہتے ہی میں زور زور سے رونے لگا۔ چونکہ مجھے آپ سے بہت محبت ہو گئی تھی۔ میری حالت دیکھ کر حضرت اویس رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم خاموش ہوئے تو آپ نے فرمایا: حياك الله يا هرم بن حيان۔ میرے بھائی تمہارا کیا حال ہے؟ آپ کو میری طرف کس نے راہنمائی کی ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے۔ میں نے

پوچھا: آپ کو میرا اور میرے باپ کا نام کس نے بتایا تھا؟ آپ نے فرمایا: مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا۔ اس کے بعد بہت سی باتیں ہوئیں۔ لیکن آخر بار جو نصیحت کی اس میں فرمانے لگے:
حضورؐ کا وصال ہو گیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ رخصت ہو گئے۔ میرے بھائی حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا: حضور! حضرت عمرؓ تو ابھی زندہ ہیں۔ فرمایا: نہیں۔ مجھے ابھی ابھی مطلع کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ شہید ہو گئے ہیں۔ پھر اسی قسم کی باتیں کرتے رہے اور دعائے خیر کر کے مجھے اجازت دی اور ساتھ ہی کہا: السلام علیکم رحمۃ اللہ۔ میں آج کے بعد آپ کو نہ مل سکوں گا۔ یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ میری خواہش تھی کہ چند قدم آپ کے ساتھ چلوں۔ آپ نے مجھے اجازت نہ دی اور دوڑنا شروع کر دیا۔ میں آپ کے پیچھے ہوتا اور دوڑتا رہا حتیٰ کہ کوفہ کے کوچوں گلیوں میں آ گئے لیکن طلب بسیار کے باوجود میں انہیں نہ پا سکا۔ ابھی چند ہفتے گزرے تھے کہ میں نے خواب میں ایک دو بار زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ آپ آذربائیجان کی جنگ میں شریک مجاہدین اسلام تھے کہ شہید ہو گئے دوستوں نے چاہا کہ کفن پہنا کر دفن کریں مگر ایک پتھر کے پاس پہنچے تو ایک قبر قدرتی طور پر تیار تھی کفن تیار کرنا چاہا تو آپ کے کپڑوں میں کفن تیار پڑا تھا۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ یہ کفن انسانی ہاتھوں سے نہیں بنا تھا۔ چنانچہ آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔

میمون شبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں ایک دن میں نے ارادہ کیا کہ نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کروں مگر پھر خیال آیا کہ اس ظالم کو مسجد میں دیکھ کر کیا کروں گا۔ میں اسی تردد میں تھا کہ میں نے تہیہ کر لیا کہ چلو ایک بار جامع مسجد میں ہو آؤں۔ میں نے دور سے سنا کہ مسجد سے آواز آ رہی تھی،

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ۔

آپ نے ایک اور جگہ بیان فرمایا کہ میں ایک دن خط لکھ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا اگر میں یہ بات مکتوب الیہ کو لکھ دوں تو خط بڑا اچھا اور خوشگوار ہو جائے گا۔ مگر بات جھوٹی تھی۔ اسی تردد میں تھا۔ کبھی دل چاہتا لکھوں کبھی چاہتا چھوڑ دوں۔ مجھے گھر کے ایک گوشہ سے آواز آئی:

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا۔

صلہ بن الاشیمؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آپ کے ساتھ ایک جنگی مہم میں گیا۔ ہم کابل کے علاقہ میں پہنچے۔ رات کے وقت ایک مکان میں فروکش ہُوئے۔ رات کو میرے دل میں خیال آیا آج رات میں خیال رکھوں گا کہ وُہ کتنی عبادت کرتے ہیں کیونکہ لوگوں میں آپ کی عبادت گزاری کے متعلق بڑی شہرت تھی۔ آپ نمازِ عشاء پڑھ کر سو گئے۔ جب سارے لوگ سو گئے تو آپ اُٹھے اور قریب ہی ایک ویرانے کی طرف چل پڑے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا، وضو کیا اور ایک ویران جگہ پر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ دفعۃً ایک شیر دھاڑتا ہوا اُدھر آ گیا میں تو ڈر کر ایک درخت پر چڑھ گیا مگر آپ نے نماز میں اس شیر کی طرف التفات نہ کیا۔ میرا خیال تھا کہ شیر ابھی آپ کو چیر پھاڑ دے گا۔ مگر آپ نماز پُوری کرنے کے بعد شیر کو کہنے لگے، جاؤ! میاں تمہاری خوراک نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی شیر واپس ہُوا مگر ایک بار گرجا جس سے ساری وادی دہل گئی۔ آپ نماز میں مشغول ہو گئے اور صبح تک نماز ادا کرتے رہے۔ آپ نے مزید بتایا کہ جب ہم دشمن کے قریب پہنچے تو امیرِ لشکر نے حکم دیا کہ کوئی شخص لشکر سے علیحدہ نہ ہونے پائے۔ میں نے اپنے اونٹ سے بوجھ اتار لیا اور نماز کے لیے کھڑا ہو گیا اور کہا:

اللھم اقسمت علیھم ان تردعلی بغلتی و ثقلھا فی الحال۔

اونٹ پر بوجھ خود لاد اگیا اور وُہ کھڑا رہا۔

صلہ بن الاشیمؒ نے ایک اور روایت کی ہے کہ ایک دن اہواز کے علاقے میں جا رہے تھے بھوک اور پیاس نے شدت اختیار کر لی۔ اِدھر اُدھر سے کھانے کی تلاش کی مگر کچھ نہ مل سکا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے کھانے کی دعا کی اور اسی حالت میں اپنی سواری پر بیٹھا سو گیا۔ خواب میں آواز آئی، میں نے دیکھا کہ ایک پگڑی پڑی ہے اور اس میں کچھ لپیٹا ہوا ہے۔ میں نے اٹھائی، کھولی تو ایک برتن ملا جس میں کھجوریں بھری تھیں حالانکہ وہ تازہ کھجوروں کا موسم نہ تھا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھائیں۔ باقی ماندہ اٹھا لے گیا۔ ایک راہب کی خانقاہ پر جا پہنچا اور اسے دے دیں۔ کچھ عرصہ کے بعد میں پھر اسی راستے سے گزرا اور اس راہب سے ملاقات ہُوئی۔ میں نے دیکھا تو وہاں کھجوروں کے درخت کھڑے ہیں۔ راہب نے مجھے بتایا کہ یہ وُہی کھجوریں ہیں

جو تم نے مجھے دی تھیں۔

ہرم ابن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ گرمیوں میں سخت لو چل رہی تھی کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے قبر میں دفن کرنے کا ارادہ کیا تو بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور صرف قبر پر برسنے لگا ہم حیران رہ گئے کہ یہ بارش کیسی ہے۔ اس بارش سے آپ کی قبر پر سرسبز گھاس نمودار ہو گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنیت ابو حفص، والدہ کا نام ام عاصم بن عمر الخطاب اور مدت خلافت دو سال پانچ ماہ اور پندرہ روز تھی۔ آپ کی وفات ۲۰ رجب ۱۰۱ھ کو ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۹ سال تھی۔

کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔ سحری کے وقت ایک ایسے گھر سے گزرے جہاں سے ایک عورت کی آواز آئی۔ وہ اپنی بیٹی کو کہہ رہی تھی: اٹھو اور دودھ میں پانی ملا لو۔ لڑکی نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا، امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور اس حکم کا سارے شہر میں اعلان کر دیا گیا ہے۔ ماں نے کہا: اٹھو، یہاں نہ عمر دیکھ رہا ہے نہ اعلان کرنے والا۔ لڑکی نے کہا: خدا کی قسم میں تو ایسا نہیں کروں گی اور حضرت عمرؓ کے فرمان کی خلاف ورزی نہیں کروں گی اور اس کی مخالفت کی مرتکب نہ ہوں گی۔ صبح ہوئی تو امیر المومنین نے اپنے بیٹے عاصم کو بلایا اور کہا کہ فلاں گھر میں چلے جاؤ، وہاں ایک خوبصورت لڑکی ہوگی۔ اگر ابھی تک اس نے کسی سے نکاح نہیں کیا تو اس کے ساتھ نکاح کر لو۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے نیک اور صالح اولاد دے۔ عاصم گئے اور اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اسی لڑکی کے بطن سے ام عاصم پیدا ہوئیں جس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے والد مکرم عبدالعزیز بن مروان نے ام عاصم سے شادی کرنا چاہی تو اپنے وکیل نکاح کو فرمایا کہ میری حلال کی کمائی سے چار سو دینار حق مہر لاؤ۔ میں اس خانوادہ اصلاح سے زوجیت کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء چار نہیں پانچ ہیں، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر ابن الخطاب، حضرت عثمان غنی، حضرت علی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رباح بن عبیدہ نے فرمایا کہ جس وقت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر بنے تو میں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جس نے اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا جب آپ نماز ادا کرتے یا گھر آتے تو ساتھ ساتھ رہتا۔ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رض سے پوچھا کہ یہ نیک و صالح بوڑھا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: رباح! آپ انہیں نہیں جانتے؟ یہ ہمارے بھائی حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور مجھے خوشخبری دے رہے ہیں کہ ایک دن ساری مملکت اسلامیہ کی خلافت کی ذمہ داریاں مجھے سونپی جائیں گی۔ میں اس زمانہ میں عدل و انصاف کے اصول قائم کروں گا اور انہیں نافذ کروں گا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے زمام خلافت ہاتھ میں لی تو ویرانوں اور پہاڑوں پر بکریوں کے چرانے والوں کو حیرت ہوئی کہ یہ کون شخص ہے جس کے آنے سے شیروں اور بھیڑیوں نے بکریوں پر ظلم کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ایک اور شخص نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رض کے دورانِ خلافت ایک وادی میں گیا۔ میں نے دیکھا بھیڑیئے بکریوں میں پھر رہے ہیں مگر کسی پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رض کے ایک گورنر نے آپ کو لکھا کہ میرے علاقے میں فلاں شہر ویران ہوگیا ہے اس کی مرمت کے لیے مناسب رقم دی جائے اور اختیار دیئے جائیں۔ حضرت نے جواب میں لکھا: اس شہر کو عدل و انصاف سے آباد کرو اور اس کی راہوں کو ظلم و ستم سے محفوظ کر دو تو اس کی ویرانی ختم ہو جائے گی۔

آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے لوگوں کو کہا: مجھے بٹھا دیا جائے۔ جب بٹھا دیئے گئے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ گنہگار ہوں کہ تو نے مجھے حکم دیا لیکن میں کما حقہٗ بجا نہ لا سکا۔ تو نے مجھے بعض امور سے منع کیا میں صحیح طور پر عمل نہ کر سکا۔ اب میں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ یہ کہہ کر سر اٹھایا اور تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ حاضرین نے پوچھا: آپ تیز تیز کیا دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے بتایا:

میں ایسے لوگوں کو آسمان سے اُترتے دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ انھی باتوں میں آپ اصل بحق ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی کہ آسمان سے ایک کاغذ اڑتا ہوا گرا جس پر لکھا تھا:

بسم الله الرحمٰن الرحيم ھذا امان من الله لعمر بن عبدالعزيز من النار۔

فتوحات مکیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ اقطاب بعض اوقات اپنی معنوی خلافت کے ساتھ ساتھ ظاہری امور سلطنت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں ان میں سے ایک عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

عمر بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کوفہ کے معروف تابعین میں سے تھے۔ ایک روز آپ شدید گرم لُو میں بکریاں چرانے چلے گئے۔ آپ کا ایک ساتھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ بیابان میں جاکر دیکھا کہ بکریاں چر رہی ہیں مگر آپ ایک کھلی جگہ سوئے ہوئے ہیں اور آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ جب بیدار ہوئے تو اس شخص نے کہا: عمرو! آپ کو مبارک ہو کہ بادل بھی غلامی کے لیے حاضر رہتے ہیں۔ عمرو نے اسے قسم دے کر کہا کہ میری زندگی میں یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

ایک دفعہ آپ جنگی مہم پر گئے تو اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں کی نگہداشت کی ذمہ داری سنبھالی اور انہیں آرام کے وقت چراتے۔ مگر بادل کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کرتا۔ آپ نماز میں مشغول رہتے مگر درندے آپ کے گھوڑوں کی پاسبانی کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ سے طلب کیا ہے دو چیزیں مل گئی ہیں مگر ایک باقی ہے۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ وہ مجھے دنیا سے بے رغبت کر دے، سو ایسا ہی ہوگیا ہے۔ دوسرے مجھے نماز کی توفیق عطا فرمائے چنانچہ یہ نعمت بھی عطا کی گئی ہے۔ اب نعمتِ شہادت کی تمنا ہے شاید وہ بھی عطا ہو جائے۔

مطرف بن عبداللہ بن شنجر رحمۃ اللہ علیہ آپ اندھیری رات میں سفر کرتے تو آپ کے تازیانے (عصا) سے روشنی نمودار ہوتی جس سے سارا راستہ منور ہو جاتا ——— ایک شخص نے آپ کے

متعلق دروغگوئی سے کام لیا۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! اگر یہ شخص مطرف کے بارے میں جھوٹ کہتا ہے اسے ہلاک کر دے۔ اسی وقت وہ شخص گر کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے لواحقین نے آپ پر مقدمہ کر دیا۔ حاکم نے پوچھا اس نے کس چیز سے ہلاک کیا؟ لوگوں نے کہا: بددعا سے۔ اس نے فیصلہ دیا نیک مرد کی دعا تو تقدیر کا پیغام بن کر آتی ہے یہاں میں کیا کر سکتا ہوں۔

محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ غازیوں کے ایک لشکر کے ساتھ ایک مقام سے گزر رہے تھے کہ دوستوں نے پنیر کی خواہش کی۔ محمد بن المنکدرؒ نے کہا: اپنے اللہ سے مانگ لو وہ قادر ہے کہ اس وادی میں تازہ پنیر مہیا کرے تمام غازیوں نے دعا کی۔ تھوڑی دور گئے ایک تھیلا پڑا دکھائی دیا اس کا سر بند تھا اندر پنیر پڑا تھا ایک نے کہا: کاش تھوڑا سا شہد بھی ہوتا اور پنیر سے ملا کر کھاتے۔ محمد بن المنکدرؒ نے کہا: جس ذات نے پنیر دیا ہے وہ شہد بھی دے سکتا ہے۔ سب نے مل کر پھر دعا کی۔ تھوڑی دور جا کر ایک پیالہ شہد سے بھرا پایا۔ شہد اور پنیر کو ملا کر کھا لیا۔

عبداللہ بن ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ میں قسطنطنیہ کی جنگ میں شامل لشکر تھا۔ ہمارا جہاز ٹوٹ گیا اور ایک تند و تیز موج نے ایک پتھر پر دے مارا۔ ہم پانچ چھ آدمی تھے اور ہر طرف سمندر کی لہریں تھیں۔ اللہ تعالیٰ اس پتھر سے ہر روز ہر ایک کے لیے ایک پتہ نکالتا جسے ہم کھا لیتے اور اس طرح ہمیں طعام اور پانی حاصل ہو جاتا حتیٰ کہ ہمارے لیے ایک نیا جہاز آ گیا اور ہم اس میں سوار ہو کر روانہ ہوئے۔

ایوب السختیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ خواجہ حسن بصری آپ کو سید شباب اہل البصرہ ...

عبدالواحد زید بیان کرتے ہیں کہ میں ایوب سختیانی کے ساتھ کوہ حرا میں تھا مجھے سخت پیاس لگی۔ آپ کو میرے چہرے سے پیاس کی شدت کا احساس ہو گیا فرمانے لگے: کیا ہو گیا؟ میں نے بتایا کہ مجھے اتنی پیاس ہے کہ جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جو کچھ دیکھو اسے خفیہ رکھنا۔ چنانچہ میں نے قسم کھائی کہ جب تک آپ زندہ ہیں کسی سے

یہ بات نہ کروں گا۔ آپ نے کوہِ حرا پر اپنا پاؤں مارا، پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ میں نے جی بھر کر پیا برتن بھر لیا۔ آپ کی زندگی میں میں نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہیں کیا۔

حضرت سالم نبہانی رحمۃ اللہ علیہ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ چالیس سال حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے۔ ایک عرصہ تک لوگ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے سحری کے وقت تلاوتِ قرآن پاک کی آواز سنتے رہے۔ ایک دن اپنی زندگی میں حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے حمید طویل سے پوچھا کہ کیا تمہیں یہ خبر ملی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا بھی کوئی شخص اپنی قبر میں نماز ادا کرتا ہے؟ انہوں نے کہا، نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ نے ایسی اجازت دی تو سالم رحمۃ اللہ علیہ کو ضرور اجازت دی جائے گی۔ ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ واللہ الذی لا الٰہ الا ھو کہ جب میں نے سالم رحمۃ اللہ علیہ کو قبر میں اتارا میرے ساتھ حمید طویل بھی تھے۔ ہم لحد پر اینٹیں درست کر رہے تھے کہ ایک اینٹ نیچے گر گئی۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو آپ نماز کے لیے کھڑے تھے۔ میں نے حمید کو اشارہ کیا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس نے کہا خاموش رہو۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر ہم دونوں حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر گئے اور آپ کی بیٹی سے دریافت کیا کہ سالم رحمۃ اللہ علیہ کیا عمل کرتے تھے اس نے کہا، آپ لوگوں نے کیا دیکھا ہے؟ ہم نے قبر کا واقعہ سنایا تو کہنے لگی، وہ پچاس سال تک ساری رات عبادتِ الٰہی میں کھڑے رہتے۔ سحری کا وقت ہوتا تو یہ دعا کرتے:

اللھم ان کنت اعطیت احدا من خلقک الصلوٰۃ فی قبرہٖ فاعطنیہا۔

"اے اللہ! اگر اپنی مخلوق سے کسی کو قبر میں نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمانی ہے تو مجھے بھی فرمانا۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا ہے۔

حضرت ابو حلیم حبیب بن سالم الراعی رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت سلمان فارسی کے صحبت یافتہ تھے۔ بکریاں چراتے۔ دریائے فرات پر رہتے اور گوشہ نشینی کو پسند فرماتے تھے۔ ایک شیخِ طریقت نے بیان کیا ہے کہ ایک دن میں وہاں سے گزرا، آپ نماز میں مشغول تھے۔ آپ کی بکریوں کو بھیڑیئے چرا رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا، اس شخص میں بزرگوں کی علامتیں

پائی جاتی ہیں۔ میں وہاں کھڑا رہا۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے پوچھا بیٹا! کس کام کیلئے آئے ہو؟ میں نے کہا: زیارت کے لیے۔ آپ نے فرمایا: خیرک اللہ۔ میں نے پوچھا: حضرت! یہ بھیڑیئے بھیڑوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بکریوں کا چرواہا (راعی) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر ایک پتھر کے نیچے سے لکڑی کا ایک پیالہ نکالا جس میں دودھ تھا اور پھر ایک پیالہ نکالا جو شہد سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: حضرت! یہ کیا مقام ہے اور کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری سے۔ آپ نے مزید کہا: بیٹا! تم جانتے ہو کہ حضرت موسیٰؑ کے اُمتی اگرچہ اُن کے مخالف تھے اللہ تعالیٰ انہیں پتھر سے پانی عنایت فرمایا کرتا تھا۔ موسیٰؑ کا مقام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تر تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کی تابعدار امت کے لیے پتھر کے نیچے سے دُودھ اور شہد کا پیالہ عطا کرے تو تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے نصیحت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا: لا تجعل قلبك صندوق الحرص وبطنك وعاء الحرام۔ "دل کو حرص کا صندوق اور پیٹ کو حرام غذا کا مقام نہ بناؤ۔" انہی دونوں چیزوں میں تباہی ہے اور انہی دونوں چیزوں میں نجات ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آپ مشہور تابعین میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ پایا۔ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے پچاس کی زیارت کی۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک سو تیس صحابہ کی زیارت کی۔ ماہِ رجب ۱۱۰ھ میں وفات پائی جبکہ آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔ اسلاف فرمایا کرتے تھے کہ حسن بصریؒ کا کلام انبیاء کی طرح پُر نور تھا۔ ان کی گفتگو کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

رحم الله عبداً جعل الهموم هما واحداً فاكل كسوة وليس خلقا۔ لقص بالارض واجهد في العبادة وبكى على الخطيئة وطلب هٰذه الرحمة وهرب من هذه العذاب وهنا لا تضحك فانك لا تدري لعل الله قد اطلع على بعض اعمالنا فقال لا اقبل منكم شيئاً لا تخرج نفس ابن آدم من الدنيا الا الحسرات ثلث انه

لم يشبهم ما جمعهم ولم يدرك ما اهن ولم يحسن انزار هما قدم عليه

آپ کی مجلس میں ایک خارجی آیا جایا کرتا تھا اور بیٹھا رہتا۔ وہ اکثر اہل مجلس کی دلآزاری بھی کرتا۔ ایک دن اہل مجلس نے درخواست کی، حضرت! آپ اس خارجی کا علاج نہیں فرماتے کر وہ اس مجلس میں آنا چھوڑ دے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ ایک دن آپ اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اس خارجی کو آتا دیکھ کر فرمانے لگے،

اللھم علمت اذاہ لنا فاکفناہ بما شئت۔

وہ شخص وہیں گر پڑا۔ لوگوں نے اٹھایا۔ اس کے گھر کی طرف لے چلے مگر وہ راستے میں ہی دم توڑ گیا۔

طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی۔ یمن کے رہنے والے تھے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد قبر پر نگاہ رکھنا۔ اگر اللہ نے مجھے قبر سے اٹھالیا تو بہتر، اور تم اللہ کا شکر ادا کرنا۔ اگر وہیں پاؤ تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے ایک بیٹے نے بیان کیا کہ جب آپ کو قبر میں اتارا گیا تو چند لموں بعد آپ قبر سے غائب تھے۔ اس پر ان کے بیٹے خوش ہو گئے۔

سید عبداللہ مطر رحمۃ اللہ علیہ ابو ریحانہ کنیت تھی اور تابعین میں سے تھے۔ ایک دفعہ جہاز میں بیٹھے کچھ سی رہے تھے۔ آپ کی سُوئی سمندر میں گر گئی۔ کہنے لگے، سمندر! تمہیں اپنے خدا کی قسم ہے میری سُوئی واپس کر دو۔ کہتے ہیں سُوئی پانی کی سطح پر نمودار ہوئی آپ نے اٹھالی۔ کہتے ہیں اسی اثناء میں سمندر میں ایک زبردست طوفان آیا۔ آپ نے فرمایا، تم آرام کرو۔ تم سمندر نہیں ہو تم تو ایک حبشی غلام ہو۔ کہتے ہیں سمندر کو ایسا سکون آگیا کہ اس کی تہہ تک کی چیزیں صاف دکھائی دینے لگیں۔

کرزین وبرہ العابد رحمۃ اللہ علیہ قیام کوفہ اور قربانات میں ہے۔ ایک شخص نے آپ کی خادمہ سے دریافت کیا کہ آپ کا نان و نفقہ کہاں سے آتا ہے۔ کہنے لگی، جب بھی مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی آپ فرماتے: فلاں

روزن میں دیکھو۔ میں جاتی تو وہ مطلوبہ چیز پڑی ہوتی۔ جرجان کے بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ہم نے خواب میں دیکھا کہ ہم جرجان کے قبرستان سے گزر رہے ہیں تمام مُردے قبروں سے باہر بیٹھے ہیں۔ بڑے سفید براق کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے دریافت کیا؛ قبرستان والو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ سفید کپڑے زیب تن کیے بیٹھے ہو انہوں نے بتایا کہ رزین وبرہ کی آمد پر ہمیں یہ خلعتیں ملی ہیں۔ مورق العجلی بصرے کے ایک تابعی تھے۔ وُہ اپنی ضروریات اپنے سرہانے کے نیچے سے نکال لیتے۔

حبیب بن عیسیٰ العجمی رحمۃ اللہ علیہ کنیت ابو محمد تھی۔ فارس کے رہنے والے تھے بصرہ میں زندگی گزاری۔ بڑے متقی اور مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کے متعلق بیان کیا گیا ہے یوم الترویہ بصرہ میں نظر آتے عرفہ کے دن میدان عرفات میں دکھائی دیتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر روز ایک خشک کھجور سے روزہ افطار کیا کرتا تھا۔ یہ اہتمام میری بیوی کرتی تھی۔ ایک دن افطار کے وقت نہ آئی۔ میرا دل بڑا متاثر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ دوسرے دن وہ کھجوریں مجھے پیش کر رہی ہے اور میں نے کھجوریں کھالیں۔ ان کا معمول تھا کہ خالی جیب نکلتے مگر شام کو خزینہ غیب سے جیب بھری ہوتی۔

حضرت سفیان سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کو شیخِ ثقہ و صادق کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ زُہرا، جن کی کنیت ابو عبداللہ ہے کہتے ہیں کہ میں صبح کے وقت چاہِ زمزم پر آکر بیٹھ گیا ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک مردِ بزرگ زمزم کے دروازے سے اندر آیا۔ وہ کپڑے سے اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے چاہِ زمزم کے کنارے آیا اور ایک ڈول پانی نکال کر پیا۔ میں نے بھی وہاں جاکر باقیماندہ پانی پی لیا۔ یہ پانی بادام کی طرح لذیذ وشیریں تھا اور میں نے اس سے بہتر اب تک کوئی چیز نوش نہیں کی تھی۔ جب میں نے دوبارہ اس کی طرف مُڑ کر دیکھا تو اسے اپنی جگہ پر نہ پایا۔ میں دُوسرے دن پھر وہاں آکر بیٹھ گیا اور دیکھا کہ وہی بزرگ اسی شکل و صورت میں آیا اور اسی طرح پانی کا ڈول نکال کر پی لیا باقیماندہ میں پی گیا۔ یہ پانی شہد کی طرح میٹھا تھا۔ مَیں نے دیکھا تو وُہ جاچکا تھا۔

اگلی صبح میں اسی جگہ پر بیٹھ گیا وُہ بزرگ بھی اپنی پہلی شکل وصورت میں آیا اور پانی نوش کیا بچا ہوا پانی میں پی گیا تو ایسا محسوس ہُوا کہ وہ قند آمیختہ دودھ تھا۔ میں نے اس بزرگ کا دامن ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اسے کہا کہ تجھے اس خانہ پاک کی قسم! بتا تُو کون ہے؟ اس نے کہا میں تجھے اس شرط پر بتاتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہُوں یہ راز کسی کو نہ بتانا۔ میں نے پابند رہنے کا وعدہ کیا تو اس نے کہا: "میں سفیان بن سعید ثوری ہوں" اور انہی سے روایت ہے کہ آپ (سفیان ثوری) اپنے دوستوں میں سے بصرہ میں کسی ایک کے گھر وارد ہُوئے، صاحبِ خانہ کہنے لگا کہ میرے بیٹے کے پاس ایک بلبل تھا جسے میں ایک روز حضرت سفیان ثوری کے پاس لے آیا۔ کہنے لگے: اس پرندے کو کب تک قیدی بنائے رکھو گے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ تم اسے آزادی کی نعمت بخش دو۔ میں نے کہا کہ یہ بلبل میرے لڑکے کا ہے جسے میں آپ کی نذر کرتا ہُوں آپ اسے آزاد کر دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں میں اسے ایک دینار کے عوض لُوں گا۔ آپ نے اسے ایک دینار دیا اور بلبل اس سے لے کر آزاد کر دیا۔ پرندہ ہر روز صبح اڑ جاتا اور شام کو اسی مکان میں واپس آجاتا جہاں حضرت سفیان ثوری مکین تھے۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو وُہ پرندہ آپ کے جنازے کے پیچھے پیچھے اضطرابی کیفیت میں اڑتا ہوا آیا۔ اس کے بعد وُہ ہمیشہ آپ کی قبر پر آتا رہا۔ کبھی رات آپ کی قبر بسر کرتا تھا اور کبھی گھر میں۔ آخر کار اُسے بھی ایک روز آپ کی قبر کے پاس مردہ پایا گیا اور قبر کے پہلو میں ہی دفن کر دیا گیا۔

یہ بھی آپ ہی سے مروی ہے کہ جب رحلت کے بعد آپ کو غسل دیا گیا تو آپ کے جسم پر "فسیکفیکھم اللہ" کے الفاظ لکھے ہُوئے پائے۔ آپ نے بصرہ میں ۱۶۱ ہجری میں وفات پائی۔

حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جمعۃ المبارک کے روز ایک عصا سے بکریوں کے اردگرد خط کھینچ کر نماز کی ادائیگی کے لیے چلے آتے۔ بکریاں اس دائرہ سے آپ کی واپسی تک باہر نہ نکلتیں۔ آپ کو ایک دفعہ غسلِ جنابت کی حاجت ہوئی لیکن پانی ندارد۔ یک لخت بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہو کر بارش برسانے لگا۔ آپ نے اس بارش میں غسل کر لیا تو وُہ پارۂ ابر اوجھل ہو گیا۔ کہا جاتا ہے ایک دفعہ آپ کو قید خانے میں بند کر کے دروازہ کو اچھی طرح بند کر دیا گیا۔ کچھ

دیر بعد دروازہ کھولا گیا تو آپ وہاں موجود نہ تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: ایک دن میں اور حضرت شیبانؒ بغرضِ حج گھر سے نکلے تو راستے میں ایک شیر نمودار ہوا۔ میں نے حضرت شیبانؒ سے کہا: اس کتے کو دیکھئے ہماری راہ روک کے کھڑا ہے۔ حضرت شیبانؒ نے فرمایا: اے سفیانؒ! ڈریئے مت۔ آپ نے اس شیر کو اپنی طرف بلایا اور وہ پالتو کتے کی طرح دُم ہلانے لگا۔ آپ نے حضرت سفیانؒ سے فرمایا: اس کی گوشمالی کرو۔

میں (سفیان ثوریؒ) نے آپ سے پوچھا: یہ کس قسم کی شہرت ہے؟ آپ نے فرمایا: اے سفیانؒ! یہ شہرت جو تجھے نظر آئی کچھ بھی نہیں۔ اگر میں شہرت کو اچھا سمجھتا تو اس شیر کو واپس نہ کرتا بلکہ اس پر سوار ہو کر ہی مکہ معظمہ چلا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

آپ مرو شہر کے رہنے والے تھے۔ آپ کی وفات موضع ہیت جو دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ہے میں ہوئی۔ آپ کا مزار بھی وہیں ہے۔

کہتے ہیں آپ میں وہ جملہ خصائل مجتمع تھے جو آپ کے ہم عصر اہل علم میں سے کسی میں بھی مجتمع نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ فقیہہ، عالم، متقی اور حافظ تھے اور سنتِ نبویؐ پر سفر و حضر میں بالاستقامت عمل کرتے۔ شجاع اتنے تھے کہ طبلِ جنگ سنتے ہی میدانِ کارزار میں چلے جاتے ادب میں یہ مقام تھا کہ شعر روانی و تسلسل سے کہتے۔ سخاوت میں یہ پایہ تھا کہ جو چیز پاس ہوتی خیرات کر دیتے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ازحد کوشش کی کہ سال میں تین دفعہ حضرت ابن مبارک کے ساتھ شب و روز گزاروں لیکن ناممکن۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں مجھے رب کعبہ کی قسم! میری آنکھوں نے حضرت عبداللہ ابن مبارک ایسی ہستی دیکھی ہی نہیں۔

کہتے ہیں آپ کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہو کر کہنے لگا: حضور! میرے لیے دُعا کیجئے کہ پروردگار مجھے بصارت کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آپ نے کھڑے ہو کر دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بینائی کی نعمت بخش دی۔ اس نابینا کو اسلاف میں سے ایک نے بچشم خود

چنا دیکھا۔

آپ (حضرت عبداللہ ابن مبارک) نے مرض الموت کی حالت میں اپنے غلام سے کہا کہ مجھے آج رات اپنی موت کا یقین ہوگیا ہے۔ میں دنیائے فانی کو چھوڑ رہا ہوں۔ میری یہ کتابیں لے جاؤ اور دریا میں پھینک دو۔ غلام کتابیں لے کر دریا کے کنارے پہنچا تو اس کی نیت کتابیں دریا بُرد کرنے سے بدل گئی۔ وہ واپس آگیا۔ آپ نے اس سے پُوچھا: کیا تمام کتابیں دریا میں پھینک دی ہیں؟ غلام نے عرض کی: ہاں پھینک دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر کیا کیا علامات دیکھیں؟ غلام کہنے لگا: حضرت کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر تم نے کتابیں دریا میں نہیں پھینکیں۔ غلام کا بیان ہے کہ جب میں نے دریا کے کنارے جا کر کتابیں دریا میں پھینک دیں تو میں نے دیکھا کہ دریا سے نور کی شعاعیں اٹھ اٹھ کر آسمان کی طرف جا رہی تھیں۔ میں خائف و ترساں واپس آگیا۔ آپؒ نے پوچھا: کیا کر آئے ہو؟ میں نے عرض کی، حکم کی تعمیل کر آیا ہوں۔ آپ نے پُوچھا، پھر کیا دیکھا؟ میں نے عرض کی: دریا سے نور کی شعاعیں آسمان کی طرف اُٹھتی ہوئی دیکھیں۔ آپؒ نے فرمایا: ہاں! اب تُو نے تعمیلِ حکم کی ہے۔

پھر فرمایا: آج رات میرا سفرِ آخرت ہے مجھے غسل دے کر میرا احرام ہی بجائے کفن استعمال میں لے آنا اور جب لوگ جمع ہوجائیں تو میری تدفین کر دینا۔

حاضرین کہتے ہیں کہ جب ہم آپ کی وصیت کی تعمیل میں آپ کا جنازہ باہر لائے تو ہم نے دریا سے ایک کشتی نکلتی دیکھی جس میں بہت سے حضرات باہر نکلے اور ہمارے قریب آ کر کہنے لگے الحمدُللہ! ہمیں آپ کی نمازِ جنازہ نصیب ہوئی۔ ہم نے آپ کو نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ فراغت کے بعد ہم نے اُن سے پُوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ حضرت وفات پا گئے ہیں؟ قائدِ جماعت نے کہا: ہمیں خواب میں بشارت ہوئی تھی کہ فلاں شخص فوت ہوگیا ہے۔ جو شخص بھی اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنتِ ماوٰی عطا فرمائے گا۔ ہم اس کشتی کو کرائے پر لے کر نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے دوڑے آئے ہیں۔

حضرت ابو معویۃ الاسود رحمۃ اللہ علیہ

ایک سدید القول شخص بیان کرتے ہیں کہ میں طرطوس میں حضرت ابو معویۃ الاسود

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن آپ کے ہاں قرآن کریم آویزاں تھا۔

میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے جب آپ دیکھ نہیں سکتے تو یہ قرآن کریم کیوں رکھا ہوا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جسے تم میرے سفرِ آخرت تک کسی کو نہ بتانا۔ بات یہ ہے کہ جب میں قرآن کریم پڑھتا ہوں تو میری آنکھوں سے پردے ہٹ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں آپ جس وقت بھی قرآن کریم کھولتے آپ کی بینائی لوٹ آتی اور جب قرآن کریم بند کرتے تو آپ کی بصارت چلی جاتی۔

ایک شخص جو آپ کو جانتا نہیں کہتا ہے کہ ہم سفر کرتے کرتے ایک جگہ ٹھہرے اور دیکھا کہ ایک سفید سانپ مُردہ پڑا ہے۔ ہم نے کہا: شاید یہ مسلمان ہو۔ ہم نے اس پر پانی انڈیلا اور زیرِ زمین گاڑ دیا۔ رات ہوئی تو ہمیں کچھ باتیں سنائی دینے لگیں لیکن متکلم آنکھوں سے اوجھل تھا۔ ان باتوں کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم نے جو کچھ ایک مسلمان کے حق میں کیا ہے ہم نے ملاحظہ کر لیا ہے۔ تم چاہو تو تمہیں کچھ ایسی دوائیں بتا دی جائیں جن سے تم اپنا اور دیگر مسلمانوں کا علاج معالجہ کرو۔ اور اگر تم پانی اور جانور چرانا ہی کافی سمجھتے ہو تو ہم تمہیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہمارے لیے یہی کام اچھا ہے اس لیے آپ ہمارے لیے اسی کام کی ذمہ داری اٹھا لیں۔ اس غیر مرئی آواز نے ہمیں دواؤں کے بارے میں بھی کچھ تعلیم دی اور کہا کہ جب تم کسی جگہ مقیم ہو جاؤ تو اُونٹوں کی گردنوں کے ساتھ مشک آویزاں کر دو۔ تاکہ جب اونٹوں کو چرا کر واپس لائیں تو مشک پُر آب ہوں۔ لہٰذا جب ہم ایک جگہ مقیم ہوتے تو ہم مشک اونٹوں کی گردنوں کے ساتھ باندھ دیتے اور اونٹوں کو اپنے ہاں سے بھگا دیتے جب اونٹ نمازِ مغرب کے وقت واپس آتے تو وہ خود سیر ہوتے اور مشک پر آب ہوتی۔

خاتمہ

دشمنانِ اسلام کو سزائیں

جس طرح اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی کرامات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہی ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہ سزائیں جو حضور علیہ السلام کے مخالفوں، دشمنوں اور بے ادبوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت ادب رعایت شریعت وطریقت نہ کرنے میں ملیں وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ،

ایک نصرانی مسلمان ہو کر سورۂ بقرہ شریف اور سورہ آل عمران پڑھا کرتا تھا اور کتابت وحی پر بھی مامور تھا۔ عاقبت مرتد ہو گیا۔ اپنا دین اختیار کرنے کے بعد کہا کرتا تھا کہ جناب محمد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو معاذ اللہ کچھ نہیں آتا بس وہی جانتے ہیں جو میں لکھ دیتا ہوں۔ جب اس شخص کو قضا کے ہاتھوں نے آدبوچا تو اسے زیر زمین کر دیا گیا لیکن اگلی صبح اسے قبر سے باہر پڑا ہوا پایا گیا۔ لوگ کہنے لگے یہ کام محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے کیا ہے۔ چنانچہ دوسری دفعہ قبر کھود کر اسے دفن کیا گیا۔ اگلے روز پھر قبر سے باہر تھا۔ کفار نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ اسے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر سے نکال کر زمین پر رکھ دیا ہے۔ تیسری دفعہ اس کی قبر کھودی گئی اور اسے حتی المقدور گہرا کھودا گیا۔ اگلے روز وہ پھر زمین پر پڑا ہوا دیکھا گیا اس پر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ انسانی عمل نہیں بلکہ اس کے ساتھ قدرت نے ہی ایسا کیا ہے۔

(۲) انہی سزاؤں میں سے ایک سزا کا واقعہ یہ ہے کہ ایک زندیق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ ملائکہ طالب علم کے کلام سے خوش ہو کر اس کے پاؤں کے نیچے پر بچھایا کرتے ہیں۔ وہ زندیق کہنے لگا: بخدا میں فرشتوں کے پروں کو اپنے پاؤں کے نیچے مل دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے جوتوں کو زمین پر مارتا جاتا اور کہتا کہ میں فرشتوں کے پروں کو توڑ رہا ہوں۔ ناگاہ اس کے پاؤں میں لغزش واقع ہو گئی۔ وہ گر پڑا اور اٹھنے کی طاقت نہ رہی اسے اٹھا کر گھر لے گئے۔ اس کے دونوں پاؤں کو ماخورہ ہو گیا اور وہ مرتے دم تک زیر زمین رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس شخص کو ہرن کے بچے کی طرح چوکڑیاں بھرتے دیکھا ہے۔ پھر وہ ایک جگہ پڑا رہتا رہا اور اسی حالت میں مر گیا۔

(۳) انہی عقوبات میں سے ایک یہ ہے کہ ابن مندہ اصفہانی جو امام علم حدیث ہیں اور اسمائے

صحابہ پر ایک لافانی تصنیف کے علاوہ اور بہت سی تصانیف کے مالک ہیں نے فرمایا کہ شام میں میں ایک عالمِ حدیث کے پاس سماعِ حدیث کے لیے حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے سامنے ایک پردہ ڈالا تھا۔ میں بیٹھ گیا اور پھر پسِ پردہ حدیث پڑھنا شروع کر دی۔ میں اس بات پر حیران تھا کہ انہوں نے درمیان میں پردہ کیوں ڈال رکھا تھا۔ جب حدیث شریف کی قرأت ختم ہوئی تو اُسے علم ہو گیا کہ میں ابن مندہ ہوں۔ کہنے لگے: اے ابا عبداللہ کچھ پتہ چلا کہ میں پسِ پردہ کیوں بیٹھتا ہوں؟ میں نے کہا: نہیں جناب میرے علم میں نہیں۔ انہوں نے کہا: میں بتاتا ہوں ایسا کیوں ہے۔ ایک دفعہ اہل علم میں سے کسی نے کوئی حدیث شریف پڑھی۔ میں ایک روز ایک معمر شخص کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف "جو امام سے پہلے سر اٹھانے سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھا کا سر بنا دے گا" اس کے سامنے پڑھ رہے تھے۔ وہ بوڑھا اس حدیث پر تکرار کرتا رہا اور مختلف طریقوں سے روایت کرتا رہا۔ میرے دل میں شقاوت کے باعث کچھ شک سا گزرا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی رات جب میں سو کر بیدار ہوا تو میرا سر گدھے کی طرح ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے میں علماء کی مجلسوں سے محروم رہا اور ہر طالب علم کو پسِ پردہ درسِ حدیث دیتا ہوں اور چونکہ میں تمہیں اہل علم و دین میں سے جانتا ہوں اس لیے اس سر کا واسطہ دے کر تجھے خدا سے یہ عہد کرنے کا واسطہ دیتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں کسی سے نہ کہنا اور جب مر جاؤں پھر کسی سے کہنا تاکہ سماعِ حدیث کے وقت لوگ باادب رہیں اور دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ لائیں۔ ابن مندہؒ کہتے ہیں کہ میں نے خداوند قدوس سے عہد کیا تو انہوں نے درمیان سے پردہ اٹھایا۔ میں نے ان کے جسم کو دیکھا تو دھڑ آدمی کا تھا اور سر گدھے کا۔ اور جب تک وہ زندہ رہے میں نے یہ بات کسی کو نہ بتائی۔ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا اور حکم کرنے والا ہے۔

۴۔ ظلم کی سزا

امام مستغفریؒ نے سلف صالحین میں سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سفر کے دوران ایک جگہ جنازہ پڑا ہوا دیکھا، پاس ہی قبر بھی کھودی جا رہی تھی۔ میں بھی لوگوں کی مدد و اعانت کے لیے وہاں چلا گیا۔ ناگاہ ایک بوڑھا آدمی جس کے سر کے بال سفید تھے اور اس سے بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی، سفید

گھوڑے پر سوار وہاں آیا اور پُوچھنے لگا: یہ میّت کس کی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ کسی مسلمان کی ہے۔ اس بزرگ نے پُوچھا، تم میں سے کسی کا اس سے نزدیکی تعلق ہے؟ لوگوں نے ایک غلام کی طرف اشارہ کیا۔ بزرگ نے اس سے پُوچھا: کیا تمہارا آقا نقیب قوم ہوتے ہُوئے بادشاہ کے عمّال میں سے کسی عہدہ پر فائز تھا؟ غلام نے عرض کی، مجھے ان چیزوں کا تو پتہ نہیں لیکن اس کا ضرور پتہ ہے کہ وہ مالِ غنیمت میں خیانت کیا کرتا تھا۔ اس بزرگ نے مجھے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے کہا۔ ہم اُٹھے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ اس بزرگ نے ہم سے مُنہ پھیر لیا اور چند ساعت بعد آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ ہم نے مردہ کو قبر میں اتارا لیکن ایک تیشہ قبر میں ہی بھُول گئے۔ غلام نے کہا: میں نے تو یہ تیشہ ایک شخص سے اس شرط پر عاریتاً لیا تھا کہ میں اسے واپس کر دوں گا۔ اس پر اس کی قبر کھودی گئی، دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور تیشہ اس کی گردن میں آویزاں ہے اور اس کا دستہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اسے اس حالت میں وہیں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ تیشے کے مالک کو بتایا تو اس نے بھی وُہ نظارہ دیکھا جو ہم نے دیکھا تھا۔

(۵) اسی طرح امام مستغفریؒ نے ایک بزرگ سے روایت کی ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ ہم حج کے ایام میں مکّہ معظّمہ کے کسی کُوچہ میں پھر رہے تھے ہم نے دیکھا کہ ایک جگہ کچھ لوگ جمع تھے میں بھی وہاں چلا گیا اور دیکھا کہ ایک آدمی کو زمین نے جکڑا ہوا ہے اور وہ زمین میں دھنسا جا رہا ہے۔ لوگ اسے بچانے کے لیے مختلف ہتھیار لے کر آئے لیکن اسے رہائی نہ دلا سکے۔ جب اسے رستگاری دلانے سے مایوس ہو گئے تو اس سے پُوچھنے لگے کہ آخر تو اس حالت میں کیونکر پہنچا ہے حقیقت حال سے آگاہ کرتا کہ لوگ عبرت پکڑیں اور اس قسم کے عمل سے باز آ جائیں۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہوتے ہوتے وُہ کمر تک زمین میں دھنس گیا اور آہ و بکاء کرنے لگا۔ آخرکار لوگوں نے بزور پوچھا: بتاتا کیوں نہیں؟ لوگ حقیقتِ حال سے آگاہ ہو کر نصیحت پکڑیں گے مگر اس نے پھر بھی بات بتانے سے انکار کر دیا۔ جب سینہ تک زمین میں دھنس گیا تو لوگوں نے پھر زور دے کر کہا، بتاتا کیوں نہیں؟ اس پر وُہ روتا ہُوا کہنے لگا: میری عادت تھی کہ میں حرم شریف کے کبوتروں کو پکڑ کر حلال کرتا اور کھایا کرتا تھا۔

(۶) نیز امام مستغفریؒ نے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ حج کو جا رہے تھے، حرم شریف میں پہنچے تو

ایک جگہ قیام پذیر ہو گئے، ایک ہرن دوڑتا ہوا ان کے نزدیک آ گیا۔ ان میں سے ایک نے اسے پکڑ لیا مگر دوسرے لوگوں نے کہا، اسے چھوڑ دو۔ اس نے اسے نہ چھوڑا اور ہنستا بھی رہا۔ یہاں تک کہ ہرن نے ڈر کر لید کر دی اور اس کا پیشاب بھی نکل گیا۔ آخر اس نے چھوڑ دیا۔ ایک دن کسی گرم جگہ پر سو رہا تھا کہ ایک سانپ اس کے پیٹ پر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اُسے آواز دے کر کہا، ارے حرکت کیے بغیر دیکھو تمہارے پیٹ پر کیا ہے؟ سانپ اس کے پیٹ سے اس وقت تک نہ اُترا جب تک اس نے ہرن کی مانند اس کے پیٹ پر بول و براز نہ کر لیا۔

(۷) انہی عقوبات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ حضرت امام مستغفری کہتے ہیں کہ ایک جماعت حرم شریف کے درختوں کے زیرِ سایہ قیام پذیر ہوئی۔ انہوں نے روٹی تو پکا لی لیکن روٹی کھانے کے لیے سالن نہیں تھا۔ کمان میں تیر رکھ کر ایک ہرن شکار کیا اور دیگ میں ڈال کر چولھے پر چڑھا دیا۔ ہرن کا گوشت پک رہا تھا کہ اچانک دیگ کے نیچے سے آگ کا بھبھوکا اُٹھا اور اس جماعت کے تمام افراد کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ان سے [illegible]ے اور مال و متاع بچ گیا کیونکہ یہ چیزیں ان درختوں کے نیچے پڑی ہوئی تھیں جہاں آسیب کا ا[illegible]ہیں ہو سکتا تھا۔

۸۔ اہلِ اعتزال کو سزائیں

امام مستغفری سلف صالحین میں سے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا ایک نابینا ہمسایہ تھا جو حافظِ کلام اللہ تھا وہ ایک دن ایک شخص سے اس بات پر جھگڑ پڑا کہ اگر قرآن کریم مخلوق نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اس کی کوئی آیت میرے سینے سے محو نہ کرتا۔ اسی رات سو کر اُٹھا تو اس کے سینے سے قرآن کریم محو تھا کیونکہ صبح کے وقت اسے قرآن کریم کے متعلق یہ بھی یاد نہ رہا کہ قرآن کریم ہے کیا چیز۔ جب اسے قرآن کریم کی تلاوت کے متعلق کہا جاتا تو وہ زبان ہلاتا جس سے کسی کو پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے گھر والے اس سے تنگ آ گئے۔ انہوں نے اس کا گلا گھونٹ دیا جس کی وجہ سے اس کی جان نکل گئی۔

(۹) اسی طرح امام مستغفری نے ایک سلفی سے روایت کی کہ اس کے والدین عذابِ قبر کے منکر تھے وہ جتنا بھی اس بارے میں ان سے جھگڑتا رائیگاں جاتا۔ ایک دن میں گھر میں اس کے ساتھ سو رہا تھا کہ اچانک وہ اضطرابی حالت میں بیدار ہو کر کہنے لگا: ارے اٹھو،

اور دیا جلاؤ۔ میں دیا لے کر آیا تو دیکھا کہ اس کے پاؤں کے تلوے میں سوختگی کا اثر تھا اور آبلے پڑ چکے تھے۔ پھر کہنے لگا: میں نے خواب یُوں دیکھا جیسے میں قبرستان میں ہُوں، میرا پاؤں قبر میں دھنس کر جل رہا ہے۔ بس یہ اسی کا اثر ہے۔ اس واقعہ کے بعد وُہ عذابِ قبر پر ایمان لے آیا اور اس سے کبھی بھی انکار نہ کیا۔

(۱۰) انہی عقوبات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ متوکل ایک ایسے گھر میں داخل ہُوا جو شیشے کا بنا ہوا تھا اور ایک وزیر کے گھر سے اونچا تھا۔ اس کی لونڈیاں اور مصاحب بھی اندر آ گئے۔ جونہی انہوں نے اپنی جگہ پر بیٹھنا شروع کیا وُہ ہنسنے لگا۔ پھر کہنے لگا: میرے ہنسنے کا سبب کیوں نہیں پُوچھتے؟ حاضرین نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو متبسم رکھے۔ آخر ہنسی کی وجہ کیا ہے؟ خلیفہ بولا: واثق باللہ اسی جگہ اپنے خواص و مصاحب کے ساتھ بیٹھا تھا اور میں بالائے سر کھڑا تھا۔ واثق نے اپنے مصاحب سے کہا: میں نے اس امر میں بہت غور و تفکر کیا ہے کہ قرآن کریم مخلوق ہے اور بہت سے لوگوں کو بھی اس عقیدہ کی تبلیغ کی ہے جن میں سے بعض نے مال و متاع کے حصول کے لیے خلقِ قرآن کے عقیدہ کو اپنا لیا۔ بعض نے زجر و فہمائش کے ڈر سے اختیار کر لیا اور کچھ لوگوں نے قید و سزائے بدنی کے خوف سے تسلیم کر لیا لیکن چند لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے اتقاء اور پرہیزگاری کے سبب اس عقیدہ کو قبول نہیں کیا۔ اب میرے دل میں شک پیدا ہو گیا اور میں چاہتا ہُوں کہ ایسے مسئلے پر غور و فکر کا کبھی ارادہ نہ کروں اور اسے حتمی طور پر ترک کر دوں۔ اس وقت قاضی احمد بن ابی دؤاد[1] مجلس میں موجود تھا جو اس مسئلہ کو بہ نہایت غلو بیان کیا کرتا تھا۔ کہنے لگا: اے امیر المومنین! آپ نے خود ہی تو اس سنت کو زندہ کیا ہے اور آپ کی جد و جہد سے یہ مسئلہ ایسے مقام پر پہنچ چکا ہے کہ آپ کے پیشرو بھی اسے ایسے مقام پر لانے سے قاصر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے

---

[1] قاضی احمد بن ابی دؤاد معتزلہ میں سے تھا۔ اس نے مسئلہ خلقِ قرآن کی حتی المقدور تبلیغ کی جس کے باعث بعض خلفاءِ بغداد اس کے دامِ تزویر میں آ گئے۔ اس ظالم نے بعض متورعین و متدین حضرات کو سخت سزائیں دلوائیں لیکن وُہ توفیق باللہ سے اپنے عقیدہ پر قائم و دائم رہے۔ (مترجم)

محض اسلام کی خاطر کیا ہے۔ غرضیکہ اس نے اس مسئلہ میں نہایت مبالغہ سے کام لیا کیونکہ وہ خائف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس مذہب سے برگشتہ ہو جائے۔ واثق باللہ کہنے لگا: آؤ اس مسئلہ میں مباہلہ کرلیں۔ ابن ابی داؤد کہنے لگا، رب العزت مجھے اس دنیا میں ہی مفلوج کر دے۔ اگر مسئلہ خلق قرآن درست نہ ہو تو۔ دوسرا شخص کہنے لگا: میرے جسم میں لوہے کی میخیں ٹھونک دی جائیں اگر قرآن مخلوق نہ ہو تو۔ تیسرا کہنے لگا: خداوند تعالیٰ میرے بدن کو بدبودار بنا دے اور اپنے بیگانے مجھ سے بھاگنے لگیں۔ اگر مسئلہ خلق قرآن جھوٹ ہو تو۔ چوتھا کہنے لگا، خداوند قدوس مجھے تنگ ترین جگہ میں موت دے اگر یہ مسئلہ غلط ہو تو۔ پانچویں نے کہا: اگر مسئلہ خلق قرآن غلط ہو تو خدا تعالیٰ مجھے دریا میں غرق کر دے۔ سب سے آخر میں واثق باللہ کہنے لگا: خداوند تعالیٰ مجھے آخرت کی زندگی سے پہلے دنیا میں ہی جلا کر خاکستر کر دے اگر قرآن کریم مخلوق نہ ہو تو۔ پھر متوکل نے کہا: میرے ہنسنے کا سبب یہ تھا کہ یہ تمام واقعہ میرے ذہن میں آگیا تھا۔ ان اشخاص میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا اور ان کی دعائیں ان کے حق میں قبول ہوئیں اور جس کسی نے جو بھی کہا وہ بھی اسی میں مبتلا ہوا ہے۔

ابن ابی دؤد مفلوج ہو گیا۔ دوسرے شخص کے بدن میں آہنی میخیں ٹھونکی گئیں اور انہی سے مر گیا۔ تیسرے شخص کے بدن میں بدبو پھیل گئی جس کے تعفن سے کوئی شخص اس کے پاس نہیں ٹھہرتا تھا ہر چند وہ عطر و مشک کا استعمال کرتا لیکن بے سود ثابت ہوتا۔ چوتھے نے مکان کی بنیاد رکھی تھی ایک دو گز کی بلندی سے ہی گر کر مر گیا۔ پانچواں دریائے دجلہ میں غرق ہو کر مر گیا۔ واثق باللہ کو ایسی مرض لاحق ہو گئی جس کے علاج کے لیے اطبا نے بالاتفاق یہ نسخہ تجویز کیا کہ ایک زیتون کی لکڑی کو تنور میں گرم کیا جائے اور جب اس میں چنگاریاں پیدا ہوں تو اسے خالی کر دیا جائے۔ پھر اس میں سوئے کا ساگ بھر دیا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے واثق کو اس پر تین گھنٹے تک بٹھایا پھر باہر لے آئے۔ جب بیرونی ہوا نے اسے متاثر کیا تو اسے سخت درد ہوئی۔ چنانچہ وہ ہائے مر گیا ہائے مر گیا" پکارتا ہوا کہتا کہ مجھے اندر لے جاؤ، اندر لے جاتے تو وہ کہتا مجھے باہر لے چلو۔ جب اسے اندر سے باہر لاتے تو گائے کی طرح بولنے لگتا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر مرد و زن اور ذکر چاکر رحم کھاتے تھے۔ اگر اسے تنور کی جانب لے جاتے تو اس کی آہ و فغاں کم ہو جاتی۔

اس کے بدن کے آبلے پھٹ گئے اور جسم سیاہ انگلی کی طرح ہو گیا اور وُہ اسی حالت میں مر گیا۔ ملخصاً
اور دشمنوں کو جو سزائیں ملیں ان کی تفصیلات مندرجہ بالا واقعات سے بھی زیادہ ہیں جو تقریر زبان اور
تحریر بیان میں نہیں لائی جا سکتیں کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ ہر زمانے اور ہر جگہ اس طرح کا وبال
ارباب ظلم و دروغ اور ارباب فسق و فجور جنہوں نے سنتِ نبویؐ سے تجاوز کیا، پر آتا ہی رہتا ہے
اور ان چیزوں کا مشاہدہ عوام و خواص کرتے ہی رہتے ہیں اور اس قسم کے مشاہدات بیان سے
باہر ہیں لیکن جس شخص کا باطن نورِ ایمان سے منور ہے وُہ اپنے ملاحظہ احوال کی بدولت اوقاتِ
طاعات و زبانِ معاصی میں فرق و تفاوت معلوم کر سکتا ہے کیونکہ بندگی و طاعت کا نتیجہ ذوقِ حضور،
مکارمِ اخلاق اور محاسنِ افعال ہیں اور گناہوں کا نتیجہ کدورت و ظلمت، بُرے اخلاق اور بُرے
افعال ہوتے ہیں اور اس میں شک و شبہ نہیں۔ اس قسم کی طاعات کا بدلہ بھی نیک ہی ملتا ہے
اور بُرے کام کا بدلہ سزا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور جملہ مسلمانوں کو فیض رساں نیکی و طاعت کی توفیق دے جو ہمیں نیک
بدلے کی طرف لے جائے اور ہمیں ایسی برائیوں کے قریب جانے سے نجات دے جن سے ہمارا
مواخذہ ہو اور ہم سزاوارِ عقوبت ٹھہریں۔ بے شک وہی بہتر توفیق دینے والا ہے اور مددگار ہے
اس کتاب کی تیاری میں اس نے توفیق بخشی جو بہتر فیض رساں ہے اور نیک
خیالات کا القاء کرنے والا ہے۔ امید ہے کہ جب قاری حضرات ان مضامین کا مطالعہ کریں جو
ان پر روشن و واضح ہوئے اور انہوں نے ان کے مطالب و معانی کے ادراک سے جو فائدہ
اٹھایا اس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس جمع و تالیف کے لیے دُعائے خیر و رحمت کریں گے اور فضل و
مکرمت طلب کرنے میں بھی مدد و معاون ثابت ہوں گے۔

لک الحمد و الشکر یا ذوالجلال — کہ وصف تمامی گرفت ایں مقال
در آں وقت اتمامِ آں دست داد — کہ تمتہٗ بود تاریخِ سال
خدایا بآں سرورِ انبیاء — کزو یافت طور نبوت کمال
بصحب و بآلش کہ برکس نافت — فروغِ ہدیٰ جُز بآں صحب و آل
باتباع و اتباع، اتباعِ شاں — مقدم نشینانِ صفِ رجال

کہ در کامِ جامیؔ لبِ تشنہ ریز ‌‌ ‌ ‌ زخمخانۂ عشقِ شاں یک شمال
بآں جرعہ بستان چناں ازخورش ‌ ‌ ‌ ‌ کہ افتد ز خود بیخبر لا یزال
در آں بے خودی بازگشتش تو باشس
کہ حسن ۔ المبانی و نعم المآل

تمت بالخیر